

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



THE HAQ CHAR YAAR WEBSITE
IS DEDICATED IN THE NAME OF
THE COMPANIONS [R.A]
OF
PROPHET [PEACE BE UPON HIM].
WE ARE REVEALING THE TRUTH AND
FACTS ABOUT THE ANTI SAHABAH [R.A]
PROPAGANDA OF
THE NON MUSLIM ORGANIZATIONS.

WWW.KR-HCY.COM

آیاتِ بیانات

حصہ اول و دوم

شیعہ عمائد کے بطلان میں وہ عظیم الشان اور مشہور کتاب جس کا مسیح جو اب آج تک علمائے شیعہ نہ دے سکے اور جس نے ہزار ہا انسانوں کے مشکوک و شبہات کو ختم کر دیا۔ جس میں خود شیعہ مذہب کی کتب اور ان کے علماء کے حوالوں سے صحابہ کے فضائل اور خلافت راشدہ کو ثابت کیا گیا ہے اور مسئلہ نکاح اہل کلمہ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے، انداز بیان نہایت متین اور نامحاذ اختیار کیا گیا ہے۔ ضرورت ہے کہ ہر شخص خصوصاً شیعہ حضرات اخصباً ہرگز اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں

تالیف

نواب محسن الملک سید محمد مہدی علی خان صاحب

ناشر

دارالاشاعت

مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

جملہ حقوق طباعت و اشاعت ترجمہ و حواشی محفوظ ہیں

اصلاح و اضافہ شدہ، جدید عکسی ایڈیشن۔

باہتمام محمد رضی عثمانی، مدیر دارالاشاعت کراچی

تعداد طبع ایک ہزار، مطبوعہ مشہور پریس کراچی

اشاعت جون ۱۹۷۵ء



پتے کے پتے

دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

ادارۃ المعارف ڈاک خانہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ دارالعلوم ڈاک خانہ دارالعلوم کراچی

ادارۃ اسلامیات ۱۹۰ — انارکلی لاہور

عرضِ نائنہ

ذریعہ نظر کتاب آیات بینات جناب نواب محسن الدولہ محسن الملک مولوی سید محمد مہدی علی خاں صاحب بہادر منیر نواز جنگ و معتمد پولیٹیکل و فنانس سرکار عالی ریاست حیدر آباد و کون کی وہ عظیم اور مشہور کتاب ہے جس نے ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ یہ کتاب اہل شیعہ کے عقائد کے بطلان میں ایسی متین اور سنجیدہ کتاب ہے جس کا صحیح جواب آج تک علمائے شیعہ نہ دے سکے اور جس نے ہزار ہا انسانوں کے شکوک و شبہات کو ختم کر دیا۔ اہل علم خوب جانتے ہیں کہ یہ کتاب اس موضوع پر کس درجہ کی ہوگی کیونکہ اس کے مصنف نواب صاحب موصوف ایک زمانہ تک خود شیعہ مذہب کے بڑے عالم اور مجتہد امام تھے بعد میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی۔ اور آپ کے دل میں سُنی مذہب کی حقانیت جاگزیں ہو گئی۔ اور آپ راہِ حق میں کتبہ برداری عویزہ رشتہ داروں کی پروا کئے بغیر شیعہ مذہب سے تائب ہوئے اور اپنے سُنی ہونے کا اعلان فرما دیا۔

ظاہر ہے کہ جب ایک ایسا عالم ترویجِ شیعیت میں قلم اٹھائے جو خود پہلے شیعہ عالم رہا ہو تو اُس نے اس کتاب میں کس قدر صریح اور سچی باتیں لکھی ہوں گی۔ لیکن اس کے باوجود اندازِ تحریر عام مناظرانہ نہیں بلکہ نہایت متین اور سنجیدہ اور ناصحانہ اختیار کیا گیا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہر شخص خصوصاً شیعہ حضرات تعصب سے ہٹ کر اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔ ابتداء میں یہ کتاب دو جلدوں میں ۱۳۱۵ھ میں مطبع مہملقانی سے شائع ہوئی تھی۔ اور پھر بعد سے یہ کتاب تالیف تھی ۱۳۱۶ھ میں دارالانشاعت کراچی کو اس کی جلد اول کے دونوں حصے دستیاب ہوئے تھے جو بعینہ شائع کر دیئے گئے تھے لیکن اس وقت خاطر خواہ اس کی طباعت کا انتظام نہ ہو سکا تھا۔ اب یہ عظیم کتاب عکسی طباعت کے ذریعہ شائع ہوئی ہے۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کی جلد دوم بھی بڑی تلاش و جستجو کے بعد دستیاب ہو گئی ہے جو مذکورہ وغیرہ اہم مباحث پر مشتمل ہے۔

حصہ اول و دوم آپ کے پیش نظر ہیں جس میں سب سے پہلے صحابہ کرام کے فضا اُز
بیان کئے گئے ہیں اور پھر خلافت راشدہ کو ثابت کیا گیا ہے۔ نکاح اُم کلثوم پر سیر حاصل بحث کی گئی
ہے اور پھر اُن مطاعن اور اعتراضات کے مدلل جوابات دیئے گئے ہیں جو صحابہؓ کی نسبت شبہ
حضرت کرتے ہیں۔

جلد دوم بحثِ فدک وغیرہ اہم مباحث پر مشتمل علیحدہ نصاب کی بنا رہی ہے۔

اس اشاعت کی خصوصیت

اصل کتاب میں جاہل مغربی اور فارسی کی عباراتیں بطور حوالہ اور سند کے درج تھیں
لیکن اُن کا اُردو ترجمہ نہ تھا جس کی وجہ سے اُردو خواں حضرات کو مطالعہ میں دشواری ہوتی تھی
ہم نے ایسی عبارتوں پر نمبر ڈال کر حاشیہ میں اُردو ترجمہ درج کر دیا ہے اب انٹارنیشنل
تعالیٰ یہ کتاب ہر خاص عام کے لئے مفید ہو گئی ہے ہمیں اُمید ہے کہ اہل علم حضرات اُن
بیش بہا خزینہ ہائے علم سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں گے۔
وما توفیقی الا باللہ۔

پندرہ محمد رضی عثمانی

۲ جمادی الاول مطابق ۲۱ ستمبر ۱۹۶۳ء

فہرست مضامین حصہ اول و دوم

۲۲	پہلی آیت	۷	دین باج
۲۶	دوسری آیت	۹	تمہید
۲۷	تیسری آیت	۱۰	دلائل عقلی صحابہ کی فضیلت میں
۳۱	چوتھی آیت	۱۰	پہلی دلیل
۴۰	پانچویں آیت	۱۱	دوسری دلیل
۴۳	چھٹی آیت	۱۲	تیسری دلیل
۴۷	ساتویں آیت	۱۳	چوتھی دلیل
۴۹	صدیق اکبر کے فضائل	۱۴	پانچویں دلیل
۵۱	شیعان عبداللہ ابن سبا کے اعتراضات کا بیان	۱۷	شواہد نقلی صحابہ کی فضیلت میں
۵۲	پہلا اعتراض پہلی فضیلت پر	۱۸	توریت و انجیل کی شہادتیں اور صحابہ کی فضیلت میں
۵۹	دوسرا اعتراض دوسری فضیلت پر	۱۹	پہلی شہادت توریت کی
۶۰	تیسرا اعتراض تیسری فضیلت پر	۱۹	پہلی روایت کہ صدیق اکبر نے اپنے باپ کے قتل کا ارادہ کیا۔
۶۲	امر چہارم کے ثبوت میں	۲۰	دوسری روایت کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے رشتہ داروں کے قتل کا مشورہ دیا
۶۲	امر پنجم کے ثبوت میں	۲۰	دوسری شہادت انجیل کی۔
۶۲	امر ششم کے ثبوت میں	۲۲	قرآن مجید کی شہادتیں صحابہ کی فضیلت میں
۶۳	ساتواں اعتراض ساتویں فضیلت میں		
۶۴	آٹھواں اعتراض آٹھویں فضیلت میں		
۷۹	نواں اعتراض نویں فضیلت میں		

ائمہ کرام کی شہادتیں صحابہ کی فضیلت میں

حضرت عمرؓ کے نکاح کا بیان
حضرت عمر فاروقؓ کے حضرت ام کلثومؓ کے
ساتھ نکاح کا ثبوت
خاتمہ حصہ اول

حصہ دوم

وہا ان شرعاً فی بیان کتب صدوہ شیعوں
کا جواب فضیلت صحابہ کی آیات کے
بارے میں۔

صحابہ کرام کے منافق نہ ہونے کا
ثبوت۔

دلیل اول
دلیل دوم و سوم

دلیل چہارم
صحابہ کے منافق نہ ہونے کی پانچویں دلیل

پہلی آیت
دوسری آیت

تیسری آیت
چوتھی آیت

شیعوں کا دوسرا جواب آیات فضیلت
صحابہ سے

شیعوں کا تیسرا جواب آیات فضیلت
صحابہ سے

خاتمہ کتاب
تقریباً جناب محمد مرتضیٰ بیگ برف پھوگی

پہلی حدیث

دلیل اول

دوسری دلیل

تیسری دلیل

دوسری شہادت

امرا اول امام کا اصحاب کے حق میں عملے خیر کرنا
امروم پیغمبر خدا کے یاروں کا ایمان کے سبب
سے مصیبت و ایذا پانا۔

حضرت ابو بکر صدیق کے ایمان لانے کا اصل
بیان حضرت عمر فاروق کے ایمان لانے کا
اشعار از کتاب حملہ حیدرہمی در کیفیت ایمان

آوردن عمر بن الخطابؓ

صحابہ کے تابعین کی فضیلتیں

اور ان کی نشانیاں

تیسری شہادت

چوتھی شہادت

پانچویں شہادت

چھٹی شہادت

ساتویں شہادت

آٹھویں شہادت

نویں شہادت

دیباچہ از مصنف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّهِ وَحَبِیْبِهِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ ذَا الصَّعَابَةِ وَآزْدِ اُحْمَرَ وَآئِمَّتِهِمْ اَجْمَعِیْنَ ۝

بعد حمد و صلوٰۃ کے جانا چاہیے کہ خدائے عز و جل نے ہماری ہدایت کے واسطے
اپنا محبوب پیغمبر بھیجا اور اپنا خاص کلام اس پر نازل کیا اور چراغ رہنمائی کا اُس کے ہاتھ میں
دیا اور اپنی کمال مہربانی سے شرک اور کفر کی تاریخی سے نکال کر ہمارے دلوں کو نورِ ایمان سے
رکھن کیا۔ پس ایمان اور اسلام ایک ایسی اس کی نعمت ہے کہ ہم اس کا شکر یہ ادا نہیں کر
سکتے لیکن شیطان نے بعد ایمان کے اکثر مسلمانوں کو مہکایا اور ان کے دلوں کو باطل عقیدوں
سے پھر تارک کر دیا اور مسلمانوں میں ایسا تفرقہ ڈال دیا کہ بہتر فرقے گمراہ ہو گئے۔ جنگی نسبت
ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی سے خبر دی تھی پس ہم لوگوں کو فقط اسلام
کے نام پر خوش ہونا اور صرف توحید اور نبوت کے اقرار پر اپنے آپ کو ناجی سمجھنا چاہیے
بلکہ ہر عقیدے کی تحقیق کرنا اور ہر اعتقادی مسئلے کی تطبیق کتاب اللہ اور کتاب الرسول سے
دینا ضرور ہے اور یہ ممکن نہیں ہے کہ جو شخص اپنے سچے اور صاف دل سے صرف اپنی نہجیات
کی امید پر خدا کی کتاب کو دیکھے اور تعصب اور عناد کو دخل نہ دے وہ حق اور باطل میں تمیز
نہ کر سکے اور ایسے حق کے طالب کو خدا گمراہی میں پڑا نہ رکھے ہاں جو کوئی پہلے ہی سے سچائی
کا طالب ہو اور مذہبی تعصب میں گرفتار ہو اور سوائے مہادولے اور مکارے کے اُسے اور
کچھ منظور نہ ہو اور اپنے آبائی دین و مذہب کو تقلیداً سچ جانتا اور اِنَّا وَجَدْنَا اٰمَآءَنَا
عَلٰی اُمَّةٍ وَّاَنَا عَلٰی اِنَّا رِہِمُ مُفْتَدُونَ ۝ کہتا ہو بیشک اپنی گمراہی میں پڑا رہے گا اور
اپنے دل کو باطل عقیدوں سے کبھی پاک صاف نہ کر سکے گا، بعد اس تمہید کے بندہ گنہگار
مکھڑی علی ابن سید رضا من علی غفر اللہ ذنوبہ اپنے بھائیوں کی خدمت میں
التاس کرتا ہے کہ منجملہ مذاہب مختلفہ مسلمانوں کے دو مذہب زیادہ ہماری ہیں۔ ایک اہل سنت

و جماعت دوسرا امامیہ دونوں اپنے مذہب کو حق اور دوسرے کے مذہب کو باطل کہتے ہیں اور اپنے آپ کو ناجی اور دوسرے کو تازی سمجھتے ہیں ہزاروں کتابیں تالیف ہو گئیں۔ اور صد ہا رسالے تحریر ہوئے مگر یہ جھگڑا اب تک طے نہ ہوا جس کا جو عقیدہ تھا وہ اُس پر قائم رہا۔ بہت کم ایسے ہیں جنہوں نے حق پر نظر کر کے اپنے آبائی دین کو چھوڑا ہو اور دوسرے مذہب کو صرف اپنی نجات کے لئے اختیار کیا ہو لیکن میں اپنے خدائی عز و جل کا ہزار ہا شکر کرتا ہوں کہ میں اُن چند آدمیوں میں سے ہوں جنہوں نے اپنی نجات کی امید پر دونوں مذہب کے اصول پر انصاف سے غور کیا اور مذہب اہل سنت کو مطابق کلام الہی کے پا کر اور مذہب امامیہ کو اس کے مخالف دیکھ کر اپنے آبائی دین کے چھوٹنے میں تمام کنبے قبیلے سے جدا ہونے میں کچھ کسی کا لحاظ و خیال نہیں کیا اور امامیہ مذہب کو جو بھولے مصرع

ع برعکس نہند نام ز شی کا نور

کے مخالف عقائد ائمہ کرام علیہم السلام کے ہے چھوڑ کر سچا مذہب اہل سنت و جماعت کا اختیار کیا جو نہ میرے عزیز و اقارب اور بھائی بھتیجے اکثر اپنے قدیم مذہب پر ہیں اور مجھے گمراہ جانتے ہیں۔ اس لئے میں اُن پر اُن دلائل عقلی کو ظاہر کرتا ہوں جنہوں نے میرے دل کو اُن کے مذہب سے متفرک کیا اور اُن شواہد نقلی کو بیان کرتا ہوں جن کے سبب سے میں نے مذہب اہل سنت و جماعت کو اچھا جان کر اختیار کیا اسی واسطے میں یہ رسالہ اہل سنت و جماعت کے مذہب کی خوبیوں میں لکھتا ہوں خدا کرے کہ میرے اور بھائی اس کو نظر انصاف سے دیکھیں اور اپنے باطل عقیدوں کو چھوڑیں۔ اللہ حمداً آمین



تمہید

یہ سب پر نظر ہر ہے کہ دونوں مذہب کا اصلی اختلافی مسئلہ معاملہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے اہل سنت ان کو اچھا جانتے ہیں اور شیعہ ان کو برا سمجھتے ہیں بلکہ جس طرح پر اہل سنت ان تمام اہمیت سے مرتبہ میں اعلیٰ و افضل اور ایمان اور اسلام میں سب سے بہتر اور کامل جانتے ہیں اسی طرح پر شیعہ ان کو سب سے زیادہ تر بُرا اور خراب حتیٰ کہ کافر اور مرتد کہتے ہیں پس درحقیقت یہی ایک مسئلہ ایسا ہے جس پر دونوں مذہب کی حقیقت اور بطلان کا مدار ہے یعنی اگر موافق اصول مذہب اہل سنت کے صحابہ کا ایمان اور اسلام میں کامل ہونا اور مرتے دم تک ان کا اس پر ثابت قدم رہنا ثابت ہو گیا تو بلاشبہ سنیوں کا مذہب حق اور شیعہوں کا مذہب باطل اور اگر برخلاف اُس کے ان کا کافر اور مرتد ہونا (نعوذ باللہ من ذالک) معلوم ہوا تو شیعہوں کا مذہب سچا اور سنیوں کا مذہب جھوٹا ہے اس واسطے ہم اول صحابہ کے فضائل بیان کرتے ہیں۔ پھر خلافت راشدہ کو ثابت کریں گے پھر جواب مطاعن کا جو صحابہ کی نسبت امامیہ کرتے ہیں دیں گے۔

دلائل عقلی صحابہ کی فضیلت میں

پہلی دلیل :- یہ بات سب جانتے ہیں کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے عرب میں مبعوث کیا اور مکہ معظمہ میں اول اول حضرت کو اظہار نبوت کا حکم دیا تو اس وقت میں سب لوگ کافر اور مشرک تھے اور آپ کے عزیز و اقارب اور رشتہ دار اور بھائی بند اس خبر کو سنتے ہی آپ کے دشمن ہو گئے تھے اور آپ کی تکذیب کرتے تھے کوئی مجنون کہتا تھا کوئی دیوانہ بتلاتا تھا (ونعوذ باللہ من ذالک) اور چھ برس تک باوجود دعوت اور اظہار معجزات کے صرف چند آدمی جو پالیس سے کم تھے مسلمان ہوئے مگر چھ برس کے بعد کسی قدر جماعت مسلمانوں کی ہو گئی اور دعوت عام اسلام کی علانیہ ہونے لگی اور ارکان دین کو حضرت نے علی رؤس الاشہاد و ظاہر کرنا شروع کیا تب اہل مکہ نے یہاں تک تکلیف اور ایذا دینی شروع کی کہ آخر مکہ چھوڑنا اور مدینہ کو ہجرت کرنا پڑا اور بعد آہستہ آہستہ دین اسلام کی ترقی شروع ہوئی اور پھر اس قدر جلد اسلام پھیلا کہ چند سال کے عرصے میں سینکڑوں سے ہزاروں کی اور ہزاروں سے لاکھوں کی نوبت آگئی اور جماعت کی جماعت اور فوج کی فوج خدا کے دین میں داخل ہو گئی پس غور کرنے کا مقام ہے کہ جن لوگوں نے ابتداء دعوت میں اسلام قبول کیا اور سب سے پہلے پیغمبر صاحب کے کہنے کو سچ جانا اور اول ہی اول آپ کی نبوت کو تصدیق کیا اور بلا توقف بلا تامل کلمہ شہادت پڑھا اور بغیر سلاح اور مشورے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے اپنے قدیمی دین کو چھوڑ دیا اور اپنے بھائی بندوں سے علیحدہ ہو کر اول ہی اول آپ کا دامن رحمت پکڑا اور اپنے دوست آشناؤں سے مخالفت کر کے ناشیہ اطاعت نبوی اپنے دوش پر رکھا تو ایسے لوگوں کے اسلام کا جو ایسے نازک وقت میں اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر نئے دین میں آئے کوئی نہایت قوی سبب ہو گا اور نہ یہ بات سب جانتے ہیں کہ اپنے قدیمی دین کا چھوڑنا اور نیا دین اختیار کرنا نہایت ہی مشکل ہوتا ہے اور اپنے عیش و آرام کا ترک کرنا اور مصیبت اور ایذا میں پڑنا اور تکلیفیں اٹھانا بلا کسی خاص سبب کے کسی کو گوارا نہیں ہوتا پس اگر ہم ان اسباب کو سوچیں جن سے اول اول صحابہ نے ایمان قبول کیا تو صرف دو سبب معلوم ہوتے ہیں یا دین کی خواہش اور نجات کی امید یا دنیا کی

طمع اور مال و دولت کا لالچ اگر پہلے سبب کو ہم تسلیم کر میں اور اس امر کو مانیں کہ صحابہ نے اپنی نجات کی اُمید پر دین اسلام قبول کیا تھا اور صرف خدا کی رضامندی کے لئے اپنے گھر بار کو چھوڑا تھا تو ہمارے وہم میں بھی یہ بات نہیں آتی کہ پھر ایسے لوگ کسی وقت میں اس دین سے پھر گئے ہوں اور کبھی انہوں نے اس محبت کو جو ان کو ایمان اور اسلام کے ساتھ تھی دل سے نکال دیا ہو بلکہ ہم یقین کر سکتے ہیں کہ جن لوگوں نے صرف خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے اسلام کو مصیبت اور تکلیف کے وقت میں اختیار کیا ہوگا اور برسوں اس کے پیچھے رنج اور دکھا اٹھائے ہونگے وہ کبھی اس دین سے نہ پھرے ہوں گے بلکہ مرتے دم تک اس پر ویسے ہی ثابت قدم رہے ہوں گے اور اگر ہم دوسرے سبب پر نظر کریں کہ وہ لوگ دنیا کی طمع اور مال و دولت کے لالچ سے مسلمان ہوئے ہوں تو ایسی بات ہے کہ جس کی نسبت ہم فرضی خیال بھی نہیں کر سکتے اور نہ کوئی شخص جس کو ذرا ایمان اور عقل اور شرم کا پاس ہوگا اس امر کو خیال کر سکتا ہے اس لئے کہ ابتدائے اسلام میں جو کچھ دنیا کی طمع تھی وہ ظاہر جو کچھ مال اور دولت کی حرص تھی وہ معلوم۔ پس ثابت ہوا کہ صحابہ کا ایمان لانا اور مسلمان ہونا صرف نجات آخرت کی اُمید پر تھا اور جب اس اُمید پر ایمان لانا ان کا ثابت ہوا تو پھر اُس سے پھرنا ان کا بغیر ممکن تھا۔

دوسری دلیل :- جب ہم خلفائے راشدین اور مہاجرین و انصار کی حالت پر نظر کرتے ہیں اور ان کے چال چلن پر خیال کرتے ہیں تو اس سے ہم کو یقین کامل ہوتا ہے کہ وہ قدم بقدم اپنے پیغمبر کے چلتے تھے اور حرص و ہوا کو کسی کام میں دخل نہ دیتے تھے اور شب روز نما اور اس کے رسول کی رضا کے طالب ہا کرتے تھے ان کے دشمن بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ انہوں نے حضرت کی رفاقت کا حق نہایت خوبی سے ادا کیا اور اپنی ہانوں اور مالوں کو نہایت خوشی سے حضرت پر فدا کیا کون سی مصیبت رہ گئی کہ جو کفار نے ان کو نہیں دی کون سی تکلیف ہاتی رہ گئی کہ مشرکین نے ان کو نہیں پہنچائی جب کفار نے پیغمبر خدا کو ستانا اور ایذا دینا شروع کیا اس وقت اصحاب نے کیسی حمایت اور رفاقت کی اور دعوت اسلام میں کیسی سعی بلیغ فرمائی جب عرب عامۃ اور قریش خاصۃ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا دہی پر مستعد ہوئے اس وقت پڑیا ران سے خود را سپر سے ساختہ از مشرب عشق چہ باوہ با کہ نہ خود مدوچہ مستہا کہ نہ کردند و ہر گاہ کہ آنجناب بہجرت و جہاد ماوردش را مصاب سے

در مقابلہ کفار چہ رنجہا کہ نہ کشیدند و چہ غمہا کہ نہ چسیدند : پس اگر خدا اور اُس کے رسول کی محبت ان لوگوں کو نہ تھی تو کیوں اپنی جانوں اور مالوں کو تلف کرتے تھے اور کیوں سختیاں اور مصیبتیں اپنے اوپر اٹھاتے تھے سوچنا چاہیے کہ مہاجرین کو کس کے عشق نے گھر دل سے نکالا اور انصار کو کس کی محبت نے دیوانہ کیا آخر سے شعر

رنگین کہ کرو پنجہ مرگام این چنین لعل و گہر کہ ریخت بدام نام این چنین

میں حضرت شیعہ سے پوچھتا ہوں کہ صحابہ کبار اور مہاجرین و انصار مصیبت اور پریشانی کے وقت میں حضرت کے شریک ہوئے یا نہیں اور مال اور جان اور عورت اور آپ کو آپ پر نثار کیا یا نہیں حضرت کے پیچھے انہوں نے اپنے عزیزوں اور قریبوں کو چھوڑا یا نہیں اسلام کے پھیلانے میں انہوں نے تکلیف اور ایذا پائی یا نہیں پس ایسی بد بیہات سے انہیں کیجئے یا اقرار چونکہ انکار ہی نہیں کر سکتے اس لئے لازم آیا کہ اقرار کریں اور اگر ان کی محنتوں اور کوششوں کا انکار کریں تو پھر ذرا انصاف بھی کریں کہ جسکے پیچھے انہوں نے یہ تکلیفیں گوارا کی ہوں گی اس کی نگاہ میں کیا کچھ بھی قدر و منزلت ان کی نہ ہوگی اور جس کی خاطر انہوں نے اپنے گھر بار کو چھوڑا ہوگا اس کے دل میں کیا کچھ بھی محبت ان کی نہ ہوگی۔ اسے یار و تم کو جس نے علی مرتضیٰ ہی کی قسم ہے کہ اگر مصیبت کے وقت میں کوئی تمہارا شریک ہو اور دکھ درد کی بات میں کوئی تمہارا ساتھ دے اور اپنے بھائی بندوں کو چھوڑ کر تمہارے ہمراہ ہوئے اور اپنی ہمت و مال کو تمہارے پیچھے ضائع کرے تو تمہاری نگاہ میں اس کی کچھ عورت اور تمہارے دل میں اس کی کچھ محبت ہوگی یا نہیں اگر ہوئے تو وہی مہاجرین و انصار کی نسبت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سمجھو اور انصاف کرو کہ جو وقت لوگ چاروں طرف سے یا ساحر یا مہنتوں کہہ کر آپ کا دل دکھاتے ہوں گے اس وقت جو لوگ یا رسول اللہ اور یا حبیب اللہ کہہ کر آپ کو پکارتے ہوں گے اور جب کے خولش اقرار آپ کے آپ کو ساتے اور تکلیفیں دیتے ہوں گے اس وقت جو لوگ اپنا سینہ سپر کر دیتے اور حضرت کو بچاتے ہوں گے ان کی اس اعانت کی کیا کیا کچھ قدر و منزلت آپ کے نزدیک ہوتی ہوگی اسے یار و اگر انصاف کی آنکھ نہ نہ کرو تو صحابہ کرام کے مرتبوں کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ کون شخص اس دنیا میں ایسا ہے کہ اب ان کے مرتبے پر پہنچے اور ان کا سادہ رہ پاسکے کہاں ہیں اب رسول خدا کہ وہ دعوت کریں اور ان کے کنبے قبیلے کے لوگ ان کو جھٹلا دیں اور ہم میں سے کوئی سامنے آکر

صدقہت یا رسول اللہ کہہ کر آپ کے دل کو خوش کرے کہاں ہے وہ وقت کہ پیغمبر خدا ہجرت کریں اور غار میں جا کر چھپیں اور کوئی تم میں سے اس وقت ساتھ ہوئے اور یا رفاغار کہلائے کہاں ہے وہ زمانہ کہ فقرار مہاجرین کو لے کر حضرت مدینے میں پہنچیں اور مدینے والے اپنے اوپر مصیبت گوارا کر کے ان کو اپنے گھروں میں ٹھہرا دیں اور انصار کہلاویں کیا اب پھر وہ دن مل سکتے ہیں کہ پیغمبر خدا بدر کی لڑائی پر جاویں اور ہم لوگ حضرت کے ساتھ ہوں اور ہمارا مدد کے لئے خدا ملائکہ کو بھیجے اور لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ کہہ کر اپنی رضامندی ظاہر فرماوے اسے بھائیو وہ زمانہ گذر گیا وہ وقت باقی نہیں رہا جن کو یہ نعمت ملنے والی تھی ان کو مل گئی جن کو یہ دولت حاصل ہوئی وہالی تھی ان کو حاصل ہو چکی جو لوگ مہاجرین میں داخل ہونے والے تھے وہ مہاجرین میں شامل ہو گئے اور جو انصار میں داخل ہونے والے تھے وہ انصار میں شامل ہو چکے اب ہزار جان و مال کو کوئی نثار کرے مگر دَالْتَسَابِقُونَ الْآذِلُونَ مِنَ الْمُحَاجِرِينَ ذَانِصَارٍ کی نصیبت پانہیں سکتا تمام جہان کی دولت کوئی لٹاوے مگر اصحاب بدر یا یاران بیعت الرضوان میں داخل نہیں ہو سکتا ان دولتوں کو لینے والے لے گئے ان نعمتوں کو لوٹنے والے لوٹ لے گئے یہ شعر

حریفان باد یا خور وند و رفتند تہی خم خانہا کردند و رفتند

اسے یار و جن لوگوں نے بلا واسطہ پیغمبر خدا سے تعلیم پائی اور جن مشخصوں نے خود صاحب شریعت سے ہدایت حاصل کی کیونکر تہا سے دل میں ان کی محبت اور تمہاری نظر میں ان کی قدر منزلت نہیں ہے کیا تمہاری عقل اس کو قبول کرتی ہے کہ ان ہزاروں لاکھوں آدمیوں میں جو برسول پیغمبر صاحب کی صحبت اور رفاقت میں رہے کسی کے دل پر ایمان کا لٹل اثر نہ ہو اور ان بے شمار آدمیوں میں جو نمازوں اور جہادوں میں حضرت کے شریک رہے کوئی اسلام پر ہمت قدم نہ ربا باوجودیکہ حضور اور سفر میں آپ کے ہمراہ رہے شب روز اپنے کانوں سے وعظ و نصیحت سنتے رہے اپنی آنکھوں سے جہر نیل کا آنا دھی کالانا دیکھتے رہے لیکن اپنے نفاق اور کفر سے (والعیاذ باللہ منہ) باز نہ آئے گو کہ حضرت نے طرح طرح کے معجزے مانگو دکھلائے انواع انواع کی دعائیں ان کے حق میں فرمائیں لیکن نہ کسی معجزے کا ان پر اثر ہوا نہ کوئی دعا ان کے حق میں مقبول ہوئی بھلا انصاف کرو کہ کوئی مسلمان ایسا عقیدہ رکھے گا اور اپنے پیغمبر کی شان کو داغ لگائے گا اور اس کے تمام شاگردوں اور کل مریدوں کو کافر اور مرتد

کہے گا ذرا تو سوچو کہ اگر کسی عالم کے تمام شاگرد جاہل رہیں اور کسی امیر کے مصاحب سب کے سب بدچلین ہوں اور کسی ولی کے مرید کھلم کھلم جمعین فاسق فاجر ہوں تو کیا اس سے کہہ سکتے ہیں کہ اس عالم اور اس امیر اور اس ولی کی نسبت لوگوں کو نہ ہوگی بیشک ضرور ہوگی۔ اسی طرح پر تمام صحابہ کے کفر اور ارتداد پر اعتقاد رکھنا درپردہ حضرت کی نبوت میں شک لگاتا ہے۔ (دنعوذ باللہ من ذالک)

تیسری دلیل۔ اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں مبعوث ہوئے کہ لوگ توحید سے منکر ہو گئے تھے دین ابراہیمی میں تخریب کرنے لگے تھے جانوروں کی طرح آپس میں لڑتے اور وحشیوں کے مانند باہم جھگڑتے تھے اور حکمت سے بے بہرہ ہو گئے تھے اخلاقِ حسنہ کو چھوڑ کر جاہلانہ رسموں کے پابند ہو گئے۔ چنانچہ اللہ جل شانہ نے توحید کے بتلانے شرک کے چھڑانے عبادت کے طریقے سکھانے اور ابراہیمی کے جاری کرنے اخلاقِ حسنہ کی تعلیم دینے کے لئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی اور رسالت کا مرتبہ دیا اور تمام بنی آدم کی ہدایت کا بار آپ کے اوپر رکھا اور چونکہ بعد حضرت خدا کو دوسرا نبی بھیجنا منظور نہ تھا اور سلسلہ نبوت کا آپ کی ذات پر ختم کرنا تھا اس لئے جو فضائل اور کمالات اور معجزاتِ جبارہ اور انبیاء علیہم السلام کو دیئے گئے تھے وہ سب ہدایت اور تعلیم کے علیحدہ علیحدہ اور پیغمبروں کو سکھانے کے لئے تھے وہ سب حضرت کو سکھانے کے لئے بلکہ اس نظر سے کہ کوئی فرقہ کوئی گروہ آپ کے فیضانِ نبوت سے محروم نہ رہے اور آپ کی ہدایت اور تعلیم مثل بعض اور نبیوں کے بے اثر نہ ہو جائے اور کسی کو کوئی ایمان اور اسلام لانے پر باقی نہ رہے اور کسی کو موقع آپ کی نبوت کے انکار کرنے کا نہ دے۔ وہ معجزاتِ حضرت کو دیئے گئے جو کسی نبی کو نہیں دیئے گئے اور ان ان باتوں کی ابتداء آپ کو دی گئی کہ اور کسی پیغمبر کو نہیں دی گئی اسی واسطے آپ کی ہدایت کا اثر جہاں تک پہنچا وہاں تک پہنچا اور کچھ ایک ہی ذریعے سے نہیں بلکہ مختلف ذریعوں سے لوگوں نے ایمان لیا کیا جو لوگ فصحاء اور بلغاء مشہور تھے وہ قرآن مجید کی فصاحت دیکھ کر قائل ہو گئے اور لوگ علم اور حکمت کا دعویٰ کرتے تھے وہ آپ کی تعلیمِ حکیمانہ دیکھ کر معتقد ہو گئے جو اشخاص معجزے کے طالب تھے وہ معجزات دیکھ کر ایمان لائے جو لوگ شجاعت اور مردانگی میں تھے وہ میدانِ جنگ میں مقابلہ کی تاب نہ لاسکے آخر مغلوب ہو کر مطیع بن گئے۔ اور جو

اللہ جل شانہ کی آپ کی نبوت سے تھی کہ دین اسلام تمام دنیا میں پھیل جائے اور باطل دینوں پر غالب ہو جائے وہ حاصل ہو گئی لیکن یہ فائدہ جو بعثت نبوی سے ہوا صرف اہل سنت کے اصول کے مطابق ثابت ہوتا ہے اور موافق اصول مذہبِ یسع کے ہرگز ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ جو لوگ حضرت کے سامنے ایمان لائے جب اُن کی نسبت یہ اعتقاد کیا جائے کہ وہ ایمان اور اسلام میں کامل تھے اور وہ سے حضرت کی نبوت کے معتقد تھے اور مرتے دم تک اس ہم نسبت قائم رہے تو یہ امر البتہ تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ حضرت کی ہدایت سے جو غرض تھی وہ حاصل ہو گئی مگر جب ان لوگوں کی نسبت یہ گمان کیا جائے کہ وہ ظاہر میں مسلمان تھے اور باطن میں (عیاذ باللہ) کافر یا حضرت کی وفات کے بعد ہی مرتد ہو گئے تو کس کے مُنہ سے یہ بات نکل سکتی ہے کہ حضرت کی ہدایت سے کچھ فائدہ ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو اعتقاد شیعوں کا نسبت صحابہ کے ہے اُس سے الزام آپ کی نبوت پر آتا ہے اور سننے والے کو مذہبِ اسلام پر شبہ ہوتا ہے اس لئے کہ جب کوئی اس امر پر یقین کرے کہ جو لوگ حضرت پر ایمان لائے اُن کے دلوں پر کچھ اثر ایمان اور اسلام کا نہ تھا اور وہ صرف ظاہر میں مسلمان اور (عیاذ باللہ) باطن میں کافر تھے یا حضرت کے انتقال کرتے ہی وہ اس سے پھر گئے وہ حضرت کی نبوت کی تصدیق کر نہیں سکتا اور کہہ سکتا ہے کہ اگر حضرت سچے نبی ہوتے تو کچھ نہ کچھ انکی ہدایت میں تاثیر ہوتی اور کوئی نہ کوئی دل سے اُن پر ایمان لایا ہوتا اور منجملہ ہزاروں لاکھوں آدمیوں کے جو اُن پر ایمان لائے۔ سو دو سو آدمی تو ایمان پر ثابت قدم رہتے اگر صحابہ کرام تمہارے عقائد باطلہ کے موافق اسلام اور ایمان میں کامل نہ تھے تو پھر وہ لوگ کون سے ہیں جن پر حضرت کی نبوت سے فائدہ ہوا اگر اصحاب رسول سوائے معدومے چند کے بقول تمہارے سب کے سب (عیاذ باللہ) منافق اور مرتد تھے تو دین اسلام کو کس نے قبول کیا اور پیغمبرِ صاحبِ کلمہ کی تعلیم اور تلقین سے کس کو نفع پہنچا کن لوگوں نے حضرت کے کہنے سے شرک چھوڑ کر توحید پر اعتقاد کیا کن شخصوں نے عبادت کے طریقوں کو سیکھا کس گروہ نے دینِ محمدی کو جاری کیا کس فرقے نے ایمان کو پھیلایا اسے یار و تم کو تو اس کا نام لینا اور پیغمبرِ صاحبِ کلمہ کی نبوت کا اقرار ظاہری بھی کرنا نہ چاہئے اگر پیغمبرِ صاحبِ کلمہ پر ایمان لانیوالوں میں سو دو سو ہزار دو ہزار کو تم کافر کہتے یا اُن لوگوں کو جو بعد غلبہ اسلام کے مسلمان ہوئے تم منافق جانتے تو صبر آتا مگر افسوس تو اسی بات پر آتا ہے کہ تم انہیں لوگوں پر اعتراض کرتے ہو

جو سب سے پہلے ایمان لائے اور انہیں کو منافق بتلاتے ہو جنہوں نے خدا کے دین کو برا کیا اور ان ہزاروں لاکھوں آدمیوں میں سے جو حضرت پر ایمان لائے تھے سوائے چار شخصوں کے کسی کو اچھا نہیں کہتے ہو بھلا کیونکر ایسے عقیدت پر تعجب نہ آئے اور کیونکر تمہاری اس ٹمٹھی پر افسوس نہ ہوئے۔

چوتھی دلیل :- ہم لوگ کیا شیعہ اور کیا سنی پیغمبر صاحب کی زیارت کو افضل ترین سعادت اور بہترین قربات سے سمجھتے ہیں۔ اور چونکہ اب زمانہ آپ کی حیات کا نہیں اس لئے آپ کی قبر مبارک کے دیکھ لینے کو اور آپ کے روضہ انور کی خاک آنکھوں میں لگانے کو غنیمت جانتے ہیں اور اسی کو بہترین سعادت سمجھتے ہیں اور اگر کوئی شخص نہیں ہے آپ کی زیارت سے مشرف ہو جاتا ہے تو وہ بڑے بزرگوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور حقیقت میں جب تک کوئی شخص نہایت ہی نیک اور مخلص اور پرہیزگار نہیں ہوتا وہ خواب میں بھی سعادت زیارت سے مشرف نہیں ہو سکتا پس نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ہم ان لوگوں کی بزرگی اور فضیلت کا کچھ بھی اعتقاد نہ کریں جو برسوں حضرت کی زیارت کرتے رہے اور رات دن آپ کی صحبت میں حاضر رہے اور ہر لحظہ اور ہر ساعت آپ کے دیدار سے مشرف ہوئے اور ہمیشہ آپ سے ہم کلام رہے اور نہ صرف زیارت اور صحبت کی سعادت پائی بلکہ حضرت کے غم اور خوشی میں شریک رہے اور آپ کی یاری اور مددگاری اعلیٰ کلمۃ اللہ میں کرتے رہے۔

ابیات

از وطنہا مہاجرت کردند	برالم ہامصا برت کردند
در سفر ہم رکاب او بودند	در حضر ہم خطاب او بودند
ہمہ آثار دہے دیدہ ازو	ہمہ اسرار دین شنیدہ ازو
باینی در شدائد و احوال	بذل ارواح کردہ اموال
پایہ دین بلند از ایشان شد	کار شرع از حجت از ایشان شد
رضی اللہ عنہم از سوی حق	بہر ایشان بشارت مطلق

غرض کہ صرف زیارت اور صحبت ہی حضرت سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی فضیلت ہے کہ کوئی بزرگی اس کو نہیں پاتی نہ کہ جب اُس کے ساتھ اور فضائل ذاتی بھی میں موجود ہوں تو پھر ان کے مراتب اور مدارج کی کیا انتہا ہے۔

پانچویں دلیل :- اس امر کو سب مسلمان تسلیم کرتے ہیں کہ مکہ اور مدینہ اسلام کی ابتدائی اور ترقی کے مقام ہیں اور انہیں دو جگہوں کو سب دنیا سے بڑھ کر عزت ہے۔ ایک خدا کا گھر اور رسول کا مولد ہے دوسرا حضرت کا شہر اور آپ کا مدفن ہے مکہ معظمہ میں بنیاد اسلام کی قائم ہوئی اور مدینہ منورہ میں اس کی ترقی ہوئی اور ان دونوں جگہوں کی بزرگی ایسی ہے کہ کبھی کوئی مذہب باطل ان میں پھر جاری نہ ہوگا اور وہ جہاں ملعون کا بھی گذر ان میں نہ ہوگا پس ہم کو خود کرنا چاہیے کہ ان دونوں شہروں کے رہنے والے اب تک صحابہ کی نسبت کیسا اعتقاد رکھتے ہیں جو کچھ ان کا اعتقاد ہو اسی کو اصل ایمان سمجھنا چاہیے۔ پس خدا کے فضل سے ان دونوں شہروں کے رہنے والے بلکہ تمام عرب کے باشندوں کا جو اعتقاد صحابہ کی نسبت وہ ظاہر ہے اگر ہم موافق شیعہوں کے یہ کہیں کہ وہ سب کے سب گمراہ ہیں اور باطل اعتقاد اپنے نبی کو پیدا کیا اور جہاں اپنے پیغمبر کا مدفن بنایا اور جن جگہوں کو عرش و کرسی کے برابر تہ دیا اور جہاں سے اسلام اور ایمان جاری کیا انہیں جگہوں کے رہنے والوں کو خدا نے اب تک باطل اعتقاد پر قائم رکھا اور ان لاکھوں کافروں آدمیوں کو جو تیرہ سو برس کے عرصے میں وہاں پیدا ہوئے اور وہاں رہے گمراہ اور گمراہی پر ان کا خاتمہ کیا اور ایک مومن کا گذر بھی وہاں نہ ہونے دیا اور اب تک خدا نے عز و جل کو وہی اصرار ہے کہ انہیں بد اعتقادوں سے مکہ اور مدینہ بھرا ہوا ہے اور وہی گمراہی اور ضلالت اب تک تمام عرب میں پھیلی ہوئی ہے اور باوجود گذر جانے اس قدر عرصہ دراز کے اب بھی کوئی مومن پاک بغیر تقیہ کے وہاں جانے نہیں پاتا اور اپنے ایمان اور اعتقاد کو بخوف اپنی عزت اور جان کے ظاہر نہیں کر سکتا قیامت تو قریب آگئی اس دنیا کے ختم ہونے کے دن نزدیک ہو گئے لیکن خدا ان ظالموں اور بد اعتقادوں سے اپنے گھر اور اپنے رسول کے گھر کو پاک نہیں کرتا اور مومنین سے ان شہروں کو آباد نہیں فرماتا اور گمراہوں کو ایسی پاک جگہوں سے نہیں نکالتا اگرچہ جن قدر زیادہ عزت کا دور ہوتا گیا اور اسلام میں ضعف آتا گیا مذہب شیعہوں کا ترقی پاتا گیا اور ان کے عقائد باطلہ کو رواج ہوتا گیا اور اکثر شہروں اور ملکوں میں ان کی حکومت بھی ہو گئی اور بادشاہت اور سلطنت بھی نصیب ہوئی لیکن بائیمہ مکہ اور مدینہ اور عرب میں جو دین پیغمبر خدا کے وقت میں تھا، وہی جاری ہے اور مذہب رسول مقبول کے سامنے تھا وہی اب بھی ہے :- شاعر

ہست محفل بران قسار کہ بود ہست مطرب بران ترانہ منور

ہم حیران ہیں کہ جب مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں اس تیرہ سو برس کے عرصے میں ایک مسلمان پاک اعتقاد نہ ہو اور ایسی پاک اور ایسی پاک جگہ میں کسی مومن پاک کا گذر نہ ہو اور پھر کونسا مقام ہو گا جہاں کے رہنے والے مومن اور مسلمان ہوں گے اور خدا کے گھر اور رسول کے گھر کو چھوڑ کر کس کے گھر میں ایمان والے رہتے ہوں گے اے بھائیو بغیر اس کے کہ یہ امر قبول کیا جائے کہ اصل دین اور مذہب وہی ہے جو مکے اور مدینے کے رہنے والوں کا ہے کوئی دوسرا علاج نہیں ہے۔

شواہد نقلی صحابہ کی فضیلت میں

ہم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فضائل کے ثبوت میں تین قسم کی نقلی شہادتیں بیان کرتے ہیں۔ اول وہ شہادتیں جو تورات و انجیل میں مذکور ہیں۔ دوم وہ شہادتیں جو قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ سوم وہ شہادتیں جو اسمہ کرام علیہم السلام سے کتب امامیہ میں منقول ہیں۔

توریت و انجیل کی شہادتیں صحابہ کی فضیلت میں

آئی بات تو امامیہ مذہب والے بھی جانتے ہیں کہ جس طرح اللہ جل شانہ نے کتب سماوی میں ذکر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بطور پیشین گوئی کے کیا ہے اور اس سے انکار اس لئے نہیں کرتے کہ خدا نے خود فرمایا ہے کہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا مِمَّا هُمْ فِي ذُجُوهِمْ مِنْ أَمْرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ ۖ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ ۖ كَزُرْءٍ أَخْرَجَ شَطَاؤُهُ فَاتَّغَلَّظَ فَاَسْتَوَىٰ عَلَىٰ سَوْقِهِ يُجِيبُ الزَّرْعَ لِيَقِظَ مِنْهُ الْكُفَّارَ (معنی) محمد رسول اللہ کا ہے اور جو لوگ ساتھ ان کے ہیں، سخت ہیں اور کفار کے رحم دل ہیں درمیان اپنے دیکھتا ہے تو ان کو رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے چاہتے ہیں فنمل خدا کا اور رضامندی اس کی نشانی ان کی ان کے چہرے پر ہے، اثر سے سمجھے کہ یہ ہے صفت ان کی بیچ تورات کے اور صفت ان کی بیچ انجیل کے جیسے کھیتی

نکالے اکھڑا اپنا پس قوی کرے اس کو پس موٹے ہو جاویں پس کھڑے ہو جائیں اور پھر چھڑی اپنی کے خوش لگتی ہے کھیتی کرنے والے کو تاکہ غصے میں لاوے اللہ بسبب ان مسلمانوں کے کافروں کو، اب ہم ان مثالوں کو جو توریت و انجیل میں مذکور ہیں اور جن کی خبر خدا نے جل شانہ نے اس آیت میں دی ہے بیان کرتے ہیں۔

پہلی شہادت توریت کی

توریت کی کتاب استثنا کے تیرھویں باب کے چھٹے درس میں لکھا ہے کہ اگر تیرا بھائی یا بیٹا یا جو ریا دوست کوئی تجھے پھلادے اور کہے کہ آؤ معین معبودوں کی بندگی کرو تو اس کے موافق نہ ہونا اور اس کی بات نہ سننا اور اس پر رحم کی نگاہ نہ رکھنا اور اس کی رعایت نہ کرنا اور اسے پوشیدہ نہ رکھنا بلکہ اس کو ضرور قتل کر ڈالنا اس کے قتل پر پہلے تیرا ہاتھ پڑے، پس سزور کرنا چاہیے کہ جو کچھ حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا صحابہ کرام نے اس کو کر دکھایا اور جیسی کچھ شدت اور سختی کافروں پر چاہیے اس کا ظہور صرف پیغمبر صاحب کے یاروں کے ہاتھ سے ہوا اسی واسطے خدا نے ان کی شان اشیدہ علی الکفار فرمایا اگرچہ صحابہ کرام کی شدت اور صلاحیت کا جو دین میں تھی امامیہ انکار نہیں کر سکتے مگر ہم ان کے اطمینان کے لئے مسخرات شیخین کے حالات کو جو بڑے دشمن شیعوں کے ہیں اور صنی قریش کر کے ان میں مشہور ہیں بیان کرتے ہیں اور زیادہ تو نہیں کہہ سکتے اتنا عرض کرتے ہیں کہ اپنی ہی کتابوں کی روایتوں کو سنیں اور پھر اس کو توریت کے مضمون سے اور قرآن شریف کی آیت سے ملاویں اور خود ہی انصاف کریں اور اگر جیاد شرم مانع نہ ہو تو تعصب اور عناد کو چھوڑ کر ان کی فضیلت کا اقرار کریں اور اپنے باطل عقیدوں کو چھوڑ کر جماعت میں داخل ہو جاویں۔

پہلی روایت کہ حضرت صدیق اکبر نے اپنے باپ کے قتل کا قصد کیا

امام اعظم شیعوں کے حضرت شیخ علی تذکرۃ الفقہاء کی چھٹی فصل میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق نے احد کے دن اپنے باپ کے قتل کرنے ارادہ کیا مگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے روکا اور فرمایا کہ تم نے اپنے باپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا ہے اور میں نے تم کو قتل کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

علیہ وآلہ وسلم نے منع کر دیا اور فرمایا کہ تو جانے دے اور کوئی یہ کام کر لے گا میں اسے مجھائی
 خدا کے واسطے ذرا اپنے امام اعظم کی تصدیق کو دیکھو کہ وہ صدیقیت صدیق اکبر کی کیسی تصدیق
 کرتے ہیں اور جو کچھ توریت میں کفار پر شدت کرنے کا ذکر ہے اس کو نشان میں حضرت ابو بکر صدیق
 کی کیسا تسلیم کرتے ہیں کیوں یا رو اشد علی الکفار کا مصداق کیا سوائے اس کے کوئی دوسرا
 گاجو اپنے باپ کے قتل پر آمادہ ہو اور توریت کے اس مضمون کا کہ (عزیر معبودوں کی بندگی
 پر پھیلانے والے کو اگرچہ مجانی یا بیٹیا یا جو رو یا دوست ہو تو قتل کر ڈالنا اور پہلے اپنا ہاتھ
 اس کے قتل پر اٹھانا) اطلاق کسی اور پر ہو گا تعجب ہے شیعوں سے اور ان کے امام اعظم
 سے کہ ایسی روایت کو تصدیق بھی کریں اور صدیق اکبر کی مستعدی کو باپ کے قتل پر قبول بھی
 کریں اور پھر ان کی صدیقیت سے انکار فرمادیں۔

دوسری روایت کہ حضرت عمر فاروقؓ نے ستم داروں کے قتل کا مشورہ کیا

تفسیر مجمع البیان اور منہج الصادقین اور خلاصہ تفسیر جرجانی میں امامیہ مذہب کے
 مفسرین نے لکھا ہے کہ جب بدر کی لڑائی فتح ہوئی اور بہت سے لوگ مکے کے قید ہوئے
 جن میں اکثر مہاجرین کے عزیز اور قریب تھے اور حضرت نے ان کے معاملے میں صحابہ سے
 مشورہ کیا تب حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ (جو کوئی جس کا رشتہ دار ہے وہ اسکے حوالے کیا جائے
 تاکہ وہ اپنے ہاتھ سے اپنے کافر رشتہ دار کو قتل کرے اور خدا کی محبت کے سامنے رشتہ
 اور قرابت کا خیال نہ کرے اس لئے عقیل علی کو اور نوفل مجھے اور فلاں فلاں کے حوالے
 کیا جائے واسطے قتل کے) اے شیعیان پاک ذرا اس روایت کو اپنی تفسیروں میں دیکھو اور
 انصاف کرو کہ اشد علی الکفار کا مضمون حضرت عمرؓ پر صادق ہے یا نہیں
 اگر اس پر بھی نہ مجھو تو خدا تم سے سمجھے۔

دوسری شہادت انجیل کی

متی کی انجیل کے باب ۱۳ کے درس ۳۱ و ۳۲ میں لکھا ہے کہ آسمان کی بلالہ
 رائی کے دانے کے مانند ہے جسے ایک شخص نے لے کے اپنے کھیت میں بویا اور وہ سب بیجوں
 سے چھڑتا ہے پر جب اگتا ہے سب ترکاریوں سے بڑا ہوتا ہے اور ایسا درخت ہوتا ہے کہ

ہولے پرندے اس کی ڈالپوں پر پسرا کرتے ہیں اس پیشین گوئی کو اس آیت سے ملانا چاہئے جو ابھی مذکور ہوئی ہے کہ مَتَّاعًا فِي الْآخِرَةِ كَذٰلِكَ اُخْرِجَ سَيِّئًا مَّا فَاسْتَعْلَفَ فَاَسْتَوٰى عَلٰی
سُوْدُقِهِ يُعْجِبُ الزَّانِعَ۔ یعنی خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ پیغمبروں کے یاروں کی مثال انجیل
میں اس طرح لکھی ہے جس طرح ایک چھوٹا سا دانہ کہ اس میں اول تپتی نکلتی ہے پھر وہ بڑھتا
جاتا ہے یہاں تک کہ بڑا درخت ہوتا ہے اور دیکھنے والے کو تعجب آتا ہے۔ پس اس آیت کے
مضمون کی اس عبارت سے انجیل کی جو ہم نے اوپر بیان کی کیسی تصدیق ہوتی ہے اور اس
سے بشہادت انجیل صحابہ کی فضیلت بخوبی ثابت ہوتی ہے اور درحقیقت یہ مثال بالکل
صحابہ کے حال کے مطابق ہے اس لئے کہ وہ اول تھوڑے تھے پھر آہستہ آہستہ بڑھ گئے
اور ایک بڑا لشکر ان کا ہو گیا جس کی جماعت اور کثرت کو دیکھ کر کفار تعجب کرتے تھے اور
ان کی قوت کو دیکھ کر بے مروتے تھے پس جو کوئی ان کی بزرگی کا قائل اور ان کی فضیلت
کا معتقد نہ ہو درحقیقت قرآن اور انجیل اور تمام کتب سماوی کا منکر ہے اسے صاحبو
اگر صحابہ رسول کے ایمان اور اسلام کے تم قائل نہیں ہو تو مہربانی کر کے ذرا ارشاد فرماؤ
كَذٰلِكَ اُنزِلَتْ مَعَهُ سَيِّئًا مَّا فَاسْتَعْلَفَ فَاَسْتَوٰى عَلٰی سُوْدُقِهِ يُعْجِبُ الزَّانِعَ
صفت اللہ جل شانہ اس آیت میں فرماتا ہے اور اُنزِلَتْ اَعْلٰی الْاَسْفَافِ كَمَا مَصْدَاقٌ
بتلاؤ کہ وہ کون حضرات تھے جو کفار پر سختیاں کرتے تھے اگر صحابہ کبار سوائے چارچھ کے
سب کے سب منافق اور کافر تھے (و نفوذ بالش من ذلک) تو وہ کون لوگ تھے جن کے
سبب سے اسلام ایک دانے سے بڑا درخت ہو گیا اور وہ کتنے شخص تھے جن کو کفار
دیکھ کر غیظ میں آتے تھے کیا کسی کے قیاس میں آسکتا ہے کہ چارچھ شخصوں کو دیکھ کر کافر
بجاتے ہوں اور معدودے چند کے ایمان لانے پر تعجب کرتے ہوں اگر ہزاروں آدمی مسلمان
نہیں ہو گئے تھے اور وہ سب کے سب ایمان میں کامل نہ تھے تو اللہ جل شانہ فَاسْتَعْلَفَ
فَاَسْتَوٰى عَلٰی سُوْدُقِهِ کیوں فرماتا اور اگر ہزاروں شخص اسلام نہیں لائے تھے تو
کن کو دیکھ کر کفار کو غصہ آتا پس جب تک کوئی صحابہ کی فضیلت اور ان کی کثرت کو،
تصدیق نہ کرے وہ ان آیتوں کو بھی تصدیق نہیں کر سکتا۔ اسے یارو خدا کی قسم سچ جانا
اور یقین کر کے ماننا کہ ہم کو نہایت ہی تعجب آتا ہے کہ جو لوگ ایسی آیتوں کو تصدیق کرتے
ہیں اور بڑی مثال انجیل میں مذکور ہے اس کو پیغمبر خدا کی نبوت کی نسبت پیشین گوئی پر محمول

کرتے ہیں اور پھر صحابہ کبار کی فضیلت اور کثرت سے انکار کرتے ہیں اور ایسی آیتوں اور پیشین گوئیوں کو صرف چار چھ شخصوں پر ختم کرتے ہیں اور صحابہ سے عداوت رکھ کر لپیٹ ڈھک کر کفار کی تہدید سے ذرا بھی نہیں ڈرتے۔

قرآن مجید کی شہادتیں صحابہ کی فضیلت میں

پہلی آیت :- كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ۔ (معنی) تم بہترین امت ہو جن نے گئے ہو آدمیوں کے لئے حکم کرتے ہو نیک باتوں کا اور روکتے ہو بری باتوں سے اور ایمان رکھتے ہو خدا پر اور اگر ایمان لاتے اہل کتاب تو بہتر ہوتا ان کے حق میں بعضے ان میں سے مومن ہیں اور اکثر فاسق اس آیت میں جلتانہ صحابہ کی فضیلتوں کو اور ان کی بزرگیوں کو خود ان سے بیان فرماتا ہے اور ان سے مخاطب ہو کر ارشاد کرتا ہے کہ تم بہترین امت سے ہو اور تم کو میں نے اور مخلوق سے منتخب کر لیا ہے ہدایت کرو چنانچہ تم جس کام کے لئے مقرر ہوئے وہ کرتے ہو اور جو خدمت تمہارے سپرد ہوئی اس کو ادا کر رہے ہو تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کہ لوگوں کو نیک کام سکھلاتے ہو اور بری باتوں سے بچاتے ہو جو شخص ذرا غور اور انصاف سے دیکھے تو یہی ایک آیت عقائد شیعان عبداللہ بن سبا کے بطلان پر کافی ہے کہ خداوند کریم جبکہ اصحاب رسول کی نسبت فرماوے کہ وہ بہترین امت سے ہیں اور واسطے ہدایت نبی آدم کے پیدا کئے گئے ہیں اور ان کے افعال حسنہ کی تصدیق کرے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں اور باوجود اس کے حضرات شیعہ ان کو بدترین امت سے جانتیں اور ان کی بزرگی اور فضیلت سے انکار کریں ہم نہایت تعجب کرتے ہیں کہ ایسی صریح آیتوں اور ایسی صاف شہادتوں پر بھی وہ اپنے عقیدوں کے فساد پر خیال نہیں کرتے اور ذرا بھی قرآن مجید کی لفظوں کو نہیں دیکھتے اگر صحابہ کبار بہترین امت سے نہیں تھے تو خدا کا یہ خطاب کہ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ یعنی بہترین امت سے ہو گس سے ہے اور اگر ان کے اعمال نیک نہ تھے تو ایسے جہل شانہ کا یہ ارشاد کہ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

تم نیک کام اور ان کو تبتلاتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو کس کی طرف ہے اگر وہ سچے دل سے ایمان نہیں لاتے تھے تو خدا کی اس تصدیق کے کہ تَوَمِّتُونَ بِاللَّهِ تَمَّعًا خَدًا پُر سچے دل سے ایمان رکھتے ہو کیا معنی ہیں۔ آیتیں تو ایسی صاف ہیں کہ ان میں کوئی تاویل اور کوئی بناوٹ ہو ہی نہیں سکتی سیدھی سیدھی لفظوں میں اللہ جل شانہ صحابہ کے ایمان اور اعمال کو بیان کر رہا ہے اور کمال عنایت سے انہیں سے مخاطب ہو کر خود ان کی تعریفیں کر رہا ہے لیکن ہم کو سخت حیرت ہے کہ شیعیان پاک کے نزدیک اس آیت کے الفاظ کیا مہمل ہیں جن کے کچھ معنی نہ ہوں یا یہ کوئی لغز اور پہلی ہے جو اس کا مطلب ان کی سمجھ میں نہ آئے یا کوئی دقیق معما ہے کہ وہ ان سے حل نہ ہو سکے یا ان کے عقیدے میں یہ الفاظ قرآن کے نہیں ہیں اور جامع قرآن نے اپنی اور اپنے مجاہدوں کی بندگی ظاہر کرنے کے لئے بڑا دیشے ہیں کہ اس پر ایمان نہ ہو آخر ان باتوں میں سے اگر کوئی بات نہیں ہے تو یہ کیا بات ہے کہ اس کا اقرار کرتے جاتے ہیں یہ آیتیں خدا کی کتاب کی ہیں اس کو تصدیق کرتے جاتے ہیں کہ صحابہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں اور پھر صحابہ کی فضیلت پر اعتقاد رکھنے کا کیا ذکر ان کے ایمان اور اسلام کی بھی تصدیق نہیں کرتے اور جن کو خداوند کریم خَيْرَ اُمَّةٍ فَرَاوے (شترامت) سمجھتے ہیں اور جن کی نسبت خدا تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کہے ان کے حق میں دیا مروان بالمنکر ونبہون عن المعروف) کا اعتقاد رکھتے ہیں اگرچہ یہ آیات بیانات قرآن مجید کی ایسی صریح اور صاف ہیں کہ تفسیر و یکھنے کی حاجت نہیں ہے لیکن ہم حضرات شیعہ کے اطمینان خاطر کیلئے انہیں کی معتبر تفسیر دیکھی سن دلاتے ہیں اسے بجا شہ سنو تفسیر مجمع البیان طبری میں جو کہ تمہاری تفسیر دل میں سے بہترین تفسیر ہے اور ۱۲۷۷ھ ہجری میں بمقام تہران والاسطنت ایران چھپی ہے) اس کے صفحہ ۲۰۰ میں لکھا ہے کہ پہلے خداوند تعالیٰ نے امر وہی کا ذکر کیا چھپے اس کے ان لوگوں کا بیان کیا جو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں اور ان کے واسطے ان لوگوں کی تعریف کی تاکہ اور لوگ ان کی پیروی کریں اور اس واسطے انہیں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم بہترین امت سے ہو اور اس واسطے کہ کسی کو شبہ نہ رہے کہ

لَا اَنۡتُمْ ذٰکِرًا اِلَّا رُوۡی عَنۡہِ تَعَالٰی بِذِکْرِ مَنۡ تَعَدٰی لِّلۡقِیَامِ بِذٰلِکَ جِہۡمٌ تَرۡغِیۡبًا فِیۡ الْاِقۡدَارِ جِہۡمٌ قَطَالٌ کٰتِمٌ خِیْرًا مِّنۡ

اَنْزَلَتِ النَّاسَ قَبۡلَ لِسۡبَا قَوَالِ اِحۡدَاہَا مَعَاہَا اَتَمُّ خِیْرًا مِّنۡ ۱۲ مجمع البیان -

یہ خطاب کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ کا کس سے اسی تفسیر میں فرمایا ہے کہ (بعضوں نے لکھا ہے کہ مراد اس سے خاص مہاجرین ہیں اور بعضوں نے لکھا ہے کہ یہ خطاب صحابہ سے ہے لیکن اور امت بھی شامل ہیں)۔ اسے یا تو اس تفسیر کو دیکھو اور اپنے مفسر کی تصدیق پر غور کرو کہ وہ خود اقرار کرتا ہے خدا نے ان آیتوں میں صحابہ کا ذکر اس لئے کیا کہ اور لوگ ان کی پیروی کریں تو کیا پیروی اسی کا نام ہے جو تم کرتے ہو اگر بیزاری تمہاری اصطلاح میں بمعنی پیروی ہے تو بے شک تم کلام کی تصدیق کرتے ہو ورنہ صریح تکذیب۔ اس مقام پر جاہلوں کو کفر کی لفظ پر ایک شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ خدا نے صحابہ سے فرمایا ہے کہ (تم بہترین امت تھے) اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اخیر تک ویسے ہی رہے ہوں شاید بعدہ بدترین امت سے ہو گئے ہوں لیکن انہیں کے علامہ طبرسی نے اس کا جواب دے دیا چنانچہ اپنی تفسیر میں علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اللہ جل شانہ نے واسطے تاکید کے فرمایا کہ ضرور ایسا ہی ہو گا اور اس کے وقوع میں کچھ شک نہ ہو گا اور صحابہ جیسے بہتر ہیں ویسے ہی رہیں گے اور اس کی مثال یہ ہے کہ خدا اپنی نسبت فرمایا ہے کہ وَاَنَّ اللہَ غَفُورٌ رَحِيمٌ تو کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا بخشنے والا مہربان اور اب نہیں ہے یا آئندہ نہ رہے گا۔ عرض کہ جب ان آیتوں اور تفسیر دل سے صحابہ کی فضیلت ثابت ہو گئی اور کوئی موقع ان کی بزرگی کے انکار کا نہ رہا بعض نے فرمایا ہے کہ بجائے کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ کے (خَيْرَ اُمَّةٍ) تھا اور یہ خطاب خدا نے اماموں سے کیا تھا کہ (کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ) یعنی تم سب اماموں سے بہتر ہو مگر جامعان قرآن نے بجائے (اُمَّةٍ) کے لفظ اُمَّة کا بنا دیا اگرچہ اور علمائے شیعہ کو کسی قدر حیا نے منع کیا اور انہوں نے اس جواب کو پسند نہیں کیا مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ اس کا اب تک باقی ہے چنانچہ جناب میر نصاحب قبلہ بھی اپنے حدیثیہ و سلطانیہ کے باب سوم میں اس کا ذکر کرتے ہیں اور اپنے پدر بزرگوار کی صوارم کا حوالہ دے کر یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ (تغییر و نقصان در قرآن منحصر در چہار چیز است یکے تبدیل لفظی ۱۔ و اختلاف فی المعنی بالخطاب قبیل ہم المہاجرین خاصہ و قبیل ہر خطاب للصحابہ و لکنہم سائر الامم ۱۲ مجمع البیان ۱۔ و در بیان ان کان مزید و نحوہا کثرت و جہا لا نہا کیہ و لوقوع الامر لامحالة لانہ غیر امتہ ما قد کان نے الحقیقہ ہے غیر لہ قولہ تعالیٰ وَاذْکُرْ اِذْ اَنْتُمْ قَلِيلٌ وَفِي مَوْضِعٍ آخِرٍ اذْ کُنْتُمْ تَعْتَدُونَ فَکَرَّمْ وَاظْهَرَ قَوْلَهُ تَعَالَى وَكَانَ اللہُ غَفُورًا رَحِيمًا لَانِ مَغْفِرًا وَاَلْسَانُفَ کَانَ اَمْرًا سَلْبًا تَحْقِيقُ الْاَوْقُوعِ ۱۳ مجمع البیان ۱۔ ۲۔ قرآن میں تغیر و کمی کا انحصار چہار چیزوں میں لایا گئے

بلقضا آخر شلاً اینکہ گفتہ شود بجای کنتم خیر ائمتہ خیر ائمتہ بودہ لیکن بعضے از اعدی اہل بیت
 آنرا تبدیل نمودہ اند) اور پھر اخیر میں خود ہی فرما دیا ہے کہ درجہ اول بجدست، ہمارے
 نزدیک بجائے اس کے کہ خیر ائمتہ کی تصدیق کر کے صحابہ کے خیر ائمتہ ہونے سے انکار
 کریں شیعیان پاک کے حق میں یہی بہتر ہے کہ بجائے خیر ائمتہ کے خیر ائمتہ کا اقرار کریں اور
 تحریف قرآنی کے عذر سے اپنے آپ کو صریح منکر آیات بنیات کا نہ بنا دیں افسوس کہ
 جناب میر نصاب قبلہ اور ان کے والد ماجد انتقال فرما گئے ورنہ میں اس حدیقہ سلطانیہ
 اور صوامم کو لٹے ہوئے خدمت میں حضرات کی حاضر ہونا اور پوچھنا کہ کنتم خیر ائمتہ
 صحیح ہے یا کنتم خیر ائمتہ اگر فرماتے کہ کنتم خیر ائمتہ صحیح ہے تو خیر ائمتہ تحریف جا معین قرآن
 کی ہے تو بندہ عرض کرتا کہ اس وقت اور ائمتہ کو امام سوائے علی مرتضیٰ کے کون تھا اور کس
 نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا تھا جن سے خدا یہ خطاب کرتا ہے اور جن کی یہ
 فضیلتیں بیان کرتا ہے اور اگر فرماتے کہ نہیں خیر ائمتہ صحیح ہے تو کتر من الناس
 کرتا کہ پھر اس گروہ سے جس کو خدا خیر ائمتہ فرماتا ہے اور جس کی آپ بھی تصدیق کرتے ہیں
 بیزاری کفر ہے یا نہیں اور ان کے آگے انہیں کی کتاب کھول کر اسکے صفحہ ۸۶ کی یہ عبارت
 نکال کر پوچھنا کہ حضرات اس کا کیا مطلب ہے وہ ہونڈہ راز انجملہ است انچہ از حضرت صادق
 علیہ السلام ما ثورست کہ موداں ہذا القرآن فیہ منار الہدیٰ ومصباح الدجی یعنی دریں قرآن
 انوار ہدایت و چراغهای دورکنندہ تاریکی ضلالت و عوایت روشن است، اور قسم دے کر پوچھنا
 کہ تم کو اپنے اجتہاد ہی کی قسم ہے کہ بس قرآن کو امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس میں انوار ہدایت
 اور چراغ روشن ہیں اس میں صحابہ کی نسبت کیا لکھا ہوا ہے اگر کنتم خیر ائمتہ اخیر حجت للناس
 لکھا ہے تو پھر آپ کیوں انکار کرتے ہیں اور کیوں روشنی چھوڑ کر تاریکی میں پڑتے ہیں اور
 پھر اسی کتاب کی یہ عبارت نکالتا کہ راز حضرت امام باقر علیہ السلام منقولست کہ در ہنگامیکہ

ایضہ حاشیہ صفحہ نمبر ۲۴ ہے ایک لفظی تبدیلی، دوسرے لفظ کے ساتھ جیسے کنتم خیر ائمتہ درم بہترین امت میں کے
 بجائے خیر ائمتہ (بہترین ائمتہ) تھا لیکن بعض دشمنان اہل بیت نے اسے بدل دیا۔ ترجمہ ۱۷ اس کے منجملہ
 حضرت صادق کی زبانی یہ منقول ہے کہ اس قرآن میں انوار ہدایت اور گمراہی و تارکی کو دور کرتے و اے چراغ موجود
 ہیں۔ ترجمہ ۱۷ امام باقر سے منقول ہے جن ہنگاموں تم پر فتنہ و فساد و روشنی نہ ہوا اور شب کی تاریکیاں محیط ہوں تو
 قرآن کی طرہ و جرح کر دو کیونکہ یہ شیعہ ہے اور اس کی شاعت مقبول و منظور ہے۔

فتہا ہر شتا ملتہیں شو دمانند پار ہا می شب تار پس رجوع آرید بقبر ان کہ شفاعت کنندہ و مقبول
الشفاعت ست بہ کسی کہ آنرا پیش نہد اللہ اور ابراہ جننت می برد) اور یہ کہتا کہ قبلہ و کعبہ
سنیے آج کل کوئی فتناس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ ہم صحابہ کو بہترین امت سے جانتے
اور آپ بدترین امت سے اور نہ آپ ہماری مانتے ہیں نہ ہم آپ کی اب آپ آئیے امام باقر
علیہ السلام کے قول پر عمل کیجئے اور قرآن سے رجوع کیجئے اگر اس میں کنتم خیر امتہ صحابہ
نسبت لکھا ہو تو ہم کو اپنے مذہب میں کیجئے اور تاریکی سے نکالنے معلوم نہیں کہ اگر حضرت
موسوف زندہ ہوتے تو کیا جواب دیتے اور خیر نہیں کہ اب ان کے جانشین کیا جواب
دیں گے۔

دوسری آیت :- فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَآخَرُوا جُودًا وَإِيْمَانًا وَآوَدُوا فِي سِبْيَانِي وَقَبَلَا
لَا كَفْرَانَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَا دُخْلَتْهُمْ سَجَّتٌ بَحْرِيٌّ مِنْ تَعْتَبَاتِ الْأَنْهَارِ ثَوَابَاتٍ عِنْدَ اللَّهِ
وَاللَّهُ عِنْدَ الْحَسَنِ الثَّوَابِ - اس آیت میں اللہ جل شانہ مہاجرین کی تعریف کرتا ہے اور ان کی
جنتی ہونے کی بشارت دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ جن لوگوں نے میرے پیچھے اپنے وطن
اور گھر اور کنبے قبیلے کو چھوڑا اور جن پر میرے اوپر ایمان لانے سے تکلیفیں پہنچیں اور جن پر
میرے راہ میں ایذا میں دی گئیں تو میں بھی اپنے ایسے سچے ایمان لانے والوں اور کئے
مسلمانوں سے بڑی مہربانی سے پیش آؤں گا اور ان کی محنتوں اور جانفشانیوں کا ان کو
اچھا بدلہ دوں گا ان کی بھول چوک کو نہ دیکھوں گا بلکہ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل
دوں گا اور بے پوچھے بتلائے ان کو ایسی جنتوں میں جگہ دوں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں
جہاں ان کو نہ کچھ غم رہے گا نہ رنج نہ کوئی فکر ان کو رہے گی نہ کھٹکا اور یہ ثواب ان کو اپنی
طرف سے دوں گا اور اپنے فضل اور بزرگی پر خیال کرنا چاہئے کہ کس محبت اور پیار سے
خدا نے عزوجل انکا ذکر کرتا ہے اور ان کے مدارج اور مراتب کا کس خوبی سے اظہار
فرماتا ہے اور ان کے قطعی جنتی ہونے کا اقرار کرتا ہے اور ان کے گناہوں اور سیئات
سے درگزر کرنے کا اور نیکیوں سے بدل دینے کا وعدہ کرتا ہے اور ان کے اعمال کی جزا
میں جو کچھ دیگا وہ تو ایک طرف اپنی طرف سے براہ تفضلات ثواب دینے کا بیان کس مہربانی
سے فرماتا ہے پس اب ان آیتوں کے دیکھنے والوں سے ہم عرض کرتے ہیں کہ جن مہاجرین

کی نسبت خدا نے یہ وعدے کئے ہیں اور جن کے بہشتی ہونے کا ذکر فرمایا ہے وہ کون تھے کیا وہ لوگ مہاجرین نہ تھے جن کا نام ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ ہے اور کیا گھربار چھوڑ والوں میں وہ شخص خاص لاکھن غنم سینا تہم کے وعدے سے خارج کر دیئے گئے ہیں اسے بجاٹیوں اس آیت کو پڑھ کر اب تم مہاجرین کے گناہوں کے ڈھونڈنے میں اوقات ضائع نہ کرو اور ان کی برائیوں کی تلاش میں اپنی عمر نہ گنواؤ اگر دو چار عیب انکے تم نے ڈھونڈ بھی لئے تو جب تک تم مہاجرین میں ہونے سے انکا انکار نہ کر دو گے اور جب تک تم ان کی ہجرت کا اقرار کرتے رہو گے تمہاری عیب جوئی اور نکتہ چینی کچھ کام نہ آویگی اور اس سے انکے یقینی جنتی اور قطعی بہشتی ہونے میں کچھ ضرر نہ ہوگا اس لئے کہ وہ خود فرما چکا ہے کہ لاکھن غنم سینا تہم کہ میں ان کے گناہوں سے درگزر کروں گا اور ضرور ضرور ان کو جنت میں داخل کروں گا۔ اس لئے کہ وہ میرے پیچھے گھروں سے نکالے گئے میری بدولت رنجوں اور مصیبتوں میں گرفتار ہوئے اپنے دوستوں کو چھوڑ کر میرے دوست کے ساتھ ہوئے اپنے محبوبوں سے جدا ہو کر میرے محبوب کے شریک ہوئے پس ان کا ہجرت ہی کرنا ایک ایسا عمل ہے کہ ہزار اعمال اور لاکھ عبادت اور کروڑ نیکیوں سے بہتر ہے۔

تیسری آیت: رَدَّ السَّيِّئُونَ الْاِذْنَ اُولَئِكَ مِنْ اٰلِهٰمْ اٰمِنِيْنَ دَا لَ اَنْصَارِ وَا الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْهُمُ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرْضَوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنَّتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا

ابداً اس آیت میں اللہ جل شانہ مہاجرین اور انصار کی نسبت اپنی رضا مندی ظاہر فرماتا ہے اور ان کو اور ان کی پیروی کرنے والوں کو جنت کی خوشخبری پہنچاتا ہے ہمارے نزدیک اگر کوئی شخص اس آیت پر ذرا بھی غور کرے اور اس کے مطلب کو سوچے تو وہ ہرگز صحابہ کبار اور مہاجرین اور انصار کی نسبت سوائے فضیلت اور بزرگی کے دوسرا اعتقاد نہ رکھے اس لئے کہ جب ان کی شان میں خدائے جل شانہ فرماوے کہ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ کہ میں ان سے راضی اور وہ مجھ سے راضی اور ان کے حق میں اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد کرے کہ اَعَدَّ لَهُمْ جَنَّتٍ کہ تیار کر رکھی گئی ہیں ان کے لئے جنتیں اور اور راستہ کر دی گئیں ہیں ان کے واسطے بہشتیں تو پھر کون ہے کہ ان کی فضیلت کا قائل نہ ہو پس شیعیاں پاک کو صرف اس قدر غور کرنا چاہیے کہ مہاجرین اور انصار میں صحابہ

کرام کے اقوال کو کم از آیات نہیں سمجھتے مگر نہیں معلوم کہ ان اقوال کو جو صحابہ کے ذمہ لیا گیا ہے ان کے بیان کرنے میں سمجھنا جانتے ہو عرض کر اس حدیث سے امام باقر علیہ السلام کی ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک خلفائے ثلاثہ اس آیت کے حکم میں داخل ہیں اور جو وعدے جنت وغیرہ کے خدا نے مہاجرین اور انصار سے کئے ان میں وہ شریک ہیں اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ جو لوگ ان کی عیب جوئی کرتے تھے ان سے حضرت امام موصوف بیزار تھے اور ان کو اسلام اور ایمان سے خارج سمجھتے تھے پس سوائے تفتیہ کو ڈھال بنائے رہیں گے افسوس ہے کہ جب خدا صاف صاف مہاجرین اور انصار کی تعریف کرے اور ائمہ علیہم السلام خلفائے ثلاثہ کی صاف فضیلت بیان کریں اور پھر بھی حضرات شیعہ قائل نہ ہوں اب معلوم نہیں کہ مہاجرین اور انصار کی فضیلت کے لئے کیسی دلیل چاہتے ہیں حضرات شیعہ بعض مرتبہ یہ شبہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ سبحانہ نے ان مہاجرین اور انصار کی تعریف کی ہے جنہوں نے خاص خدا کے لئے ہجرت اور نصرت کی تھی نہ کہ ان کی جنہوں نے دنیا کی طلوع سے ہجرت اور نصرت کی تھی اس شبہ کو ہم نہیں طرح سے رد کرتے ہیں۔ اول یہ کہ جب مہاجرین نے ہجرت کی اور انصار نے نصرت اس وقت دنیا اور دولت کہاں تھی جس کی طلوع ہوئی ہو جب مہاجرین نے مکے سے ہجرت کی تب کیا مدینے میں کسی خزانے کے نکلنے کی خبر ان کو ملی تھی جس کے لوٹنے کے لئے گئے ہوں یا جب انصار نے مہاجرین کی خاطر کی اور ان کو اپنے گھر ٹھہرایا تو کیا مہاجرین کچھ بہت سال اپنے ہمراہ لے کر گئے تھے جس کے چھین لینے اور لوٹ لینے کی نیت سے انہوں نے ان کی مدد کی ہو اگر مہاجرین کے لئے ہجرت اور انصار نے اللہ کے واسطے نصرت نہیں کی تو پھر ان کی ہجرت اور نصرت کا کیا سبب تھا۔ دوسرے اگر تمام مہاجرین اور انصار نے ہجرت اور نصرت دنیا کی طلوع پر کی تھی تو خدا کا مہاجرین اور انصار کی تعریف کرنا دعا اللہ فضول اور مہمل ہوا جاتا ہے اس لئے کہ جب کسی نے خدا کے لئے ہجرت اور نصرت نہیں کی تو خدا کس کی شان میں والسا بقون الاولون من المهاجرین والانصار فرماتا ہے اور جب سب کے سب منافق تھے تو کون کی نسبت لقدر ضی اللہ عنہم ورضو عنہم ارشاد کرتا ہے اور اگر بعضوں کی ہجرت اور نصرت خدا کے لئے اور بعضوں کی دنیا کے لئے تھی ان کا نشان دینا شروع کر دے تو سوائے تین چار کے اور کوئی نہ لکے گا اور تین چار کی ہجرت اور نصرت کے ثبوت سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا تیسرے

حکم کو مانتے ہو یا اس سے مقابلہ کرتے ہو خدا تو فرماوے کہ مہاجرین اور انصار اچھے تم
 کہو کہ نہیں وہ بُرے وہ کہے کہ میں ان سے راضی وہ مجھ سے راضی تم کہو کہ نہیں بالکل غلط
 خدا ان سے راضی نہ وہ خدا سے راضی اللہ فرماوے کہ انہوں نے ہجرت میرے لئے اور
 میرے واسطے کی اور تم کہو کہ نہیں وہ دنیا کی طمع سے نکلے حرم دولت کے پیچھے پیچھے
 نصرت میں شریک ہوئے آخر ذرا تو عجز کرو کہ کیا کہتے ہو اور کیا کرتے ہو اسے بھائیو،
 ایک آیت ہو روایت ہوں اس کی تاویل ہو سکتی ہے اس کے معنی بن سکتے ہیں جب سارا
 قرآن مجید، مہاجرین اور انصار کے ذکر سے بھرا ہوا ہے تو کہاں کہاں تاویل کرو گے کس
 کس آیت کی تحریف معنوی فرماؤ گے۔ (۳) تنہم ذاع داغ شد نہیبہ کجا کجا نہی،
 حقیقت یہ ہے کہ مذہب تو عبد اللہ بن سبا کا اختیار کر لیا مگر بات بن نہیں پڑتی نہ قرآن
 مجید سے انکار ہو سکتا ہے نہ اس کی تصدیق کی جاتی ہے۔ شعر

عشق چہ آسان نمود آہ دشوار بود ہجر چہ دشوار بود یا چہ آسان گرفت
 چوتھی آیت: **وَلَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يَبَايَعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا
 قَلْبُهُمْ فَأَنْزَلَ السُّكُوتَ عَلَيْهِمْ وَأَتَا بَهُمْ فِتْحًا قَرِيبًا ۚ وَمَغَالِيقَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا وَكَانَ
 اللَّهُ عَزِيزًا خَبِيرًا وَعَدَّ كَمَا اللَّهُ مَغَالِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا فَعَجَلْنَا لَهُمُ الْغَنَاءَ وَلَقَدْ أَيْدِي النَّاسِ
 سَكْرَةٌ وَلَيَكُونُ آيَةً لِلْمُؤْمِنِينَ وَنَهَدِ كَيْمُ صَوَاطِئَ مُسْتَقِيمًا ۚ وَالْآخِرَى لَمْ نَقْذِرْ رُؤْيَاهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ
 بِمَا كَانُوا اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا** سبب نزول اس آیت کا یہ ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ
 وآلہ وسلم نے ارادہ کیا کہ عمرہ ادا کریں پس اعراب اور بادویہ نشینوں کی اس سفر میں ہمراہی کے
 لئے دعوت فرمائی اس لئے کہ اندیشہ تھا کہ کفار مکے میں لڑائی کریں اور اندر مکے کے نہ جانے
 میں لیکن اکثر اعراب نے حضرت کی دعوت کو نہ سنا اور اس سفر میں آپ کے ہمراہ نہ ہو سکے
 کہ وہی خالص مخلص کہ جو سراپا ایمان سے بھرے ہوئے تھے حضور ہی میں چلے جب کہ
 مکے کے نزدیک پہنچے قریش مانع ہوئے تب حضرت نے حراش کو اہل مکہ کے پاس بھیجا
 کہ لوگ اس کے قتل کے درپے ہوئے وہ لوٹ آیا تب حضرت نے عثمان کو بھیجا کہ
 مکہ کے قتل کے قتل کی خبر مشہور ہوئی تب حضرت نے اپنے
 مدد کو جو آپ کے ساتھ تھے جمع کیا جن کی تعداد باختلاف روایات چار سو سے لے کر
 پندرہ سو تک تھی اور حضرت نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر ان سب سے بیعت

لی کہ قریش سے لڑیں اور کسی طرح پر منہ نہ پھیریں چنانچہ ان سب نے خوشی سے بیعت کی اور سوائے قیدین قیس منافق کے کسی نے تخلف اس بیعت سے نہیں کیا پھر اس سفر میں منافقوں کا نفاق اور مخلصوں کا اخلاص ظاہر ہوا اور بیعت میں صحابہ کی اور ایمان کا حال کھل گیا اس لئے اس بیعت کا نام بیعت الرضوان ہوا اور انہیں بیعت کرنے والوں کی شان میں خدا نے فرمایا کہ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ أَنَّ خُدَّارَ رَضِيَ هُوَ اَلْاِيْمَانِ وَالْوَلُوْنَ سَعَى كَعَبْنَهُوْنَ نَعَى دَرَجَتِ كَعَى نِيحَى نَحْبَهُ سَعَى كَعَى كِي فَعَلَمَ مَا فِي قَلُوْبِهِمْ اَوْرَانِ كَعَى دَلُوْلِ كَا اَخْلَاصِ اِسْ سَعَى ظَاهِرٌ هُوَ كِيَا اَكْرُوْهُ مَنَافِقٌ هُوْنَ تُوْا سَفَرٌ مِّنْ سَاغَمٌ نَّهْ اَتَعَى اَوْرُ كَعِبِيْ اِيْسَى دَقْنَتِ پَرِ بَعِيْتِ نَهْ كَرْتَعَى فَانزِلِ الشَّكِيْنَةَ عَلِيْسَمِ اِنِ كَعَى دَلُوْلِ كُو طِمَآئِنِيْتِ اَوْرُ تَسْكِيْنِ دَعَى دَمِيْ تَا كَهْ بَلَاخُوْفٍ وَخَطَرٌ لِّرَاٰئِيْ پَرِ مُسْتَعَدُّ هُوْنَ مَرْنَى اَوْرُ مَارْنَى پَرِ تِيْرَى هَاتَمْهُ پَرِ بَعِيْتِ كِي وَ اَتَا بَنُوْمُ فَتَحَا ثَرِيْبًا اَوْرَانِ كِي شَكْلُ كِي دَوْرُ كِي كَعَى لَعْنَى اِنِ كُو بَهْتِ هِي جِلْدٌ بَهْتِ سَعَى غَلِيْمَتِيْنَ دِيْنَ اَوْرُ اَيْنِدَهْ بُوْرَى بُوْرَى قَتُوْحَاتِ اِنِ غَنَامٌ كَا مَثَلٌ رُوْمِ اَوْرُ پَارِسِ كَعَى وَعْدَهْ كِيَا پَسِ اِنِ اَيْتُوْلِ سَعَى اِنِ سَبْ اَصْحَابِ جَنهُوْلِ نَعَى حَضْرَتِ كَعَى سَاغَمٌ دَرَجَتِ كَعَى نِيحَى بَعِيْتِ كِي بَزْرُ كِي ثَابِتِ هُوْتِيْ هِي اَوْرَانِ اَخْلَاصِ اَوْرُ اِيْمَانِ مِيْنَ كَامَلِ هُوْنَا ظَاهِرٌ هُوْتَا هِي كُوْنِيْ لَفْظِ كُوْنِيْ حُرُوْفِ مَبْحِيْ خُدَّانَعَى اِنِ اِيْسَا ذَكَرْنَهْ كِيَا جِسْ سَعَى كُوْنِيْ مَوْقِعِ كُوْنِيْ مَحَلِّ اِكْكَارِ كَا هُوْ بَلْ كَهْ اِنِيْ رَضَا مَنْدَمِيْ كَا اَنظَرِ اِسْ طُوْرَ سَعَى كِيَا كَهْ جِسْ كَا كَبِيْهُ زُوَالِ نَهْ هُوَا اَوْرَانِ قَتُوْحَاتِ كَا وَعْدَهْ كِيَا جِسْ كَا ظَهْرُ اَنَّهُمْ صَحَابَهْ كَعَى هَاتَمْهُ سَعَى هُوَا اَبْ هَمُ شَيْبَعِيَانِ عَلِيْ سَعَى پُوْرُ حَقْتَعَى هِيْنَ كَرِ اَوَّلِ يَهْ فَرَا دِيْنَ كَهْ يَهْ اِيْسَى فَرَا نِ مَجِيْدِ كِي هِيْ يَا نَهِيْسِ اَكْرَهِيْ تُوْ يَهْ اَنَهِيْسِ لُوْ كُوْلِ كِي شَانِ مِيْنَ هِيْ جَنهُوْلِ نَعَى سِيْمِيْ خُدَّانَعَى بَعِيْتِ دَرَجَتِ كَعَى نِيحَى كِي تَحِيْ يَا نَهِيْسِ اَكْرَا نَهِيْسِ كِي شَانِ مِيْنَ هِيْ تُوْ اُنْ مِيْنَ حَضْرَتِ اَبُوْ عَبْدِ قُوْسٍ اَوْرُ حَضْرَتِ عُمَرُوْ غَيْرَهْ صَحَابَهْ كَرَامِ وَ اَخْلَ تَحِيْ يَا نَهِيْسِ اَكْرَتَحِيْ تُوْ جُوْ كَعِبِيْ خُدَّانِ اِنِ بَعِيْتِ كَرْنَى وَ اَلُوْلِ كَعَى حَقِّ مِيْنَ فَرْمَا نَا هِيْ كَهْ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ كَهْ مِيْنَ اِنِ سَعَى رَاضِيْ هُوَا تُوْ اِسْ رَضَا وَ هِ لُوْ كَهْ يَهْ اَكْنَى يَا نَهِيْسِ اَكْرَهِيْسِ اَثَى تُوْ اِنِ كَعَى مُسْتَشِيْ هُوْنَى پَرِ كِيَا دَلِيْلِ هِيْ اَوْرُ اَكْرَا يَهِيْ اَكْنَى تُوْ حِيْنَ مَعَى خُدَّارَ رَضِيَ هُوَا اَوْرُ حِيْنَ كِي شَانِ مِيْنَ خُوْدِ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ فَرَا دَعَى اِنِ نَارَا ضِيْ هُوْنَا اَوْرَانِ كُوْ بَرَا جَانَا اِنْكَارِ اَيَاتِ قُرْآْنِيْ سَعَى هِيْ يَا نَهِيْسِ اَكْرَهِيْ كَهْ يَهْ وَ هِ مَنَافِقِيْ

تو اس کا رد بھی خدا نے خود کر دیا کہ فرمایا ہے **فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ** کہ میں نے ان کے دلوں کا امتحان کر لیا اور سمجھ لیا کہ یہ بڑے پکے مسلمان اور سچے ایمان والے ہیں اسی لئے میں نے نازل کی ان پر تسلی اور وہی ان کو فتح اور اگر وہ لوگ منافق ہوتے تو کیوں خدا ان کے ایمان پر شہادت دیتا اور کیوں ان کو فتح اور غلبہ عنایت کرتا۔ ان کیوں کو دیکھ کر اگر کسی شیعہ کو یہ خطرہ پیدا ہو کہ جب ایسی آیت صریح صحابہ کی فضیلت میں خدا کی کتاب میں موجود ہے تو پھر کیا سبب ہے کہ ہمارے مذہب کے علمائے صحابہ کی فضیلت سے انکار کیا ضرور کوئی نہ کوئی سبب ہو گا ورنہ کیا سب عالم سب مولوسی سب فاضل سب مجتہد ہمارے مذہب کے نادان تھے کہ ایسی آیت سے ایسا صریح انکار کیا اور باوجود اس کے بھی صحابہ کو برا جانا اس لئے ہم انہیں کے مذہب کی معتبر تفسیروں سے اپنے دعوے کو ثابت کرتے ہیں اور یہ امر کہ ان کے عالم اور مولوسی نادان تھے یادانا ایمان والے تھے یا بے ایمان منصف تھے یا متعصب انہیں کی عقل پر چھوڑتے ہیں کی تفسیروں کو دیکھ کر جو کچھ وہ انصاف سے مناسب سمجھیں ویسا سمجھیں اسے بھائیوں کو کہ تمہارے یہاں کے مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں کیا لکھا ہے (کاشانی) اپنی میں لکھتے ہیں کہ **أَخْضَرَتْ فَرْمُودٌ بَدْرٌ زَخْنَرُ وَدِيكُ كَسْ أَزَالِ مَوْمَنَاكَ دَرْزِيرُ شَجْرَهُ** بیعت الرضوان نام نہادہ اند بجمت آنکہ حق تعالیٰ در حق ایشان فرمودہ کہ **لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يَبَايَعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ** الخ اگر اس روایت پر اطمینان نہ ہو اور حضرات شیعوں اپنے متکلمین اور متعصبین کے جواب سننے کا اشتیاق ہو تو اس کو بھی سنیں کہ ان کے علمائے اس آیت کو دو طرح پر رد کیا ہے بعضوں نے یہ فرمایا ہے کہ اس آیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ خدا ان کے سب کاموں سے راضی ہوا ہو اور اٹینڈہ بھی راضی رہے ہے۔

تیسرا آنحضرت نے فرمایا ہے جن مسلمانوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی دوزخ میں نہیں جائے گا اس بیعت کا نام بیعت الرضوان اس لئے رکھا ہے کہ اللہ نے ان بیعت والوں کی شان میں فرمایا ہے ان مسلمانوں سے راضی ہوا جنہوں نے آپ سے درخت کے نیچے بیعت کی ہے **سَدَّ قَاضِي نَوْمَانَهُ شَوْسْتَرِي** نے اس ہونین میں لکھا ہے کہ **دَلُولِ آيَةِ عِنْدَ التَّحْقِيقِ رَضَا حَقِّ تَعَالَى اسْتِ اِذَا فَعَلَ خَاصًّا كَرَبِيعَتِ سَدَّ وَ كَسَّ اِذَا فَعَلَ حَسَنًا مَرْتَبَةً اِذَا اِشَاءَ وَ اَحْسَنُ دَرَجَتِ اسْتِ كَرَبِيعَتِ اَفْعَالِ تَبْيِيحِ اِذَا اِشَاءَ**

آدھ کہ مخالفان عہد و بیعت ست چنانچہ در امر خلافت ۱۲۔

اور بعض کا یہ قول ہے کہ بعد اس بیعت کے صحابہ کبار نے وہ کام کئے جو مخالف اس بیعت کے تھے یعنی لڑائیوں میں مہیاگ گئے خلافت خلیفہ برحق کی عنصیب کر گئے پس وہ اس آیت کے وعدے سے خارج ہو گئے پس بہ نسبت امرا اقل کے ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ خبر کی نسبت یہ گمان کہ تا کہ وہ صحابہ کے اور کاموں سے راضی نہ تھا صرف ایک فعل خاص سے راضی ہوا اس لئے **لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ** فرمایا ایسی تہمت ہے کہ کوئی مسلمان اپنے دل میں اس کا خیال بھی نہیں کر سکتا کیا یہ ممکن ہے کہ اگر خدائے عزوجل ان بیعت کرنے والوں سے ہر طرح پر راضی نہ ہوتا تو وہ **لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ** صرف ان کے دل خوش کرنے کے براۓ نذر لیس فرماتا اور جن باتوں سے ان کی ناراضی تھا ان کو تقیہ ظاہر نہ کرتا اور یہ امر بھی غور کرنے کے لائق ہے کہ حضرات شیعہ کو کس طرح معلوم ہوا کہ صحابہ کے اور کاموں خداناراض تھا آخر کیونکر ان کو اس کی ناراضی مندی کا حال معلوم ہوا نہایت تعجب کا ہے کہ خدا ان کے اس فعل کو جس سے راضی ہو اور **لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ** کہ ظاہر کرے اور ان ان افعالوں کو جن سے ناراض ہو سوائے شیعیان عبد اللہ بن سبا کے کسی پر نہ فرما دے شاید شیعیان پاک یہ جواب دیں کہ اس کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں اور امام صاحب سے اس کی تصدیق نہ کر لیں اس کو قبول نہیں کر سکتے لیکن افسوس تو یہی ہے کہ نہ امام صاحب کا کچھ نشان ملتا ہے نہ اس قرآن کا کچھ پتہ چلتا ہے ہزار برس تو گزرے اور ہنوز معلوم نہ کر ابھی اور کتنے دن امام کے ظہور میں باقی ہیں **بَشِّرْ**

صد شب ہجر گزشتہ و مہینہ پیدائیت طرفہ عمری کہ بصد سال ندیم یک ماہ اور بہ نسبت مردم کے کہ صحابہ کبار اس آیت کے وعدے سے بسبب نکث بیعت خارج ہیں اس کا جواب ہم اس طرح دیتے ہیں کہ اس اعتراض سے بھی انتہا ثابت ہوتا کہ بیعت رضوان کے وقت تک صحابہ کبار اور مہاجرین انصار سچے مسلمان اور یکے کے لئے صاحب تکلیب المکابیر نے جواب کید نو دو مکیم تحفہ اثنا عشریہ کے کلمہ ہے کہ ابودون ابو بکر عمر و ابولہب رضوان پس فائدہ بحال نشان نمبر ساند نہ ہر کہ حق سبحانہ و تعالیٰ میفرماید ان الذین بیابونک الخوایں کلام معجزہ ولایت می کند بر این کہ بعضا ہل بیعت رضوان نکث بیعت خواہند کرد چنانچہ از ابو بکر و عمر و دیگران بمتنور رہی بیانش انکہ بیعت باس شرط بوده است کہ فزارہ ہر بیعت دکنہ در حروب ہا بہت ہماند یا کشتہ شوند بعد از بیعت سال ہجرت خیر پیش آمد ابو بکر فرار کردند و ہر بیت خوردند ۱۲

تھے نہ منافق تھے نہ کافر اور ان کی بیعت صادق تھی نہ منافقانہ چنانچہ یہ فقرہ صاحب
 تطیب المکاید کا کہ اس کلام معجزہ نظام دلالت می کند بر سیکہ بعضے از اہل بیعت رضوان ،
 نکث بیعت خواہند کرد، دلیل اس پر ہے کہ جب بیعت کی تھی اسوقت تک نہ منافق تھے نہ
 کافر بلکہ اقد رضی اللہ عن المؤمنین میں داخل تھے اور شہید ثالث نور اللہ شوستر می کا یہ کلمہ کہ
 مدبول آید عند التحقیق رضا بحق تعالیٰ ست ازاں فعل خاص کہ بیعت ست کسی منکر اس ،
 بیعت کہ بعضے از افعال حسنہ مرضیہ از ایشاں واقع است ، شاہد اس پر ہے کہ انکا بیعت
 کرنا فعل حسنہ تھا پس اسی سے یہ اغصفاً کہ صحابہ کبار اقول ہی سے منافق تھے باطل ہوا اور جب
 تک یہ آیت جس میں خدا نے اپنی رضا مندی ظاہر کی نازل ہوئی انکا مسلمان اور با ایمان ہونا
 ثابت ہوا خیر اب آگے چلئے اور بعد اس بیعت کے ان کے حال پر نظر کیجئے کیا کام ان سے
 ایسے ہوئے جن سے ان کا نکث بیعت کرنا ثابت ہوا اور وہ کام کس وقت ہوئے پیغمبر صلی
 اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد چنانچہ اس کی نسبت شہید ثالث اور صاحب تکلیب
 المکاید نے جو کچھ لکھا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعد اس بیعت کے پیغمبر صاحب کے
 سامنے ان سے نکث بیعت ہوا یعنی وہ جنگ خیبر پر ثابت قدم نہ رہے بلکہ بھاگ گئے اس
 کی نسبت ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ اگرچہ قلعہ خیبر حضرت صدیق اکبر یا حضرت عمر کے ہاتھ
 سے فتح نہیں ہوا لیکن فتح نہ ہونا مستلزم فرار نہیں ہے بھاگنا جنگ خیبر سے حضرات شیعوہ
 نے کہاں سے ثابت کیا اور بالفرض اگر وہ جنگ خیبر سے بھاگے اور انہوں نے نکث
 بیعت کیا تو حسب طرح پر ہم نے ان کی بیعت کو خدا کے کلام سے ثابت کیا اور خدا کی رضا مندی
 کا اقد رضی اللہ عن المؤمنین کی آیت پیش کر کے ثبوت دیا اسی طرح پر حضرات شیعوہ کے ذمے
 ہے کہ بمقابلے اس آیت کے ان کا بھاگنا جنگ خیبر سے اور نکث بیعت کرنا اور خدا کا ان
 سے ناراض ہونا کسی آیت سے ثابت کر دیں دو اذلیس غلیس ، اور ہم خوب یقین کرتے ہیں
 کہ اگر صحابہ کبار سے کوئی فعل بعد اس بیعت کے موجب نارضا مندی خدا کا ہوتا تو
 ضرور وہ اس سے بھی خبر دیتا اور جس طرح پر ان کی بیعت سے رضی ہو کر اقد رضی اللہ
 عنہ یہ معجزہ ناکلام اس امر کا ثبوت ہے کہ بیعت رضوان کرنے والوں میں سے بعض لوگ بیعت ترک کر دیں گے
 کہ اہل تحقیق کے نزدیک آیت کا مدلول خود بخود ہی پروردگار ہے اور وہ اس فعل سے مخصوص ہے جس کا
 بیعت ہے ہر شخص اس کا اقرار کرتا ہے کہ صحابہ کے افعال حسنہ دراصل مرضی الہی تھے ۔

فرما دیا اسی طرح پران کے فرار اور نکت بیعت سے ناراض ہو کر لَقَدْ غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ
 ارشاد کرتا اس لئے کہ لڑائی سے بھاگنا اور بیعت کا ٹوڑنا آخر پیغمبر صاحب کے سامنے
 ہوا اس وقت تک سلسلہ وحی جاری تھا جبرائیل کا آنا بند نہ ہوا تھا پھر کیا سبب ہے
 کہ خدا ان کے اچھے کاموں کو ظاہر کرے اور برے کاموں کی خبر تک نہ دے ان کے
 افعال حسنہ کی تو شہرت دے دے اور ان کے افعال بد کی پردہ پوشی کرے پس یا تو خدا
 ان سے ڈرتا تھا کہ ان کی برائیوں سے بچا کر سکتا تھا یا درحقیقت ان سے کوئی برائی نہ ہوتی تھی
 جس کو ظاہر کرنا اگر کوئی لغزش ہو جاتی تھی تو اس کو عفو کر دیتا تھا اور ان کے اور نیک کاموں
 پر خیال کر کے اس کو براہ ستاری چھپا دیتا تھا اور اگر یہ کہا جائے کہ بعد وفات پیغمبر خدا
 صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کبار نے ایسے کام کئے کہ جن سے خدا ناراض ہوا مثل خلافت
 غضب کرنے وغیرہ کے اس کی نسبت ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر ان سے بعد وفات پیغمبر خدا کے
 کوئی کام ایسا ہونے والا تھا کہ جس سے خدا ناراض ہوتا تو ضرور اس کی خبر دیتا اور کہیں
 ان کے حق میں لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ مَن فَرَّانَا اور جب کہ خدا نے اس آیت میں یہ فرما دیا کہ فَعَلَّمْنَا
 قُلُوبَهُمْ کہ میں ان کے دلوں کی بات جانتا ہوں اور فرمایا فَاَنْزَلْنَا السِّكِّينَ عَلَیْهِمْ کہ میں نے نازل کی
 ان پر تسلی تو کیونکر قیاس میں آسکتا ہے کہ ایسے لوگ کبھی جاوہ حق سے منحرف ہوئے ہوں
 لیکن ہم حسد انت شبہ سے عرض کرتے ہیں کہ وہ کیوں سوال و جواب میں اپنے اوقات ضائع
 کرتے ہیں اور کیوں علامہ کاشانی کی تفسیر کی ان لفظوں کو نہیں دیکھتے کہ آنحضرت فرمود
 بدو ذنیر و بیک کس انزال مومنان کہ در ذیہ شجرہ بیعت کر دند اس مفسر نے کچھ قنہ
 جھگڑا باقی نہیں رکھا عام ایشارت جنت کی ان لوگوں کے حق میں جو اس بیعت میں شریک
 تھے پیغمبر صاحب کی زبان سے تصدیق کر دی لیکن اگر اس ایک روایت پر اطمینان نہیں ہوتا
 تو اس کی تائید میں دوسری روایت سنیں کہ ترجمہ کشف الغمہ میں لکھا کہ (از بابہ بن عبد اللہ
 انصاری روایت سنت کہ ما دران روز ہزار و چہار صد کس بودیم دران روز من از حضرت
 لہ آنحضرت نے فرمایا جن مسلمانوں نے بیعت رضوان زیر شجر کی ہے ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائیگا
 سکہ جابر بن عبد اللہ انصاری کا بیان ہے کہ بیعت رضوان کے دن ہم چار سو افراد حاضر تھے چنانچہ میں خود رسول اکرم
 کو زانی لوگوں کو فرماتے سنا تم لوگ روئے زمین کے بہترین اشخاص ہو ہم سب نے اسی دن بیعت کا اہل بیعت میں
 ان کی نے بیعت نہیں تو اسی البتہ قید میں تیس منافق نے بیعت توڑ دی۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم شنیدم کہ آنحضرت خطاب بجا ضران نمود و فرمود کہ شما بہترین اہل رومی زمینید و ما ہمہ دران روز بیعت کردیم و کسی از اہل بیعت نکث نہ نمود مگر قید بن تھیس کہ ان منافق بیعت نمود را شکست، اس روایت سے چند فائدے حاصل ہوئے اول یہ ثابت ہوا کہ بیعت کے وقت چودہ سو صحابی موجود تھے جن کے ایمان اور اسلام کی خبر خدا دیتا ہے کہ فعلکم نافی قلوبہم۔ اور ان کی شان میں فرماتا ہے لقد رضی اللہ عن المؤمنین دوسرے حضرت پیغمبر خدا نے ان کی نسبت فرمایا کہ تم بہترین اہل زمین سے ہو تیسرے ثابت ہوا کہ سوائے ایک منافق کے اور کسی نے بیعت کو نہیں توڑا پس اسے شیعیان پاک اب تم انصاف سے ان روایتوں کو دیکھو اور اپنے شہید ثالث اور صاحب تعلیبہ لکھنا کے ایمان اور انصاف پر خیال کرو کہ وہ محبت اہل بیعت کے پردے میں کیسی خدا کی آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں اور کس طرح ایسے صریح نصوص سے انکار فرماتے ہیں۔ لیکن اگر ہم صحابہ کی برائیوں کو تسلیم بھی کر لیں تب بھی کچھ فائدہ شہید ثالث کی تقریر کا نظر نہیں آتا اس لئے کہ جو علامہ کاشانی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ آنحضرت فرمود بدوزخ نرو دیک کس ازاں مومتال کہ در زیر شجرہ بیعت کردند، اس کا کیا جواب ہے بغیر اس کے کہ یہ کہا جاتا کہ حضرت نے تفسیر سے کہہ دیا ہوگا۔ اس مقام پر یہ امر بھی لائق لکھنے کے ہے اگر کوئی شبہ کرے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بیعت میں شریک نہ تھے اس لئے وہ بیعت الرضوان سے خارج ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ پیغمبر خدا کو حضرت عثمان سے ایسی محبت تھی کہ باوجود نہ موجود ہونے انکے وقت بیعت کے ان کو شریک کر لیا اور کیسا شریک کیا کہ جن سے انکو اپنا ہاتھ بنا دیا چنانچہ اس مقام پر جو کچھ مولانا دبا فضل اولانا مولوی علی بخش خاں صاحب نے اپنے ایک رسالے میں لکھا ہے اسی کو ہم بجا نقل کرتے ہیں وہ ہونڈہ اور واسطے حصول شرف بیعت الرضوان کے رسول اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے عثمان غنی کی طرف سے بھی اپنے دونوں ہاتھ سے وہ معاملہ فرمایا کہ دست حق پرست اپنے کو عثمان کا ہاتھ قرار دیا اور وضع کلینی میں حدیث وارد ہے کہ بیعت لی پیغمبر خدا نے مسلمانوں سے لیا، انطلق عثمان فقی ابان بن سعید قناتر عن السراج مغل عثمان تبین بدیہ وودخل عثمان فاعلمہم وکانوا اذین فجلس سبل بن عمرو عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجلس عثمان فی سکر الشکرین وایع رسول اللہ وسلم وخری مسلم باحدی یہیہ علی انخری العثمان تطلات بالبیعت وضع بین الصفاد المروۃ واصل فقال رسول اللہ اللہ اللہ اللہ

سے اور ایک ہاتھ کو اپنے دوسرے ہاتھ پر مارا واسطے عثمانؓ کے کہ وہ لشکر میں مشرکوں کے تھے، اس حدیث سے علاوہ قطعیت مغفرت و رضوان الہی کے ایک لطیفہ عمدہ ہاتھ آیا کہ دست نبی دست عثمان قرار پایا اور دست نبی وہ ہے کہ مجازاً دست خدا ہے یہ اللہ فوق ایدہم اب دیکھئے عثمانؓ کو (ید اللہ یا ید النبی) کا خطاب منصف مزاج عنایت کرتے ہیں یا اس لقب کو پھر بھی مخصوص واسطے علی مرتضیٰ کے کہے جاتے ہیں انتہی بلطفہ (واللہ درہ و علی اللہ اجرہ) اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے یاروں کی یاری پر نہایت ہی بھروسہ تھا اور ان کے استقلال پر یقین کامل تھا اس لئے کہ جب لوگوں نے کہا کہ خوشحال عثمانؓ کا کہ ان کو خانہ کعبہ کا طواف نصیب ہوا تو حضرت نے فرمایا یہ ممکن نہیں ہے کہ عثمانؓ بغیر ہمارے طواف کرے آخر ویسا ہی ہوا کہ بغیر حضرت کے عثمانؓ نے طواف نہ کیا چنانچہ اسی حدیث کے مضمون کو مولانا حیدری کے مولف نے بھی نظم کیا ہے کما قال نظم

طلب کرد پس اشرف انبیاء	ز اصحاب عثمانؓ صاحب حیا
باد ہم ہماں گفت خیر البشر	کراں پیشتر گفتہ بد با عمرؓ
بوسید عثمان زمین در زمان	بمقصد رواں شد چو تیر از کمان
چو اورفت از اصحاب روز دگر	بگفتند چندی بہ خیر البشر
خوشحال عثمان با احترام	کہ شد تہمتش حج بیت الحرام
رسول خدا چوں شنید این سخن	بپاسخ چنین گفت با انجمن
بہ عثمانؓ ندریم ما این گمان	کہ تنہا کند طواف آن آستان

اور بعد اس کے یہی مولف لکھتا ہے کہ جب حضرت عثمانؓ سکے میں پہنچے اور ابوسفیان سے کہا کہ پیغمبر خدا طواف کے لئے آنا چاہتے ہیں اس نے کہا کہ یہ ممکن نہیں ہے مگر تمہارا دل چاہے تو طواف کر لو تب حضرت عثمانؓ نے انکار کیا اور اس پر ابوسفیان نے ان کو قید کر لیا کما قال

نظم

بجو شیدش آنکہ بدل مہر خون	بہ عثمانؓ چنین گفت آن رنگوں
کہ گر میل داری تو طواف حرم	بکن رافعت نیست کس زین حرم

اور سبکدوشی بیعت کرنے کی بتلادی کہ درخت کے نیچے اور یہ بھی کہہ دیا کہ یہ لوگ پیغمبر کے ہاتھ بیعت نہیں کرتے بلکہ میرے ہاتھ پر تو اب کون شخص ہے کہ ایسی بیعت کر نیوالوں کے ایمان اخلاق پر شبہہ کر سکے ہاں یہ شبہہ ہو سکتا تھا کہ شاید بیعت کر نیوالے وہی معدودے ہوں۔ موافق اعتقاد و شیعوں کے مرتد نہیں ہوئے لیکن جب کہ علماء شیعہ نے اس امر کو تسلیم کر لیا صحابہ کبار چودہ سوا بیعت میں شریک تھے اور یہ بھی قبول فرمایا کہ انہیں کی شان میں آیت کو خدا نے نازل کیا اور اس کا بھی اقرار کیا کہ سوائے ایک منافق کے اور کسی نے بیعت نہیں توڑا تو ہم کو نہایت ہی تعجب آتا ہے کہ کیونکر ایسی بیعت کرنے والوں کے حق میں ایسا عقیدہ اعتقاد رکھتے ہیں لیکن یہ خیال کر کے کہ حضرت شیعہ کو نہ خدا کے کلام پر یقین ہے نہ پیغمبر صلوات اللہ علیہ کی حدیثوں پر نہ اماموں کے قول پر تو کچھ تعجب نہیں ہوتا اگر ان میں سے کسی پر عمل ہوتا تو کچھ ایسا عقیدہ نہ رکھتے آئے مہاجرینوں تمہارے حق میں ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ کو ایک ذرہ بھرا ایمان عطا کر دے تاکہ تم لوگ اپنے عقیدوں کی برائیوں پر خود ہی اقرار کرنے لگو اور جو ہم تم کو سمجھاتے ہیں وہ تم خود ہی سمجھنے لگو اسے یا ر و ذرا ایسے عقیدوں پر خود گردان سوچو کہ ان میں کچھ بھی اثر ایمان اور اسلام کا ہے اگر ہے تو دکھاؤ۔ شعر۔

نالہ و زاریت کو آہ آتشینت کو لاف عشق بازی چند عشق را نشانیہا

پانچویں آیت :- لَوْلَا كُنْتُ مِنَ الَّذِينَ سَبَقُوا لَمَسْكُوفٍ فِيمَا اخَذْتُمْ عِزًّا اَبَّ عَطِيَّةٍ
 شان نزول اس آیت کا یہ ہے کہ جب لڑائی بدر کی فتح ہوئی اور مشرکین قید میں آئے تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ ان قیدیوں کو کیا کرنا چاہیے حضرت ابو بکر نے کہا کہ فدیہ لے کر چھوڑ دینا چاہیے حضرت عمر نے کہا کہ ان کی گردنیں مار دینا چاہیے بلکہ جو جس کا رشتہ دار ہو وہی اپنے ہاتھ سے اس کو قتل کرے اور خدا کی محبت کے سامنے دوسرے کی محبت کا خیال نہ کرے لیکن حضرت نے موافق مشورے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صحابہ کے فدیہ لے کر چھوڑ دیا ان پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس روایت کو علماء اور مفسرین امامیہ بھی تصدیق کرتے ہیں چنانچہ تفسیر خلاصۃ المسنح کا شانی میں لکھا ہے کہ بدر کی لڑائی

سطح پارہ ۱۰ - رکوع ۹ - سورہ انفال ۱۷ - سلسلہ روز بدر ہفتاد تن اسیر شدند و از جملہ ایشان عباس و عقیل بودند حضرت در بیان ایشان باصحاب مشاور کرد ابو بکر کما ز مہاجرین بود گفت یا رسول اللہ کا بوجہ اصغر اس قوم اتحاب و حشاکہ تو اندر گردانے بعد طاعت و استساعت فدای بدہ باشند کہ عذبی بدولت اسلام ہر سدا لخص ۱۲ -

میں سزا دی قید ہو۔ منجملہ ان کے عباس اور عقیل بھی تھے حضرت نے ان کے باب میں اپنے
 یار اہل سے مشورہ لیا ابو بکر نے کہ وہ بھی مہاجرین میں سے تھے کہا یا رسول اللہ یہ سب سچھوٹے
 بڑے آپ کی قوم اور قبیلے کے ہیں اگر ہر ایک بقدر طاقت اور استطاعت اپنی کے کچھ فدیہ
 سے تو امید ہے کہ ایک دن دولت اسلام پر پہنچیں اور مجمع البیان طبرسی میں لکھا ہے کہ پیغمبر
 نے بدر کے دن قیدیوں کے باب میں اپنے یاروں سے کہا کہ اگر تم چاہو ان کو مار ڈالو اور
 پھاڑو جانے دو تب حضرت عمر نے کہا کہ یا رسول اللہ انہوں نے آپ کو جھٹھلایا اور آپ کو نکالا
 اس لئے ان کی گروہیں مارنا سچا ہے عقیل کو علی کے سپرد فرمائیے کہ وہ انکو ماریں اور فلاں شخص میرے
 سپرد کیجئے کہ میں اس کو قتل کر دوں اور یہ سب سرداران کفار سے ہیں اور حضرت ابو بکر نے کہا
 کہ یا رسول اللہ یہ آپ کی قوم اور رشتے کے لوگ ہیں فدیہ لے کر چھوڑ دینا چاہیے چنانچہ اسی
 طرح پر حضرت نے کیا تب یہ آیت نازل ہوئی اور پیغمبر نے فرمایا کہ اگر عذاب نازل ہوتا آسمان
 سے تو سوائے عمر اور سعد بن معاذ کے کوئی نجات نہ پاتا ان روایتوں سے باقرار علمائے امامیہ چند
 فائدے حاصل ہوئے۔ اول ابو بکر صدیق اور حضرت عمر کا مہاجرین اور اہل بدر میں سے ہونا،
 دوسرے پیغمبر کا ان سے مشورہ کہ نہ تیسرے حضرت عمر کا کافروں پر سخت ہونا اور خدا کی راہ
 میں قربت اور برادری کا کچھ خیال نہ کرنا اور جو کچھ ان فائدوں سے فائدے حاصل ہوتے ہیں
 ان کو ہم بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر کو مہاجرین میں سے ہونا
 ثابت ہوا تو جو فضیلتیں اللہ جل شانہ نے مہاجرین کی بیان کی ہیں اور جن کو اوپر ہم نقل کر چکے
 ہیں وہ سب انکے حق میں ثابت ہوئیں۔ دوسرے جو بعض علماء امامیہ نے انکار کیا ہے کہ اصحاب
 ثلاثہ مہاجرین میں سے نہ تھے وہ قول باطل ہوا چنانچہ تقلیب المکاید کے مولف نے مولانا شام
 عبدالعزیز صاحب قدس اللہ سرہ کے تحفہ کے باب مکاید شیعیان کے کید نو و حکیم کے جواب
 میں صاف لکھا ہے کہ اصحاب ثلاثہ مہاجرین اولین نبوند تیسرے امامیہ کا یہ گمان کہ
 معاذ اللہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر ابتدا ہی سے منافق تھے اور کبھی دل سے ایمان
 نہ لائے تھے اول ان کی نیت نیک نہ تھی ناسد ٹھہرا جیسا کہ جناب میر نصاحب قبلہ حدیث سلطانیہ
 کے باب سوم میں لکھے ہیں کہ اسیرت شیخین دلالت پر حدیث سرپرست آنہا دار ذکر در وقت
 قال رسول اللہ ما یرکب یا عمر لعل اللہ طمع علی اہل بدر یغفر لهم فقالوا صلوا ما تمتم نقد حضرت مکم ابنا قہ الغزوة ۱۲۔
 کے میں پنے اصحاب مہاجرین اولین میں نہ تھے کہ شیخین کی سیرت انکے اس خبیث باطن سے ظاہر ہے (بقیہ حدیث آیت زیر)

گمان از حسرت نبوی در خواست اظہار دعوت نمودہ دور فکر اضرار آنحضرت برمی آمدند و وقت اعلان از نصرت دست می کشیدند فاجعتر و ایا اولی الابصار، انتہی بلفظہ اگر میر نصاح قبلہ زندہ ہوتے تو میں پوچھتا کہ حضرت اگر شیخین کی نیت نیک نہ ہوتی اور وہ وقت اعلان کے نصرت سے ہاتھ کھینچتے ہوتے تو بدر کی لڑائی میں کیوں آپ کے جدا مجدد کاشانی اور طبرستان مہاجرین اور اہل شوری میں ہونا ان کا قبول کرنے اتنی مسلمانو شیعوں کے ایمان اور عقل حیا پر غور کرو کہ وہ شیخین کی نسبت جو کہ تمام جان سے اپنی عاشق پیغمبر کے تمہے اور تمام اپنا حضرت پر فدا کر چکے تھے اور جو شب روز اظہار دعوت کے لئے اصرار کیا کرتے تھے گمان کرتے ہیں کہ ان کی نیت اس اصرار سے یہ تھی کہ پیغمبر خدا اظہار دعوت کریں اور لوگ ان ستاویں اور ہلاک کر دے الیں انسوس ایسے عقیدے پر خمیر بہر حال میر نصاح قبلہ جو چاہا فرمادیں اور ان کے پدر بزرگوار جو دل میں آوے ارشاد کریں لیکن اس امر کو کہ شیخین مہاجرین اور اصحاب بدر میں سے تھے جھٹھلا نہیں سکتے اور ہمارا مطلب اتنی ہی بات سے حاصل ہوا جاتا ہے اس لئے کہ جب وہ مہاجرین میں سے تھے تو ان فضیلتوں کے مستحق ہیں خدا نے جابجا قرآن مجید میں ہجرت کرنے والوں کی بیان کی ہیں اور جب کہ وہ اہل بدر سے آوے اس مغفرت کے وعدے میں شریک ہیں جو اللہ جل شانہ نے اہل بدر سے کیا ہے کہ میر ان کو مرفوع القلم کر دیا ہے چنانچہ اس امر کو علمائے امامیہ بھی قبول کرتے ہیں علامہ کا خلاصۃ المنہج میں اتفسیر کریمہ ما کان لہن ان یتکون لہا اسحی کی باین الفاظ کرتے ہیں کہ (اگر نہ حتمی و فرمائی می بود از خدائے تعالیٰ کہ پیش گرفتہ شدہ اثبات آن در لوس محفوظا کہ بے صریح عقوبت نہ فرماید یا اصحاب بدر را عذاب نکند) اور اسی طرح پر تفسیر مجمع البیان طبرستان لکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (لعل اللہ اطلع علی اہل بدر فغفر لہم فقال ما شئتم فقد غفرت لکم) کہ خدا نے اہل بدر کی شان میں فرمادیا ہے کہ جو چاہا ہو سو کرو میں تم کو چکاہوں اور تفسیر خلاصۃ المنہج میں لکھا ہے کہ (خدائے تعالیٰ بدریان را وعدہ مغفرت فرمادیا اور انہیں را بخطاب مستطاب اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم نوازش فرمودہ) پس جب پیغمبر بقیہ حاشیہ منبر سے کہہ پانے کے وقت میں رسول اکرم سے تبلیغ اسلام کی خواہش کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت کی ذمہ میں لے کر آپ اسلام کا اعلان فرمائیں۔ اور یہ لوگ آپ کی امداد سے ہاتھ اٹھالیں۔ نہ اگر ائمہ کا حکم کو فرمایا ہوتا ہوں محفوظ میں ہے کہ بغیر ممانعت انہوں نے فرمایا ہے تو اصحاب بدر کو نواز دیتا اللہ نے اہل بدر سے مغفرت کرنے ان سے خطاب فرمایا ہے تم جو چاہو کرو ہم نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔

کی زبان مبارک سے تمام اہل بدر کا قطعی جنتی ہونا اور خدا کا ان کی نسبت اعمال کو مانتا ہونے کی عظمت کو کہنا ثابت ہوا تو پھر اب صحابہ کبار علی النعمان صحابہ ثلثہ کے قطعی جنتی ہونے میں کون سا جہرہ رہا اسے یار و ہم اب تک نہیں سمجھے کہ حضرات شیعہ کے مذہب کا مدار کس پر ہے اگر خدا کے کلام پر ہے تو وہ صحابہ کی فضیلتوں سے بھرا ہوا ہے اگر پیغمبر خدا کی حدیثوں پر ہے تو ان میں بھی انہیں کے صفات کا تذکرہ ہے اگر ائمہ کرام علیہ السلام کی روایتوں پر ہے تو ان میں بھی انکی خوبیوں کا بیان ہے اگر اپنی ہی تفسیروں اور کتابوں پر ہے تو ان سے بھی انکے فضائل کا ثبوت ہوتا ہے پس اب اور کسی سند حضرات چاہتے ہیں جو صحابہ کے فضائل پر ہم پیش کریں اور کسی دلیل چاہتے ہیں جو ان کی بزرگیوں کے ثبوت میں بیان کریں اصل یہ ہے کہ اگر ایمان اور اقصان ہو تو خدا کے کلام اور رسول کی احادیث اور ائمہ کے اقوال کو مانیں جیسا ایمان اور انسان ہی نہیں ہے اور پیر ہی عبد اللہ بن سبا کی کہنی منظور ہے تو پھر کوئی کہ اپنے پیر و مرشد کے سکھانے ہوئے عقیدہ کو چھوڑے اس کو ہزار ہا نفوس کا بار ہو گئے اعدا کی طعون کی بڑیاں ناگہر تک بڑھیں مگر وہ جو کچھ دہانے شیعوں کو سکھا گیا اس کو وہ نہیں بھولتے اور جس بار پر وہ اپنے یاروں کو چلا گیا اس سے نہیں مٹتے ہزار ہا ہزار کوئی سمجھا دے لاکھ کہیں اور حدیثیں دکھا دے مگر اپنے پیر و مرشد کے قول کے رو برد ایک پر بھی نظر نہیں کرتے کلام اللہ کی تاویل کر دیں حدیثوں کو بنا ڈالیں اماموں کے قولوں کو رد کر دیں مگر اپنے بد امجد کی بات کو نہیں بھولتے جس عقیدے کو نیا ل کیجئے اس میں اسی طعنوں کی تعلیم کا اب تک اثر ہے جس مسئلے پر غور کیجئے اب تک اسی کنبوت کے قول پر عمل ہے و نعم ما قبل شعر۔

بلب زور دل آہی کہ داشتم دارم
نشستی سراہی کہ داشتم دارم

چھٹی آیت :- وَالَّذِينَ آمَنُوا وَآجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آفَؤُا نَفْسًا وَأُولَئِكَ وَهُمْ الْمُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ لَّهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ۔ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور خدا کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہیں ان کے لئے مغفرت اور رزق باکرا امت ہے۔

اس آیت پر ایمان لانے والے مہاجرین اور انصار کے ایمان اور اسلام پر کچھ شبہ نہیں کر سکتے اور ان کی مغفرت اور جنتی ہونے میں کچھ شک نہیں لاسکتے ہیں اس لئے کہ جب اللہ جل شانہ خود تصدیق فرماتا ہے جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے گھر بار کو چھوڑا اور جنہوں نے پیغمبر صاحب کو اور ہجرت کرنے والوں کو اپنے گھروں میں جگہ دی اور ان کی مدد کی وہ سچے مسلمان اور سچے ایمان

لانے والے ہیں اور مغفرت اور درزق کریم ان کے حصہ میں ہے پس خدا کی ایسی شہادت کو سن کر کون سا شخص ہو گا کہ مہاجرین اور انصار کے ایمان میں شبہہ کرے اور ان کی مغفرت میں کلام کرے شیعیان عبد اللہ بن سبا کو ذرا سوچنا چاہیے کہ جب اللہ جل شانہ مہاجرین اور انصار کے ایمان کی تصدیق کرتا ہے اور ان کے حق میں شہادت اولیٰک ہم المؤمنون حقا کی دیتا ہے اور ان کی شان میں لہم مغفرة درزق کریم فرماتا ہے پھر کیونکر ان کے دل میں ایسے پاک لوگوں کی طروت شبہہ ہوتا ہے اور کس طرح ان کی زبان سے ایسے شخصوں کی نسبت کفر و نفاق کا کلمہ نکلتا ہے کبریت کلمۃ تخرج من افواہہم اگر کسی کو شک ہو کہ یہ آیت ان مہاجرین اور انصار کی شان میں نہیں ہے جن کی نسبت حضرت شیونیک اعتقاد نہیں رکھتے اسلئے تم تفسیر مجمع البیان سے جو معتبر تفسیر امامیہ سے ہے تفسیر اس آیت کی لکھتے ہیں جس کو شک ہو رد صفحہ ۵۲ تفسیر مذکورہ مطبوعہ تہران ۱۳۴۵ ہجری کو دیکھ لے مفسر موصوف لکھتا ہے کہ خدا نے پھر آیتوں میں مہاجرین اور انصار کا ذکر کیا اور ان کی ثنا اور صفت بیان کی پس خدا کے اس قول کا کہ الذین آمنوا و جاہدوا فی سبیل اللہ یہ مطلب ہے کہ تصدیق کی انہوں نے خدا کی اور اس کے رسول کی اور ہجرت کی اپنے گھروں اور وطن سے یعنی مکہ سے مدینے کو اور جہاد کیا انہوں نے خدا کے دین کی ترقی کے لئے اور الذین اؤذوا و اضطروا کے یہ معنی ہیں کہ جبکہ وہی مہاجرین کو اپنے گھروں میں اور مدد کی پیغمبر کی اور اولیٰک ہم المؤمنون حقا کا یہ مطلب کہ وہی لوگ سچے مسلمان ہیں اسلئے کہ انہوں نے اپنے ایمان کو ہجرت کر کے اور مدد سے کر ثابت کر دیا اس تفسیر کو دیکھ کر اگر حضرات شیعہ بمقاہلے الہی صریح آیتوں اور ایسی ہفت بشارتوں کے ایک در آیت بھی قرآن سے نکال کر ہم کو دکھلاتے اور جس طرح پریم نے ان کے فضائل اور درجات کو کلام اللہ سے ثابت کیا وہ قرآن ہی کی سند سے ان کی ایک بھی برائی کا ثبوت پہنچاتے تو ہم ان کو کسی قدر معذور بھی جانتے لیکن افسوس تو ہم کو اس بات کا ہے کہ ہم تو مہاجرین اور انصار کے فضائل میں قرآن کی آیتوں کو پیش کرتے ہیں رسول کی احادیث کو بیان کرتے ہیں اماموں کے قولوں کو انہیں کی کتابوں سے ہم عاد سہانہ الزکر الہا جبرین والانسار و رحیم و النصار علیہم فتال الذین آمنوا و جاہدوا فی سبیل اللہ سے نہ تو اللہ کو بڑا بجا ہر دم و دلا ہم یعنی من کلمتہ اسے اللہ سید و جاہد و مع ذلک فی اعلاء دین اللہ والذین اؤذوا و اضطروا و نسروا اللہ و اللہ ہم المؤمنون حقا سے اولیٰک ہم المؤمنون حقا جمع البیان

رضی اللہ عنہم در ضوعیہ فرمایا اور ہم کو ان کے اقتدا اور پیروی کی تاکید کی اور ان سے محبت رکھنے کی تحریریں اور عداوت اور کینہ رکھنے پر تہدید فرمائی تو ہم اگر ان سے محبت نہ رکھتے اور ان کو اچھا نہ جانتے اور ان کی اقتدا نہ کرتے تو کیا کرتے الہ العالمین تو نے ہم کو ان لوگوں میں تو یہ نہیں کیا تھا جن کی نسبت تو نے فرمایا الذین انخرجوا من ديارهم واموالهم يتبعون فضلا من اللہ ورضوانا اس گروہ میں تو نے ہم کو شامل ہی نہ کیا تھا جس کی صفت میں تو نے ارشاد کیا ہے والذین تبوءوا الذار والایمان من قبلہم یحبون من باجر الیہم ہم کو تو ان سب کے مجھے مخلوق کیا اور ہم لوگوں کی نسبت پہلے ہی سے تو نے یہ لکھ دیا کہ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اسْتَفِیْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُونَا بِالْإِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِی قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِیْنَ آمَنُوا تُو کیونکہ ہم ان پیشواؤں سے محبت نہ رکھتے اور کس طرح ان سے کینہ اور عداوت رکھتے یہ کتاب تیری موجود ہے جس کی نسبت تو نے فرمادیا تھا کہ نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ اذَاتَا لَہٗ لِمَا یَقُولُونَ اور اسی وعدے پر ہم اس کو برابر غیر محرف سمجھتے رہے اور اس پر ایمان رکھتے آئے اگر یہ آیتیں جو ہمارے اور انصار کی نسبت ہم نے بیان کیں تیری کتاب میں موجود ہیں تو پھر خدا یا ہمارا کیا قصور اور کیا گناہ ہے جن کو تو نے اچھا کہا ہم نے اچھا جانا جن کی تو نے تعریفیں کیں ان سے ہم نے محبت رکھی ہاں اگر ان لفظوں کے تو نے اور کچھ معنی رکھے ہوں اور اس عبارت کا مطلب اور کچھ ہو تو ہم نہیں جانتے موافق تیرے ارشاد کے تیری کتاب کو کھلی اور روشن کتاب سمجھتے تھے اور اس کو معما اور پہیلیوں کا مجموعہ نہ جانتے تھے عرض کہ ہم نہیں جانتے کہ جب ہم یہ جواب دیں گے تو خداوند عادل کس جرم میں ہم کو سزا دیگا اور کس طرح ہم کو اپنی کتاب کا تصدیق کرنے والا نہ سمجھے گا ہم کو تو یقین ہے کہ ضرور ایسے عقیدے سے خدا ہماری نجات کرے گا اور ہم کو ان کے مغفرت اور رزق کریم میں سے حصہ عطا کرے گا۔ اسے یار دہمارا جواب تو سن لیا اب کچھ اپنی جوابدہی کی فکر کر دکھو اگر تمہارا عقیدہ جو بہ نسبت صحابہ کے ہے باطل ٹھہرا اور قیامت کے دن خدا نے تم سے مواخذہ کیا تو تم کیا جواب دو گے ہمارے نزدیک تو سوائے اس کے دوسرا جواب نہیں ہو سکتا کہ خداوند ہم نے تیری کتاب کو اس لئے پس پشت ڈال دیا تھا کہ اس میں اصحاب رسول نے تحریریں کر دی تھی اور اس کو کم و بیش کر دیا تھا جیسا تو نے نازل کیا تھا ویسا نہ رکھا تھا اور اصلی مصحف امام صاحب کے پاس تھا وہاں اپنا گزربھی نہ ہو سکتا تھا کچھ نشان اور پتہ بھی امام صاحب کا نہ ملتا تھا پس ہم کیونکر مصحف عثمانی پر عمل کرے اور

مخرف قرآن کی تصدیق کرتے ہم تو اس کو کبھی دیکھتے بھی نہ تھے حفظ یا دکر نے کا ذکر کیا ہے کبھی اس کو پڑھتے بھی نہ تھے بلکہ ہمیشہ امام صاحب کے خروج کی دعا کرتے تھے اور ان کے ساتھ جو اصلی قرآن تھا اس کے دیکھنے پر جان دیتے تھے مگر خداوند ہمارا کیا قصور ہے اس لئے کہ تو نے ایسا ان کو چھپایا کہ کہیں ان کا سایہ بھی نہ دکھلائی دیا ہزاروں عرضیاں بھیجیں ایک کا بھی امام نے جواب نہ دیا صد ہا درخواستیں خضر الیاس کے ذریعہ سے براہِ دریا ارسال کیں کسی پر کچھ حکم نہ آیا بڑے بڑے مجتہدوں سے پوچھا انہوں نے یہی فرمایا کہ ابھی انتظار میں رہو اور خروج اور ظہور کی دعا کیا کرو ہنوز وقت نہیں آیا۔ لیکن ہم نے بہت انتظار کیا مگر ہمارے جیسے ہی ظہور کس کا خروج کیسا کچھ خبر تک امام کی نہ آئی۔ شعر

شام تک تو آمد جانان کا کھینچا انتظار وہ نہ آیا وعدہ پناہاں برابر ہو گیا

ہند سے امام کی غیبت سراسر تک ہم نے ہجرت کی لیکن دیکھنا کس کا ملنا کیسا صورت تو امام کی نظر ہی نہ پڑی پس بغیر امام کے ہم کیا کرتے اور کیوں کر راہِ حق پر چلتے ہاں امام کے دیکھنے والوں نے جو کچھ ہم سے کہہ دیا اس پر ہم ایمان لے آئے اب اسی کو حق جانتے رہے اور کبھی اس سے نہیں پھرے پس اگر خدا یہ جواب سن کر فرماوے کہ اے کعبہ توجیب کہ میں اپنے کلام کا حافظ تھا کہ نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَنَحَافِظُونَ تو کس کی مجال تھی کہ وہ تحریف کرتا اور کون تھا اس کو بدل دیتا کس نے تم سے کہا کہ میری کتاب میں تحریف ہوئی تھی تب تم شاید یہی جواب دو گے ہم نے زرارہ سے سنا تھا ہم سے شیطان الطاق نے کہہ دیا تھا تب اس وقت اگر خدا یہ فرمادے کہ اے بد بختو میں سچا تھا یا زرارہ میرا رسول صادق تھا یا شیطان الطاق تو معلوم نہیں کہ کیا جواب دو گے ہمارے نزدیک تو سوائے اقرارِ جہنم کے اور کچھ جواب نہ دے سکو گے اور اس وقت سوائے اسکے فاعتر فوبذنبو ہم فسحقا الاصحاب السعیرہ اور کچھ حکم نہ ہو گا۔

سائویں آیت اَرْيَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا نَكْرًا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ اَنْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّا قٰلْتُمْ اِنَّا لَازِلِيْنَ ۝ اَرْضِيْمُ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۝ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ اِلَّا نٰفِلٌ ۝ اَلَا نُنْفِرُ وَاِيعٰذُ بِكُمْ عَدٰا اَبٰا اٰلِهٰمَ ۝ وَيَسْتَبَدِلُ قَوْمًا عٰزِرِكُمْ وَلَا تَنْصُرُوْكُمْ شَيْئًا ۝ وَاَللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ ۝ اِذَا خَرَجْتُمْ اِلَيْهِمْ كَفَرُوْا ۝ تَا فِيْ اَشْيٰئِن اِذْهٰبِ الْفَارِ اِذْ اَقْبَلُ بِمَآجِبٍ لَا تَخٰنُ اِن اللّٰهُ مَعَنَا ۝ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَبِيْلِنَا عَلَيْهِ ۝ فَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ يَرَوْهَا ۝ وَجَعَلَ لِكَلِمَةِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا دَاسْفَلًا ۝ وَصَلَمَةً اللّٰهُ هٰى الْعُلْيَا ۝ وَاَللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ جَوّٰتِيْنَ اَب

تک ہم نے لکھیں ان سے عام مہاجرین اور انصار کی فضیلتیں ثابت ہوئیں اب ہم اس آیت کو لکھ کر خاص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت ثابت کرتے ہیں یہاں چاہیے کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف اور حنین سے مراجعت فرمائی اور تھوڑے دن مدینے میں قیام فرما کر قصد جہاد روم کا کیا تو بعض لوگوں پر نہایت گراں گزرا اس لئے کہ گرمی کے دن تھے سفر دور دراز تھا خرمیوں کے پکنے کی فصل تھی اور روم کا خوف بھی غالب تھا تب اللہ جل شانہ نے واسطے ترغیب جہاد کے ان آیتوں کو نازل کیا اور کسی طرح سے لوگوں کو سمجھایا چنانچہ اول آیت میں فرماتا ہے کہ ایاہم الذین امنوا لکم اذا قیل لکم الفرونی سبیل اللہ انا قلتم الی الارض طرک اللہ مومنین تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے جہاد کے لئے کہا جاوے تب تم اپنے گھروں سے نکلنا نہیں چاہتے کیا تم دنیا کی زندگی کو بقیاتِ آخرت کے اچھا سمجھ کر اس پر راضی ہو حالانکہ دنیا کا فائدہ آخرت میں بہت ہی تھوڑا ہے اس آیت میں اللہ جل شانہ نے دنیا کی حقارت بیان کر کے جہاد پر ترغیب دی بجز وہ دوسری آیت الانصر و لعیذکم عذاب الینما ویستبدل تو ما یغیرکم ولا تنصروہ شیخا واللہ علی کل شیء قدير میں فرمایا کہ تم سستی کرو گے اور جہاد پر مستعد نہ ہو گے تو خدا تم کو دنیا اور آخرت میں عذاب دے گا اور تمہارے بدلے اور خیر قوم کو پیدا کرے گا اور تمہارے مدد نہ کرنے سے خدا یا اسکے رسول کا کچھ نقص نہیں ہے اس لئے کہ خدا کو کچھ پروا نہیں ہے اور رسول کا وہ خود حافظ ہے چنانچہ اپنی نیازی اور اپنے رسول کی بے پروائی کو ان لفظوں سے بیان کیا الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ لوگ پیغمبر کی مدد نہ کرو گے تو اس کو تمہاری مدد کی حاجت نہیں ہے اس لئے کہ خدا اس کا کار ہے اور اپنی مدد گاری کو اللہ جل شانہ اس طرح سے ثابت کرتا ہے کہ اذا خرجنا الذین کفروا منین اذہم انی الغار کہ جب کفار نے پیغمبر کو مکے سے نکالا اس وقت کس نے اسکی مدد کی اور اس وقت کونسا لشکر اور گروہ اسکا مددگار ہوا اور سوائے ایک یار کے دوسرا کون اس کے ساتھ غار میں گیا اور جب کفار در غار پر آپہنچے اور درمیان پیغمبر کے اور ان کے کچھ فاصلہ نہ رہا اور اس کا یار غار بھی گھبرا گیا اور بیخیال کر کے کہ ایسا نہ ہو کہ کفار غار میں چھپے ہونے سے آگاہ جابئیں اور مبادا پیغمبر پر کچھ صدمہ پہنچاویں وہ علم کرنے لگا اس اضطراب اضطراب کے لئے یہ خطاب انہیں بعض سے ہے جو کہ جہاد پر جانے سے تامل کرتے تھے بلکہ مہاجرین اور انصار سے اور خطاب کل اور بعض مراد ہونا کلام عرب میں جاری ہے اور یہ حضرت علی اور بنی ہاشم بھی ۱۰ خطاب میں شامل ہو جائیں گے

میں بھی کہ بڑے بڑے شجاع اور جوانمرد گھبرا جاتے ہیں میرے پیغمبر کو کچھ اندھا! رب نہ ہوا اور اپنے
 کو لا تمخزن ان اللہ معا کہہ کر مطمئن کیا اور میں نے اپنے پیغمبر کے کہنے سے اس یار پر تسلی نازل
 کیا سکا خوف اور اضطراب جو پیغمبر پر صدمہ پہنچنے کے خیال سے تھا جاتا رہا فانزل اللہ المسکینۃ
 اور بعد گزر جانے اس مصیبت کے وقت کے جب یدر کی لڑائی ہوئی تب میں نے ایسے
 سے مدد کی کہ جس کو تم دیکھ نہیں سکتے تھے وائیدہ بجنود لم تروہا آخر کار کفار کی بات کو پست
 کے اپنی بات کو بلند کیا وجعل کلمہ الذین کفروا السفلی وکلمۃ اللہ ہی العلیا تمام مفسرین کیا شیعو
 یاسی اس پر متفق ہیں کہ اذا خرجہ الذین کفروا میں جس زمانے کا ذکر ہے اس سے ہجرت کا
 مراد ہے اور اذ بقول لصاحبہ میں جو لفظ صاحب کا مذکور ہے اس سے حضرت ابو بکر صدیق
 کی اور اس کے بھی سب قائل ہیں کہ ہجرت کا وقت بڑا نازک اور نہایت مصیبت نواز تھا
 کج کا تھا جو اس وقت صدق دل سے شریک ہو اس کا رتبہ بھی سب سے بڑا ہے اور اس
 کی کسی کو انکار نہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق اس وقت سے کہ جب سے پیغمبر صاحب اپنے
 سے برآمد ہوئے اور جب تک غار میں رہے اور جب تک مدینے میں پہنچے برابر ہمراہ رہے
 باہم ہمارے اور شیعوں کے یہ اختلاف ہے کہ ہم حضرت ابو بکر کی رفاقت کو ان کے
 اور نیک نیتی پر محمول کر کے ان کو افضل مہاجرین جانتے ہیں اور حضرات شیعیان کی
 کو بد نیتی پر دعوؤ باللہ من ذلک، محمول کر کے ان کو منافقین میں سے سمجھتے ہیں اس لئے
 آیت سے حضرت صدیق اکبر کے فضائل ثابت کرتے ہیں اور حضرات شیعوں کے شبہات
 کے ان کو رد کرتے ہیں۔

حضرت صدیق اکبر کے فضائل کا جو اس آیت سے ثابت ہوا ہے

اس آیت سے بہت سی فضیلتیں حضرت ابو بکر صدیق کی ثابت ہوتی ہیں (اول) یہ کہ
 نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل پر کفار مکہ نے اتفاق کیا اور اللہ جل شانہ نے انکے
 سے آگاہ فرمایا اور اجازت ہجرت کی دی تب پیغمبر خدا نے بحکم الہی حضرت ابو بکر صدیق
 کو لیا پس اگر خدائے جل شانہ کے نزدیک ابو بکر صدیق ایمان میں سچے اور اسلام میں
 تھے تو سگتو وہ ایسے وقت میں ان کو ساتھ لینے کی اجازت نہ دیتا اور خود پیغمبر صاحب
 کی محبت اور عشق پر یقین کامل نہ ہوتا تو کبھی ابو بکر صدیق کو اس سفر میں اپنے ہمراہ

یہ (دوسرے) اگر ابو بکر صدیقؓ اپنی جان و مال کو حضرت پریشاں کرنے سے راضی نہ ہوتے تو وہ ایسی مصیبت کے وقت میں خود شریک نہ ہوتے اور اپنے آپ کو معرض ہلاکت میں نہ ڈالتے بلکہ حیلہ حوالہ کر کے اپنے آپ کو ایسی مصیبت کے وقت میں شریک ہونے سے بچا لیتے تیسرے گھر میں سے نکلنے کے وقت سے مدینے منورہ میں پہنچے تک جو باتیں صدیق اکبر نے کہیں اور جس طرح پر پیغمبر خدا کی حفاظت کی اور جس طور پر حق رفاقت کا ادا کیا ان سب باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابو بکر صدیقؓ کو پیغمبر خدا کے ساتھ عشق کا مرتبہ تھا اور پیغمبر صاحب کے بچانے کیلئے اپنا جان اور تار و پاؤں کا کچھ خیال نہ تھا چوتھے جتنے اصحاب پیغمبر خدا کے تھے انہیں سے کوئی اس مرتبہ کا نہ تھا کہ جسکو پیغمبر خدا اپنے جہاد لیتے اور جسکو اپنا یا نہ رہنا تے سوائے ابو بکر صدیق کے کہ انہیں کو ایسے وقت میں اپنا فریق بنایا اس سے ابو بکر صدیق کی افضلیت اور اصحابوں پر ثابت ہوتی ہے (پانچویں) اللہ جل شانہ کو یہ خدمت صدیق اکبر کی ایسی پسند آئی کہ ان کی صدیقیت اور رفاقت کو اور لوگوں کی تمحیر میں اور ترغیب کے واسطے اس آیت میں بیان کیا تاکہ اس کو سن کر لوگوں کو خیرت آئے اور پیغمبر صاحب کی رفاقت پر مستعد ہو جاویں پس اگر ابو بکر صدیقؓ کی صدیقیت خدا کے نزدیک مقبول نہ ہوتی اور انکی خدمت اور رفاقت اعلیٰ درجے کی نہ ہوتی تو ان کی مثال کیوں دیجاتی اور انکی یاری اور مدد گاری اوروں کے دل بڑبانے کے لئے کس لئے بیان کی جاتی (چھٹے) اللہ جل شانہ نے ثانی انہیں کا لفظ فرما کر ظاہر کیا کہ بعد پیغمبر خدا کے دوسرے شخص اس لئے مناسب دینی کے واسطے ابو بکرؓ ہے۔ (ساتویں) اللہ جل شانہ نے صاحبہ کا لفظ ابو بکر صدیق کی نسبت فرما کر ان کی صحابیت کو ثابت کیا کہ یہ رتبہ کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوا اس لئے ابو بکر صدیق کی صحابیت کا انکار درحقیقت نص قرآنی کا انکار ہے (آٹھویں) اس آیت میں الفاظ لا تحزن ان اللہ غنا سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق کو تسلی دی اور خدا کی حفاظت اور نصرت میں ان کو اپنا ساتھی فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جس طرح پر حافظ اور ناصر اپنے پیغمبر کا تھا اسی طرح پر اپنے پیغمبر یا غار کا حامی اور مددگار تھا اور جب کہ اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ ان اللہ مع الذین القوا الذین ہم یحزنون کہ خدا انہیں لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو مستحق اور نیک ہوتے ہیں (نویں) اللہ جل شانہ نے اپنی تسلی ابو بکر صدیق پر نازل نہیں کرتا مگر انہیں لوگوں پر جو کہ ایمان میں پکے اور اسلام میں مضبوط ہوتے ہیں اور جن پر خدا اپنا فضل کرتا ہے اور تسلی نازل کرنے کا

ثبوت نازل السکینۃ علیہ سے ہوتا ہے لہذا سویں ان آیتوں پر غور کرنے سے بڑی فضیلت صدیق اکبر کی ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ یہ آیتیں صرف واسطے ترغیب و تہدید ان لوگوں کے نازل ہوئی ہیں جو کہ جہاد پر جانے سے سستی کرتے تھے اور ان کیتوں میں خدا نے ان سستی کرنے والوں کو سمجھایا اور ڈرایا اور اپنی بے نیازی کو ظاہر کیا چنانچہ اول دنیا کی حقارت کرنے کے انکو سمجھایا پھر انکو عذاب نازل کرنے سے اور انکے بدلے دوسری قوم کو پیدا کرنے سے ڈرایا آخر کار اپنی بے نیازی اور اپنے رسول کی بے پرداہی کو بیان فرمایا اور پھر اس بے نیازی اور بے پرداہی کے بیان میں صدیق اکبر کی تمثیل دی اور انکی رفاقت اور محبت کا تذکرہ کیا پس اسی سے ابوبکر صدیق کی صدیقیت اور ان کی صاحبیت کے مرتبہ کو قیاس کرنا چاہئے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے نزدیک انکی نصرت و یاری کی کیسی کچھ وقعت تھی کہ منجملہ اور امور ترغیب و تہدید کے ان کی نصرت اور رفاقت کو بھی بیان کیا عرض کہ فضائل ابوبکر صدیق کے جو ان آیتوں سے ثابت ہوتے ہیں اور چونکہ شبہات ان کے ایسے پوچ اور لیک ہیں کہ ان کی تردید کرنا ایسا ہے جیسا کہ روز روشن میں آفتاب کے طلوع سے انکار کرنے والے کے مقابلے میں دلائل اور براہین بیان کرنا لیکن مجبوری موافق قول خاتم المحدثین کے (چون بناء کلام بر اصول گردہی نہادہ است ناچار زمام اختیار بدست آہادہ ہر جا کہ کشیدہ بر زندی رود و بہر رنگ کہ رنگن گفتندی شود) مگر منصف مزاجوں سے امید ہے کہ ان اعتراضوں کو ذرا انصاف سے دیکھیں اور علما و مجتہدین امامیہ کے تعصب اور بنا پر خیال کریں کہ عداوت نے ان کے دلوں پر کیسا پردہ اور دشمنی نے ان کی عقلوں پر کیسا حجاب ڈال دیا ہے کہ ایسی نص صریح سے انکار کرتے ہیں اور افضل الصحابہ کی فضیلت کے انکار کے لئے کیسی پوچ تاویل میں بیان کرتے ہیں (دوہانا اثری فی بیان ہفوا انہم)

بیان شیعہ بیان عبد اللہ بن سبہ کے اعتراض کا اس آیت پر

ہم اعتراضوں کو اسی ترتیب سے بیان کرتے ہیں جس ترتیب سے ہم نے فضیلتیں بیان کی ہیں تاکہ دیکھنے والوں کو ہر فضیلت کے مقابلے میں اعتراضات اور شبہات شیعہوں کے معلوم ہو جائیں۔

لے چونکہ کلام کی بنیاد ایک کردہ کے اصول پر رکھی گئی ہے۔ اسی لئے خام اختیارات کے ہاتھ ہے کہ بدھ صراحت میں لکھیں اور جس رنگ میں چاہیں رنگ دیں۔

پہلا اعتراض پہلی فضیلت پر

جو کہ ہم نے پہلی فضیلت میں بیان کیا ہے کہ اللہ جل شانہ کے حکم سے پیغمبر خدا نے صدیق اکبرؐ کو اپنے ہمراہ لیا اسکو امامیہ اس طرح پر رد کرتے ہیں کہ خدا نے پیغمبر خدا کو ابوبکر کے ہمراہ اپنے کی اجازت دی نہ پیغمبر صاحب نے اپنی خوشی سے انکو اپنے ساتھ لیا بلکہ بلا مرضی اور بغیر اجازت حضرت کے ابوبکرؓ ہمراہ ہو گئے چنانچہ اس باب میں جو کچھ شیعہ علمائے لکھا ہے اس کو ہم بیان کرتے ہیں بڑے مجتہد صاحب یعنی شیعوں کے قبلہ و کعبہ ذوالفقار میں لکھتے ہیں کہ (احتجاج باین آیت موقوف است کہ بہ ثبوت رسید کہ ہجرت ابوبکر باجارت حضرت نبوی واقع شدہ و شیعہ این را قبول ندارند) اور قاضی نور اللہ شوسترسی نے مجالس المؤمنین میں اور اپنے اور رسالوں میں بھی یہی لکھا ہے کہ مذکورہ فی منہی فی الکلام کہ قاضی نور اللہ شوسترسی در مجالس المؤمنین و بعضے از رسائل دیگر ذکر می کنند کہ ابوبکر از منافقین بود و برخلاف امر اقدس نبوی در اشارہ ایستاد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد از ہجرت دیدار ہمراہ گرفت تا کفار را دلالت نہ کند) اور ایک رسالے میں جو منسوب بہ حسینہ ہے ایک بڑے میر صاحب اس طرح پر لکھتے ہیں (کہ چون پارہ را برفت دید کہ شخصے در برابر آنحضرت می آید حضرت توقف نموده چوں نزدیک رسید بشناخت کہ ابوبکر است فرمود کہ اے ابوبکر نہ من امر خدا بشار رساندم گفتم کہ از خانہ خود با بروں میائید تو چرا مخالفت امر الہی کردی گفت یا رسول اللہ دل از بہر تو خائف بود و ہر سال بودم نحو اتم کہ در خانہ مقرر گیرم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متحیر ماند بواسطہ آنکہ حکم الہی نہ بود کہ کسی در ہمراہی خود برد و ساعت حضرت جبرئیل باز رسید و گفت یا رسول اللہ بخدا سوگند کہ اگر میں نامی گزار می و ہمراہ نہ گیر کفار را گرفت از عقب تو بیاید و تیرا بقتل رساند پیغمبر صلی اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ثبوت ہے کہ رسول اللہ کی اجازت سے ابوبکر نے ہجرت کی لیکن شیعہ اسے قبول نہیں کرتے نور اللہ شوسترسی نے مجالس المؤمنین اور دیگر رسائل میں لکھا ہے کہ ابوبکر منافقین میں سے تھے۔ رسول اللہ کے احکام کے خلاف راستہ میں کھڑے ہو گئے رسول اللہ نے سخت تہدید کے بعد ان کو اپنے ساتھ لیا تاکہ معاملہ خلد پرش نہ ہو۔ جب حضورؐ اس راستے پر گیا تو رسول اللہ نے محسوس کیا کہ کوئی آگے برابر آ رہا ہے رسول اللہ نے فرمایا کہ جب آئے مال قریب آیا تو آپ نے شناخت فرمایا کہ وہ ابوبکر ہیں جن سے آپ نے فرمایا۔ اے ابوبکر میں نے حکم خدا تم کو نہیں پہنچا دیا تھا اور یہ نہیں کہا تھا کہ تم اپنے گھر سے اہر نہ آنا تاؤ تم نے احکام الہی کی مخالفت کیوں کی ابوبکر نے جواباً کہا اے رسول اللہ میں آپ کیسے منکر اور پریشان تھا میں نے گھر میں ٹھہرنا مناسب سمجھا یہ سنکر رسول اللہ متحیر و ششہ ہوئے اسلئے کہ یہ حکم الہی نہ تھا کہ وہ اپنے ساتھ کسی کو لے جائیں اسوقت جبرئیلؑ نکلا کہ کہا اے رسول اللہ قسم بخدا اگر اب چھوڑ دین اور ساتھ نہ لے جائیں تو یہ عقب سے کھانڈ کے ساتھ آگیا آپ کو قتل کر دیں گے اس لیے رسول اللہ جنورت انکو اپنے ساتھ لے کر فارغ میں چلے گئے۔

علیہ وسلم آن وقت بالفرض ورت اور با خود برد و در غار داخل شد (غرض کہ اس اعتراض سے ثابت ہوا کہ ابوبکر صدیق بہ قصد گرفتار کرانے پیغمبر صاحب کے گھر سے نکلے اور راہ روک کر کھڑے ہو گئے اور باوجودیکہ حضرت نے گھر میں سے نکلنے کو منع کر دیا تھا وہ عدول حکمی کر کے بہ ارادہ ایذا رسانی پیغمبر صاحب کے بند راہ ہوئے آخر کار پیغمبر صاحب مجبور ہوئے اور بصلوات جبرائیل علیہ السلام کے انگو اپنے ساتھ لے لیا اگر ہمراہ نہ لیتے تو ضرور ابوبکر گرفتار کو لے آتے اور پیغمبر کو گرفتار کر دیتے مگر چہ اہل انصاف غور کر سکتے ہیں تو بہ تو بایسے بدیہی امر میں غور کی کیا حاجت ہے ویسے ہی سمجھ سکتے ہیں کہ یہ اعتراض بالکل پوچھ اور جا ہی ہے اور اس کی رکاکت اسکے الفاظ و معنی سے ظاہر ہے لیکن ہم چند باتیں اس اعتراض کے بطلان پر لکھتے ہیں اور سناہت اس دعوے کی ابوبکر صدیق بقصد گرفتاری و ایذا پیغمبر صاحب کے نکلے تمھے ثابت کرتے ہیں۔ راول سوچنا ہے کہ ابوبکر صدیق اس وقت پیغمبر صاحب کے دوست تھے یا دشمن اگر دوست تھے قصد گرفتاری اور نیت ایذا دہی کے کیا معنی اگر دشمن تھے تو جس طرح پر ابوجہل وغیرہ اور دشمن حضرات کے حضرت کے قتل کی نیت سے آپ کے گھر پر گئے تھے اسی طرح پر ابوبکر ان کے ساتھ کیوں نہ گئے ان سے علیحدہ کیوں ہوئے (دوسرے) ابوبکر کو حال ہجرت کا اور وقت دولت سرا سے برآمد ہونیکا اور غار میں تشریف لے جانیکا پیغمبر صاحب نے بتلایا تھا تو حضرت کو ابوبکر کا ہمراہ لے جانا منظور تھا یا نہیں اگر منظور نہ تھا تو راز فاش کرنے سے کیا حاصل تھا اور ایسی پوشیدہ بات کو دشمن پر ظاہر کرنے سے سوائے اندیشہ ضرر کے کیا فائدہ تھا اور اگر ساتھ لے جانا منظور تھا تو پھر اعتراض بھی باطل ہوا۔ (تیسرے) اگر فرض بھی کیا جائے کہ ابوبکر صدیق بہ نیت قتل پیغمبر خدا کے راہ روک کر کھڑے ہو گئے اور اپنی بدعتی میں ایسے مضبوط تھے کہ حضرت جبرائیل ان کی نیت سے خوف کر کے فوراً ہی سدرہ سے اترے اور پیغمبر صاحب سے کہنے لگے کہ اگر اس راہی گزارا ہی و ہمراہ نگیری گرفتار از عقب تو گرفتہ بیا بدو کر القتل رساند) لیکن یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ اس وقت ابوبکر تنہا تھے یا اور کوئی کافر بھی ان کے ساتھ تھا اور ہتھیار بند تھے یا خالی ہاتھ اگر یہ کہا جاوے کہ اور کافر بھی موجود تھے تو کوئی شیعہ بھی اس کا قائل نہیں اور اگر کوئی اور کافر ہمراہ ابوبکر کے نہ تھا تو تعجب آتا ہے کہ ابوبکر باوجود جاننے شجاعت اور قوت پیغمبر صاحب کے تنہا حضرت کی گرفتاری اور قتل کو بغیر ہتھیار کے چل دیئے اور دو چار رفیقوں کو بھی اپنے ہمراہ دلیا اور اگر یہ کہا جاوے کہ وہ فقط خبر لینے کے لئے کھڑے ہو گئے تھے چنانچہ جبرائیل علیہ السلام

کے اس ارشاد سے کہ کفار را عقب تو گرفت بیاید ثابت ہوتا ہے تو یہ امر معلوم نہیں ہوتا کہ کفار اس جگہ سے جہاں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو بکر کو لے ایسے نزدیک تھے کہ آواز پہنچ سکتی تھی یا اتنے دور تھے کہ ان کے بلانے کیلئے جانا پڑتا مگر نزدیک تھے تو تعجب ہے کہ ابو بکر نے ان کو آواز دے کر کیوں نہ بلا لیا اور چپ چاپ کیوں کھڑے رہے اور اگر دور تھے تو معلوم نہیں کہ کیوں پیغمبر خدا کو دیکھتے ہی ابو جہل وغیرہ سے خبر کرنے کو نہ دوڑے کس امر کے انتظار میں کھڑے رہے اور تعجب تو اس امر پر ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے یہ صلاح تو پیغمبر صاحب کو دی کہ اس دشمن کو اپنے ساتھ لے لو اور یہ مشورہ نہ دیا کہ ذرا تمہارے دشمن کو خیر کرنے اور بلانے کو مجاہدے تب چل دینا اور جب تک وہ لوٹے تب تک جائے مقصود پر پہنچ جانا خدا جانے جبرئیل کو معاذ اللہ کیا ہو گیا تھا کہ ایسے اضطرار کے وقت میں پیغمبر صاحب کو ایسے دشمن کے ہمراہ لینے کی صلاح تو دی اور جو حکمت اس سے بچنے کی تھی وہ نہ بتلائی (چوتھے) تعجب ہے کہ ابو بکر کو پیغمبر صاحب کا گرفتار کرانا ہی منظور تھا تو وہ پیغمبر صاحب کے ساتھ کیوں چل دیئے اور کیوں غار میں جا کر حضرت کے ساتھ چپ چاپ بیٹھ رہے اور کس لئے کوئی تدبیر گرفتار کرنے کی نہ کی اہل انصاف غور کریں کہ جس طرح پر ابو جہل یا اور کوئی کافر قریشی حضرت کو دیکھ لیتا تو وہ کیا کرتا اور حضرت اس سے کیا کرتے اگر کسی کے ذہن میں یہ بات آوے کہ وہ حضرت کو چھوڑ دیتا یا حضرت اس کو اپنے ہمراہ لیتے تو ہم ابو بکر کی نسبت بھی شیعوں کے خیال کو درست کر سکتے ہیں ہم نہایت تعجب کرتے ہیں کہ شیعوں کی عقل پر کیسا پردہ پڑ گیا ہے کہ اتنا نہیں سمجھتے کہ ہجرت کا وقت وہ تھا کہ تمام کفار مکے کے پیغمبر صاحب کے قتل کے درپے تھے اور در دولت پر مجمع کر کے اپنے ارادے کے پورا ہونے کے لئے پہنچ گئے تھے اور کسی کو خبر تک نہ تھی کہ پیغمبر صاحب اس گھر سے نکل گئے ہیں بلکہ سب جانتے تھے کہ اپنی جگہ پر آرام کر رہے ہیں اس وقت میں جو رفیق حضرت کا ہوا اس کی نسبت دشمنی کا گمان کرتے ہیں اگر وہ رفیق بحکم اور بہ رضی پیغمبر کی رفاقت کیلئے آمادہ نہ ہوتا تو وہ اس گروہ میں شامل ہوتا جو در دولت پر واسطے قتل کے گیا تھا یا بلا اطلاع بلا خبر راہ روک کر کھڑا ہو جاتا جو کچھ اب تک ہم نے لکھا یہ بہ تسلیم روایات شیعہ کے لکھا اور اس سے بھی صدیقی اکبر کی صدیقیت کو ثابت کیا لیکن اب ہم اپنے دعوے کو عقلی دلائل سے قطع نظر کر کے نقلی دلائل سے ثابت کرتے ہیں اور خود حضرات امامیہ کی معتبر کتابوں سے ان کے اعتراض کو رد کرتے ہیں اور یہی

آپ ہی اور بھرنی رسالت پناہی ابو بکر صدیقؓ کا ساتھ ہونا ثابت کرتے ہیں مفسر کاشانی جو علمائے
اعلام شیعہ سے ہیں تفسیر خلاصۃ المنہج میں تحریر فرماتے ہیں کہ (امیر المؤمنین را بر جاتی خود
نویابند خود از خانہ ابو بکر بر فاقت اور در ہمان شب بیرون آمدہ بایں غار متوجہ شد، جس حضرت
امامیہ اس مفسر کی تفسیر کے لفظوں کو کہ (خود از خانہ ابو بکر بر فاقت اور در ہماں شب بیرون
آمدہ) ملا نور اللہ شوستری کے اس مضمون سے کہ (ابو بکر از منافقین بود و بر خلاف امر مقدس
نبوی در اثنائے راہ ایستاد و حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد از ہر شہید اور ہمراہ گرفتہ
ملا دیں اور خود ہی تفسیر کریں کہ ان میں کون سچا ہے اگر ایک روایت پر حضرت امامیہ کی خاطر
جمع نہ ہو اور اس کو قبول نہ کریں تو دوسری روایت سنیں اور کسی عالم اور مجتہد کی بھی نہ سنیں
بلکہ خاص امام کی وہ ہذہ تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں سورہ بقرہ میں لکھا ہے کہ جبریل
علیہ السلام نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا کہ اللہ جل شانہ آپ کو سلام کہتا ہے اور یہ
فرماتا ہے کہ قریش خصوصاً ابو جہل نے آپ کے قتل کی تدبیر مصمم کی ہے اس لئے آپ کو
چاہئے کہ علی کو اپنی جگہ پر چھوڑیے کہ وہ مثل اسماعیل کے جانشین کرے گا اور ابو بکر کو اپنا رفیق
کیئے کہ اگر وہ موافقت کرے اور اپنے عہد پر قائم رہے تو جنت میں بلکہ اعلیٰ علیین میں آپ
علیر المؤمنین کو اپنے بستر پر لائے اور ابو بکر کے ہمراہ اسی شب غار کی جانب روانہ ہوئے۔ سنہ ترجمہ۔ خود اپنے گھر سے
نکل کے ابو بکر کے ساتھ اسی شب روانہ ہوئے۔ سنہ ابو بکر منفق تھے جو رسول اللہ کے حکم کے خلاف دوران سفر میں کھڑے
ہو گئے اور رسول اللہ نے سخت تہدید کے بعد ان کو ہرا لیا۔ سنہ اگر ہر ماصل عبارت اس تفسیر کی نہ لکھیں تو کہیں کسی کو یقین
نہ ہو رہے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی تفسیر میں جو موافق روایات شیعہ کے ہے ایسی روایت لکھی ہوگی اس لئے مجتہد اس
کی عبارت کو منتهی الکلام سے نقل کرتے ہیں ان اللہ تعالیٰ اوحی الیہ یا محمد ان العلی الاعلیٰ یقرء علیک السلام یقول
لک علیا جہل واللاہ من قرخیر قد دہر و علیک تنکا۔ الی ان قال و امرک ان تستعبد بالکفران لک و ساعدک و وزیرک
و ثبت علی تعادک و تعاندک کان فی البیت من رفقائک و فی طرفائک من رفقائک الی ان قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
الی بکر انیت ان کون معی یا بکر یتطلب کما یتطلب و تعریف بانک انت الذی تملی علی ما دعوہ فتعلم علی نوازع العذاب قال
ابو بکر یا رسول اللہ ما انا و عشت عمر الدنیا او عذب جمیعاً ان عذاب لائز علی موت مریح و لا نرجح و کان زکک جک الی ان
انتم فیما وانا ما لک لجمیع مما لک لک کما فی فی الخک و ہل انا و مالی و ولدی ان الذکر فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا جرم
فما طمع اللہ علی قلبک و در جہد ما فیہ موافق لاجرے علی لک جک منی بمنزلہ الشیع و البصر و المراس من الجور و بمنزلہ الروح
من الہدای کطی اللہ ہونہ کذک و علی فوق ذک لرباۃ لفاۃ و شرف عصالیا اکبر ان من ما ہذا اللہ ثم لم نیکش و لم
نیرید ان یسکس من لہ ان اللہ ان تقبیل و ہو معنی الرقیق الی اللہ - ۱۲

کار فریق ہو گا تب پیغمبر خدا نے حضرت علی سے یہ سوال کیا حضرت علی اپنے مارے جا۔ نہ بہ راضی ہوئے بعد حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو بکر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے ابو بکر تو راضی ہے کہ اس سفر میں میرے ہمراہ ہو اور کفار قریش جس طرح پر مجھے قتل کے لئے تلاش کریں اسی طرح تیرے قتل کے لئے درپے ہوں اور یہ بھی مشہور ہووے کہ تو نے مجھے اس کام پر آمادہ کیا اور میری رفاقت کے سبب سے تجھ پر طرح طرح کے عذاب پہنچیں ابو بکر نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں تو وہ شخص ہوں کہ اگر تیری محبت میں سخت ترین بلاؤں میں گرفتار ہوں اور قیامت تک ان میں پڑا رہوں تو بھی میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ تجھ کو چھوڑ کر دنیا کی سلطنت قبول کروں میری جان میل مال میرے اہل و عیال لڑکے با لے سب آپ پر قربان ہیں آپ کو چھوڑ کر کہاں رہوں گا۔

کف پاہر زینے کر سد تو نازنین را بلب خیال بوم ہمہ عمر آن زمین را
 یہ سن کر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تیری زبان موافق تیرے دل کے ہے تو بالیقین خدا نے تعالیٰ تجھ کو بمنزلہ میرے سمع و بصر کے کرے گا اور تجھ کو میرے ساتھ وہ نسبت ہوگی جو کہ سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہے۔ الخ اس روایت کو دیکھ کر ہم نہیں جانتے کہ پھر کوئی شیعہ کی زبان سے یہ بات نکلے گی کہ بلا اجازت پیغمبر خدا کے ابو بکر صدیق تراہ روک کر کھڑے ہو گئے تھے اس لئے کہ خود امام حسن عسکری علیہ السلام تصدیق کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے بحکم وحی الہی ابو بکر کو اپنے ساتھ لیا تھا اور جو کچھ ابو بکر نے پیغمبر خدا سے کہا اور جو کچھ حضرت نے ان کی نسبت فرمایا اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو بکر صدیق پیغمبر خدا کو بھی ان پر کیسی شفقت تھی کہ ان کو اپنی سمع و بصر اور جان اور دل سے تشبیہ دیتے تھے جانتا چاہیے کہ اس حدیث کو جب تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام سے نکال کر مولوی حیدر علی صاحب نے جواب میں سبحان علی خاں کے لکھا تھا تو خاں صاحب کے ہوش و حواس جانتے رہے اور مضطر ہو گئے اور حقیقت میں ہوش و حواس جانیکا مقام تھا اس لئے کہ جب امام کے قول سے حضرت ابو بکر صدیق کا ابو وحی الہی حضرت کے سامنے ہجرت کرنا اور پیغمبر خدا کا ابو بکر صدیق کو سمع و بصر سے تشبیہ دینا ثابت ہوا تو پھر لطلان عقائد امامیہ میں کون سا شبہہ باقی رہا اور منشی سبحان علی خاں صاحب نے اس روایت کو دیکھ کر جو خط مولوی نور الدین صاحب شہید ثالث کے نور العین کے نام لکھا ہے اور رسالۃ المکاتبت نے روایت الثعالیبی والغرابیب مطبوعہ

۱۲۶۸ ہجری کے صفر ۱۸۹-۹ میں بلاغظہ نقل ہے قابل ملاحظہ کے ہے ہم بھی شایفین کے دیکھنے کے لئے اس عبارت کو بلاغظہ نقل کرنے میں (دو ہونڈہ) لکن اشکال ہمیں ناست کہ ناصب احادیث طریقہ امامیہ را التفاظ کردہ بالفعل پنج جزو بلفظ از کتاب ابراہم بصارت العین باچہ نام دارد فرستاد و ولان حدیثے مبسوط از تفسیر منسوب بہ حضرت امام عسکری علیہ السلام بقصہ ہجرت در مدح ابوبکر نقل کردہ پس اگر تالیفش و تالیف بندہ بدست کسی از متذہبین ہند ہی غیر اسلام افتد یا مسترد و واسفاه یعنی معاذ اللہ بتعارض و تفاقاً کند بر عالم جلالت قدرہ زمان ظہور صاحب الامروالزمان زودیرساند تا این اختلاف از میان بر خیزد و عرضکنہ عنشی صاحب ہزارہ نا حستراہ اور فادیلہ مچادیں اور ہر چند امام صاحب الامر کے ظہور کی دعا کریں مگر امام حسن عسکری علیہ السلام کی تکذیب نہیں کر سکتے اور جو فضائل ابوبکر صدیق کے امام کے قول سے ثابت ہوئے اس کو باطل نہیں کر سکتے۔ اسے بجا شیوہ ذرا سوچو کہ جب امام صاحب یہ فرمادیں کہ بوجہی آہی ابوبکر کو بغیر خدا نے اپنے ہمراہ لیا اور پھر ملا نور اللہ شوستری وغیرہ معاندین یہ کہیں کہ ابوبکر بڑا راہ روک کر کھڑے ہو گئے تو اب ہم امام کے قول کی تصدیق کریں یا ملا نور اللہ شوستری کی بات سنیں حقیقت تو یہ ہے کہ ملا نور اللہ شوستری نے ظاہر میں تو دعویٰ محبت ائمہ کا کیا لیکن باطن میں ان کو سمجھوٹا بنایا اور تشیع کے پردے میں ایمان اور اسلام کو داغ لگایا۔ شعر

دامن نشان گزشتہ دارا بہانہ سخت
خاکم بیاد او صبارا بہانہ سخت

اس تفسیر کی روایت سے بھی اگر سیری نہ ہو دے اور فارسی اردو پڑھنے والے کو اس تفسیر کا ملنا دشوار ہو تو ایسی کتاب کی روایت سنیں جو ہر جگہ مل سکتی ہے اور جس کا مؤلف غالی شیعی مشہور ہے جیسا کہ وہ دیکھ کر ذرا غیرت پکڑیں اور تعجب کریں کہ سفیر کے غاریاد کی صدیقیت باوجود ایسے تعصب و عناد کے انہیں کے مجتہدین و علما کے اقرار سے ثابت ہوتی ہے اور ان کے بغض کی بیماری کی دوا انہیں کے نسخوں سے نکل آتی ہے اس پر بھی اگر دوا نہ کریں اور ہلاک ہونا چاہیں تو اختیار ہے اب اس روایت کو سننا چاہیے جو جملہ حیدریہ میں مذکور ہے۔

لہ مگر مشکل یہ ہے کہ ناصبوں نے طریقہ امامیہ کی احادیث بغیر آگاہی اشیا کر ان میں سے پانچ جزو کی ایک کتاب مذکورہ ابراہم بصارت العین مرتب کر کے ہمیں روانہ کی ہے جنہیں مبسوط احادیث میں جو حضرت امام حسن عسکری سے منسوب کی ہیں کہ انہیں ہجرت ابوبکر کی تعریف ہے اگر انکی یا بندگی کوئی کتاب کہیں غیر مسلم کے ہاتھ بڑبڑائے تو حجت دافوس ہے یعنی احکام باہم متعارض ہو کر ناقطہ ہر بائیں گے اللہ تعالیٰ امام ظاہر کو جلد ہو دیا کرے تاکہ یہ باہمی اختلاف رفع ہو جائے ۱۲

نظم

چنین گفت راوی کہ سالار دین
 ز نزدیک آن قوم پر مکر رفت
 پے ہجرت اونیز آمادہ بود!
 نبوا بردر خانہ اش چوں رسید
 چو بو بکر دان حال آگاہ شد
 گرفتن پس راہ میثرب پہ پیش
 بسہ پنجہ ازل راہ رفتن گرفت
 جو رفتند چندی ز دامن دشت
 ابو بکر انگ بدوشش گرفت
 کہ در کس چنان قوت آید پدید
 بر رفتند چندی ز دامن دشت
 بچستند جا یکہ باشد پناہ
 پدیدند غار و ران تیرہ شب
 گرفتند در حوت آن غار جاے
 بہر جا کہ سوراخ یا رخسہ دید
 بد نیکیوز تا شد تمام آن قبا
 بران رخسہ گویند آن یار غار
 نیامد جز او این شگرف از کسی
 بغار اندون در شب تیرہ قام
 دران تیرہ شب یک بیک چوں شمر
 نیامد چنین کاری از غیر او
 درآمد رسول خدا ہم بغار

چو سالم بحفظ جہاں آفرین
 بسوی سرای ابو بکر رفت
 کہ سابق رسولش خبر دادہ بود
 بگوشش ندای سفر در کشید
 ز خانہ برون رفت و سہرا شد
 نبی کند نعاہن از پائی خویش
 پے خود ز دشمن نہفتن گرفت
 قدم ننگ ساسی مجروح آشت
 دامن زین حدیث ست جاہ نگفت
 کہ بار نبوت تو آمد کشید
 چو گردید پیدا نشان سحر
 ز چشم کسان دور کیسوز راہ
 کہ خواندی یوب غار ثورث لقب
 دل پیش نہاد بو بار پائے
 قبار ابرید و آل را بچید
 یہی رخسہ نگرفتہ ماند از قضا
 کف پای خود را نمود استوار
 کہ دور از خرومی نماید بے
 چساں دید سورا خہارا تمام
 یہی کا مدافزون برو پانٹرو
 بد نیساں چو پرداخت از رفت لرد
 نشستند یکجا بہم ہر دو یار

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم خود حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تیرہ شب تک غار میں مقیم رہے۔

کے گھر گئے اور ان کو ہمراہ لیا اور جو کچھ ابو بکر صدیق نے خدشہ میں کہیں یعنی پیغمبر خدا کو دوش پر چڑھانا اور خار میں اڈل جانا اور اس کو صاف کرنا اور قبا کو چاک کر کے سوراخوں کو بند کرنا اور باقی ماندہ سوراخ کو اپنے کف پائے مسدود کرنا وہ عشق و محبت پر دلالت کرتی ہیں نہ کہ نفاق و عداوت پر اگر یہ خدشہ میں جو حضرت ابو بکر صدیق نے شب ہجرت میں کہیں نفاق کی نشانیاں ہیں تو معلوم نہیں کہ محبت اور عشق کی علامتیں کیا ہیں۔ یہ بات بھی لائق لکھنے کے ہے کہ جو بعض شیعوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ پیغمبر خدا نے سب صحابہ کو منع کیا تھا کہ اپنے گھروں سے نہ نکلنا اور ابو بکر نے خلاف حکم پیغمبر کے کیا وہ بالکل غلط ہے اس لئے کہ خود وہ صحابہ ان کے اقرار کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے سب اصحاب کو اول سے روانہ کر دیا تھا اور صرف دو شخصوں کو رکھ لیا تھا، یعنی حضرت علیؓ کو کہ ان کو اپنی جگہ پر سولایا اور ابو بکر صدیق کو کہ ان کو اپنے ساتھ لیا پس کونسا اصحاب میں سے باقی رہ گیا تھا جس کو پیغمبر خدا نے شب ہجرت میں باہر نکلنے سے منع کیا ہو اور جن کی نسبت یہ ارشاد کیا ہو دن من امر خدا بہ شمار سازندم کہ از خانہ خود باہر روں می آید تو چرا مخالفت امر الہی کردی، اور یہ امر کہ سب اصحاب پہلے سے ہجرت کر گئے تھے اور صرف حضرت علیؓ اور ابو بکر صدیق رہ گئے تھے باقرار مورخین شیعہ ثابت ہے چنانچہ حملہ حیدری میں لکھا ہے۔ نظم :-

حبیب خدا چوں بدید آں ستم ، چہیں داد فرمان ز لطف و کرم

کہ اصحاب ہجرت بہ پیش کفند نہاں یکیک از چشم اعدا روند

نہا دند یاراں بفرمان قدم ، بر عقند نہاں بد نہاں ہم

بذنیگونہ رفتند یاراں تمام ، علیؓ ماند بو بکر و خیر الامام

غرضیکہ کہ باقرار علمائے شیعہ ثابت ہوا کہ پیغمبر خدا نے باجارت اور بحکم آہی ابو بکر کو ہمراہ لیا اور ابو بکر نے حق رفاقت اچھی طرح پراد کیا۔

دوسرا اعتراض دوسری فضیلت پر

دوسری فضیلت میں ہم نے بیان کیا ہے کہ اگر ابو بکر صدیق پیغمبر خدا پر عاشق نہ ہوتے اور اپنی جان و مال کو حضرت پر نثار کرنے کو راضی نہ ہوتے تو ایسی مصیبت کے سفر میں کیسی

نیز یک نہ ہوتے اس پر علمائے شیعہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ابو بکر کی نیت ہجرت میں اچھی نہ تھی چنانچہ مجتہد صاحب ذوالفقار میں لکھتے ہیں کہ ہم چنانچہ بہ اتفاق فریقین شرط ترتیب ثواب ہجرت صحت نیت سنت الی قولہ پس ما ویکہ مارا علم بہ صحت نیت ابی بکر بہ ثبوت نرسہ و نول اور مدلول اس آیتہ مبتدئہ نمی شود و تا میقن نہ شود احتجاج باس آیتہ بر علوم نیت ادنی توام شد اور قاضی صاحب احتقاق الحق میں فرماتے ہیں (وقد ظہر من جزعہ و یکانہ ما یکون من مثلہ فساد الحال فی الاختفاء الی قولہ فافضلیتہ فی الغار یضطر بہا لابی بکر لولا الکابرة واللداد) یعنی ابو بکر صدیق کی جزع اور بکا سے ثابت ہوا کہ انکا حال اچھا نہ تھا اور نیت ان کی درست نہ تھی اس اعتراض کا جواب خود امام حسن عسکری علیہ السلام کی تفسیر سے اور پندرہ کور ہو چکا کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ (ارضیت ان تکون معی یا ابابکر تطلب کما اطلب الی قولہ قال ابو بکر یا رسول اللہ اما انالو عشت عمر الدنیا غدا بجمیعا اشد عذاب الخ) اے ابو بکر تو میرے ساتھ چلنے سے اس شرط پر راضی ہے کہ تولد عذاب اور تکلیف میں گرفتار ہووے تو انہوں نے یہی جواب دیا کہ آپ کی وفات میں اگر قیامت تک مجھے عذاب ہووے تو منظور ہے لیکن دامن چھوڑنا منظور نہیں ہے پس اس جواب سے کیا ثابت ہوتا ہے نیک نیت ہونا ابو بکر کا یا بد نیت ہونا اور چونکہ نیت کا حال افعال اور اعمال سے ظاہر ہوتا ہے اور محرکات جو ارجح سے دل کی کیفیت معلوم ہوتی ہے پس جو کام ابو بکر صدیق نے شب ہجرت کو کئے وہ انکی نیک نیتی پر شاہد ہیں یا ان کی بد نیتی پر۔

تیسرا اعتراض تیسری فضیلت پر

تیسری فضیلت میں ہم نے بیان کیا ہے کہ گھر سے نکلنے کے وقت سے مدینے میں پہنچنے تک جو باتیں صدیق اکبر نے کیں وہ ان کے عشق اور محبت پر ساتھ رسول خدا کے دلالت کرتی ہیں عزائم شیعہ اس سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابو بکر صدیق کی حرکتیں ان کی نفاق اور عداوت پر دلالت کرتی ہیں اس لئے ہم ان کی ان خدمتوں کو جو شب ہجرت میں انہوں نے کیں بیان کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جاوے کہ جو کام ابو بکر صدیق نے کئے وہ سوائے عاشق صادق کے

۱۔ ذوالفقار مطبوعہ لدھیانہ ۱۳۱۱ھ مجری صفحہ ۵۷۔ سطر ۳ منہ ۱۲۔ اس طرح فریقین کا اتفاق ہے کہ ترتیب ترتیب ثواب ہجرت کے لئے صحت نیت لازمی ہے و تا ختم کلام پس جب تک ابو بکر کی صحت نیت کا میں جلیں علم۔ ثواب نہ ہو جائے اس وقت تک وہ اس آیت کے تحت یقیناً نہیں آتے اور ان کی فضیلت کا یقین نہیں ہوتا۔

کسی دوسرے سے ہونے نہیں سکتے (اول) جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو بکر صدیق چلے نہ راہ میں ادھر ادھر نظر کرتے جاتے تھے حضرت نے پوچھا اے ابو بکر یہ کیا تیرا حال ہے تب ابو بکر صدیق نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میرا مطلب صرف آپ کی حفاظت ہے چنانچہ صاحب مشہی الکلام ریاض النہرۃ سے اس کا خلاصہ ان لفظوں سے لکھتے ہیں۔ کہ (چوں صدیق ہمراہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بارشاد شریف متوجہ غار شد گا ہی پیش میرفت و گا ہی در عقب و زمانے بجانب راست توجہ می کرد و ساعتی بطرف چپ قطع راہ می نمود حضرت پرسید گفت کہ اے ابو بکر گا ہی تیرا چہ ندیدہ بودم چہ افتاد کہ در رفتن راہ اختلاف می کنی عرض کرد کہ مقصود من نگاہ بانی حضرت از شد دشمنان است مبادا کہ ازیں جہات در رسد و حضرت را از راہ تا غار بردوش برد (دوسری) جب پیغمبر خدا کے پائے مبارک کے کسل پر ابو بکر صدیق کو اطلاع ہوئی تو بغیر اسکے کہ حضرت نے کچھ کہا ہو ابو بکر صدیق نے حضرت کو اپنے دوش پر چڑھایا اور غار تک پہنچایا پس زہے نصیب ابو بکر صدیق کے کہ جن کے دوش پر شاہ نبوت نے قدم رکھا چنانچہ اس امر کو ہم ادھر حمہ حیدری سے ثابت کر آئے ہیں (تیسری) جب غار کے کنارے پر پہنچے تب اول ابو بکر صدیق غار میں گئے اور اس کو ساف کیا اور سوراخوں کو بند کیا تب پیغمبر خدا کو بلایا اور اپنے زانوں پر سولایا اس کو بھی اوپر ثابت کر آئے ہیں اور قاضی نور اللہ شوشتری بھی ابو بکر صدیق کے اول غار میں جانے کو تصدیق کرتے ہیں (چوتھی) ابو بکر صدیق کے اس پانوں میں جو بند کرنے کے لئے سوراخ پر رکھنا تھا سانپ نے کاٹا اور حضرت نے ان کو تسلی دی۔

(پانچویں) جب تک غار میں رہے تب ابو بکر صدیق کے گھر سے ان کا لڑکا کھانا پہنچاتا رہا اور پیغمبر صاحب کو کھلاتا رہا۔ (چھٹی) دو اونٹنیاں پیغمبر خدا نے ابو بکر صدیق کے بیٹے سے منگوائیں اور اس نے حاضر کر دیں ایک پر آپ سوار ہوئے اور اپنے ساتھ ابو بکر کو سوار کیا اور دوسرے پر

۱۔ جب رسول کریم کے ارشاد کے موافق ابو بکر صدیق غار کی جانب متوجہ ہوئے تو کبھی آگے چلتے اور کبھی پیچھے تھوڑی دیر دائیں جانب چلتے اور پھر راستہ کاٹ کر بائیں ہو جاتے حضرت نے پوچھا اے ابو بکر میں نے تمہاری یہ حالت کبھی نہیں دیکھی تمہیں کیا ہو گیا ہے جو تفریق راہ چل رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا دشمنوں کے شر سے آپ کی نگہبانی میرا مقصود ہے۔ نما خواستہ ایسا نہ ہو کہ ادھر ادھر سے نکل آئیں اس کے بعد وہ رسول اللہ کو یہاں سے غار تک اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے گئے۔ ۲۔ کہ قال ان تو تعالیٰ ثانی ثانی یا ان حال رسول صلی اللہ علیہ وسلم باعتبار دخول فی الغار ثانیاً و دخول ابو بکر اولاً لکما نقل فی البیرونی ۱۲۔ احتیاق الحق۔

عامر جو کہ شبان بیت الحرم تھا اور شتر بان سوار ہوا چنانچہ ان سب باتوں کو جس طرح پر صاحب حماد حیدری نے بیان کیا ہے اس کو ہم لکھتے ہیں۔

ثبوت میں امر چہارم کے

چو شد کار پر دانسته آن چنان	رسیدند کفار باپے بران
در اندم کف پای آن یار غار	کہ بر روی سوراخ بود استوار
رسیدش ز دندان مارے گزند	وزان درد افتاد اور شد بلند
پہمیراؤ گفت آہستہ باش	رسیدند اعدا مکرم رازناش
مخور غم مگر وان صدرا بلند	کہ از زخم افغے نیا بے گزند

ثبوت میں امر پنجم کے

بغار اندرون تاسہ روز و شب	بسر برد آن شہ بفسران رب
شدی پور بو بکر ہنگام شام	بہ بردی در آن غار آب و طام
نمودی از حال اصحاب شر	حبیب خدای جہاں را خبر

ثبوت میں امر ششم کے

نبی گفت پس پور بو بکر را	کہ اسی جوں پڑا اہل صدیق صفا
دو جہازہ باید کنون راہ دار!	کہ مارا رساند بہ یثرب دیار
برفت از برنش پور بو بکر زود	بدنیال کاری کہ فرمودہ بود
ہم از اہل دین بدیگی جملہ دار	برو کرد راز بنے آشکار
بگفتش فلاں روز وقت سحر	دو جہازہ بہر ہمیں بہر
ازو جملہ دار این سخن چوں شنود	دو جہازہ در دم مہیا نمود

۱۔ حضرت شید کو اس مصرعہ پر غور کرنا چاہیے کہ پہنچنے والے ابو بکر صدیق کی صداقت اور صفائی کو کس صفائی سے بیان فرمایا ہے ۲۔ چوتھی اور پانچویں کیفیت کے اعتراضوں کو ہم اور فضیلتوں کے قرآنات کے ضمن میں بیان کریں گے ۱۲ منہ کے حملہ حیدری صلی اللہ علیہ وسلم ۲۸ سطر ۵۔

تہی شد از ان قوم آن کود و دشت
رسول خدا عازم راہ گشت
بصبح چہارم بر آمد ز عمار
دو جہازہ آورده بڈہ جملہ دار
بہراہ او گشت عامر سوار

پس نہایت تعجب کی بات ہے کہ باوجودیکہ مورخین شیعوں کے ان خدمتوں اقرار کرتے ہیں اور پھر بھی ابو بکر صدیق کی صدیقیت کا اقرار نہیں کرتے یہ

ساتواں اعتراض ساتویں فضیلت پر

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ لہ صاحبہ کی لفظ سے صاحبیت ابو بکر صدیق کی ثابت ہوتی ہے اور یہ رتبہ کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوا خدا نے کسی کی صحابیت کو تخصیص کر کے بیان فرمایا جو اس پر علمائے شیعہ چند طرح سے اعتراض کرتے ہیں (اول) اس طرح پر کہ لفظ صاحب سے مراد ہمراہ کی ہے اس سے کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی بلکہ اللہ جل شانہ نے اپنے کلام میں کافر کو مومن کا صاحب بیان کیا ہے چنانچہ فرماتا ہے فقال لصاحبہ وہو یحاورہ اکفرت بالذی خلقک من تراب اور دوسری جگہ فرماتا ہے کہ حضرت یوسف نے اپنے رفیقوں سے جو قید میں تھے اور کافر تھے فرمایا یا صاحبی السجن پس اس صاحب کے لفظ سے فضیلت بیک طرف اسلام کا ثبوت بھی نہیں ہو سکتا اور صحابیت اصطلاحی کے لئے ایمان کا ہونا ضرور ہے کہ وہ ابو بکر صدیق کو حاصل ہی نہ تھا پس وہ فضیلت جو اس لفظ سے ظاہر ہوتی ہے نسبت ان کے ثابت نہیں ہو سکتی چنانچہ آیت اول کا جواب یہ ہے کہ بے شک آیت فقال لصاحبہ وہو یحاورہ میں اللہ جل شانہ نے کافر کو صاحب مومن کا فرمایا مگر اسی وقت اس کی اہانت بھی بیان کر دی اور اس کا کفر ظاہر کر دیا اور کہہ دیا کہ اکفرت بالذی خلقک من تراب اور یہاں جو صدیق اکبر کو صاحب بیان کیا تو اس کے ساتھ ہی یہ کلمہ جو محبت اور تسلی پر دلالت کرتا بیان کر دیا کہ پیغمبر کی طرف سے فرمایا کہ لا تحزن ان اللہ معنا کہ نہ تمہیں ہو خدا ہمارے ساتھ ہے پس دونوں میں کیا نسبت ہے اور دوسری آیت کا یہ جواب ہے کہ صاحبی السجن میں صاحب کا لفظ مضاف السجن کی طرف ہے نہ حضرت یوسف کی طرف اور اس آیت میں لفظ صاحب کا مناسبت نہیں کی طرف رہا ایمان لانا ابو بکر صدیق کا وہ بروایت معتبرہ امامیہ کے ثابت ہے چنانچہ مجالس المؤمنین میں قاضی نور اللہ شہرستری نے لکھا ہے کہ دخالد بن سعید از سائقین المؤمنین

یوڈہ اسلام اور مقدم بر اسلام ابو بکر بودہ بلکہ ابو بکر بہ برکت خوابی کہ او دیدہ مسلمان شدہ بود
 بالجملہ سبب اسلام خالدان بود کہ در خواب دیدہ کہ بر کنار آتشی افروختہ ایستادہ است و پیر
 اومی خوابد کہ اور اور آتش انداز کہ ناگاہ رسالت پناہ گریبان او گرفتہ بجانب خود کشید و با او
 گفت کہ بجانب من بیات آتش نیفتے خالد ازین خواب ہولناک بیدار شد قسم یاد کرد کہ این خواب
 من صحیح است و آذگاہ وجہ خدمت حضرت رسالت گردید در راہ ابو بکر با او ملاقات نمود و از
 حال او پرسید خالد صورت واقع را با در بیان نمود ابو بکر نیز با او موافقت کرد و خدمت آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمدند بشراف اسلام فائز گردیدند اس روایت کے دیکھنے والے انصاف
 کر سکتے ہیں کہ جو شخص اسلام کی سچائی پر بالہام غیبی یقین لایا ہوا اور جس کو خدا نے روایہ صادقہ
 کے ذریعہ سے ایمان پر راضی کیا ہو اس کی نسبت کس کی زبان سے نکل سکتا ہے کہ وہ ایمان
 سے بہرہ تھا برائے خدا کوئی قاضی نور اللہ شوستری کے اس فقرے کو کہ ابو بکر بہ برکت خوابی
 کے او دید بود مسلمان شدہ بود) مجتہد صاحب کے اس فقرے سے کہ (خليفة اول از اول امر
 از ایمان بہرہ نہ داشت باتفاق من علماء الامامیہ) مطابق کرے اور انصاف سے نہ گزرے کہ
 کہ ان لوگوں کی دشمنی اور عداوت نے کیا اندھا کر دیا ہے کہ ایسے کے ایمان سے انکار کرتے
 ہیں جس کو خدا نے بذریعہ روایہ صادقہ کے حقیقت اسلام پہا گاہ کر دیا ہو اگر کوئی کہے کہ قاضی
 نور اللہ شوستری نے اسلام کا اقرار کیا ہے اور مجتہد صاحب نے ایمان سے انکار فرمایا اس
 کا جواب ہم چند طرح سے دیتے ہیں۔ (اول یہ کہ ہم کو یہ امر ثابت کرنا ہے کہ ابو بکر صدیق نے
 پیغمبر صاحب کی نبوت کو دل سے سچ جاتا اور حضرت کی دعوت کو دل سے قبول کیا اس کا
 بیہ حاشیہ علامہ خالد بن سعید سابقین الاولین میں سے ہیں اور ابو بکر سے پہلے اسلام لائے ہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ خالد کے
 خواب دیکھنے کی برکت کی وجہ ابو بکر داخل اسلام ہوئے خالد بن سعید کے اسلام آدری کا یہ واقعہ ہے کہ انہوں نے خواب میں
 خود کو آتش سوزنا کے کنارے کھڑا دیکھا اور ان کے والدان کو اس آگ میں ڈال دینا چاہتے تھے کہ رسول اللہ نے اچانک
 ان کا گریبان پکڑ کر اپنی جانب کھینچ لیا اور فرمایا میری طرف آ جاؤ تاکہ آگ میں نہ گم ہو پڑو خالد اس خوف ناک خواب سے بیدار
 ہوئے اور تسمیہ کیا کہ میرا خواب سچا ہے چنانچہ رسول اللہ کے پاس جانے گئے۔ بر سر راہ ابو بکر نے مل کر حالات پوچھے خالد
 نے ماجرا سے خواب بیان کیا اس پر ابو بکر بھی مان کے ساتھ ہوئے اور پھر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دونوں اسلام
 کو دولت سے سرفراز ہوئے لہٰذا خالد بن سعید کے خواب کی برکت سے ابو بکر مسلمان ہوئے تھے مکہ علمائے شیعہ کا اتفاق
 ہے کہ خلیفہ اول پہلے حکم پر ہیں اسلام نہیں لائے۔

نام مجتہد صاحب اسلام رکھیں یا ایمان سو بفضلہ تعالیٰ قاضی نور اللہ شوستری کے اقرار سے ثابت ہو گیا اور اگر مجتہد صاحب نے ایمان اور اسلام کی لفظوں میں اس نظر سے فرق کیا ہو کہ ایمان سے مراد تصدیق بالجنان ہے اور اسلام سے فقط اقرار باللسان اور ایمان سے ابو بکر صدیق کے لئے انکار کیا کہ ان کو پیغمبر صاحب کی نبوت پر تصدیق قلبی کا مرتبہ نہ تھا تو ان کے تکذیب کے لئے انہیں کے شہید ثنالت کا اقرار کافی ہے یعنی (ابو بکر بہ برکت خواری کر او دیدہ بود مسلمان شدہ بود) ہوم نے مانا کہ ایمان اور اسلام میں فرق ہے اور اس روایت سے شہید ثنالت کی اسلام ابو بکر کا ثابت ہوتا ہے نہ ایمان لیکن ہم ابو بکر صدیق کا ایمان بھی امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کے اقرار سے ثابت کرتے ہیں اور مجتہد صاحب کے تار و پود کو درجہ برہم کئے دیتے ہیں مومنین کو چاہیے کہ اس کو ذرا اول سے سنیں اور اپنے بندگوں کی بیخبری پر افسوس کریں کہ علامہ حلی نے شرح تجریدی میں لکھا ہے کہ (قال علیہ السلام یوما علی المنبر اتانا الصدیق الاکبرنا الفاروق الاعظم اسلمت قبل ان اسلم ابو بکر و امنت قبل ان آمن) کہ حضرت علی علیہ السلام نے ایک دن منبر پر یہ فرمایا میں ہوں صدیق اکبر میں ہوں فاروق اعظم اسلام لایا قبل اسلام ابو بکر کے اور ایمان لایا قبل ایمان لانے ابو بکر کے پس علامہ حلی نے حضرت علی کی زبان سے اسلام بھی ابو بکر کا اور ایمان بھی انکا ثابت کر دیا اگر تو نور اللہ شوستری کے قول سے مجتہد صاحب کا قول باطل نہ ہوا تھا تو اب علی مرتضیٰ کے قول سے انکا یہ قول کہ (علیہ خلیفہ اول از ایمان بہرہ نداشت) باطل ہو گیا والحمد للہ علی ذالک، بلکہ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام اور ایمان کو ابو بکر کے ایسی وقعت اور عزت اور شہرت تھی کہ حضرت علی نے فخر یہ بیان کیا کہ میں ان سے بھی پہلے ایمان اور اسلام لایا اگر موافق قول شیعوں کے ابو بکر صدیق ایمان اور اسلام میں کامل نہ ہوتے یا معاذ اللہ منافق ہوتے یا طمع دنیا سے ایمان لاتے ہوتے تو حضرت علی ان سے پیشتر ایمان لانے پر افتخار کیوں کرتے (سوم) اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ابو بکر صدیق کے اسلام اور ایمان کی نسبت جو علمائے امامیہ کا قول ہے کہ وہ صرف ظاہر میں اسلام لائے تھے اور کاہنوں کے کہنے سے یہ طمع خلافت مسلمان ہو گئے تھے وہ بالکل غلط ہے لیکن قاضی صاحب کی شہادت سے جس میں انہوں نے ابو بکر صدیق کو سابقین اولین میں بیان کیا ان کے اگلے پچھلے بھوٹے ہو گئے اور یہ کوئی خیال

نہ کرے کہ قاضی صاحب کے اس فقرے نے فقط اپنے علما اور مجتہدین کے قولوں کو باطل کیا بلکہ اپنے حضرت صاحب الامر کے قول کو بھی رد کر دیا یعنی شیعوں کے امام مہدی صاحب کا بھی یہی قول ہے کہ ابو بکر صدیق دنیا کی طمع سے ایمان لائے تھے اور یہودیوں سے پیغمبر صاحب کی پاوشاہت اور غلبے کا سال بنا کرتے تھے پس موافق ان کے کہنے کے ظاہر میں کلمہ گو ہو گئے تھے چنانچہ اس کو ملا باقر مجلبے نے بجا والا نوار سے رسالہ وجہیت میں بروایت شیخ صدوق محمد بن بابوی قمی کے لکھا ہے کہ اس اسلام ابو بکر طوعا وایما یا طمع دنیا زیرا کہ ایشال با کفرۃ یہود مخلوط بودند (الی قول) چون حضرت دعوی رسالت فرمود ایشال از روی کفۃ یہود بہ ظاہر کلمتین گفتند و در باطنی کا فر بودند (الغرض ان روایتوں سے اسلام اور ایمان ابو بکر صدیق کا بخوبی ثابت ہوا اور جب ان کا اسلام ان کا بخوبی ثابت ہوا تو صاحبہ کے لفظ سے بھی یہ نص قرآنی ثابت ہوا کہ وہ پیغمبر صاحب تھے اور پیغمبر صاحب کے اصحابوں کے جو فضائل اور درجات ہیں اور جن کو علمائے امامیہ بھی تسلیم کرتے ہیں ان کے مصداق بھی ٹھہرے پس باوجود اس کے جو کوئی صحابیت سے انکار کرے اور ان کے فضائل کو نہ مانے وہ منکر نص قرآنی ہے۔

آٹھواں اعتراض آٹھویں فضیلت پر

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ لا تحزن ان اللہ معنا سے ثابت ہوتا ہے کہ جب ابو بکر صدیق نے کفار کو دروغار پر آپہنچا ہوا دیکھا تو وہ بخیاں اسکے حضرت کو صدمہ نہ پہنچے اندر وہ گین ہوئے تب حضرت نے فرمایا لا تحزن ان اللہ معنا کہ کچھ غم کہ خدا ہمارے ساتھ ہے اور معنا جس میں ضمیر جمع مشکم کی ہے اس لئے فرمایا کہ اس بیعت میں خدا کی ابو بکر بھی شریک ہوویں پس پیغمبر صاحب نے ابو بکر کو بھی اس بیعت میں اپنے ساتھ شامل کر لیا اس پر چند طرح سے امامیہ اعتراض کرتے ہیں داؤل اس طرح پر کہتے ہیں کہ حزن ابو بکر کا طاعت تھا یا معصیت اگر

سہ ابو بکر جبراً اسلام لائے تھے جس میں دنیاوی لالچ شامل تھا کیونکہ وہ کافروں و یہودیوں سمٹے ہوئے تھے تا آخر امام جب رسول اللہ نے اعوان رسالت فرمایا تو انہوں نے یہودیوں کے کہنے کے موافق ظاہری طور پر رد کلمہ کہہ دیا اور یہ باطنی طور پر کافر تھے۔ یہ روایت بھی منہجہ ان روایتوں کے ہے جسے اکثر کتابیں شیعوں کی بھری ہوئی ہیں اور جنگی بنے ہوئی اور کائنات پر منہسی آتی ہے ہم آئندہ جہاں حضرت زین العابدین کے ایمان لائیکہ انبیاء علیہ السلام کے انشاء اللہ تعالیٰ ان روایت کو پورا نقل کر کے کہیں کہیں گوش کر میں گے ہا منہ عن عبد۔

طاعت تھا تو پیغمبر خدا کا طاعت سے منع کرنا ثابت ہوتا ہے اور اگر معصیت تھا تو عصیان
ابوبکر ثابت ہوا دوسرے ابوبکر کو خدا اور اس کے رسول کے قول پر یقین نہ تھا اور بالکل اپنی آنکھوں
سے فارغ بہت سی نشانیاں حفاظت کی دیکھیں مثل کبوتروں اور عنکبوت وغیرہ کے مگر تب
بھی ان کو یقین حفاظت نہ ہوا اور خوف کے مارے زرد زرد سے رونا شروع کیا اور ہر چند پیغمبر
نے ہچھکارا اور بجز جو تو بیخ باز رکھنا چاہا مگر وہ رونے اور چلانے سے باز نہ رہے (تیسرے
ابوبکر کا رونے اور چلانے سے یہ مقصد تھا کہ کفار آواز سن لیں اور پیغمبر صاحب کو گرفتار کر لیں
اور اسی واسطے حضرت ان کو سمجھاتے اور رونے سے باز رکھتے تھے لیکن وہ باز نہ رہتے تھے
اور اپنی بدعتی اور فساد باطنی کو رونے کے پیرائے میں ظاہر کرنا چاہتے تھے بلکہ بعض دانشمندیوں
نے اس قدر اور بڑھا دیا ہے کہ جب ابوبکر کا رونے سے کام نہ نکلا اور کافروں نے انکی آواز نہ سنی
تب انہوں نے اپنا پاؤں غار سے باہر کر دیا کہ کفار دیکھ لیں اور غار کے اندر گھس آویں کہ اسی
وقت خدا کے حکم سے سانپ نے ان کے پاؤں میں کانٹا اور مجبوری انہوں نے اپنا پاؤں اندر کھینچ
لیا اور چوتھے جب ابوبکر کا مطلب پاؤں کے باہر کرنے سے بھی حاصل نہ ہوا یعنی کافروں نے اگر
حضرت کو غار میں سے نہ پکڑا تب اور طرح سے پیغمبر خدا کو تکلیف دینا شروع کیا یعنی حضرت علی
کی یاد کرنے لگے اور ان کی تنہائی پر اپنا رنج ظاہر کرنے لگے تب پیغمبر خدا نے فرمایا کہ لا تحزن
کہ اے ابوبکر اپنا رنج علی کی تنہائی پر ظاہر نہ کر ان اللہ معنا خدا ہمارے اور علی کے ساتھ ہے
(پانچویں) ان اللہ معنا سے دو معنی مراد لیتے ہیں ایک یہ کہ خدا ہمارے اور علی کے ساتھ ہے
دوسرے یہ کہ ابوبکر سے پیغمبر خدا نے کہا خدا ہمارے ساتھ ہے یعنی ہماری نیکی پر اور تمہاری
بدی پر مطلع ہے ہم کو نیکی کا صلہ اور تم کو بدی کا بدلہ پکا ان تقریروں کو سن کر ہر شخص محو حیرت ہو
گا اور زانوئے تہجد سے سر نہ اٹھائے گا اور تعجب کہے گا کہ یہ اعتراض ہے یا مجنوںوں کی بڑے جواب
ہے یا دیوانگی سمجھک ہے بلکہ جو لوگ عقل و دانش رکھتے ہیں انکو تو یقین ہی اس پر نہ ہو گا کہ یہ
تقریریں کسی عالم یا مجتہد کی زبان سے نکلی ہوں گی مگر جس کسی کو شک ہو وہ احقاق الحق
اور مجالس المؤمنین وغیرہ کو کھول کر دیکھے کہ انھیں تقریروں کو شہید ثالت نے کس آب
تاب سے لکھا ہے اور ملا حضرت مشہدی نے ان تقریروں پر کیا فخر کیا ہے اور صاحب
تلیب الکافی نے بجواب تقریر خانم المحدثین کے اسی پر کیا کچھ ناز کیا ہے بلکہ مولانا صاحب
پر بڑا طعنہ کیا ہے کہ انہوں نے قاضی نور اللہ شوستری کی تقریروں کو بعینہ نقل نہیں کیا اور ان

مفتوں سے اپنا حصہ ظاہر کیا ہے کہ نہ ناصبی مافی باہت کہ این عبارت جناب قاضی رانقل می کو
 وبران آنچه می توانست فارومی کرد و تیرا شیدا تقریر سے از طرف خود نسبت دادن بہ طرف شیعیان
 و بعد ازاں بجواب آن مشغول شدن انرا عظیم مکائد این ناصبی ست) اب ہم ان تقریروں کا خلاصہ
 تو لکھ چکے اصل عبارت کو بھی لکھتے ہیں اور نہایت ہی ادب سے خدمت میں حضرات شیعہ کے
 عرض کرتے ہیں کہ وہ ذرا انصاف فرماویں کہ یہ تقریریں ایسی ہیں کہ ان پر کوئی ناز کرے یا ایسی
 ہیں کہ ان سے شرماوے ہمارے نزدیک اگر کسی دانشمند یا صاحب جیاد و شرم کی طرف ایسی
 تقریروں کو کوئی منسوب کرے تو ضرور وہ اس نسبت کو اپنا عار و خنگ سمجھے گا اور ایسی پوچھ
 اور بے ہودہ باتوں کے انتساب سے شرمائیگا معلوم نہیں کہ قاضی صاحب اور ملا صاحب نے
 ان تقریروں میں کون سے مضامین حکیمانہ درج کئے ہیں اور کیسے خواہر پیش بہا ان میں رکھے ہیں جن
 پر ان کو اور ان کے مقلدین کو اس قدر ناز و افتخار ہے ہم تو ان میں ایک بات بھی ایسی نہیں پاتے
 جو بے ہودگی سے خالی ہو اور ایک لفظ بھی ایسا نہیں دیکھتے جو سفاهت اور حماکت سے محفوظ ہو بشر
 نپاٹی تا بسرش ہر کجا کہ مے نگریم کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا ست

ہمارے نزدیک تو شاہ صاحب قدس اللہ سرہ نے بڑا احسان قاضی صاحب اور ملا
 صاحب پر کیا تھا کہ ان کی تقریروں کو بلفظ نقل کیا اور فضیحت اور سوائی سے انکو بچا یا لیکن
 چونکہ حضرات امامیہ کو ان کی تشہیر ہی منظور ہے اس لئے ہم نے بھجوری انکو نقل کر دیا اگرچہ
 ہم کو ایسی بے ہودہ تقریروں کے جواب میں لکھنا اوقات کو ضائع کرنا ہے مگر تنبیہا للسفہاء کچھ لکھتے
 ہیں بہ نسبت پہلے اعتراض کے کہ حزن ابو بکر کا طاعت تھا یا معصیت اگر طاعت تھا تو پیغمبر

لے ناصبی دسی کو چاہئے تھا کہ قاضی کی پوری عبارت نقل کرتے اور پھر اس پر اپنے اعتراضات کر کے کہتے تھے اپنی جانب ایک
 گھڑا کرنا اور اسکو شیعوں کی جانب منسوب کرنا اور پھر خود ہی اس کا جواب دینا اس سنی کا سب سے بڑا کمروہ فریب ہے مگر وہ ہونہ
 کیفیت یہ ہم حصول منقبۃ فی حضور الغار و تقدظہ فی الغار خطاہ ذاکہ لاحلا دخل فی الغار الخریذ المکان المصون بحیث یا من اللہ تعالیٰ
 علی نبیہ مع ما یظہر من الآت من تعشیش الطائر و تسبیح العنکبوت علی انہ لم یکن مسلمۃ ولا صدق یا آتیۃ و اظہر الحزن و المناقبہ
 غلبہ بکار و ذلک لہ طرد و انشراحہ دلی النبی فی ملک الحال الی مقاساتہ و رقع الی دارتہ و نہا عن الخرف و زحیر و نہی النبی لایسجول
 الحقیقۃ الالی الزجر عن البغی و لا سبیل الی صرفہ الی الہماز تعبیر و لیس لاسیاد تقدظہ من جزعہ و بکارہ ما یکن من مشد فسادا لال ال
 الاخفا و نہی انانہ من استقام و رقع منہ و لا سکن نفسہ الی ما وعد اللہ تعالیٰ نبیہ و صدقہ فیہا اجر بہ من نجاتہ لم یکن حیث ان
 لیکن اسناد انرا حج قلبہ فی الموضع الذی یقتضی سکونہ فافضلیۃ فی الغار یغیر ما لالی بکر لولا المکابرة و اللہ و فی نہا النہی

صاحب نے کیوں منع کیا اور معصیت تھا تو ابو بکر کا گنہگار ہونا خدا کی کتاب سے ثابت ہوا جو اب الزامی یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے جو خطاب حضرت موسیٰ سے کیا ہے کہ لا تخف انک انت الاعلیٰ اور حضرت لوط سے فرمایا ہے کہ لا تخزن انا منجوک والکک اور پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ لا یخزنک تو اہم اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ اور لوط کو خوف تھا اور پیغمبر خدا کو کافروں کی باتوں سے رنج ہوتا تھا خدا نے ان کے اطمینان اور تسلی کے لئے لا تخف ولا تخزن فرمایا پس ہم شیعیان پاک سے پوچھتے ہیں کہ ان پیغمبروں کا خوف طاعت تھا یا معصیت اگر طاعت تھا تو خدا کا طاعت سے منع کرنا ثابت ہوتا ہے اگر معصیت تھا تو انبیاء معصومین کا گنہگار ہونا ثابت ہوتا ہے بس جو کچھ وہ اس کا جواب دیں گے وہی ہماری طرف سے سمجھیں اس کے جواب میں قاضی نور اللہ شوسترسی نے مجالس المؤمنین میں یہ ضمن حکایات مفیدہ شیخ مفید کے بجواب تقریر ابوالحسن خجاطر میں معتزلہ کے لکھا ہے کہ انبیاء کی عصمت بدلیل عقلی ثابت ہے اسلئے جو نہی ان کی نسبت ہے اس سے ظاہری معنی مراد نہیں ہو سکتے اور ابو بکر کی عصمت ثابت نہیں اس لئے جو نہی ان کی شان میں ہے اس کے ظاہری معنی مراد ہیں و بذا عبارۃ مضمون ان آیات نہی است لیکن انبیاء را ازار تکاب تمبھی کہ فاعل آن مستحق ذم می شود بواسطہ دلیل عقلی کہ بر عصمت انبیاء واجبنا ابیساں از گناہاں قائم گشت موجب عدول از ظاہر شدہ از ظواہراں آیات عدول می کنم و ہر گاہ اتفاق حاصل باشد در آنکہ ابو بکر معصوم نہ بود واجب است کہ اجرائی نہی کہ در شان آن واقع شدہ بر ظاہر آن کہ فتح حال ابو بکر است بمانند بجواب اس کے ہم یہ کہتے ہیں کہ خوف کو معصیت میں شمار کرنا ہی غلط اور انبیاء نے جو خوف کیا اور خدا نے انکو اس سے مطمئن کیا اس نہی کو بلا ضرورت ظاہر سے عدول کرنا ہی لغو ہے بلکہ خوف کو معصیت قرار دے کر خدا انبیاء پر تہمت کرنا ہے اور جو فرقہ انبیاء کی عصمت کا قائل نہیں ہے اس کو تقویت دینا ہے حالانکہ خوف منجملہ ان امور بشریت کے ہے جن سے کسی بشر کو خواہ وہ نبی ہو خواہ امام ہو خواہ ولی ہو چارہ نہیں اور اس پر خدا کی طرف سے بھی مواخذہ نہیں ہے چنانچہ حضرت موسیٰ اور ہارون کو حکم ہوا کہ فرعون لہ آیات متذکرہ کے مضمون کا مقصد ممانعت ہے اور انبیاء کا کوئی امر تبیح کرنا موجب عدول ظاہر کو نہ کہ امر تبیح کا فاعل مستحق بلامنت ہوتا ہے انبیاء کے معصوم ہونے اور گناہوں سے اجتناب کرنے کے لئے دلیل عقلی موجود ہے کہ وہ معصوم تھے۔ اسلئے میں بھی ان آیات کے ظاہر سے عدول اخلاف کرتا ہوں اور متفق علیہ ہے کہ ابو بکر معصوم نہ تھے اور ممانعت کے جو احکام جاری ہوئے وہ ابو بکر کے حالات کی وضاحت کے لئے ہیں اور اپنی جگہ باقی ہیں۔

کو سب کر سمجھاؤ اور اس کو دعوت ایمان کی کرو تو انہوں نے خوف کیا اور یوں کہا کہ رہتا انسان نمان
ان یفرط علینا و ان یطغی کہ خداوند ہم کو خوف ہوتا ہے کہ کہیں ہم پر وہ زیادتی نہ کرے تب اللہ نے
مطمئن کیا اور فرمایا کہ لا تخافا اتنی معکما کہ کچھ خوف نہ کرو میں تمہارے ساتھ ہوں پس ذرا غور کرنے
کا مقام ہے کہ جب حضرت موسیٰ اور ہارون باوجود نبوت کے خوف کر رہے اور خدا کی طرف سے
اس خوف پر ان کو عتاب نہ ہوے اور ان کی نبوت میں فرق نہ آوے تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے
جو بالاتفاق نہبی تھے نہ معصوم خوف کیا تو کیا گناہ کیا بلکہ جس طرح پر خدا نے حضرت موسیٰ اور ہارون کو
انہی معکما کہہ کر مطمئن کر دیا اسی طرح پیغمبر خدا نے ان اللہ معنا فرما کر ابو بکر کو مطمئن کر دیا ہم کو شہید
ثالث کی سمجھ پر نہایت تعجب آتا ہے کہ ابو بکر صدیق کے محزون اور غموم اور خائف ہونے سے خوف
کو بھی گناہوں میں داخل کر دیا اور ایک ابو بکر کے ذمے گناہ ثابت کرنے کے لئے تمام پیغمبروں کی
نسبت معاصی کا الزام لگایا اور بلا ضرورت الفاظ خوف کو ان کے حقیقی ظاہری معنی سے عدول
کیا لیکن جب کہ جا بجا قرآن میں الفاظ خوف کے انبیاء کی نسبت وارد ہیں اور مفسرین نے اسکے
ظاہری معنی مراد لئے ہیں اور کسی نے خوف کو معصیت اور گناہ اور نقص میں شمار نہیں کیا ہے تو
ایک شہید ثالث کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا چنانچہ آیت فاد جس منہم خیفۃ کی تفسیر میں علامہ طبرسی نے
جو محققین شیعہ سے ہیں لکھا ہے کہ فلما اقتنعوا عن الاکل خاف منہم وظن انہم یریدون سوءا فاقلا
اسی قالت الملائکۃ لا تخف یا ابراہیم کہ جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم کے ساتھ کھانا نہ کھایا تو
وہ ڈرے اور گمان کیا کہ کہیں یہ لوگ کچھ بدی سے پیش نہ آویں تب ملائکہ نے کہا کہ اے ابراہیم کچھ
خوف نہ کرو اور ہم سے نہ ڈرو ہم آدمی نہیں ہیں پس خوف دور کرنے کے لئے جو کلمات تشفی اور تسلی
کے یہ لفظ لا تخف یا لا تخزن کلام الہی یا احادیث نبوی میں مذکور ہیں ان کو از قبیل اس ہی کے تصور
کرنا جو ارتکاب معاصی کے منع کے لئے مستعمل ہیں بڑی غلطی ہے ورنہ اگر یہ امر تسلیم کر لیا جاوے
کہ جہاں لفظ لا کا جو حرف نہی کا ہے استعمال کیا جاوے وہاں مراد نہی عن المعصیت ہو یا جہاں
کسی شے کی نہی بیان ہو اس سے اسکا وقوع ہونا بھی ضروری سمجھا جاوے تو ہزاروں اعتراض
ائمہ کرام پر ایسے وارد ہوں گے کہ سوائے ان کی عصمت کے دوسرے جواب حضرات امامیہ سے
ہیں نہ پڑے گا مثلاً علل الشرائع میں لکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ
السلام سے فرماتے ہیں کہ یا علی لا تنکلم عند الجماع ولا تنظر الی فرج امراتک ولا تنجامع امراتک
بشہوة امراتک غیرک کہ اے علی نہ کلام کر وقت جماع اور نہ دیکھا اپنی عورت کی شرمگاہ کو اور نہ محبت

کر اپنی بی بی سے اور کسی عورت کی شہوت پر پس اگر کوئی پوچھے کہ حضرت علیؑ یہ کام کرتے تھے
 یا نہ کرتے تھے اگر نہ کرتے تھے تو وہ قاعدہ باطل ہو جاتا ہے کہ نہی شے وقوع شے پر دال ہے
 اور اگر کرتے تھے تو وہ فعل طاعت تھا یا معصیت اگر طاعت تھا تو پیغمبر خدا نے کیوں منع کیا
 اگر معصیت تھا تو امام معصوم کا گنہگار ہونا ثابت ہوا اگر کوئی یہ جواب دے کہ امام معصوم ہوتے
 ہیں اس لئے اس نہی کو اگرچہ نہیں عن المعصیت ہے (ظاہر آن عدول می کنم) تو ہم بھی مجبور ہی یہ
 کہنے لگیں گے کہ ابو بکر صدیق بھی محفوظ تھے اس لئے ہم بھی نہیں لا تحزن ان اللہ معنا کو از
 ظاہر آن عدول می کنم اسے یار و ایسی صریح اور صاف بات کو عناد اور عداوت سے کیوں معما
 اور پہلی بناٹے دیتے ہو اور سیدھی سچی بات کو کس لئے مشکل کٹے دیتے ہو ذرا انصاف کرو کہ
 اگر کوئی دوست کسی دوست پر صدمہ پہنچنے سے رنج کرے اور وہ دوست اس کو مطمئن کرے
 اور کہے کہ کچھ خوف نہ کر اللہ ہمارا مددگار ہے تو یہ کہنا از روئے تشفی اور تسلی کے ہے یا از قسم
 زہر و توہین کے اگر تشفی اور تسلی کے قسم سے ہو تو لا تحزن ان اللہ معنا کو بھی اس قسم سے سمجھو
 خدا کی آیتوں کی تحریف لفظی نہ کرو اور یہ خیال نہ کرو کہ نہی کے حروف کا استعمال واسطے منع
 اور زہر و توہین کے ہوتا ہے بلکہ واسطے ترحم اور شفقت کے بھی ہوتا ہے چنانچہ اگر قرآن
 مجید کے لفظوں پر کوئی غور کرے تو اس کو خود معلوم ہو جائے گا کہ اکثر جگہ خدا نے پیارا اور
 محبت میں بھی حروف نہی کا استعمال کیا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ فلا تذہب نفسک علیہم
 حسرت کہ لوگوں کے پیچھے تیری جان نہ جاتی رہے تو ان کے لئے اپنی جان نہ دے تو کیا ان کلمات
 کو بھی قاضی صاحب زہر و توہین کے کلمے سمجھیں گے اور تحریک لسان اور ذہاب نفس کو معصیت
 اور ذم تصور کر کے بلحاظ عصمت حضرت کے ظاہر سے عدول کریں گے اور اگر ان کلمات کو
 رحمت اور شفقت پر محمول کریں گے تو اپنے دعویٰ کی سفاہت کے قائل ہوں گے۔ (اعتراض
 دوم) کہ ابو بکرؓ کو خدا اور رسولؐ پر کچھ یقین نہ تھا اس لئے باوجود دیکھنے بہت سی نشانیوں
 حفاظت کے وہ رونے اور ہائے ہائے مچانے لگے اسکا جواب یہ ہے کہ ہائے ہائے کرنا وہ
 زور زور سے چلانا ابو بکر صدیق کا کسی طرح پر ثابیت نہیں ہے اس لئے کہ قرآن مجید سے تو حزن
 کرنا ثابت ہوتا ہے اور حزن کے معنی نوحہ اور فریاد کے نہیں ہیں اگر کوئی شخص لغت کی کتاب
 حضرت امام بیہ کی ایسی ہو کہ جو الفاظ صحابہ کبار کی شان میں ہوں ان کے کچھ معنی ہی علیحدہ
 اس میں لکھتے ہوں تو ہم نہیں جانتے ورنہ حزن کے معنی غم کے ہیں نہ ہائے ہائے پانے اور

ذور سے پہلانے کے جس کو نور اللہ شو سترسی نے احقاق الحق میں لکھا ہے کہ (لمحتی غلبتہ بکاء و تزیید قلعة و انزعاجہ) علاوہ اسکے خود مفسرین امامیہ کی تفسیر پر خیال کرنا چاہیے کہ انہوں نے حزن کے کیا معنی لکھے ہیں پس مفسر کاشانی نے خلاصۃ المنہج میں اس کا ترجمہ کیا ہے کہ (چوں گفت پیغمبر یا خود را اندوہ مخور) اور علامہ مطہری نے فرمایا ہے (لا تحزن اے لا تحنف) پس ہم کو ہرگز حیرت ہے کہ قاضی صاحب نے حزن کے معنی نوحد و فریاد کے کہاں لگا لے اور یہاں کہ خوف معتضائے بشریت ہے اور انبیاء اور ائمہ کو بھی ہوا ہے اور معصیت نہیں ہے ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں اور اب پھر ثابت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے خود اللہ جل شانہ سے کہا کہ انا خوف ان یقتلون کہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں فرعون اور اس کے لشکر مجھے قتل نہ کر ڈالیں تب خدا نے فرمایا لا تحنف انک من الامنین کہ ہرگز اسکا خوف نہ کر تو امن و امان میں رہے گا بلکہ علمائے امامیہ نے حضرت موسیٰ کے خائف ہونے کا ایسے موقع پر اقرار کیا ہے کہ نہ اس سے انکار کر سکتے ہیں، چنانچہ جو دلیل حضرت علیؑ کی حضرت موسیٰ سے افضل ہونے پر بیان کی ہے اس میں یہی تقریر کی ہے کہ حضرت موسیٰ جب مصر سے مدین کو جاتے تھے تب وہ خائف اور ہراساں تھے فخرج منها خائفا یترب اور حضرت علیؑ ہجرت کی رات کو بے خوف پیغمبر کے بستر پر بفرار خاطر سوتے تھے اگر کچھ بھی خوف ہوتا تو ہرگز ان کو نیند نہ آتی اور اگر اس پر بھی حضرات شیعہ کی خاطر جمع نہ ہوا اور ابو بکر صدیق پر خوف و ترس کے الزام لگانے سے باز نہ آویں تو ہم ان کے اقرار سے خود پیغمبر خدا کا خائف ہونا ثابت کرتے ہیں چنانچہ صاحب تعقیب

سلسلہ واضح ہو کہ حضرت موسیٰ نے ایک ہی مرتبہ خوف نہیں کیا بلکہ چند مرتبہ چنانچہ اول حضرت موسیٰ نے غیباً آواز الکی سنی تب خوفزدہ ہو گئے کہ خدا نے فرمایا لا تحنف ائی و یخاف لدری المرسلون بعدہ جب ساتواں فرعون سے مقابلہ ہوا اور چاروں گروں نے اپنی رسیوں کو سانپ کی شکل پر دکھلایا تب بھی حضرت موسیٰ ڈر گئے کہ خدا اسکی خبر دیتا ہے کہ تاو جس فی نفسہ خیفہ آخر خورائے خوف دور کرنے کے لئے کہا کہ لا تحنف انک انت الامنی حالانکہ خدا نے حضرت موسیٰ سے وعدہ کر لیا تھا کہ اتما من انبکما الغالبون کہ تم اور تمہارے متابعین غالب ہوں گے اور جب حضرت موسیٰ نے فرعون اور اسکے لشکر سے خوف قتل کا کر کے خدا سے کہا تھا کہ انا یقتلون کہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ قتل نہ کریں تب بھی خدا نے لا تحنف کہہ کر مطمئن کر دیا تھا تو یاد آجودا ایسے وعدہ ہائے الہی کے حضرت موسیٰ کے خوف اور اندیشے کا کوئی عمل نہ تھا بس گور فقط خوف و ہراس و فدا وعدہ الہی پر ہونے تو ہزار درجہ صدیق اکبر سے بڑھ کر حضرت موسیٰ پر ہو سکتا ہے اور جب عقیدہ شیعان علی صدیق اکبر پر طعن کرتے ہیں اس سے زیادہ ننگرین نبوت پیغمبروں پر طعنہ کر سکتے ہیں و نعوذ باللہ من ذالک ۱۲ منہ۔

المکائد کید ہشاد و ہنتم کے جواب میں فرماتے ہیں کہ (اگر خوف قتل و قتال نہ ہو تو پیغمبر خدا چرچا
 محض بیرون رفت و حال آنکہ سبب ہجرت فرمودن رسول خدا محض خوف قتل بود) بار خدا یا سمجھ
 میں نہیں آتا کہ علمائے شیعہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے حزن و خوف کو کس طرح ان کے عدم یقین پر
 محمول کہتے ہیں جبکہ انبیاء و مرسلین کے حزن و خوف کا اقرار خود کرتے ہیں اور خاص سید الانبیاء
 کی ہجرت کا سبب محض خوف و قتل کہتے ہیں یہاں سے عقیدے کے موافق ابو بکر صدیقؓ حضرت موسیٰ
 سے افضل نہ تھے کہ مخالف نہ ہوتے پیغمبر خدا سے زیادہ اطمینان ان کو نہ تھا کہ قتل و قتال سے نہ ڈرتے
 یہ عقیدہ تو حضرت شیعہ کا ہے کہ حضرت موسیٰ کو مخالف بتلا دیں پیغمبر خدا کی نسبت قتل و قتال کے خوف
 سے نسبت دینے کو عیب نہ جانیں لیکن حضرت علیؓ کی نسبت خوف کا خیال بھی نہ کریں اور ان کے یقین
 کو ہتک آبرو کے خوف کا سبب سمجھیں جیسا کہ تغلیب المکائد کا مولف لکھتا ہے (تقیہ بجهت خوف
 ہلاکت جان خود نہ بود بلکہ بجهت خوف ہتک عرض و ناموس بود الی قولہ کہ دانستی کہ خوف حضرت
 امیر المؤمنین نہ از ہلاکت جان خود نہ بود بلکہ خوف و ہتک عرض و ناموس) غرضکہ ان سبب روایتوں
 کے دیکھنے سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ الزام خوف کا ابو بکر صدیقؓ پر کسی طرح عائد نہیں ہو سکتا
 اس لئے کہ اگر یہ کہا جائے کہ ان کو قتل و قتال کا خوف تھا تو ایسا خوف باقرار علمائے شیعہ انبیاء کو
 بھی ہوا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ ان کو قتل و قتال کا خوف نہ تھا بلکہ ہتک آبرو کا تو اس کا خون
 حضرت امیر المؤمنین علیؓ مرتضیٰ کو بھی ہوا ہے جو باعتقاد شیعہ سب نبیوں سے افضل اور سب پیغمبروں
 سے بہتر تھے الحاصل قرآن مجید کی آیتیں اور آئمہ کی حدیثیں اور علمائے امامیہ کے اقوال اس پر
 شاید ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ سے پیغمبر جو خدا کے خلیل تھے اور حضرت موسیٰؑ سے نبی جو خدا سے باتیں
 کیا کرتے تھے اور حضرت سید الانبیاء علیہ التیمۃ و الثنا سے رسول جو خدا کے خاص محبوب تھے اور حضرت
 امیر المؤمنین علی مرتضیٰ سے امام جو پیغمبر و موسیٰ اور خدا کے شیر تھے اور سب پیغمبروں سے افضل اور
 بہتر تھے قتل و قتال کے خوف اور عزت اور آبرو کے خوف اور ڈر سے محفوظ نہیں ہے تو اگر
 ابو بکر صدیقؓ بھی خوف و ترس سے نہ بچے ہوں تو کیا عجیب ہے لیکن ہم کو نہایت تعجب آتا
 نہ اگر خون ریزی کا خوف نہ ہو تو پیغمبر خدا ہرگز خفیہ طور پر باہر نہ جاتے اور حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ کا ہجرت کرنا
 خوف و قتل کے باعث ہوا ہے حضرت علیؓ نے اپنی ہلاکت جان کے خوف سے تقیہ نہیں کیا بلکہ اس لئے تقیہ کیا تاکہ
 رسول کی عزت و ناموس محفوظ رہے و تاہم کلام جیسا کہ تمہیں معلوم ہے کہ امیر المؤمنین کو اپنی جان کے ہلاک
 ہونے کا خوف نہ تھا بلکہ عزت و ناموس کا ڈر تھا۔

ہے علمائے شیعہ سے کہ انہوں نے ابو بکر صدیقؓ کے ایک شب کے خون پر استغفر زبان درازی
کی اور ان کے خون کو ان کے کفر و نفاق کا نتیجہ سمجھا باوجود کہ ان کا عقیدہ ہے کہ تمام ائمہ کرام
اول سے آخر تک پیدائش کے زمانے سے موت کے وقت تک ہر ساعت و ہر لمحہ خون میں رہے
اور امام اول سے لیکر امام آخر الزمان تک سب کے سب تقیہ کرتے رہے ایک بھی ائمہ شانا عشرت
ایسا نہیں ہوا کہ جسک عمر خوف و ترس میں نہ گزری ہو اور ایک لمحہ بھی خون سے مہلت پائی ہو۔
آخر تقیہ جسکی بنا سلسلہ خون پر ہے ایمان کا جزو اعظم قرار دیا گیا اور دانتیہ دینی و دین آباتی
امامت کا کلمہ مقرر کیا گیا پس جبکہ ائمہ کرام باوجود یکہ موت و سیاحت ان کے اختیار میں کہ جب
تک چاہیں زندہ رہیں ملائکہ ان کے حکم میں کہ جو چاہیں وہ کریں نگاہ میں ان کی وہ تاثیر کہ
اگر پہاڑ کی طرف دیکھیں تو وہ بھی پھٹ جائے بازو میں ان کے وہ قوت کہ اگر ایک ہاتھ
اٹھائیں اسی ہزار جن قتل ہو جائیں علم کا وہ حال کہ جو کچھ ہوا اور ہو گا سب سے آگاہ اور جو
کچھ گذرا اور گذرے گا سب سے واقف اعجاز کی یہ کیفیت کہ عصا ہاتھ سے گرا دیں اڑ رہا ہو جائے
کفار اور منافقین کی طرف اشارہ کریں ایک دم میں سب کو نکل جائے اور پھر باوجود ایسی قدرت
اور طاقت اور اعجاز کے تمام عمر خوف و ترس میں رہیں اور اپنی امامت کا دعویٰ تک کریں
جان و آبرو کے ڈر سے کسی سے سچ بات نہ کہیں اگر کسی شخص خواہ اس سے کوئی راز کی بات کہنے
کو ہوں تو دروازے بند کر لیں ڈرتے ڈرتے اپنے شاگردوں کو علوم دینی کی تعلیم دیں اور اگر
ایک قاصبی سامنے آجائے تو انکار کر جائیں اپنے خاص احباب پر لعنت اور تیرا کرنے لگیں اور
حضرات شیعہ ان کے خوف و ترس پر کچھ بھی طعن نہ کریں اور انکی امامت اور فضیلت پر اس سے
کوئی شبہ نہ لادیں بلکہ اس خوف کو بہترین عبادت سمجھیں اور تقیہ کو ائمہ کرام کا دین سمجھیں
اور ابو بکر صدیق کے ایک شب کے خون پر استغفر زبان درازی کریں اور ان کے خون و ترس کو
انکے کفر و نفاق کی دلیل سمجھیں باوجود یکہ ابو بکر صدیقؓ کے اختیار میں موت و زندگی تھی نہ
ملائکہ ان کے تابع فرمان تھے نہ علم ماکان و مایکون ان کو حاصل تھا نہ اسی ہزار جن کے قتل کرنے
کی ان کو طاقت تھی معلوم نہیں کہ حضرت شیعہ نے ائمہ کرام کے خون میں اور ابو بکر صدیق کے خون
میں مابالائے کیا قرار دیا ہے کہ وہی خون امیر کرام کے حق میں فضیلت ہو اور ابو بکر صدیقؓ
کے حق میں نقص و عیب۔

موضوع

بین تفاوت راہ از کجاست تا کجاست ؟ لیکن اگر ہم شیعہ کے عقیدے

کہ موافق خوف کو انبیار اور ائمہ کی نسبت بسبب معصوم ہونے کے اُن کے ظاہر سے عدول کریں اور ان آیات کی نسبت جن سے خوف از کائنات ہوتا ہے (از ظواہر ان عدول میکنم کہیں تو بھی کچھ حاصل نہیں ہوتا اس لئے کہ علاوہ انبیار کے خدا کے کلام سے مومنین کا بھی خائف ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَمْتَلِکْ عَلَیْهِمْ مَّا لَمْ یَلْمَکْهُ الْاَشْخَا فُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْبِیْرُوْا بِاِلْحٰثِ الْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوعَدُوْنَ کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ خدا سہارا پروردگار ہے اور پھر مضبوط رہتے ہیں اُن پر ملائکہ یہ کہتے ہوئے نازل ہوتے ہیں کہ لا تَحْزَنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا کہ کچھ خوف نہ کرو اور کچھ حزن نہ کرو پس اس سے اُن مومنین کا جو اپنے ایمان پر نہایت مضبوط ہوتے ہیں خائف اور محزون ہونا ثابت ہوا اور پھر ایک دوسری جگہ پر اللہ شانہ مومنین سے فرماتا ہے کہ وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمْ اِلَّا عَلَوْنَ کہ کچھ غم نہ کرو تمہیں کو غلبہ ہوگا پس معلوم نہیں ان آیتوں میں جو مومنین کی نسبت لفظ لا تحزنوا کا ہے یہ بھی زجر و توبیح کے واسطے ہے یا تسلی اور تشفی کے لئے پس یہ تو ظاہر ہے کہ قاضی صاحب بھی اسکا اقرار نہ کریں گے کہ یہاں بھی زجر و توبیح کیلئے ہے بلکہ یہی فرماؤ گئے کہ تسلی اور تشفی کیلئے تو پھر ہم نہیں سمجھتے کہ ابو بکر صدیق کی شان میں جو لفظ لا تحزن کا ہے اس کو کس طرح زجر و توبیح کے لئے بیان کر ہیں تعجب کی بات ہے کہ ایک ہی کلمہ لا تحزن ہزار جگہ واسطے تسلی اور تشفی کے استعمال کیا جائے اور ایک جگہ واسطے زجر و توبیح کے ہاں اگر کوئی قرینہ عتاب و خفگی کا پایا جاتا تو ہم تسلیم کرتے کہ ابو بکر صدیق کی نسبت کلمہ لا تحزن واسطے زجر و توبیح کے ہے سو وہ بھی نہیں اس لئے کہ جملہ مومنین کا نسبت نکلنے نہ مایا لا تحزنوا اور آگے بیان کیا اشتروا بالبنہ کہ کچھ غم نہ کرو تمہارے واسطے بہشت موجود ہے یا ارشاد کیا کہ لا تحزنوا انتم الا علون کہ کچھ غم نہ کرو تمہیں غلبہ ہوگا اس طرح ابو بکر صدیق سے بھی غم نے فرمایا لا تحزنوا انتم الا علون کہ تم نہ کہہنا ہمارے تمہارے ساتھ ہے میں بظاہر دونوں میں کچھ فرق پایا نہیں جاتا اس لئے اگر ان آیتوں میں لا تحزنوا واسطے تسلی اور تشفی کے ہے تو اس آیت میں بھی تسلی کیلئے ہے اور اگر وہاں واسطے زجر و توبیح کے ہے تو یہاں بھی لیکن باوجود استحوا والفاظ اور تطابق قراین کے لا تحزنوا کو ان آیتوں میں تسلی پر اور یہاں عتاب پر محمول کرنا موجب ہزار حیرت اور باعث صد ہزار تعجب ہے لیکن ہم حضرات شیعہ کو معذور سمجھتے ہیں کہ اگر الفاظ قرآنی سے اُن کے حقیقی معنی ملاولیں تو صدیق اکبر کی صدیقیت کا اقرار کرنا پڑتا ہے اور اگر اقرار کریں تو مذہب ہاتھ سے جاتا ہے پس بجز اس کے

کہ قرآن کی تحریف معنوی کریں اور کلام اللہ کی لغظوں کے نئے نئے معنی بناویں اور کچھ چارہ نہیں ہے۔ شعر

دست بیچارہ چوں بجاں نہ رسد چارہ جز پیر سن دریدن نیست

اگر اس پر بھی حضرات شیعہ کے دلوں میں کچھ خطہ رہ جائے اور کوئی دانشمند یہ کہنے لگے کہ ہم نے ماما کہ خوف گناہ نہیں اور لاحقون تسلی کا کلمہ ہے لیکن اتنا تو بھی ثابت ہوا کہ ابو بکر صدیق کو کامل یقین پیغمبر صاحب کے وعدے پر اور خدا کی حفاظت پر نہ تھا: ورنہ کسی طرح ان کو خوف نہ ہوتا اس کا یہ جواب ہے کہ خود حضرات شیعہ کا اقرار ہے کہ پیغمبر خدا بار بار ابو بکر صدیق پر خفا ہوتے تھے کہ چپ رہو راز فاش نہ کرو اور وہ نہ مانتے تھے پس شیعوں کی طرح ہر ایک ملحد کہہ سکتا ہے کہ پیغمبر صاحب کو بھی اپنے خدا کے وعدے پر اور حفاظت پر یقین نہ تھا ورنہ جو بات افشائے راز کی کرتے تھے اُس سے پیغمبر نہ گھبراتے اور بار بار ابو بکر پر راز کے فاش کرنے پر خفا نہ ہوتے پس جو اس ملحد کو حضرات شیعہ جواب دیں وہی ہماری طرف سے قبول فرمائیں، لیکن اگر کوئی ذرا بھی غور کرے تو موافق اصول اور عقاید شیعوں کے حضرت ابو بکر صدیق کی نسبت جزین خوف کا اطلاق ہو ہی نہیں سکتا اس لئے کہ اگر وہ اقرار کریں کہ ابو بکر صدیق حقیقت میں مخالف تھے تو ہم پوچھتے ہیں کہ ان کو اپنی جان کا اندیشہ اور اپنے اوپر تکلیف پہنچنے کا ڈر تھا یا پیغمبر صاحب کے ایذا و مصیبت کا خوف اگر ان کو اپنی جان کا خوف تھا تو یہ قول باطل ہوا جاتا ہے کہ وہ دشمنوں سے ملے ہوئے تھے اور راز فاش کرنا چاہتے تھے اس لئے کہ اگر وہ کافروں سے ملے ہوئے ہوتے تو پھر ان سے ان کو کیا ڈر ہوتا اور اگر کافروں سے ملے ہوئے نہیں تھے بلکہ ان کو کافروں کی طرف سے خیال اپنے اوپر ایذا پہنچنے کا تھا تو اس سے وہ باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ کفار بسبب ایمان اور رفاقت پیغمبر کے ابو بکر صدیق سے ایسی دشمنی رکھتے تھے کہ ان کے قتل کے درپے تھے

لے گو ہر مرد میں جس کا مولد بڑا عالم شیعوں کا ہے کھا ہے کہ پانچ کافروں نے پیغمبر صاحب اگر کہا کہ تا وقت غلہ قراست علی اگر گشتی از سخن خود والی قلنا کہ پس آنحضرت بمنزل خود آمدہ در بست و بقایت اندوہناک نشست جبریل نازل شد آوازہ کہ ناصدع یا تو مروا مع من من المرشکین آنحضرت گفت کہلہ جبریل چگزد ماکن نلام با تہدیدیکہ مستہزئین با من کردند جبریل گفت انا کفیانک التہزئین حضرت مسل اللہ علیہ وسلم گفت انان نزد من ہووند جبریل گفت سن نیزالان کفایتہ ایشان کردہم اس بات کو دیکھ کر حضرات شیعہ انصاف فرمائیں کہ پیغمبر صاحب کا جان کے خوف سے دروازہ بند کر کے بیٹھ رہنا اور اندوہناک ہونا اور جبریل کے اطمینان دینے کا نہیں ہونا ثابت ہوتا ہے پس ابو جبریل صدیق ایسی راہیوں کے نہایت تمہیب ہے کہ کچھ صدیق اکبر کے خوف پڑنے کر گیا ہوتا

تو اس سے وہی بات ثابت ہوئی جس کا ہم دعویٰ کرتے ہیں (دوسرے یہ کہ کبھی ابو بکر صدیق کا ارادہ راز فاش کرنے کا نہ تھا اس لئے کہ جن لوگوں سے خود ان کو خوف تھا اور جگے ڈسے غار میں چھپے ہوئے تھے انہیں پورا پورا راز ظاہر کرتے اور اپنے آپ کو معرض ہلاکت میں ڈالتے اور اگر یہ کہا جائے کہ ابو بکر صدیق کو خوف پیغمبر صاحب پر صدر پہنچنے کے خیال سے تھا تو یہ خوف ہزار اطمینان سے بہتر ہے اور ایسے عیب پر ہزار ستر قربان ہیں اور ایسے خوف کو حضرت شیعہ گناہ کیا اگر کفر بھی سمجھیں مگر ہم ثواب کیا ہزار ایمان سے بہتر سمجھیں گے اور سمجھتے ہیں اور اسی خوف سے حضرت صدیق اکبر کی صدقیت کا اعتقاد کریں گے اور کرتے ہیں اس لئے کہ اگرچہ ابو بکر صدیق کو پیغمبر صاحب کی جان اور سلامتی پر یقین کامل تھا مگر جب انہوں نے دیکھا کہ شاہ ہر دور سرد بادشاہ دین و دنیا ایک غار میں چھپا ہوا ہے اور جس کا مقام عرش کرسی ہے وہ ایک تنگ جگہ میں قیام فرما رہا ہے تو یہی حالت پیغمبر کی ابو بکر کے دل کو پارہ پارہ کرتی تھی اور ان کو بیچن کر رہی تھی۔ چنانچہ ابو بکر صدیق کا اول خود غار میں جانا اور اس کو صاف کرنا اور سب سوراخوں کو اپنی قبا چاک کر کے بند کرنا اور پھر پیغمبر صاحب کو بلانا اور اپنے دانوں پر سلانا اس پر شاہد ہے اور پھر ایسی بد نامی حالت میں جب انہوں نے کفار کو در غار پر دیکھا تو بخیاں ایدالتے پیغمبر کے جو کچھ صدر ان کے دل پر ہوا ہو گا اس کو وہی جانتے ہیں یا وہ عاشق جانے جس کا معشوق اس کے سامنے ایسی تکلیف و ایذا میں مبتلا ہوا ہو اور دشمن اس کے اس پر حملہ آور ہوئے ہوں اس وقت کوئی اس عاشق مسکین کی کیفیت دیکھے کہ اس کو اضطراب ہوتا ہے یا وہ اطمینان سے بیٹھا رہتا ہے یا جس کو معشوق و محبت سے خبر ہی نہ ہو وہ عاشق صادق کے خوف و اضطراب پر طعنے نہ کرے تو کیا کرے اسے بھائی اول ذرا پیغمبر صاحب کے ساتھ محبت پیدا کرو تب جو پیغمبر صاحب کے بانثار تھے ان پر الزام لگاؤ مگر جب تم کو محبت ہی نہیں ہے تو تم اسکی حقیقت کیا جانو قطعاً

تو ناز میں جہانے و ناز پروردہ تراز سوز و رن نیاز ماچہ خبر

چوں دل بہ مہر نگارے ز بستہ امی تراز حالت عشاق بینیواچہ خبر

اے شیعیاں پاک ذرا مہربانی کر کے اپنے شہید ثالث کی موٹگانوں پر غور کرو کہ ابو بکر صدیق

کے حزن و غم کی نسبت کیا کچھ زبان و رازی فرمائی اور (قد ظہر من جزعہ و بکا نہ مایکون من مشلہ فساد الحال) کہہ کر ان کی شان گھٹائی مگر وہ تحریران کی خاک میں مل گئی اور سب تقریر ان کی سب و منشور ہو گئی اسخرا نہیں باتوں پر خیال کر کے اصلی خوف اور حزن سے انکار فرمایا اور ان

کو تصنع اور بناوٹ پر محمول کیا اہل انصاف سے امید ہے کہ فراول لگا کر اسکو بھی سنیں اور جو کچھ
سحر بیانی اور جادو و زبانی اس بیان میں حضرات امامیہ نے کی ہے اس پر احسنت اور آفرین کہیں
اور اس کا کچھ خیال نہ کریں کہ ایک دعویٰ کو چھوڑ کر دوسرا دعویٰ کیوں کرتے ہیں اور ایک سامر کا
اقرار کر کے اس سے منکر کیوں ہو جاتے ہیں اس لئے کہ یہ امر اسی خاص بحث کیلئے مخصوص نہیں ہے
بلکہ ہر کلیہ اور جزئیہ میں اس شان کا ظہور ہے ابھی کیا ہے جب مباحث امامت و منکلاف کے آویں گے
تب دیکھنا کہ یہ حضرات کیسا رنگ بدلتے ہیں اور کیسے نئے نئے گل بوٹوں سے تقریریں کو زینت
دیتے ہیں۔ شعر

شاہد و لری برامی من میکند از برامی من نقش وز نگار و زنگٹ بوتازہ بتازہ نوبنو

جب حضرات امامیہ نے دیکھا کہ حزن اور خوف کے اثبات سے محبت صدیق اکبرؑ کی ساتھ
پیغمبر صاحب کے ثابت ہوتی ہے تب اس دعویٰ کو چھوڑ کر یہ دعویٰ کیا کہ ابو بکرؓ کو کچھ خوف نہ
تھا بلکہ واسطے فاش کرنے راز کے جزع فرغ کرتے تھے مہیا کہ رسالہ حسنیہ میں لکھا ہے کہ (و ایضا ما
اشتہر من لدغ و فریاد برامی آن بود کہ مشرکان را اطلاع گرداند و آنها بدانند کہ درین غار است)
اور ملا خضر مشہدی نے لکھا ہے کہ (و ایضا ما اشتہر من لدغ الحیۃ ایہ انما کان یمدر جلہ یرید
انظہار امرہ) کہ جب ابو بکرؓ کا کام رونے اور پٹینے سے بھی نہ نکلا تب پاؤں بڑھا دیا کہ اسی کو دیکھ
کر کفار اندر غار کے چلے آویں تب خدا نے سانپ کو حکم دیا کہ اسے پاؤں میں اُن کے کاٹا تب
مجبوری پیغمبر صاحب کا راز فاش ہونے سے بچا اُسکے جواب میں ہماری زبان سے تو کوئی بات
بھی نہیں نکل سکتی اور ایسی حکیمانہ تقریر کی تردید ہم سے ہو ہی نہیں سکتی اگر ارا شرق تا غرب
اور از خبن تا انس جمع ہوں تب بھی کسی سے یہ عقدہ حل نہ ہو گا فی الحقیقت جو صاحب تعلیقات
نے اپنے بزرگوں کی تقریر نقل نہ کرنے پر مولانا صاحب قدس اللہ سرہ پر غصہ کیا ہے وہ نہایت تہمت

لہ صاحب تعلیقات کا نے خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ پر یہ طعن کیا ہے کہ اپنی طرف سے تقریر بنا کر اپنے طور پر جواب دیا
اُلی عادت ہے اس کا حال شہید ثالث کی جہارت دیکھنے والوں پر کھل جائیگا لیکن ہم دعویٰ کر کے کہتے ہیں کہ اپنی طرف سے
تقریر بنا کر اسکا جواب دینا بلکہ اس جواب نامعقول کو صاحب الامر کی طرف منسوب کرنا امامیہ کے محدثین و معجزین کا مشا
ہے چنانچہ اسی آیت فار کی نسبت ملا باقر مجلسی نے رسالہ رجبیہ کی حدیث ششم میں جو کچھ لکھا ہے وہ ہمارے دعویٰ پر مشا
ہے وہ ہندو حدیث ششم شیخ صدوق محمد بن بابوی قمی از اکابر محدثین رضوان اللہ علیہم جمعین از سعد بن عبد اللہ قمی
کردہ اند کہ او گفت ہنہ قبلہ شدم مباحثہ بدترین نواصب بعد از مناظرات بسیار گفت رے بر تو و اصحاب تو شمار

تھا اگر وہ ان تقریروں کو نقل کر دیتے اور بلفظ ان عبارتوں کو لکھ دیتے تو حقیقت میں مذہب امامیہ کی پھر کسی کو کیا کلام رہتا اور پھر ابو بکر صدیق کی شخصیت کو کوئی کس طرح ثابت کرتا ہے یا وہ انصاف کرو اور حضرات امامیہ کے مجتہدین کے غزوات علم پر لحاظ فرماؤ کہ جو بات ہے وہ حکیمانہ جو قول ہے وہ محققانہ

توال اعتراض نویں فضیلت پر

اوپر ہم نے بیان کیا ہے کہ جب ابو بکر صدیقؓ مخزون اور عمالکین ہوئے اور انکو کسی قدر منظر ابرہو اتب اللہ جل شانہ نے اپنی تسلی ان پر نازل کی جس کا بیان خدا نے ان لفظوں سے فرمایا کہ قاتل اللہ نیکینہ علیہ اس پر حضرت امامیہ چند طرح سے اعتراض کرتے ہیں (اولیٰ یہ کہ علیہ کی

دفعہ ماشیہ) مہاجران و انصار را لعن نیکینہ را نکار محبت پیغمبر نیست ایشان می نہایند یکجا ابو بکر بسبب زور مسلمان شدن از ہم صبا بہتر بود و از بسکہ پیغمبر اورادوست می داشت و شب نماز اورا با خود برد چونکہ میدانست کہ او بعداً حضرت خلیفہ خواہد بود کہ مبادا او تنگ شود حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب را بر جانے خود خواہا پدید آئے تاکہ میدانست کہ اگر کشتہ شود ضروری با مور مسلمانان میرسدلی قول کہ از جواب او ساکت شدم و دیگر بگشتم و طومار سے نوشتم و این دو مسئلہ را نیز در حج کردم کہ بعد سے حضرت امام حسن مکرری صلوات اللہ علیہ بفرسیدم با احمد بن اسحاق کہ وکیل حضرت بود در فتم چون او را طلب کردم گفتند متوجہ سر من را می ست من از عقب او روان شدم و با د رسیدم الی قول کہ بعد از ان صلاۃ الامر با عجز فرمود کہ ای زید غم تو میگفت کہ حضرت رسول ابو بکر را برای شفقت بجا برد چونکہ میدانست کہ او خلیفہ است مبادا کشتہ شود چو در جواب نہ گفتی کہ شمار روایت کردہ آید کہ پیغمبر فرمود کہ خلافت بعد از من ہی مثل خواہد بود و این سی سال را عمر چہار خلیفہ قسمت کردہ ایس بجایان قصد شایر چہار خلیفہ بر حق المس اگر ایس معنی باعث برون مار بود مناسب کہ بعد را با خود بہار بردہ فقط صاحب کوئی شخص اس مجلسی کے متعلقین سے پوچھے کہ شیخ صدوق صاحب کی بناوٹ ہے یا ملا باقر مجلس صاحب کی تہمت اس لئے کہ کسی اہل سنت نے اب تک یہ دعویٰ نہیں کیا کہ پیغمبر حسب ابو بکر کو انکے لئے جانے کے خیال سے قہر میں لگئے اور حضرت علی کو سچو ڈر گئے اور اگر یہ کہا جائے کہ مراد نواصب سے خارجی دشمن اہل سنت ہیں شاید انہوں نے یہ اعتراض کیا ہو تو وہ بھی بعید از قیاس ہے اسلئے کہ حضرت علی کو خلیفہ برحق نہیں جانتے تو یہ فرمانا امام حسب الامر کہ رقم چاروں خلیفوں کو برحق سمجھتے ہونے موقوف اور غلط ہوا جاتا ہے اور امام حسب الامر کا باوجود ہونے عالم ماکان اور مایکون کے خوارج کے عقیدے سے بیخبر ہونا ثابت ہوا ہے پس کوئی صاحب تعظیم لے لے کاند کا اولاد اور احفاد اور مریدین سے پوچھے کہ بناوٹ سے کہتے ہیں جو ان کے شیخ صدوق مجلسی نے کی یا اُسے کہتے ہیں جو خاتم المہدین نے کی انہوں نے ان بیخبروں کے ہا کہ اپنے گھر کے شوستی اولاد منفری کے اعتراض سے تو بیخبر ہیں اور اوروں پر طعن کرتے ہیں ۱۲ منہ صفا عنہ

ضمیمہ راجع طرف پیغمبر خدا کے ہے نہ ابو بکر صدیق کے اسلئے اسکے معنی میں کہ نازل کی تسلی اپنی شان
 پیغمبر کے جواب اس کا یہ ہے کہ حزن اور خوف تو ابو بکر صدیق کو تھا نہ کہ پیغمبر خدا کو پس اگر علی کی ضمیر راجع طرف
 پیغمبر خدا کے ہو تو آیت کے یہ معنی ہونگے کہ جب ابو بکر صدیق کو خوف اور اضطراب ہوا تو پیغمبر نے اسے کہا کہ تم نہ کہہ
 ہمارے ساتھ ہے پس خدانے اپنی تسلی پیغمبر پر نازل کی اس عبارت بے جوڑ اور بے ربط کو دیکھ کر کون کون سے شیوخ نے اسے
 پر تعجب ہو گا کہ خوف اور اضطراب تو ابو بکر کو ہوا اور پیغمبر خدا کی تسلی کہیں کر میں اور خدا کی تسلی
 پیغمبر صاحب پر نازل ہوا اگر حضرات امامیہ یہ فرماویں کہ پیغمبر خدا کو بھی خوف تھا اس لئے خدا
 نے ان پر تسلی نازل کی اسکے جواب میں ہم کہیں گے کہ حضرات امامیہ جب ابو بکر صدیق پر خوف
 کے سبب سے قطعہ مبین نامرودی کا کرتے ہیں تو پھر اب اسی خوف کو کس منہ سے حضرت کی طرف
 منسوب کرتے ہیں اور اگر ہم حضرت کا خائف ہونا تسلیم بھی کر لیں اور واسطے ازالہ خوف حضرت کا
 تسلی کا نزول حضرت پر قبول کریں تو عبادت آیت کی لائق اصلاح معلوم ہوتی ہے یعنی بجا
 ان فظوں کے جو خدانے فرمائے کہ اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ علیہ
 اس طرح پر الفاظ آیت کے ہونے چاہئے تھے کہ (فانزل اللہ سکینتہ علیہ فقال لصاحبہ لا تحزن
 کہ پہلے خدانے اپنی تسلی حضرت پر نازل کی اور جب حضرت کو اطمینان کامل ہو گیا، تب
 حضرت نے ابو بکر سے کہا کہ کچھ علم نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے ورنہ آیت کے لفظوں سے تو یہ
 معنی جو حضرات شیعہ کہتے ہیں نہیں بنتے اس لئے کہ پہلے الفاظ سے صاف یہ معنی ظاہر
 ہیں کہ پیغمبر خدانے ابو بکر کو محزون دیکھ کر فرمایا کہ لا تحزن ان اللہ معنا کہ کیوں محزون ہوئے
 ہو خدا ہمارے ساتھ ہے پس حضرت کے اس کہنے سے خدانے اپنی تسلی ابو بکر پر نازل کی تاکہ
 ان کا حزن و غم جاتا رہے پس اے یارو سوچو کہ آیت کے معنی اس طرح پر بنتے ہیں جو ہم کہتے
 ہیں یا اس طرح پر جو تم کہتے ہو (دوسرا اعتراض) کہ اللہ مل شانہ کو ابو بکر صدیق پر تسلی
 کرنا منظور ہوتا تو ضرور پیغمبر خدا کا ذکر کر کے ابو بکر کا ذکر کرتا اسلئے کہ خدانے بغیر شرکت
 کے کبھی کسی پر تسلی نازل نہیں کی چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری نے اس تقریر کو درنہن حکایہ
 مفیدہ شرح مفید کے نہایت ہی آجتاب سے لکھا ہے اور اس تقریر کو عمیر الجواب سمجھ کر یہ
 فرمایا کہ (چوں میں سخن را گوش ناصبان شنید باعث حیرت ایشان گردیدہ در حیلہ غلامی
 جان ایشان بلب رسیدہ) اور صاحب تعلیب المکائد نے اسکو اپنی کتاب میں بلفظ نقل کر کے
 لہ جب یہ باتیں سنیا اسکے کان میں پڑیں تو انکی حیرانی بڑھ گئی اور اس سے نجات پانے کیلئے ان کی جان لبوں پر گئی۔

اس پر پڑا ہی نازل کیا، چنانچہ ہم اس عبارت کو بلفظ لکھتے ہیں اور اہل انصاف سے اتنا کہتے ہیں کہ ذرا غور کریں کہ قاضی صاحب نے اپنی صدف طبیعت سے کیسے جھوٹے موتی نکال کر اپنے منہ میں رکھے ہیں اور وہ بھی ان کو گوہر گراں بہا سمجھ کر ذرۃ التاج بنائے ہوئے ہیں کوئی شک کھول کر نہیں دیکھتا کہ ان کے موتی جھوٹے ہیں یا سچے وہ ہونڈہ (آنچھ کا شف صحت بیان مذکور تو نامہ لہود است کہ مقتدان مشائخ بارضواں اللہ علیہم افاوہ فرمودہ اند کہ خدائے تعالیٰ ہرگز دریغ بجائے کہ کئی از اہل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اند انزال سکینتہ نمود الا آنکہ نزول انزال شامل جمیع ایشان داشتہ چنانچہ در بعض آیات فرمودہ ولوم حنین اذا عجبتم کہ ہم غم تغن حکم شینا و صفا علیکم اللاتینا ہر جہت ثم ولتیم مدبرین ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ و علی المؤمنین و در آیہ دیگر گفتہ فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ و علی المؤمنین و چون با حضرت غیر از ابو بکر در غار نبوہ لاجرم خلاصتہ تعالیٰ آن حضرت را در نزول سکینتہ منفرد ساختہ و اولیٰ بان مخصوص گردانید و ابو بکر را با و شرکت نہ داد و گفت فانزل اللہ سکینتہ علیہ و ایدہ بجنود لم تر وہا پس اگر ابو بکر مؤمن می بودہ باستی کے خدائے تعالیٰ دریں آیہ اور اجاری مجری مومنوں میں فرمودہ و غل می فرمودہ الی قولہ بنا بر الی نزول سکینتہ مخصوص اوشہ باشد و ابو بکر بواسطہ عدم ایمان از فضیلت سکینتہ محروم ماندہ باشد و ایضا بنس قرآنی اباد و اذ ان کہ در آیہ غار سکینتہ بر غیر رسول باشد) خلاصہ اس ساری تقریر کا یہ ہے کہ خدائے جہاں تسلی مومنین پر نازل نہیں کی تو کیونکر ممکن ہے کہ غار میں پیغمبر صاحب کو چھوڑ کر فقط ابو بکر پر تسلی نازل کی ہو پس اس آیت سے ابو بکر کا عدم ایمان ثابت ہوا اس

لہ ہر سے بیان کی صحت کیلئے یہ ناظر کیا جاسکتا ہے کہ تم شیخ نے ان آیت کیلئے فرمایا ہے۔ کہ رسول اللہ کے ساتھ جب کوئی مسلمان ہوا تو اللہ نے آپ پر سکینت نازل نہیں کیا۔ ورنہ یہ سب لوگ غفلت و سی میں شامل ہو جاتے۔ البتہ بعض آیات میں کہا ہے کہ ایک شخص میں جب کفار کی کثرت سے تم تعجب میں تھے تو ہم پر زمین تنگ کر دی گئی تم اسے پائوں لوٹ گئے پھر اس کے بعد اللہ نے رسول اکرم اور مومنین پر تسلی نازل کی اور دوسری آیت میں کہا ہے کہ اللہ نے رسول اکرم اور مومنین پر تسلی نازل کی اور چونکہ رسول اللہ کے ساتھ حاضرین ابو بکر بھی تھے اس لئے اللہ نے رسول اکرم پر انفرادی طور سے سکینتہ نازل فرمایا اور آپ کو خاص طور پر تسلی دی اور ابو بکر کو اس سکینتہ و سکون دہانی میں شریک نہیں کیا اور کہا اللہ نے آپ پر تسلی نازل کی اور آپ کی نیر مرئی لشکر کے ذریعہ مدد کا ہے اگر ابو بکر مومن ہوتے تو اللہ ان کو دوسرے مسلمان کا قائم مقام بنا کر نزول سکینتہ میں عمومیہ دیتا۔ خلاصہ یہ کہ رسول اللہ کو خاص طور پر تسلی دی گئی اور ابو بکر مومن نہ ہونے کی وجہ سے فضیلت سکینتہ و تسلی سے محروم رہے اور غیر رسول پر نازل آیت کا نازل ہوا حکم قرآنی کے بھی خلاف ہے۔

لئے کہ اگر وہ باایمان ہوتے تو بشمول پیغمبر کے ضرور خدا ان پر بھی تسلی نازل کرتا لیکن وہ جو قاضی صاحب اور ان کے مشائخ کا کہ یہ امر خلاف نص قرآنی کے ہے کہ تسلی فقط مومنین پر خدا نازل نہیں کرتا محض غلط ہے کسی آیت سے صلاحہ کیسا کہنا یہ بھی تو یہ بات نہیں پائی جاتی کہ تسلی سوائے پیغمبر کے دوسرے پر تنہا نازل نہیں ہوتی اور اگر دو چار جگہ مومنین پر بشمول نبی و رسول کے تسلی نازل کرنے کا ذکر آیا ہے تو اس سے انکار نزول تسلی سے بلا شمول رسول کے مومنین پر لازم نہیں آتا پس اگر فرض کیا جائے کہ کسی جگہ قرآن مجید میں ذکر نزول سکینۃ کا فقط مومنین پر نہ ہوتا تب بھی یہ اعتراض درست نہ تھا نہ کہ خدا کے فضل سے نزول سکینۃ کا فقط مومنین پر بلا شمول رسول کے ہونا قرآن مجید میں مذکور ہے مگر حضرات امامیہ میں سلفاً عن تملیف کوئی حافظ قرآن تو ہوا ہی نہیں اور شاید قاضی صاحب نے اور ان کے مشائخ کرام نے از اول تا آخر قرآن مجید کو تمام ٹکڑے ایک مرتبہ دیکھا تک نہیں ورنہ اس زور شور سے انکار نہ کرتے اور اس شرمندہ کے ساتھ یہ نہ فرماتے کہ (خدا کے تعالیٰ ہرگز وہاں بھیج جائے کہ یہی ادامل ایمان باحقہ بودہ انداز نازل سکینۃ نمود) چنانچہ اب ہم حضرات امامیہ کو نشان دیتے ہیں کہ نزول سکینۃ تنہا مومنین پر بلا شمول پیغمبر صاحب کے سورہ انا فتحنا میں دو مقام پر مذکور ہے اگر شک ہو تو قرآن مجید میں سے اس سورے کو نکال کر دیکھیں کہ اللہ جل شانہ پہلے رکوع میں فرماتا ہے **هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ** **الْسِّكِّينَةَ** **بِئْتَابِ الْمُؤْمِنِينَ** **لِيُذْهِبَ عَنْ يَأْتِيَانَا** **مَعَ** **إِنْمَانِهِمْ** اور پھر تیسرے رکوع میں ارشاد کرتا ہے کہ **إِذْ يَأْتِيَنَّكَ** **تَحْتَ** **الْشَّجَرَةِ** **فَعَلِّمْهُمَا** **مَا لِي** **تَلُوهُ** **بِحُفَاظَتِكَ** **الْسِّكِّينَةَ** **عَلَيْهِمْ** پس اے مومنین قرآن سے ان آیتوں کو پڑھو اور دس بیس قرآنوں کو ملاؤ کہ کسی میں یہ تو نہیں لکھا ہے کہ (ہو الذی نزل السکینۃ فی قلوب رسولہ و قلوب المومنین یا فانزل السکینۃ علی رسولہ و علیہم) اگر عرب سے علم تک ہند سے ایران تک کسی قرآن میں علی رسولہ کا لفظ ہو تو تم سچے تمہارے مجلسی سچے اور اگر کسی میں یہ لفظ نہ ہو اور ایران اور کوفے کے قرآنوں میں بھی فانزل السکینۃ علیہم لکھا ہو تو پھر تم ہی انصاف کرو کہ تم اور تمہارے قاضی اور ان کے مقتدین و مشائخ جھوٹے ہیں یا سچے اے یار و افسوس کرنے کی بات ہے کہ صد برس گزر گئے کہ یہ مباحثہ ہوتا ہے اور آج تک کسی نے سورۃ الفتح کو نکال کر بھی دیکھا اور فانزل السکینۃ علیہم پر خیال کیا اور اب تک انہیں قاضی صاحب کے جھوٹے قول پر ناز ہے اور ان کی فضیلت و قابلیت پر افتخار ہے اور سب سے زیادہ افسوس اس پر ہے کہ حضرت امامیہ جن میں سے دو چار ہی ایسے شخص نکلیں گے جن کو قرآن کی سورتوں کے نام بھی یاد ہوں اور دو ایک ہی ایسے

ہوں گے جن کو اتنا از لانا اور قل ہو اللہ کے سوائے کلام اللہ کے دو چار رکوع حفظ ہوں در نہ خدا کے فضل سے سب کے سب قرآن شریف سے بخیر کلام اللہ سے ناواقف اور با این نادانیت یہ شوخی کا اہلسنت و جماعت کے مقابلے میں قرآن شریف کی سند پیش کرتے ہیں جن کی زبان پر ایک ایک لفظ قرآن مجید کا اور جن کے دل میں ایک ایک حرف کلام اللہ لکھا ہوا ہے پس یہ غلطی قاضی صاحب اور ان کے مشائخ کبار سے قرآن مجید کی ناواقفیت سے ہوئی ہے اس لئے ہم ان کو معذرت سمجھتے ہیں اور ان کی غلطی سے درگزر کرتے ہیں (تیسرا اعتراض) کہ اگر ضمیر علیہ کی فائز ل اللہ سکینہ علیہ میں راجع طرف ابو بکر کے ہو تو تغلل فی الضمائر لازم آتا ہے اس لئے کہ پہلے عینی ضمیر میں آخر جہ اور صاحبہ وغیرہ میں ہیں وہ سب سؤل کی طرف راجع ہیں اور پھر آگے جو ضمیر و آئیدہ میں ہے وہ بھی راجع طرف پیغمبر کے تو کیونکر ممکن ہے کہ ضمیر علیہ کے صحیح میں راجع طرف ابو بکر کے ہو جو اب اس کا یہ ہے کہ اول تو ضمیر کا عود پانا ہے کہ اقرب مذکورات کی طرف ہو سواس مقام پر ابو بکر ہیں اس لئے کہ انہیں کی طرف لصاحبہ کا اشارہ ہے دوسرے تغلل ضمیر جب ہو کہ و آئیدہ عطف ہو فائز ل اللہ پر حال تکہ و آئیدہ عطف ہے فقد نصرہ اللہ پر پس تغلل ضمائر بھی واقع نہ ہوا تیسرے تغلل فی الضمائر قرآن مجید میں اکثر جگہ ہے جیسا کہ **إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ ۝ وَإِنَّا لَمَلِكٌ مُّسْتَقِيمٌ** میں ہے پس جو اعتراض نزول سکینہ کا ابو بکر پر تھا رد ہوا اور بفضلہ تعالیٰ نازل ہونا تشنی کا ابو بکر صدیق پر ثابت ہوا اور جو کچھ قاضی صاحب اور ملا صاحب اور ان کے مشائخ اور متقدمین نے لکھا پڑھا تھا وہ سب باطل ہوا اور اسکی بیہودگی اور سفاہت کا حال بھی سب پر کھل گیا اور نہ فقط ہم اہلسنت ان اعتراضات کو بیہودہ سمجھتے ہیں بلکہ بعض حضرات امامیہ بھی کبھی شراکہ اقرار اس کے سفاہت کا کرنے لگتے ہیں جیسا کہ صاحب مجمع البیان طبرسی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے (وقت ذکریت الشیعۃ فی تخصیص النبی فی ہذہ الآیۃ بالسیکینۃ کلا ما رأینا الا ضرب عن ذکرہ اختری لاسلا یسبتا ما سبالی شیء) کہ شیعوں نے اس آیت میں تسلی کو پیغمبر صاحب کیا تھے مخصوص ہونے پر ایسی باتیں لکھی ہیں کہ ہم ان کا لکھنا ہی نامناسب سمجھتے ہیں تاکہ کوئی کہنے والا ہم کو بھی کچھ کہنے نہ لگے پس یہ علامہ کی ان لفظوں سے صاف ظاہر ہے کہ وہ باتیں جو شیعہ ذکر کرتے ہیں ایسی پوچھ اور بیہودہ ہیں کہ ان کو بیان کرنے سے اُسے شرم آتی ہے عرض کہ اب اچھی طرح پر معلوم ہو گیا کہ ان آیتوں سے وہ فضائل حضرت ابو بکر صدیق کے ثابت ہوتے ہیں جو اوپر ہم نے بیان کیے ہیں اور جو اعتراضات شیعوں کے ہیں وہ بالکل پوچھ اور بیہودہ ہیں اور سیاق آیت بھی اسی کے

شاہد ہے اس لئے کہ اگر ان آیتوں میں ابو بکر صدیق کے ذکر کرنے سے انکی رفاقت اور نصرت کا بیان منظور نہ ہوتا تو یہ کوئی موقع ان کے اظہار کا نہ تھا کہ یہ بات خود حضرات امامیہ جانتے ہیں اور دل میں سمجھتے ہیں مگر صرف اپنے مذہب کے تعصب کے سبب سے ایسی صریح اور صاف آیت سے انکار کرتے ہیں اور باوجود کھل جانے امر حق کے فضیلت لفضل الصحابہ کا اقرار نہیں فرماتے ہیں اور اپنے آپ کو ایسی آیات کے انکار سے مستحق جہنم بناتے ہیں (نعوذ باللہ من شرور النفس ہم ومن سیئات اعمالہم)

ائمہ کرام کی شہادتیں صحابہ کی فضیلت پر

پہلی حدیث: شیعوں کی کتابوں میں بروایت ائمہ کرام علیہم السلام منقول ہے کہ پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا (اصحابی کا لجنوم باہیم اقدتیم اہتیم) کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں ان میں سے جس کسی کی پیڑھی کرے گی ہدایت پاوے گی اور نیز حضرت نے فرمایا ہے کہ (دعوالی اصحابی) کہ میرے اصحاب کو میرے لئے چھوڑ دو یعنی میرے حقوق صحبت کی ان کے حق میں رعایت کر دو اور ان کی عیب جوئی نہ کرو ان دونوں حدیثوں میں سے پہلی حدیث کی صحت لفظاً و معنیاً امامیہ کے نزدیک مسلم ہے اور صاحب استقصار الافہام نے بھی اس کو قبول کیا ہے لیکن پہلی حدیث کی نسبت کچھ کلام ہے اس لئے ہم پہلی حدیث کی نسبت صرف یہی کہتے ہیں کہ جب اس کی صحت پر اقرار ہے تو کیا وجہ ہے کہ اس پر عمل نہیں کرتے اور جو پیغمبر صاحب نے اپنے اصحاب کے حق میں فرمایا اس کو نہیں اتنتہ کیوں حقوق صحبت پیغمبر کی ان کے حق میں رعایت نہیں کرتے اور کس لئے انکی عیب جوئی سے باز نہیں آتے اور کس واسطے باوجود سفارش پیغمبر صاحب کے ان کی دشمنی ترک نہیں کرتے اور پہلی حدیث (اصحابی کا لجنوم) کی نسبت ہم اقوال ائمہ کرام کو امامیہ کی کتابوں سے نقل کر کے اس کی صحت ثابت کرتے ہیں اور علماء امامیہ نے جو تادیلات اور تحریقات لفظی و معنوی کئے ہیں ان کو ظاہر کر کے اس کا بطلان ثابت کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ عیون اخبار میں جو مقدمین کتب امامیہ سے لکھا ہے کہ (حدثنا الحاکم ابو علی الحسن بن احمد البیہقی قال حدثنا محمد بن یحییٰ الصولی قال حدثنا محمد بن موسیٰ بن نصر الرازی قال حدثنی ابی قال سئل الرضا علیہ السلام عن قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصحابی کا لجنوم باہیم اقدتیم وعن قولہ دعوالی اصحابی فقال ہذا صحیح) کہ ایک شخص نے امام موسیٰ رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ پیغمبر نے فرمایا ہے کہ چھوڑ دو میرے واسطے میرے یاروں کو امام موسیٰ نے جواب دیا کہ یہ صحیح ہے اس روایت سے ثابت ہوا کہ حدیث اصحابی کا لجنوم جن لفظوں سے کتب اہل سنت میں

منقول ہے انہیں لفظوں سے کتب امامیہ میں مذکور ہے اور امام موسیٰ رضا علیہ السلام کی زبان سے اس کی صحت پر علماء امامیہ کو اقرار ہے اور نہ صرف اسی ایک روایت سے اس کا ثبوت ہوتا ہے بلکہ اور بھی بہت سی روایتیں مؤند اس کی کتب امامیہ میں موجود ہیں کہ بعد ملاحظہ ان کے کسی شیعہ کی یہ مجال نہیں کہ اس حدیث کی صحت سے انکار کر سکے یا اس کو موضوع کہہ سکے یا اس کو خبر اسناد کہہ کر اپنا چچا پھڑا کر اس لئے کہ شیخ صدوق نے معانی الاخبار میں اور علامہ طبری نے احتجاج میں اور ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں اور ملا حیدر آملی اشاعری نے جامع الاسرار میں اس حدیث کے ضمن میں اس حدیث کو خود ان کی کتابوں سے نکال کر نہ دکھلا دیا اور اسکی صحت کو امام کے قول سے ثابت نہ کر دیا تب تک انہوں نے اس حدیث کی صحت پر کیا شور و غل مہایا اور اس کی موضوعیت اور بطلان کے اثبات میں دفتر کے دفتر سیاہ کئے یہاں تک کہ قاضی نور اللہ شوشتری نے کس شہد سے احتساب الحق میں فرمایا ہے کہ (امام رواہ من حدیث اصحابی کا لفظ فقیہ من آثار الوضع والبطلان مالا یخفی) کہ اس حدیث کی موضوعیت کا دعویٰ اس شہد کے ساتھ کرتے ہیں وہ خود ہماری حدیث کی کتابوں میں منقول ہے اور جس کے بطلان کا الزام اہل سنت پر لگاتے ہیں وہ بروایت انکر کرام ہمارے رسول کے موافق ثابت ہے ہاں اتنا فرق ہے کہ سنی بیچاروں کے رد میں ضعتا اور مجاہل ہیں اور خود ماہر ملت کے یہاں راوی کرام ہیں پس اگر سنیوں کے طور پر روایت کی ہوئی حدیث کو غلط کہہ دیا یا خود سنیوں نے اپنے طور پر راویان اس حدیث کو ضعیف تصور کیا تو کچھ ہرج نہیہاں اگر قاضی صاحب نے یا اور کسی صاحب نے اس حدیث کو موضوع بتلایا اور باوجود تصدیق امام موسیٰ رضا علیہ السلام کے اس کو جھٹلایا تو اس نے اپنا دین ہی غارت کیا اور امام کی تکذیب کر کے اپنے آپ کو دانو ایمان سے خارج کیا۔ اب ہم ان تحقیقات کو بیان کرتے ہیں جو علمائے امامیہ نے اس حدیث کی نسبت کی ہیں عیون اخبار میں جو حدیث ہم نے اصحابی کا لفظ نقل کی ہے اس میں بعد ان الفاظ کے یہ عبارت بڑھاتی ہے (یرید من لم یغیر بعدہ ولم یبدل) کہ مراد ان اصحاب سے جو حدیث میں مذکور ہیں وہ ہیں جنہوں نے کچھ تغیر و تبدل نہیں کی پوچھنے والے نے امام سے پوچھا کہ یا حضرت ہم کیوں نہ کہہ جائیں گے

لہ یرید من لم یغیر بعدہ ولم یبدل کیف تعلم انہم قد غیروا و بدلوا قال لما یرود من انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیزدن قال من اصحابی یوم النیار من حقہ کما تادوا و سب اللیل من المساقول یارب اصحابی فیقال ایہم لہم منہ ما اعدتوا بعدک فیروز ہم

ذات لسان فاقول بعدہم کسما انہم فی المن لم یغیر ولم یبدل ۱۲

کہ اصحاب نے کچھ تغیر و تبدل کی ہے تب ہمام نے جواب دیا کہ خود پیغمبر صاحب کی حدیث موجود ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ کچھ لوگ میرے اصحاب سے قیامت کے دن جو جس سے علیحدہ کر لئے جائیں گے تب میں کہوں گا کہ خدا یا یہ میرے اصحاب ہیں تب اللہ جل شانہ فرما دے گا کہ تو نہیں جانتا کہ انہوں نے تیرے پیچھے کیا کیا اور وہ دوزخ کی طرف کھینچ لئے جاویں گے تب میں کہوں گا کہ وہ وہود دفع ہو ان الفاظ کے بڑھانے سے غرض یہ ہے کہ بعض اصحاب بسبب ارتداد کے حدیث کے مصداق سے خارج ہوئے اور خود حضرت امامیہ کا اقرار ہے کہ اصحاب مقبولین حدیث جو جس کے مصداق سے مستثنیٰ ہیں جیسا کہ صاحب استقصا الافہام نے بجز بمتنبی الکلام کے مسلک ثانی کے ایک مقام پر اس کا اقرار کیا ہے و نیز عبارت (کہ ہرگز حدیث جو جس پر انہا منطبق نہی تو اذ شد) اور اس لہجہ کو کہ خلتنا راشدین اور انصار و مہاجرین اصحاب مقبولین تھے ہم اسی حدیث کی بحث میں فضل ارتداد صحابہ میں ثابت کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ و لوفرغنا کہ بعض اصحاب مقبولین مغیرین و مبدلین میں ہوں لیکن تاہم اکثر اصحاب کی نسبت اس حدیث کا مضمون صادق آتا ہے اس لئے کہ ارفع العضا ابلغ البلد علیہ الحیۃ والذنان ایسا لفظ تشبیہ میں صحابہ کے بیان فرمایا ہے کہ جسطرح پر وہ فضیلت پر وال ہے اسی طرح پر کثرت پر یعنی لفظ نجوم پس حضرت کا یہ فرمانا کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کی مثال کو معدومے چند کے حق میں وارد نہیں سمجھ سکتا و سلنا کہ بہت ہی تھوٹے بلکہ دو تین ہی اصحاب پر جو ارتداد سے بچ گئے یہ حدیث منطبق ہوئے تب بھی یہ عقیدہ امامیہ کا کہ اقتداء صرف اہل بیت کی واجب ہے اور دوسرے کی ناجائز باطل ہوتا ہے اور ابتداء جو کہ مخصوص اہل بیت کے لئے ہے اس میں دو چار کا شریک ہونا ثابت ہوتا ہے (لم یقل بشیء منہم) مگر تاکہ جب حضرات امامیہ نے سوچا کہ یہ عبادت بھی بیکار ہوئی اور اس نے بھی دار و گیر اہل سنت سے نہ بچایا تب اس کو چھوڑا اور وہ یہ طور پر تاویل کو کام فرمایا اور یہ دعویٰ کیا کہ مراد اصحاب سے اہل بیت ہیں جیسا کہ صاحب استقصا الافہام نے بجز بمتنبی الکلام کے فرمایا ہے مراد اصحاب حدیث اصحابی کا نجوم باہم اقتداء ہم ابتداء ہم اہل بیت علیہم السلام اند) لیکن ہم اس دعویٰ کو چند سیلوں سے باطل کرتے ہیں۔

دلیل اول

اصحاب کے لفظ سے اہل بیت مراد لینا داد تحریف دینا ہے اس لئے کہ عرفاً اصحاب کا اطلاق یار دوستوں پر اور اہل بیت کا گھر والوں پر ہوتا ہے شرعاً اصحاب سے مراد پیغمبر پر ایمان لانے والے

اور فقہائے جاتے ہیں اور اہل بیت سے گھر والے اور نبی فاطمہ سمجھے جاتے ہیں بلکہ امام ادریس نبویؑ اور اقوال ائمہ اظہار سے یہ ظاہر ہے کہ دونوں لفظوں کے مصداق دو فریق علیحدہ علیحدہ ہیں جہاں یاران پیغمبر کی شان میں کوئی حدیث یا قول ہے وہاں لفظ اصحاب کا آیا ہے اور جہاں خاندان نبوی اور ائمہ اظہار کا ذکر ہے وہاں لفظ اہل بیت اور عترت کا چنانچہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے، کہ (انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی) یا مثل اہلبیتی کسفینۃ نوح، یا امام زین العابدین نے اپنی دعائیں جو صحیفہ کاملہ میں مذکور ہے فرمایا ہے کہ (اللہم واصحاب محمد خاصۃ الدین احسنوا الصحابۃ) اگر لفظ اصحاب یاران پیغمبر کے لئے مخصوص نہ ہوتا اور اس کا استعمال اہل بیت اور عترت کی نسبت بھی ہوتا تو کیوں ان احادیث میں الفاظ اہل بیت اور عترت کی تخصیص کی جاتی اور کس لئے پیغمبر خدا حدیث انی تارک فیکم الثقلین میں بجائے کتاب اللہ و عترتی کے کتاب اللہ و اصحابی نہ فرماتے اور حدیث مثل اہلبیتی کسفینۃ نوح میں مثل اصحابی کسفینۃ نوح ارشاد نہ کرتے اور کس واسطے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت فاطمہ کے گھر جاتے تو (اسلام علیکم اہل البیت) فرماتے اور سلام علیکم یا اصحابی نہ کہتے غرض کہ امام ادریس نبویؑ اور اقوال ائمہ اظہار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب اور اہلبیت کے لفظ کو اوجھے میں دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اور دونوں کے مصداق دو فریق ہو گئے اصحاب کا اطلاق یاؤں دوستوں پر اور اہلبیت کا استعمال گھر والوں پر ہوتا رہا اور اب تک خواہس اور خواہم دونوں فریق کے ویسا ہی استعمال کرتے ہیں پس نہایت تعجب کی بات ہے کہ مسد با احادیث اور منہار یا اقوال میں تو اصحاب کا لفظ یاران پیغمبر پر اور اہل بیت کا لفظ گھر والوں پر استعمال کیا جائے اور کسی حدیث کے قول میں تو اصحاب کے لفظ سے اہل بیت اور اہل بیت کے لفظ سے اصحاب مراد نہ لے اور صرف ایک حدیث اصحابی کا نجوم میں خلاف بتا۔ بد اذہان اور مخالف مواد سے عادت کے اصحاب کے معنی اہل بیت کے لئے جائیں اور پھر بھی ایسے معنی بنانے والے اپنے آپ کو مصداق پھر فون الکلم من مواعنہم کا نہ سمجھیں۔ اے حضرت ذرا تو انصاف کرو کہ اگر کوئی سنی بیچارہ اپنی زبان سے نکالے کہ اہلبیت میں ازواج مطہرات بھی داخل ہیں اور مثل اہلبیتی کسفینۃ نوح کے مصداق میں وہ بھی شامل ہیں اور آیت اظہیر میں جو لفظ اہل بیت مذکور ہے اس سے پیغمبر کے ازواج مطہرات مراد ہیں بلکہ مراد لینا بیکطرف وہ بھی شامل ہیں تو دیکھو کہ تمہارے علماء کبھی شہور و نقل مچاتے ہیں قیامت برپا کرتے ہیں آسمان زمین کو طراتے ہیں نوحہ و فریاد کی آواز عرش تک پہنچاتے ہیں کہنے والے کو خدا ہی اور ناصبی اور دشمن اہل بیت کا بتلاتے ہیں

اور با آنکہ اہل بیت سے ازدواج مراد لینا ٹھیک محاورے کے موافق ہے پھر تحریر کا الزام لگاتے ہیں اور خود جب اصحاب سے مراد اہل بیت اور یار اور رفیق کے لفظ کو بھائی اور آل اولاد کی نسبت استعمال کرتے ہیں تو کچھ بھی نہیں شرتے، شرتا نا کیسا ایسی سمجھ پڑنا نہ کرتے ہیں ایسے جو ابوں پر سر افتخار بلند کرتے ہیں پس ایسی سمجھ کا کیا علاج اور ایسے جواب کا کیا جواب ہے شعر

ایں سبز و دایں چشمہ دایں لالہ دایں گل آن شرح ندارد کہ بجفت در آید
پس سر شخص جو ذرا بھی انصاف اور سمجھ کو دخل دے یقین کر دیکھا کہ اگر پیغمبر صاحب اس حدیث کو اہل بیت کی شان میں فرماتے تو صاف لفظ اہل بیت کا ارشاد کرتے اور بجائے اصحابی کا لفظ اہل بیت کا لفظ فرماتے ہاں شاید حضرت شیعہ یہ جواب دیں کہ پیغمبر صاحب نے معاذ اللہ تھے کو دخل دیا اور اصحاب کے خوش کرنے کو لفظ اصحابی فرمایا اور جب گھر میں آئے اور اہل بیت نے شکایت کی تب آپ نے ان سے یہ فرمادیا ہو کہ مراد اصحاب سے تم ہو

دوسری دلیل

اگر ہم لفظ اصحاب سے اہل بیت کے معنی مراد لینے پر کچھ دارو گیر امامیہ کی نہ کریں اور ان کی اس تحریر معنوی کو تسلیم بھی کر لیں تب بھی موافق ان کے عقیدے کے یہ حدیث شان اہل بیت کے صادق نہیں آتی اس لئے کہ اہل بیت کا اطلاق دوازدہ امام پر ہوتا ہے اور اصحاب کا اطلاق صرف انہیں لوگوں پر جو حضرت کی صحبت میں رہے اور سوائے حضرت علی اور حسنین علیہم السلام کے اور نوا امام پیغمبر صاحب کے پیچھے پیدا ہوئے پس یہ ظاہر ہے کہ نوا اماموں پر لفظ اصحاب کا صادق نہ ہوگا تو حدیث اصحابی کا لفظ ہمیں سے سوائے حضرت علی اور حسنین علیہم السلام کے اور سب ائمہ کرام خارج ہو جائیں گے اور وہ نجوم کی تشبیہ سے مستثنیٰ کر دئے جائیں گے اور ان کی اقدار باعث ہدایت نہ سمجھی جائے گی (نعوذ باللہ من ذلک) کون مسلمان ہے کہ ایسی بات زبان پر لائے گا اور ائمہ کرام کی نسبت ایسا خیال کر دیکھا پس ثابت ہوا کہ مراد اصحاب سے اہل بیت نہیں ہیں ورنہ پیغمبر صاحب ضرور لفظ اہل بیت کا فرماتے اور بجائے اصحابی کا لفظ اہل بیت کا لفظ ارشاد کرتے تاکہ کوئی امام اُس کے مصداق سے خارج نہ ہوتا یاں ممکن ہے کہ حضرت شیعہ یہ جواب دیں کہ

لے تھوڑا شہوتی نے مہاس لودین میں کہا ہے کہ تعریف سماوی بنا بر اظہار احوال آست کہ طوفاں نمودہ باشد

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم و ہاتھیکہ ایمان باؤ آودہ باشد ۱۳

امام جو پیغمبر صاحب کے رو برو پیدا نہیں ہوئے اگرچہ باعتبار عالم اجسام لفظ اصحاب کے مصداق سے خارج ہیں مگر بلحاظ عالم ارواح کے اصحاب میں داخل ہیں :

تیسری دلیل

جو عبارت (من لم یغیر بعدہ) کی اس حدیث کے آگے زیادہ لکھی ہے اُس نے اس تاویل کا دروازہ بند کر دیا اور لفظ اصحاب سے اہل بیت کے معنی لینے کو منع کر دیا اسلئے کہ حضرت نے تو یہ خیال کیا کہ اگر اور کچھ الفاظ اس حدیث کے آگے نہ بڑھائے جاویں گے اور فقط ہذا صحیح کہہ کر یہ حدیث ختم کر دی جائے گی تو سنیوں کی دار و گیر سے نجات نہ ملے گی اور حدیث اصحابی کا انجم کی صحت سبکروہ جان آفت میں ڈال دیں گے اس لئے یہ الفاظ امام صاحب کی طرف سے بڑھادیئے کہ مراد اصحاب سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے کچھ تغیر و تبدل دین میں نہیں کیا اور جو مرتد نہیں ہوئے اور جو دوزخ کی طرف نہ کھینچے جائیں گے اور جن سے پیغمبر خدا ہزارہی اپنی ظاہر نہ کریں گے پس ان الفاظ سے بہار امتصان تو کچھ نہ ہو اس لئے کہ ہم بھی ایسے تغیر و تبدل کرنے والوں کو اور مرتد ہو جانے والوں کو اس حدیث کے مصداق سے خارج سمجھتے ہیں اور خلفائے راشدین اور انصار و مہاجرین کو گو ہزار طرح پر امامیہ مرتدین میں شامل کرنا چاہیں وہ شامل نہیں ہو سکتے کہ اسکا بیان تفصیلی بحث ارتداد صحابہ میں ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ لیکن ان الفاظ سے ہم کو بہت ہی فائدہ ہوا اور حضرات امامیہ کی تاویل و تخریج کا حال اس سے کھل گیا اسلئے کہ اگر یہ الفاظ نہ ہوتے تو غیر کسی نہ کسی طرح پر وہ اپنا دل خوش کر سکتے تھے اور اصحاب سے مراد اہل بیت لے سکتے تھے لیکن ان لفظوں نے مجبور کر دیا کہ وہ کسی طور سے اصحاب سے اہل بیت مراد نہیں لے سکتے اس لئے کہ اگر حدیث اصحابی کا انجم میں مراد اصحاب سے اہل بیت ہوں تو جو الفاظ (من لم یغیر بعدہ) کے آگے بیان کئے گئے ہیں وہ بھی ان کی شان میں وارد ہوں گے تو معاذ اللہ معنی اس کے مطابق قول شیعوں کے یہ ہوں گے کہ وہی اہل بیت مثل ساروں کے ہیں جنہوں نے دین میں تغیر و تبدل نہیں کیا (و نقل کفر کفر نہ باشد) جو مرتد نہیں پس کس منہ سے اس حدیث کو شان میں اہل بیت کی کہیں گے اور کس طرح اہل بیت نبوی پر تہمت تغیر و ارتداد کی لگا دیں گے غرض ان الفاظ نے امامیہ کی تخریج کو ثابت کر دیا اور ان کی تاویل کا دروازہ بند کر دیا۔ سمان اللہ کیا قدرت خدا کی ہے کہ جن الفاظ سے ہم پر الزام دیا جاتا ہے تھے ان سے خود ہی ملزم ہو گئے اور جو بھارت

ہمانے قائل کرنے کیلئے بڑھائی تھی اُس سے خود قائل ہو گئے بدشعر

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد خمیر مایہ دوکان شیشہ گر سنگست

جب علمائے امامیہ نے دیکھا کہ یہ دعویٰ بھی ثابت نہیں ہوتا اور اس حدیث میں اصحاب کے لفظ سے اہل بیت کے معنی نہیں بنتے تب مجبور ہو کر حدیث اسماعیلی کا لفظ کی صحت سے انکار کیا اور اس کے عدم صحت کا دعویٰ کر کے اپنا پیچھا چھوڑا تا چاہا مگر ہزار شکر اس پر ہے کہ الفاظ حدیث سے انکار نہیں کیا اور اُس عبارت کو جو اوپر ہم نے نقل کی ہے نہیں جھٹلایا بلکہ صرف تادل اور تخریف معنوی کا کام فرمایا ہے اور فقط شبہات اور احتمالات سے اُس کی صحت سے انکار کیا ہے چنانچہ صاحب استقصار الافہام نے جواب میں مثنوی الکلام کے لکھا ہے کہ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ دو حدیثوں کی نسبت سائل نے سوال کیا ایک حدیث اسماعیلی کا لفظ کی نسبت دوسری حدیث دعوائی اسماعیلی کی نسبت اور امام موسیٰ رضا علیہ السلام نے ہذا صحیح اسکے جواب میں فرمایا پس یہ جواب صرف حدیث اخیر کی نسبت ہے نہ حدیث اول کی نسبت کما قال ذاز ملاحظہ این حدیث شریف ظاہرست کہ آنچه مخاطب در ترجمہ آن گفتہ کہ امام رضا علیہ السلام حکم بصحت این ہر دو حدیث نمود خمیر صحیحست زیرا کہ ہرگز تصریح بصحت ہر دو حدیث درین روایت صریحہ کہ مدلول کلام دست مذکور نیست بلکہ لفظ ہذا صحیح مذکورست و جائزست کہ آن متعلق بہر دو حدیث نباشد اخیرت بیان فرمودہ اس جواب با سو اب میں تین خطائیں ہیں (اول) محمود مجیب اس جواب کو یقیناً بیان نہیں فرماتا اور جائزست اور محتملست بجای واجب است یقینست کے استعمال کرتا ہے اور احتمال اور شک سے اس حدیث کے جس کی صحت میں بقول امام کچھ شک نہیں تکذیب فرماتا ہے (دوسرے) یہ احتمال بھی فقط احتمال ہی احتمال ہے اسلئے کہ جب سائل نے دو حدیثوں کی نسبت اسکا کیا اور امام نے ہذا صحیح کہہ کر جواب دیا تو یقیناً یہ امر ثابت ہوا کہ حضرت امام نے سائل کے قول کی تصدیق کی اور اس کا قول دو حدیثوں کی نسبت تھا اس سے دونوں کی صحت ثابت ہوئی رہا احتمال کہ اگر امام دونوں حدیثوں کی صحت تسلیم کرتے تو نہ ان صحیحان فرماتے یہ قابل لحاظ کے نہیں

بلکہ اس حدیث کے ملاحظہ سے ظاہر ہے جو مخاطب نے اپنے ترجمہ میں لکھا ہے کہ امام موسیٰ رضا نے ان دونوں حدیثوں کی صحت کا حکم دیا ہے۔ یہ ترجمہ و مغرب لفظ ہے۔ کیونکہ مدلول کلام سے ان دونوں حدیثوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ آپ کا ہذا صحیح کہنا تحریر ہے اور میں ممکن ہے کہ یہ لفظ دونوں حدیثوں کے لئے نہ ہو بلکہ میں ممکن ہے کہ اگرچہ سائل نے دونوں حدیثوں کے اسمے میں

ہے اس لئے کہ مقصود سائل کا واحد تھا یعنی قول نسبت مدح صاحب کے تو حروف اشارہ واحد کا مقصود واحد کی نسبت استعمال کرنا خلاف مواروہ نہیں ہے (تیسرے) سائل نے دو حدیثوں کی نسبت استفسار کیا اور امام نے فقط بذراصح فرمایا اگر ہم تسلیم بھی کریں کہ یہ جواب دوسری ہی حدیث کی نسبت ہے تو پہلی حدیث کا جواب کیا ہے کیا یہ کسی کے خیال میں آتا ہے کہ سائل دو حدیثوں کی نسبت سوال کرے اور امام ایک ہی کی نسبت جواب دیں اور دوسری کی نسبت لاونعم کچھ بھی نہ فرماویں اور اس کی صحت اور عدم صحت کی نسبت کچھ بھی زبان مبارک سے ارشاد نہ کریں اور ایک مجمل لفظ کہہ کر سائل کو حیرت میں ڈالیں شاید حضرت امامیہ یہ جواب دیں کہ ائمہ کی شان یہی ہے کبھی کسی کو جواب صاف نہ دیں اور قیے کو کسی حالت میں نہ چھوڑیں اور ہمیشہ گول بات کے سوا کچھ ارشاد نہ فرماویں خدا کے واسطے ذرا انصاف کرنا چاہئے کہ جس سائل نے امام سے سوال نسبت دو حدیثوں کے کیا جب اس کے جواب میں امام نے بذراصح فرمایا تو وہ کیا سمجھا ہو گا دونوں حدیث کی نسبت یا ایک ہی حدیث کی نسبت اگر وہ ایک ہی حدیث کی نسبت سمجھتا تو یا امام کی ان لفظوں کا یہی مطلب ہو گا یا معاذ اللہ امام نے اس کو جان بوجھ کر مجمل لفظ کہہ کر دھوکے میں ڈالا ہو گا لیکن اگر ہم اس روایت میں امام کی تصدیق بہ نسبت دوسری ہی حدیث کے سمجھیں تو بھی حضرت شیعہ کی جان نہیں بچتی اس لئے کہ قطع نظر اس روایت اور اس کتاب کے اور روایتوں سے بھی صحت مضمون حدیث اصحابی کا لنجوم کی ہوتی ہے پس اگر علمائے امامیہ اس روایت میں اس حدیث کی تکذیب کریں تو اور احادیث کو کیا کریں گے اور کہاں تک ائمہ کرام کے قولوں کو جھٹلا دیں گے چنانچہ اب ہم اس حدیث کی صحت دوسرے طریق سے ثابت کرتے ہیں

ملا حیدر آملی اشاعشری نے جامع الاستفسار میں لکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (انا کالشمس و علی کالقمر و اصحابی کالنجوم) یا ہم اقتداء تیمم استہ تیمم کہ مثل سورج کے ہوں اور علی مثل چاند کے اور میرے اصحاب مثل ستاروں کے جن کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے معلوم نہیں کہ اس حدیث کو دیکھ کر کیسا شعلہ جاں سوز علمائے امامیہ کے سینے سے نکلے گا اور خبر نہیں کہ یہ شرارہ ان کے شرمن عقل و خرد کو کیسا جلادے گا ہاں اس کی بھی تاویل کریں گے کہ مراد اصحاب سے اہل بیت ہیں اس کا جواب ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اور اب بھی بیان کرتے ہیں لیکن قبل جواب دینے کے ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ جب اس حدیث کی صحت ثابت ہو گئی، تو عمون اخبار میں جو امام موسیٰ رضا کے جواب سے اس کی صحت ثابت ہوتی ہے اس کا کس مُنہ

سے انکار کریں گے اور جو عبادت زائد (من لم یغیر بعدہ) اس روایت میں ہے کہ اس کو نشان میں اہل بیت کی کیونکر صلاح سمجھیں گے اب اس تاویل کو جو اس حدیث کی نسبت ہے غور سے سنئے کہ جو تقریر اس علامہ اشاعری نے کی ہے وہ اس امر پر وال ہے کہ مراد اصحاب سے اہل بیت نہیں ہیں اس لئے کہ اوپر اس حدیث کے یہ بیان ہے کہ نبوت مثل نور آفتاب کے ہے، اور امامت مانند چاند کی روشنی کے اور علم علما کا مانند چمک ستاروں کے و بڑھ بجا رہتے بلقظہ اور وافی اصطلاح المقوم تسمیۃ الولاية بالشمیۃ والقمریۃ والمراد بہا ولاية النبی وولاية الولی ونسبت العلماء الیہا تسمیۃ النجوم الی القمر والشمس الی قوله فکلذک لایکون للعلماء قدرة ولا نظور مع وجود الالواح والارواح من حیث الولاية ویؤید ذلک کلام اشار الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقوله انا کالشمس وعلی کالقمر واصحابی کالنجوم باہم اقتدیم اقتدیم) پس ظاہر ہے کہ ائمہ کرام اوصیاء میں داخل ہیں نہ علماء میں اور تمثیل نجوم کی علماء پر صادق ہے نہ اوصیاء پر تو اس علامہ کی تقریر سے ظاہر ہوا کہ حدیث اصحاب کالنجوم میں اصحاب سے مراد اہل بیت نہیں ہیں بلکہ علماء ہیں اور اس سے ہمارے دونوں مطلب ثابت ہو گئے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور مراد لفظ اصحاب سے اہل بیت نہیں ہیں اگر اس روایت پر سیری نہ ہوئے اور حضرات امامیہ کو اپنے اور بزرگوں کی تصدیق سننے کی خواہش ہو تو اور بھی سینیں اور تیسرے طریق سے اس حدیث کے مضمون کی صحت پر سند لیں شیخ صدوق نے معانی الاخبار میں لکھا ہے کہ (حدثنا محمد بن الحسن احمد الولید رحمہ اللہ قال حدثنا محمد بن الحسن الصفار

عن اس حدیث کے مذکور ہونے سے کتب امامیہ میں جو حدیث امامیہ کو ہے اس کا بیان نہیں ہو سکتا چنانچہ جو تحریریں امام شیخ بیان علی بن صاحب اور ان کے دینی بھائی نورالدین کے ہوئی ہیں وہ اس پر شاہد ہیں جم انتخاب اس کا یہ رسالہ المکتب فی رویۃ الغالب والغریب مطبوعہ ۱۳۶۵ھ سے نقل کرتے ہیں وہ بڑھ۔ انتخاب خط سجان علی خاں بنام مولوی نورالدین منقولہ صفحہ ۱۶۔ رسالہ المکتب چنانچہ الی بی پایان از لہدن سند حدیث اصحابی کالنجوم وہ طریق شیعہ و تحریر غلام حدیث برداشتہ آپا تعلق و درتہ گرد کہ چنگ و چنان سند پیدا کردہ ہر کلمہ چنان امامیہ در طریق شیعہ یافتہ شود باز سررا یکدم سنگ نوان در جواب از مولوی نورالدین منقولہ صفحہ ۱۶۱۔ ایضا میرتہ او قشوریش مائے ان بہرسانیدن سند حدیث نجوم کہ نامب و اتفاق افتادہ بجلتہ نور ست طردا فقیرہ بیضے از مجلدت سمار دیدہ بودم کے بعضے از مسترشدین نوشتہ اند کہ حقیقت ایست کہ اس حدیث از جلد الما نورنا تکلیف لفظی و دان ماہ یافتہ آئے تو اصعب تجرین معنوی مبادت کردہ اند کہ اس حدیث را بر اہل رست فرود آرد و در دورینہ مکتب سیران و سرگرداں مانند و در یافتہ کہ حضرت خاتم المرسلین کسلفہ بانجوم بایست فرمودہ اند کہ حال نشان در زمان سعادت توائل آنجا و بعد از وفات شریف بر بھی و آمدہ بود کہ کسیکہ مصلحت آنہم کفر و اثم از داود کلرا گردید نہ الی قوله و بندہ و حیرتہ کہ در خصوص

عن الحسن بن موسی الخشاب عن نجات بن کلوب عن اسحق بن عمار عن جعفر بن محمد عن ابي اسحق عليه السلام قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما دهرتم في كتاب الله عز وجل فاعلموا انكم به لا تغدو لكم في تركه ما لم يكن في كتاب الله عز وجل وكانت فيه السنة بمعنى فلا غدر لكم في ترك سنتي وما لم يكن سنة مني فما قال اصحابي فتولوا به انما مثل اصحابي فيكم كمثل النجوم ابيها اخذت مني باسي اقاويل اصحابي انما تم اهدتكم واخلاق اصحابي لكم رحمة (يعني امام جعفر صادق نے فرمایا کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو پاؤ تم خدا کی کتاب میں اس پر عمل کرو کوئی عذر تم کو اس کے ترک پر نہیں ہو سکتا اور جو کچھ میرے اصحاب نے کہا ہو کیونکہ میرے اصحاب تمہارے بیچ میں ایسے ہیں جیسے کہ ستارے جس طرح ہر جس کسی ستارے کو کوئی لے لے راہ پر پہنچ جائے گا اسی طرح ہر میرے اصحاب ہیں جس کسی قول کو میرے اصحاب کے تم لے لو گے ہدایت پائو گے اور میرے اصحاب کا اختلاف تمہارے واسطے رحمت ہے اس حدیث کی صحت میں کسی کو کلام نہیں اس لئے کہ علامہ طبری نے احتجاج میں اور طبرانی نے بعد الاقوال میں اس کی تصدیق کی ہے پس یہ حدیث معنا مطابق حدیث سابق کے ہے بلکہ اختلاف اصحابی لکم رحمة کا فقرہ اور زیادہ ہے پس انکار حدیث سابق سے جو عیون اخبار میں مذکور ہے تکذیب امام موسیٰ رضا کی ثابت ہوتی ہے لیکن اگر ہم اس حدیث کو جو عیون اخبار میں مذکور ہے کان لم یحیئ سبحیں اور اس حدیث کو جو معانی الاخبار سے ہم نے نقل کی صحیح ہائیں تب بھی مطلب ہمارا فوت نہیں ہوتا اس لئے کہ جو الفاظ اس حدیث کے ہیں وہ بھی موید ہمارے قول کے ہیں، باقی رہی تاویل و تخریج علامتے ہامیہ کی اسکی نسبت بھی ہم بحث کرتے ہیں اور جو کچھ تاویلات انہوں نے کئے ہیں اس کو نظر کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ شیخ صدوق نے اس حدیث کو جس طرح اُدھر ہم نے

فہما شہد امرت انان جبے کہ امر باقتدار فلان و فلان لازماً یہ بلکہ حیرت ازانت کہ بعدا لعلامت بدو حیرت عظیم القدرین قرآن
 حجت استاد یعنی کہ اصحاب میں مثل ابو ذر سلمان و ملائکہ و مقلد و ابن مسعود خرم ہدایت اندہر کہ اقتدا کنید لا مونی و نہات خواہم یا ف
 دستہ می خواہید شہد عمل انشہ باشد و مزید حیرت آنکہ بعض از علماء می گویند کہ ملوالمیت ایضاً نہیں ہر بعض از اخبار آثار کے خلاف
 الاشیخ ابن ابویہ غالباً در ہدیہ نقل کردہ تشہیت دارند در تصدق قطع نظر از این سخنان مذکور حدیث اول ہم معارضے شود والا
 اید کہ ایہ بزرگان قابل اشفاقا یکہ معاذ اللہ حال اہل بیت ہم مانند اہل ہدایت ہوں کہ سچے براہ احداث و دست رفتند و بعضے
 در حال غریب و سچ مانند ولم یقل بہا صالی قولہ لہذا حیرت بندہ در یناب نسبت بہ حیرت جناب مضامین خواہم بود سمعت
 حیرت ابلاط کہ کنہائے دست کلام ہم میسایم ار تقار قلب و سگر غلام ہر جہے خود دست بقتلے بشریت نمیتوان گفت

نقل کیا لکھ کر یہ الفاظ اور بڑھا دیتے ہیں (فقہی یا رسول اللہ من اصحابک قال المہبتی) کہ جب حضرت
 پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اصحاب میرے مثل ستاروں کے ہیں اور ان کا اختلاف رحمت ہے تب پوچھنے
 والے نے پوچھا کہ یا حضرت آپ کے اصحاب کون ہیں حضرت نے جواب دیا میرے اہل بیت انہیں الفاظ
 پر صاحب استقصا نے اپنے جواب کو جو حدیث سابق کی نسبت ہے استدلال کیا ہے اور حدیث
 سابق کا ان لفظوں سے جواب دیا ہے (پس اگر در حدیث عیون جواب آنحضرت متعلق بہ دو حدیث
 باشد و معاشی ان باشد کہ ازیں حدیث نجوم ہم مراد اصحاب اند مخالفت و مناقضت با حدیث معانی اللہ
 و امثال آن لازم می آید لہذا یا لیداہت قطعاً ثابت شد کہ جواب امام رضا علیہ السلام متعلق بہ دو حدیث
 نیست بلکہ آنحضرت فقط حال حدیث و عوالی اصحابی بیان فرمودہ و تفسیر آن با صحابیکہ متغیر و تبدیل نہ
 شد نہ نمودہ رنگ شبہ از خاطر اہل ایمان زدودہ) لیکن اس جواب میں بھی چند نقص ہیں (اول) ہم
 اس عبارت تا نہ کو صحیح نہیں سمجھتے اور اس کو تحریف شیخ صدوق کی جانتے ہیں کہ حضرت نے اپنے
 مذہب کے موافق یہ الفاظ بڑھا دیئے ہیں اور یہ صرف ہم اپنی بدظنی سے نہیں کہتے اور ہم شیخ صدوق
 پر تعصب نہیں لگاتے بلکہ خود انہیں کے علماء ان کی نسبت ایسا خیال کرتے ہیں اور ان کو تحریف
 کے فن میں استاد جانتے ہیں اگر کسی کو ہشک ہوئے تو وہ ملا باقر مجلسی کی بجا رالافکار کو دیکھے کہ ملا
 موصوف نے شیخ صدوق کی نسبت کیا فرمایا ہے ایک حدیث میں جو ابی بصیر سے الفاظ اشارہ اشارہ کے
 معنی میں منقول ہے صدوق صاحب نے تحریف کی اور الفاظ حدیث کو کم زیادہ کر دیا اور جن لفظوں سے
 کافی میں منقول تھے نقل نہ کیا اس پر ملا باقر مجلسی نے یہ الفاظ شان میں حضرت کے لکھے ہیں (۱)
 الخیر ما خوذ من الکافی و قیہ تغیرات عجیبہ لورت سوء الظن بالصدق و انما فعل ذلک لیوافق
 مذہب اہل العدل و فی الکافی بکذا الخ) کہ یہ تحریف کافی سے لی گئی ہے اور اس میں عجیب تغیر و تبدیل اس
 لئے کی ہے کہ اہل عدل کے مذہب کے موافق ہو جائے اور الفاظ حدیث کافی کے اس طرح پر ہیں
 فقط کہ اس کو لکھ کر ملا مجلسی نے الفاظ حدیث کافی کے نقل کئے ہیں پس باقر ملا باقر مجلسی کے ثابت
 ہوا کہ حضرت شیخ صدوق ذرا ذرا بات پر الفاظ حدیث کے بل لیتے تھے اور واسطے موافق کرنے ساتھ

ملہ اگر حدیث عیون میں آنحضرت کا جواب دونوں احادیث سے متعلق ہوا تو اس کے معنی یہ ہوں گے حدیث عیون میں نجوم سے بھی مراد
 مراد ہیں اور یہ حدیث معانی الاخبار کے مخالف و متضاد ہے۔ اس لئے یہ اتنا ثابت ہوا کہ امام موسیٰ رضا کا جواب دونوں احادیث سے
 متعلق نہیں ہے بلکہ آپ نے حدیث "عوالی اصحابی" بیان فرمائی اور اس سے وہ اصحاب مراد لئے جنہیں تغیر و تبدیل نہیں ہوا
 یہ بیان کر کے آپ نے مومنوں کے دل پر رنگ کے شہادت کے بجائے مستقبل فرادی ۳

اپنے مذہب کے اماموں کی احادیث میں تغیر و تبدل کر دیا کرتے تھے پس اگر اس حدیث میں جس سے صحابہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور جسکی سمت سے کل مذہب ہی باطل ہوا جاتا ہے کچھ الفاظ زائد کر دیئے ہوں تو کیا موجب ہے بلکہ یقین کرنا چاہیئے کہ ضرور انہوں نے آخر فقرہ بڑھا دیا ہے اور کیوں نہ بڑھاتے اسلئے کہ اگر حدیث کو انہیں منظور پر ختم کر دیتے اور اصحاب کا پیغمبر صاحب کی زبان سے مثل ساؤں کے ہونا اور ان کی اقتدار کرنا تسلیم کر لیتے تو پھر اپنے مذہب کو کس طرح بچاتے اس لئے ہم بھی ملا باقر مجلسی صاحب کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں اور حضرت شیخ صدوق کے حق میں اس حدیث میں الفاظ زائد کرنے کی نسبت وہی الفاظ کہتے ہیں کہ (انما فعل ذلک لیوافق مذہب اہل العدل) لیکن اگر کسی کو اس پر اطمینان نہ ہو اور باوجود اقرار ملا مجلسی کے صدوق کی تحریف و تغیر پر یقین نہ آئے تو ہم چند دلیلوں سے ثابت کرتے ہیں کہ الفاظ (فعل یارسول اللہ من اصحابک فعال اہل بیت) بڑھا ہوئے ہیں۔

پہلی دلیل مولوی علی بخش خاں صاحب بہادر اپنے ایک سالے میں فرماتے ہیں کہ اصحابی کا لفظ معاصرتاً یا پہلی اور چستان تھی کہ جس کے پوچھنے کی ضرورت ہوتی اور سننے والا نہ سمجھتا اور الفاظ من اصحابک استفسار کرتا پس یہ سوال خود اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اپنی طرف سے بڑھایا گیا دوسری دلیل ۲۔ اس حدیث سے اختلاف اصحاب کا ثابت ہوتا ہے اور موافق اصول شیعوں کے اہل بیت ملولین جائز ہوگا اور اختلاف اصحابی لکم رحمۃ کے فقرے کے کیا معنی ہوں گے؟ چنانچہ خود اسی حدیث میں بعد ان الفاظ کے جو ہم نے نقل کئے شیخ صدوق صاحب یہ فرماتے ہیں کہ (قال محمد بن علی مولف ہذا الكتاب ان اہل بیت علیہم السلام لا یختلفون ولكن یفتون الشیعۃ بالحق وانما افتون بالقیۃ فما یختلف من قولہم فیہم القیۃ والقیۃ رحمۃ للشیعۃ) کہ مولف اس کتاب کا کہتا ہے کہ اہل بیت علیہم السلام تو کچھ اختلاف نہیں کرتے بلکہ اپنے شیعوں کو صحیح فتویٰ دیتے ہیں البتہ کبھی کبھی کوئی فتویٰ قیے سے بھی کر دیتے ہیں پس اختلاف سے مراد قیے سے اور قیۃ شیعوں کے حق میں رحمت ہے۔ اگرچہ صدوق اور ان کے پیرو اس جواب پر ناز کریں مگر کوئی اہل عقل اس جواب کو پسند نہ کرے گا اس لئے کہ قیۃ کے معنی ہیں سچ بات کو بسبب خوف کے چھپانا اور جھوٹے کو ظاہر کرنا پس حضرات امامیہ کے سوائے دوسرا کون ہے جو تھوڑا بولنے کو رحمت سمجھے گا اور اختلاف اصحابی لکم رحمۃ کے حدیث کو قیے پر محمول کرے گا۔ لیکن اگر ہم اختلاف کو قیۃ پر منحصر سمجھیں تو گویا حدیث کے معنی ہوتے کہ میرے اہل بیت کے جس قول پر کوئی عمل کر لیا وہ ہدایت پائے گا اگرچہ وہ قول باہم مختلف

ہوں اور ایک دوسرے سے مخالف ہوں اس لئے کہ اختلاف میرے اہل بیت کا رحمت ہے فقط اور یہ ظاہر ہے کہ ہزار ہا احادیث اور اقوال اماموں کے ایسے ہیں کہ جنکو اہل سنت ملتے ہیں اور حضرت امامیہ ان کو قیے پر محمول کرتے ہیں لیکن جب قیہ رحمت میں شمار کیا گیا تو سنیوں کا ان اقوال پر عمل کرنا جو اماموں نے براہ قیہ کے فرطے عین ہدایت ٹھہرا دینا اگر قیہ کے قولوں پر عمل کر نیوالے خطا پر ہوں اور گمراہ ٹھہرائے جاویں تو پھر معنی ان الفاظ کے کہ ربای اقوال اصحابی اخذتم استہدیم و اختلاف اصحابی کم رحمتا کے کیا معنی ہوں گے اور کوئی یہ نہ خیال کرے کہ ایسے کلام نے جو اقوال اور احکام براہ قیہ کے فرطے ہیں وہ مجمل اور مشترک المعنی نہیں ہیں بلکہ نہایت صاف اور صریح ہیں اور یہ بھی کوئی نہ سمجھے کہ انہوں نے وقت کہنے ان اقوال اور دینے ان احکام کے اس کا خیال نہیں کیا کہ پوچھنے والا اور سننے والا گمراہ ہو گا بلکہ جان بوجھ کر سوچ سمجھ کر ان اقوال کو فرمایا ہے کہ پوچھنے والا اس پر یقین کرے اور کسی طرح پر اس کو اس قول کی صداقت میں شبہ نہ رہے جیسا کہ علمائے امامیہ نے اس کو خود بیان کیا ہے چنانچہ میر باقر داماد نے اس الغیبا میں فرماتے ہیں کہ جو فتوے ایسے کلام نے موافق قاعدہ قیہ کے دیئے ہیں کہ ان سے غرض تعلیم ہے تاکہ اسکا جواز بیان کیا جائے کہ وقت ضرورت کے اس پر عمل کیا جاوے اور با امید اسکے کہ مومنین کو حق بات بتلا ہی دی گئی ہے اور ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جو ایسے پوچھنے والے نے پوچھے کہ اپنے باطل مذہب پر فریفتہ تھا اور اپنے دین کج پر اٹلے درجے کا غلور رکھتا تھا تو ایسے شخص کو ائمہ کرام نے اسی کے دین و مذہب کے موافق فتوے دیدیئے اسلئے کہ نہ اسکی ہدایت پانے کی امید تھی نہ براہ راست پر آنے کا یقین تھا پس جب اماموں نے خود دیدہ و دانستہ پوچھنے والے کو فتویٰ اس کے دین و مذہب کے موافق بتلا دیا تو گو وہ فتویٰ مخالف اور دانتوں کے ہو لیکن بہ نسبت اختلاف اصحابی کم رحمتا کے پوچھنے والے کے حق میں رحمت ہو گیا اور بمقتضائے حدیث عیون اخبار کی تکذیب پر یہ دلیل بیان کی ہے کہ اگر وہ حدیث صحیح ہوئے تو مخالفت دوسری حدیث سے جو معانی اخبار میں مذکور ہے لازم آتی ہے یہ دلیل بالکل پوری ہے اس لئے کہ اگر عبارت زائد پر جو شیخ صدوق نے بڑھا دی ہے لحاظ نہ کیا جائے تو دونوں حدیثوں کا مضمون موافق ہوتا ہے نہ مخالفت اس لئے کہ عیون اخبار کی حدیث کے یہ الفاظ ہیں (اصحابی کا نجوم یا یہم اقتدیم استہدیم) اور معانی اخبار کی حدیث کے یہ الفاظ ہیں (ان مثل اصحابی فیکم مثل النجوم یا یہم اقتدیم استہدیم)

نہیں بانٹتے کہ دونوں حدیثیں باعتبار معنی کے کیونکر مخالف ہیں باقی رہی بحث عبارت زائد نقل
 یا رسول اللہ من اصحابک کے اس کو ہم تحریف شیخ صدوق کی سمجھتے ہیں اور اسکے دلائل ہم اوپر
 بیان کر چکے ہیں پس اگر ہم تسلیم کریں کہ جو حدیث اصحابی کا نجوم کو امام موسیٰ رضی اللہ عنہ نے موضوع اور
 غیر صحیح فرمایا تو جب اس کی صحت امام باقر علیہ السلام کے بیان سے ہوتی ہے تو ایک امام کے قول سے
 دوسرے امام کی تکذیب لازم آتی ہے ہاں اگر معانی اخبار کی حدیث سے یہ ثابت ہوتا کہ حدیث
 اصحابی کا نجوم معنی موضوع اور غلط ہے تو ہم صاحب استقصا کے جواب کو ان کے اصول کے
 مطابق تسلیم کر لیتے لیکن جب اس سے بھی اس کی صحت ثابت ہوتی ہے تو ہم نہایت تعجب
 کرتے ہیں کہ مؤلف موصوف نے حدیث معانی اخبار کے بیان کرنے میں سوائے اس کے کہ حدیث
 اصحابی کا نجوم کی صحت کو ایک دوسرے امام کے قول سے ثابت کر دیا کہ کیا فائدہ اپنے واسطے
 تصور کیا تھا علاوہ بریں خورد کرنے کی بات ہے کہ اگر پوچھنے والا یہ سوال نہ کرتا کہ اصحاب سے
 مراد کون لوگ ہیں تو یہ کسی کو نہ معلوم ہوتا کہ اصحاب سے مراد اہل بیت ہیں پس کیونکر قیاس میں
 آدے کہ اگر پیغمبر خدا یہ حدیث شان میں اہل بیت کی فرماتے تو وہ ایسا لفظ استعمال کرتے جس کا
 اطلاق عرفاً اہل بیت پر نہ ہوتا اور کیونکر محفل قبول کرے کہ اصحاب کے لفظ کو سائل نہ سمجھا ہو گا اور
 ان سے اس کے معنی حضرت سے پوچھے ہوں گے اس لئے کہ ہم اکثر احادیث میں دیکھتے ہیں کہ
 لفظ اصحاب کا آیا ہے اور پھر کسی ایک میں بھی ایسا سوال نہیں دیکھتے مثلاً حدیث (دعوانی اصحابی
 کو دیکھنا چاہیے کہ خود صاحب استقصا اس کو صحیح بتلاتے ہیں اور امام موسیٰ رضا کی تصدیق
 کو اسی پر ختم کرتے ہیں تو اس کے بعد یہ عبارت نہیں ہے (فقہیل من اصحابک) تو کیونکر ہم جانیں
 کہ کبھی کسی شخص نے اصحاب کے لفظ کو پیغمبر صاحب سے سن کر اس کے معنی نہ سمجھا اور بدول اس
 کی شرح دیافت کرنے کے سامع سے نہ رہا گیا و بذرہ (ما یضحک علیہ الصبیان) (چوتھی دلیل
 اگر ہم اس عبارت زائد کو جو معانی اخبار کی حدیث میں ہے موافق قول صدوق کے تسلیم بھی
 کریں اور عیون اخبار کی حدیث کو معانی اخبار کی حدیث سے مخالف ہونا بھی قبول کریں تب
 بھی صرف اس وجہ سے کہ دونوں میں مخالفت ہے یہ کیا ضرور ہے کہ عیون اخبار کی حدیث کو
 غلط ٹھہرائیں بلکہ ٹھہرانے کی ضرورت ہی نہیں ہے فقط اخیر کا جمایا ہوا فقرہ در کہ کے دونوں حدیثوں کا اختلاف
 وہ کہیں علامہ بریں ہمارے صاحب استقصا کے اس امر پر نہایت تعجب آتا ہے کہ وہ اختلاف کے سبب
 ایک حدیث کو غلط ٹھہراتے ہیں اس لئے کہ حضرت محمدؐ نے ایسی احادیث اللہ تعالیٰ نہیں بیان کئے کہ جن کے اختلاف پر تعجب

ہر دوسرے نے کہا کہ اسی کا افسوس کرتے رہے مجتہدین متاخرین اسی غم میں مر گئے اور احادیث
 کا اختلاف دور نہ کر سکے پس جب اختلاف درجہ غایت پر پہنچ گیا ہوا اور باوجود مسامحتی جمیلہ
 متقدمین کے اس کا رفع ہونا محالات میں سے ٹھہر گیا ہو تو ایک دو حدیث کے اختلاف پر کیوں
 اس قدر افسوس ہے تعجب ہے صاحب استقصا کی ذات سے کہ حضرت نے اپنے امام اعظم
 طوسی کا قول ملاحظہ نہیں فرمایا کہ جس میں اقرار کیا کہ فقط کتاب تہذیب میں پانچ ہزار سے زیادہ
 حدیثیں ہیں جو باہم متعارض اور متناقض ہیں اور جن کا تعارض ہزار تا دلی اور تحریف معنوی سے چھپا
 چاہا اور نہ چھپ سکا چنانچہ ان کے امام اعظم کی تقریر جو صاحب فوائد مدنیہ نے نقل کی ہے یہ ہے۔
 (وقد ذكرت ما رو عنهم عليه السلام من الاحاديث المختلفة التي تخفى الفقه في كتاب المعروف بالاستبصار
 في كتاب تہذیب الاحکام ما يزيد على خمسة آلاف حدیث وقد ذكرت في اكثرها اختلاف الطائفة
 في العمل بها وذلك اشهر من ان يخفى) اور یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ یہ اختلاف صرف راویوں کے
 سبب سے ہے بلکہ حضرات امامیہ اس کا اقرار کرتے ہیں کہ یہ اختلاف خود ائمہ کی طرف سے ہے
 چنانچہ ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے
 کہا کہ کوئی مٹی سخت زیادہ ہم پر اس سے نہیں ہے کہ ہمارے آپس میں بڑا اختلاف ہے تب امام نے
 جواب دیا کہ یہ اختلاف میری طرف سے ہے اور اسی میں بروایت زرارہ کے لکھا ہے کہ اس نے
 امام باقر علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھا حضرت امام نے اس کو کچھ جواب دیا اس کے بعد
 ایک دوسرا شخص آیا اور اس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا اس کو پوچھنا پہلے جواب کے جواب دیا
 کہ پچھتیسرا شخص آیا اس کو دونوں جوابوں کے برخلاف جواب دیا جب وہ دونوں آدمی چلے
 گئے تب میں نے کہا کیا ابن رسول اللہ اسکا کیا سبب ہے کہ دو آدمی اہل عراق سے آئے اور وہ
 دونوں آپ کے شیعوں میں سے تھے اور آپ نے دونوں کو جواب ایک دوسرے سے خلاف دیا
 ہے امام نے فرمایا کہ یہی ہمارے حق میں بہتر ہے اور اسی میں ہماری تمہاری خیریت ہے اگر اس میں
 تم سب مختلف نہ ہو اور ایک بات پر متفق ہو جاؤ تو لوگ تم کو نہ چھوڑیں اور ہم زندہ نہ رہنے پاویں
 اور پھر زرارہ کہتا ہے کہ جب امام جعفر صادق سے اس امر کو میں نے پوچھا تو انہوں نے بھی
 اپنے پدر بزرگوار کے موافق جواب دیا اور یہ کوئی نہ سمجھے کہ فقط ایک مسئلے میں دو تین ہی مختلف

سے و نذر عبارة من محمد بن بشیر بن یزید عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قلت لاربابہ عن اشد علی من اختلاف اصحابنا
 قال ذاک من قبلہ ۱۲۔ و نذر عبارة عن زرارة عن ابی جعفر قال قال سالت عن مسألة فاجابني قال ثم جاز رجل

احکام ائمہ کرام دیا کرتے تھے بلکہ ستر تک تو بہت پہنچتی تھی جیسا کہ بحار الانوار میں امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ امام موسیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک بات میں ستر پہلو رکھتا ہوں جس سے چاہوں نکل جاؤں غرض کہ ان اختلافات کو کوئی کہاں تک بیان کرے جس کو اس یاغ کی بہار دیکھنا ہو وہ (باب کتمان الدین عن غیر اہلہ) کو بحار الانوار سے نکال کر ذرا سیر کرے پس جبکہ اختلاف امامیہ کا یہ حال ہوا وہ خود حضرت ائمہ ایک بات میں سترات پیدا کرتے ہوں اور ایک وقت میں ایک سوال کے جواب میں اپنے مطمئن شیعوں کو ایسے مختلف جواب دیتے ہوں جنہیں سے ایک کو دوسرے سے نسبت ہو اور اسی میں اپنی اور اپنے شیعوں کی خیریت سمجھے ہوں تو پھر صاحب استقصار دوسرے مثنوں کے اختلاف پر کیوں تعجب کرتے ہیں اور کس لئے ان کی تطبیق کی فکر فرماتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ اختلاف ان منافقوں اور جھوٹوں نے کیا ہے جبکہ ائمہ اپنے پاس آنے نہ دیتے تھے اور وہ ائمہ کو بدنام کرتے تھے اور اپنی طرف سے حدیثیں اور باتیں بنا کر ان کی طرف منسوب کرتے تھے اور ائمہ کرام ان سے بیزار می ظاہر کرتے تھے اور ان پر لعنت کرتے تھے اور ان کو کاذب اور ملعون کہتے تھے اور وہ اپنی جھوٹی بنائی ہوئی باتوں کو ائمہ کی طرف منسوب کرتے تھے اور اس امر کو ہم آئندہ شیعوں کی کتابوں سے ثابت کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

دوسری شہادت : صحیفہ کاملہ میں جس کا ایک ایک لفظ حضرات امامیہ کے نزدیک صحت اور اعتبار میں کم از الفاظ قرآنی نہیں ہے لکھا ہے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والتسلیہ کے اصحاب اور ان کے تابعین کی نسبت ان لفظوں سے دُعا کرتے تھے (اللہم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ الذین احسنوا الصحابۃ والذین ابلغوا البلاء الحسن فی نصرہ الخ) کہ خداوند رحمت نازل کرے اور پر اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص

ابقیہ ایضا: انصلا عنہا فاجاب بحدیث ابابنے و اجاب صاحبہ فلما خرج الرجلون قلت یا ابن رسول اللہ رحمان من اهل العراق من شیعک تم سوا جنت کلہ احد منها بغیرا اجبت بالآخر فقال یا زید انہذا خیر من اہل البقیۃ من اہل العراق من شیعک قال بل کان اقل بقائنا وبقائکم فقلت لابی عبد اللہ شیعکم او علمتہم علی الاستہد و علی الدرع الضرارہم یخرجون من عندکم منہم من قال بکت احدت ثلاث مرات ذابا بے مثل حجاب ایہ ۱۲ لہ و ذہ الفاظ عن ابی عبد اللہ قال انی لا نکلم سبعین وجہا لہ فی کلمہ الخرج ۱۲ لہ و لافقہ و اسرہما الی وفاتہ و ساقولای دعوت و استجابوا لہ حیث استمعہم حجۃ رسالۃ وفاتہ قوا الازواج و اولادہم فی انہما کلمۃ و قوا اولادہم فی ثبوت نبوتہ و انتصرہ و اب و من کانوا منطوقین علی صبتہ یخرجون نجاتہ من بعد فی مودتہ و الذین یخرجون ہم القصارہ

کر اوپر ان اصحاب کے جنہوں نے حق صحبت نہایت خوبی سے ادا کیا اور جنہوں نے سب طرح کی مصیبتوں اور ایذاؤں کو اُس کی امانت میں گوارا کیا اور جنہوں نے مل کر اس کی مدد میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا اور جنہوں نے اس کی رسالت کے قبول کرتے ہیں بڑی جلدی کی اور اس کی دعوت کی اجابت میں سبقت کی جب ان کو پیغمبر خدا نے اپنی پیغمبری کی حجتیں بتائیں انہوں نے بلا توقف قبول کیا اور اُن کے گلے کے ظاہر کرنے میں اپنے لڑکے بالوں جو رو بچوں کو چھوڑا اور اُن کی عبوت کے ثابت کرنے میں اپنے باپ اور بیٹوں کو قتل کیا جب انہوں نے پیغمبر کا واسن پکڑا تو اُن کے کنبے قبیلے کے لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا اور جب وہ پیغمبر کے قرابت کے سائے میں آئے تب اُن کے رشتہ داروں نے اُن سے رشتہ توڑ دیا پس خدا یا امت بھولنا تو اُن باتوں کو جو پیغمبر کے اصحاب نے تیرے واسطے اور تیرے پیچھے چھوڑا اور اسی کو تو اپنی رضا مندی سے واسطے کہ انہوں نے خلق کو تیری طرف جمع کر دیا اور تیرے پیغمبر کے ساتھ دعوت اسلام کا حق ادا کیا الہی وہ شکر کرنے کے لائق ہیں کہ انہوں نے اپنی قوم اور کنبے کے گھر اور اپنے وطن کو تیرے پیچھے چھوڑا اور عیش و آرام کو ترک کر کے فقیق معاش کو تیرے لئے اختیار کیا اور خداوند اُن کے تابعین کو جزائے خیر دے جو کہ دعا کیا کرتے ہیں کہ پروردگار ہماری مغفرت کر اور ہمارے اُن بھائیوں کی جو ہم میں سے ایمان میں سبقت لے گئے ہیں کیسے تابعین جو اُن اصحاب کی پال پر چلتے ہیں اور اُن کے آثار کی پیروی کرتے ہیں اور اُن کی ہدایت کی نشانیوں کی اقتدا کرتے ہیں جن کو کوئی شک اُن کی نصرت میں نہیں ہوتا اور جن کے دل میں کوئی شبہ اُن کے آثار کی پیروی میں نہیں آتا کیسے تابعین جو معاون اور مددگار اصحاب کے ہیں اور جو اپنا دین اُن کے دین کے موافق رکھتے ہیں اور جو اُن کی ہدایت کے مطابق ہدایت پاتے ہیں اور اصحاب سے اتفاق رکھتے ہیں اور جو کچھ اصحاب نے اُن کو پہنچایا اس میں اُن پر کچھ تہمت (بقیہ مشیبت) اذا تعلقوا العروۃ وانفتحت ہنم القراۃ اذا سکنوا فی ظل قرۃ فلا نس لہم اللہم ہاتر کوا مک ویک وارضہم من ذوا مک و ہما ماشا خلق علیک وکانوا مع رسوۃ عاۃ مک الیک و شکہ ہم علی ہجر ہم یک ویر قومہم وخر وجہہم من سقر العاش الی غلیفۃ و من کزرت فی اعزاز ویک من مظلومہم اہم وادخل الی التابعین لہم باحسان الذین یقولون ربنا اظفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان خیر جزئیہ الذین قصدوا استہم وجرؤا و حیتہم و مضوی علی شاکتہم لم شینہم ربیب فی بصیرتہم ولم یختمہم شک فی قنوا شامہم و لا یتام بہلہم یتامہم مک کانغین و موازرین لہم یدفون بدنیون بدنیہم و یتبدون بہدیہم یتفقون علیہم و لا موا انہم فیہا اودا اہم علیہم و صل علی التابعین من یوم ہذا الی یوم الدین و علی ازواجہم و علی ذراتہم ۱۲

نہیں کرتے ہیں اور خدا یا رحمت نازل کر ان اصحاب کی تبعیت کرنے والوں پر آج کے دن سے
 جس میں ہم ہیں قیامت تک اور ان کی ازواج اور ذریات پر فقط۔ اے مسلمانو اس دعا کی لفظوں
 پر خیال کرو اور ان کے معنی غور سے سوچو اور سمجھو کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے دعا میں
 کن لفظوں سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو یاد فرمایا اور ان کے محامد اور اوصاف کو کس خوبی
 سے بیان کیا ہے اور ان کی کوششوں اور مصیبتوں کو جو راہِ خدا میں اٹھائیں کس طرح
 پر ظاہر کیا ہے اور ان کے حق میں کس سوزِ دل سے دعا فرمائی ہے کون شخص سے کہ
 جو دعویٰ ایمان اور اسلام کا رکھتا ہو وہ بعد سننے اس دعا کے پھر صحابہ کی فضیلت میں شک کرے
 گا اور کون آدمی ہے کہ جو ائمہ کرام کی امانت کو اصولِ دین سے سمجھتا ہو گا اور ان کے قول اور
 فعل پر عمل کرے نیک دعویٰ رکھتا ہو گا وہ امام کی زبان سے ایسی تعریفیں صحابہ کی سنکر ان کا
 معتقد نہ ہو گا پوشیدہ نہ رہے کہ جب ہم صحابہ کے فضائل میں احادیث اور اقوال کو اپنی کتابوں
 سے نقل کرتے ہیں تو حضرات ان کو ممنوع اور غلط کہہ دیتے ہیں اور جب ان کی کتابوں سے
 ائمہ کرام کے اقوال کو سند لاتے ہیں تو اس کو تقیہ پر محمول فرمادیتے ہیں لیکن یہ دعا صحیفہ
 کاملہ کی ایسی ہے کہ جس پر احتمال تقیہ کا بھی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہ وہ دعائے جو امام
 زین العابدین مناجات میں بوقت خلوت حالت خاص میں خدا سے کیا کرتے تھے اور رازِ نبی
 کے وقت اصحاب رسول کی تعریفیں خدا کے روبرو کر کے ان پر درود بھیجا کرتے تھے اور ان کی
 کوششوں اور مصیبتوں کو جو خدا کی راہ میں اٹھائیں بیان کر کے خدا سے ان کے لئے طلب
 رحمت کیا کرتے تھے پس اس وقت نہ کسی کا خوف تھا نہ کسی سے اندیشہ کہ جس سے ضرورت تقیہ
 کرنے کی ہوتی پس اس دعا میں احتمال تقیہ کی بھی گنجائش باقی نہیں رہی اور امام کی زبان سے
 اعلیٰ درجہ کی تعریف اصحاب رسول کی ثابت ہو گئی پس حضرات امامیہ کو چاہیے کہ اادل سے
 آخر تک اس دعا کو دیکھیں اور لفظ لفظ پر غور فرمادیں اور انصاف کریں کہ جب امام علیہ
 السلام مناجات میں ایسی ستائش اصحاب کی کریں اور ان کی تابعین کے حق میں دعا کے
 غیر فرماویں اور بالفاظ (وارضہم من رضوانک و اشکرہم علی ہجر ہم نیک) ان کے لئے دعا
 ازدی کے طالب ہوں اور ان کے مصائب اور تکالیف کو ذریعہ رضوان الہی کا جانیں اور
 ان کو باعث ترقی دین اسلام کا فرمادیں اور پھر بھی ائمہ کی اطاعت کے دعویٰ کرنے والے اور
 اپنے آپ کو قدم بہ قدم ائمہ کے طریقوں پر چلنے والے اپنے آپ کو امامیہ کہنے والے برفلان اس

کے اصحاب رسول کی برائیاں بیان کریں اور ان کی ہجو و مذمت کو شعائر دین سے ٹھہرائیں اور ان کی عیب جوئی میں شبہ روز صرف اوقات کریں اور ان کے مہابد و اوصاف سے انکار کر کے مطاعن کے اظہار میں مصرفت رہیں اور بھلے دعائے خیر اور طلب رحمت کے ان کے حق میں بدعا کرنے کو عبادت جانیں اور ان کی پیروی کو ذریعہ ضلالت و گمراہی کا سمجھیں اور جو کوئی ان کی پال پر چلنا چاہتے اس کو دائرہ اسلام سے خارج جانیں اور جو کوئی ان پر تہمت کرے اور ان سے دشمنی رکھے اس کو بڑا مومن پاک تصور کریں معلوم نہیں کہ ان حضرات کی اصطلاح میں محبت اور ایمان کے کیا معنی ہیں اور عداوت اور کفر کا کیا مطلب ہے اہلسنت جو ائمہ کرام کے اقوال و افعال پر عمل کریں وہ خارجی اور ناشکی کہلاویں اور حضرات شیعہ جو ان کے اقوال و افعال سے مخالفت رکھیں وہ امامیہ اور دست اہل بیت کے ٹھہریں (فاعتبروا ما الی الالبصار ان لہذا الشیء عجیب) جاننا چاہیے کہ اس دعا سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ (اول) امام کا اصحاب کے حق میں دعائے خیر کرنا اور ان پر درود بھیجنا اور ان کے حق میں گمان نیک رکھنا (دوسرے) ان اصحاب کا سب سے افضل ہونا جو سب سے اول ایمان لائے اور اصحاب رسول کا خدا کی راہ میں ایذا نہیں اور مصیبتیں اٹھانا اور خدا کے لئے گھر باز چھوڑ کر ہجرت کرنا اور پیغمبر کے پیچھے ان کے قریب اور رشتہ داروں کا ان سے قرابت اور رشتہ چھوڑ دینا اور خدا کے دین میں داخل ہونے کے لئے لوگوں کو دعوت اسلام کی کرنا (تیسرے) ان کے تابعین کی فضیلتیں اور ان کی نشانیاں اب ہر ایک امر کی نسبت ہم علیحدہ علیحدہ بحث کرتے ہیں :-

امر اول امام کا اصحاب کے حق میں دعائے خیر کرنا

اصحاب کے حق میں دعائے خیر کرنا اور ان کو نیکی سے یاد کرنا درحقیقت پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والذنا کے حکم کی اطاعت کرنا ہے اس لئے کہ خود حضرت نے ان کے حق میں ایسا فرمایا ہے چنانچہ اوپر ہم عیون اخبار سے اس حدیث کو بیان کر چکے ہیں کہ حضرت نے خدا نے فرمایا کہ دعوالی اصحابی کہ میرے اصحابوں کو میرے لئے چھوڑو اور میری صحبت کے حقوق کی ان کے حق میں رعایت کرو اور اس کی تائید میں اور اس حدیث اور اقوال نقل کی ہیں (اول) حدیقہ سلطانیہ کی جلد سوم بحث نبوت میں جناب میر نصاحب قبلہ فرماتے

ہیں کہ جب پیغمبر صاحب کا رقت و ذات قریب آیا تو حضرت نے منبر پر جا کر اسما بت پوچھا کہ میں کیسا پیغمبر تھا۔ سچوں نے عرض کیا کہ جو کچھ صبر خدا کی راہ میں آپ نے گوارا کیا اس میں آپ نے گوارا کیا اس کی جزائے خیر خدا آپ کو دے تب حضرت نے اس کے جواب میں فرمایا (خدا شمارا نیز جزائے خیر دہد) کہ یہ روایت صفحہ ۳۲۸۔ حدیقہ سلطانیہ میں موجود ہے پس معلوم نہیں کہ اس وقت جب کہ ہزاروں اصحاب موجود تھے اور واسطے دواعی پیغمبر خدا کے مسجد میں جمع ہوئے تھے حضرت کا اُن سے مخاطب ہو کر یہ فرمانا کہ خدا تمکو جزائے خیر دے کس امر پر محمول کیا جائے اور کیونکر ایسے اصحاب کے حق میں گھمان نیک نہ کیا جاوے۔

(دوسرے) تفسیر امام عسکری علیہ السلام میں لکھا ہے کہ ان رجلا من بیغض آل محمد و اصحابہ و اولادہ منہم یعذبہ اللہ عذاباً لوقسم علی مثل ما خلق اللہ لہم اجمعین) کہ اگر کوئی شخص دشمنی رکھے آل محمد سے اور اصحاب محمد سے یا ایک سے بھی منجملہ اُن کے اس پر خدا ایسا عذاب کرے گا کہ اگر وہ تقسیم کیا جائے تمام خلق پر تو وہ سب ہلاک ہو جاویں پس جس طرح پر آل محمد کی دشمنی حرام ہے اسی طرح پر اصحاب محمد کی عداوت حرام ہے (تیسرے) پیغمبر خدا نے اپنے اصحاب

کے سب و دشنام سے منع کیا ہے جو چنانچہ جامع اخبار میں کہ معتدین کتب شیعہ سے ہے منقول ہے (قال النبی من سبنی فاقتلوہ و من سب اصحابی فاجلدوہ) کہ جو کوئی مجھے برا کہے اس کو قتل کرو اور جو کوئی میرے اصحاب کو برا کہے اس کو دتے لگاؤ (چوتھے) کتاب مفتاح الشریعت اور مفتاح الحقیقت میں جس کو ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں اور قاضی نور اللہ شوشتری وغیرہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے کہ غیبت بہت

بُرا عیب ہے اور بہتان اور افتراء اُس سے بھی بڑھ کر ہے اور عوام آدمیوں کے حق میں غیبت اور بہتان گناہ کبیرہ ہے نہ کہ اصحاب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں کتنا بڑا گناہ ہوگا پس انکے حق میں اعتقاد نیک رکھنا ضروریات ہے ہے انکے فضائل بیان کرنے میں رطباً للسان رہنا چاہیے اور انکے دشمنوں کی صحبت سے نفرت رکھنا چاہیے کہ اس سے بغاوت خفی دل میں پیدا ہوتا ہے اور پس باوجود اس کے کہ یہ روایتیں خود شیعوں کی کتابوں میں موجود ہیں اور پیغمبر خدا کا اور ائمہ کرام کا دعائے

خیر کرنا اصحاب کے حق میں ثابت ہو اور پھر وہ اصحاب کے کینے کو افضل عبادت جانیں اور لعنت کرنے کو جو کہ خود انہیں پر لوستی ہے عمدہ ترین طاعت جانیں اور حسین پر امام زین العابدین اور دیگر ائمہ کرام درود بھیجیں اُن پر تبرک کریں اور اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے سواتے

لعنت کے اپنی زبان پر دوسرا لفظ نہ لاویں اور بجائے لعنتیہ کے اپنے فریقے کا نام لہری لکھیں

امردوم پیغمبر خدا کے یارس کا ایمان کے سبب مصیبت اور ایذا

پانا اور جو سب سے اول ایمان لائے ان کا اور اس سے افضل اور بہتر ہونا

اس دعا سے امام علیہ السلام کی پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والتنا کے اصحاب کرام کے جو فضائل ثابت ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ ان کا پیغمبر صاحب کی مددگاری میں مصائب اور تکالیف کا پانا حضرت کی محبت میں اپنے بال بچوں اور گھر بار کو چھوڑنا اور اپنے وطن سے ہجرت کر جانا اثبات نبوت میں اپنے باپ بیٹوں عزیزوں کو قتل کرنا پیغمبر خدا کی دعوت کو قبول کرنا اور خلق خدا کی طرف جمع کر دینا ان فضائل کو امام نے اس تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ کسی شیعہ کو کیسا ہی متعصب کیوں نہ ہو اس کی تکذیب اور تاویل کی جرأت باقی نہیں رہی اس لئے کہ کتاب صحیفہ کاملہ ایسی معتبر کتاب ہے کہ حضرات شیعہ اس کو زبور آل محمد کہتے ہیں اور اس کے لفظ لفظ اور حرف حرف کو صحیح جانتے ہیں اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اس کی تصدیق کرتے ہیں پس ان فضائل کو جو امام نے بیان کئے دیکھ دیکھ کر گود لیں جلتے ہوں اور اپنے محدثین اور علما کو اس کی تصدیق و تصحیح پر بڑا مجاہد کہتے ہوں لیکن کسی طرح پر اس کی تکذیب نہیں کر سکتے باقی رہی تاویل اس کی تین صورتیں ہیں (۱) یا یہ کہ فضائل کا مصداق سوائے صحابہ کے اور کسی کو گروا نہیں جیسا کہ حدیث اصحابی کا لہجوم وغیرہ میں گروانا (۲) یا یہ کہ اس کو لقب پر محمول فرمادیں جیسا اور احادیث ائمہ میں کیا ہے۔ (۳) یا یہ کہ ان فضائل کو اپنے مقبولین صحابہ کے حق میں قبول کریں اور اکثر مہاجرین اور انصار کو خصوصاً خلفائے ثلثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اس سے خارج سمجھیں لیکن تینوں طرح سے تاویل کا دروازہ بند ہے اور سوا اس کے کہ موافق ہمارے مذہب کے ان فضائل کو تمام مہاجرین و انصار کی نسبت خصوصاً ثلثہ کے حق میں تسلیم کریں اور دوسرا چارہ نہیں ہے چنانچہ ہم تینوں تاویلوں کا بطلان ثابت کرتے ہیں امر اول کہ مصداق ان فضائل کے اصحاب رسول نہیں ہیں اس کا خود کسی شیعہ نے دعویٰ نہیں کیا بلکہ ان فضائل کا صحابہ کی شان میں وارد ہونے کو ان کے علمائے قبول فرمایا ہے چنانچہ صاحب نزہۃ اشاعرہ نے بجواب جلد چہارم ترجمہ کے اس کو تسلیم فرمایا ہے و ہذہ عبارتہ کہ امامیہ جمیع اصحاب را مقدس و مجروح نمی دانند بلکہ

بسیاری اصحاب عظام را جلیل القدر و مدوح بلکہ از اولیای کرام میدانند مستحق رحمت و رضوان ملک منان می پندارند در صحیفہ کاملہ کہ فرقہ حقہ آنرا از بود آل محمد گویند دعا نیکو از حضرت سیدالساہدین علیہ السلام ماثورست شاہد عدل این دعوی است ار با امر دوم کہ امام نے یہ فضائل براہ تقیہ کے بیان کئے ہیں اس کو بھی کسی عالم نے علمائے شیعہ سے بیان نہیں کیا اور کیونکہ لفظ تقیہ کا اس وقت میں زبان پر لاتے اس لئے کہ یہ فضائل جو امام نے بیان کئے وہ کسی ناموسی اور خارجی اور دشمن اہل بیت اور دوست صحابہ کے سوال کے جواب میں بیان نہیں فرمائے، کہ احتمال تقیہ کا ہوتا اور حضرت شیعہ یہ کہہ کر کہ امام نے بخوت جان آبرو مسائل ناموسی کے ظلم سے بچنے کے لئے سچوٹی تعریف صحابہ کی کر دی کہ جان بچالیا جائے بلکہ یہ تعریف امام نے مدائے جل شاد سے لوقت دعا کی سے جو وقت سوائے ان کے اور خدا کے دوسرے ہوتا تھا اور غلو ت میں راز و نیاز کا دفتر پروردگار کے حضور میں کھولا جاتا تھا امام داعی ہوتے تھے اور مہیب ہوتا تھا پس خیال کرنا چاہیے کہ اصحاب رسول کی عزت اور نزدیکی امام کے دل میں کس درجہ پر تھی کہ ایسے راز و نیاز کے وقت میں بھی ان کو نہ بھولتے تھے اور جس طرح ہر اپنے اور اپنے اہل بیت کے لئے دعا کرتے تھے اور انبیاء و رسل کے حق میں درود بھیجتے تھے اسی طرح ہر اصحاب رسول کے لئے دعا فرماتے تھے اور ان پر سلوات و رحمت کی استعا کرتے تھے اگر کاش حضرت امام اللہم صلی علی محمد و آل محمد و اصحاب محمد کہہ کر قناعت کرتے تو بھی کافی تھا اور دعا کے وقت ان کے محامد اور اہل بیت کے دفتر کھولنے کی ضرورت نہ تھی مگر قربان امام سہاد علیہ السلام کی محبت اور انصاف کے کہ انہوں نے اتنے پر قناعت نہ کی اور اپنے خدا کے سامنے اپنے دادا کے یاروں کے ایمان اور مصائب اور تکالیف کی تفصیل بیان کر کے ان پر رحمت نازل کرنے کے لئے دعا کی اور نہ صرف دعا کی بلکہ مہاجرین کی محنتوں اور کوششوں اور مصیبتوں کا ذکر کر کے ان کی شکر گزاری خدا سے چاہی اسی واسطے حضرت نے اس دعا میں فرمایا (واشکر ہم علی ہجر ہم) کہ خداوند مہاجرین نے جو ہجرت تیرے واسطے کی اور اپنے گھر بار کو تیرے پیچھے چھوڑا اس کی شکر گزاری کر پس کون شخص ہے کہ ان الفاظ اور

(۱۰۴) فرقہ امامیہ کے نزدیک تمام صحابہ ناقابل شہادت مکرور اور معیوب نہیں بلکہ اکثر صحابہ عظام کو جلیل القدر و مدوح اور اولیائے کرام منعمو کیا جاتا ہے۔ انہیں مستحق رحمت و پروردگار سے رضامند کہا جاتا ہے فرقہ حقہ جنہیں زبور آل محمد کہتا ہے۔

ان کی اہم سمیہ کاملہ میں سیدالساہدین کی دعائے ماثورہ ہے اس دعوی کی شام عادل ہے۔

فترات کو دیکھ کر امام کی محبت کا ساتھ صحابہ کے معتقد نہ ہو گا اور کس کی زبان سے حرفِ عدوت کا باہم صحابہ اور اہل بیت کے ٹکے گا لیکن آفرین ہے حضرت شیعہ کے ایمان اور محبت پر کہ اپنے آپ کو امامیہ کہیں اور ائمہ کرام کی غلوس محبت کا دعویٰ کریں اور اپنے آپ کو پیرو اماموں کا جائیں اور باہم صحابہ کی عدوات رکھیں اور جس قدر امام اُن کی تعریف کریں اُس سے ہزار حصہ بڑھ کر وہ ان کی برائیاں بیان کریں اور اگر کسی سنی بیچا سے کی زبان سے بتبعیت ائمہ کرام اللہم صلی علی محمد و آل محمد کے بعد اصحابِ محمد نکل جائے تو غیظ میں آکر اس کو غصے سے دیکھنے لگیں اور اتنی ہی بات پر اس کو خارجی اور ناصبی کہنے لگیں سچا تو یہ ہے کہ جو امور ابطالِ اسلام و ایمان کے پرے ہیں محبتِ اہل بیت کے حضرت شیعہ نے کئے ہیں وہ دشمنوں سے بھی نہیں ہوتے ولنعم ما قیل۔ شعر

آنچه بقیہ نظر دوست کرد مشکل اگر دشمن جانے کند

باقی رہا امر سوم کہ ان فضائل کے مصداق صرف وہی اصحاب ہیں جن کو علمائے شیعہ اچھا جانتے ہیں اور اکثر مہاجرین و انصار خصوصاً خلفائے ثلاثہ اس سے خارج ہیں سو اس کا دعویٰ سب علمائے شیعہ نے کیا ہے اور اسی تاویل کو جواب ان فضائل کا تصور فرمایا ہے لیکن جب اس امر کو حضرت شیعہ نے تسلیم کر لیا کہ وہ فضیلتیں جو امام نے اس دعویٰ میں بیان کی ہیں وہ اصحاب کرام کی شان میں ہیں تو مابہ النزاع در میان ہمارے اور حضرت کے صرف یہ امر رہ گیا کہ مراد اُس سے تمام مہاجرین و انصار ہیں یا نہیں بلکہ اصل تصنیف اس امر پر منحصر رہا کہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس میں داخل ہیں یا نہیں چنانچہ ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ جو فضائل اہم نے بیان کئے ہیں وہ تمام مہاجرین و انصار پر خصوصاً خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم صادق ہیں اس لئے کہ وہی لوگ ہیں جن کے افعال اور اعمال اور سیرت اور چال اور چلن سے ثابت ہوتا ہے کہ (۱) ابلتوا بلدار الحسن نے نصرہ و کانقو و اسر عوالی و فادتہ و فار قولانہ و الا اولاد فی انظار کلنہ یعنی انہوں نے سب طرح کی بلاؤں اور مصیبتوں کو پیغمبرِ صاحبِ اعانت میں گوارا کیا اور حضرت کی دعوت کو سب سے اول سنا اور بال بچوں آل اور کھن کو اسکے کلمے کے ظاہر کرنے میں سچوٹا اور اس دعویٰ کو بھی ہم ثابت کرتے ہیں جب پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء نے مکہ معظمہ میں دعویٰ نبوت کا کیا اور لوگوں کو بحکم پیر و دگار اسلام کی خوبیوں سے آگاہ کیا تو آہستہ آہستہ لوگوں نے اسلام قبول کیا اور کفار قریش نے

لوگوں کو جو حضرت پر ایمان لائے تھے سنا اور ایذا دینا شروع کیا یہاں تک کہ برادری اور قرابت اُن سے چھوڑ دی اور اپنے گروہ سے ان کو خارج کر دیا اور خرید و فروخت ان سے بند کر دی مگر اُن مسلمانوں نے اسلام کو نہ چھوڑا اور سب کو چھوڑ کر پیغمبر صاحب کا واسن پکڑا اور یہ ظاہر ہے کہ تمام مہاجرین اسی گروہ میں داخل ہیں خصوصاً خلفائے راشدین ان سب کے پیشوا ہیں تو سوائے اُن کے یہ فضائل اور کس پر صادق ہونگے اور اگر وہی خارج کر دیئے جاویں تو وہ لوگ جنہوں نے ایمان قبول کیا اور جن کو کفار نے ستایا کون سے تھے اور کس ملک سے آئے اور کہاں رہتے تھے ذرا کوئی حضرات شیعہ سے ان کے نام اور حالات کو پوچھے اور دیکھے کہ وہ سوائے انہیں مہاجرین اور خلفائے راشدین کے کسی دوسرے کا نام بتلاتے ہیں یا نہیں ہم نے جہاں تک شیعوں کی کتابوں کو دیکھا اور جو کچھ اُن کے عالموں سے سنا تو یہی دیکھا اور سنا کہ انہیں مہاجرین اور خلفائے راشدین کا وہ بھی نام لیتے ہیں اور انہیں کو ایمان لانے والوں میں شمار کرتے ہیں مگر اتنا فرق ہے کہ ہم اُن کے ایمان کو صدق دل سے تصور کرتے ہیں اور وہ اس کو نفاق پر یا طمع دنیا پر یا کاسہوں اور نجومیوں کے سننے پر معمول کرتے ہیں لیکن اس کا اقرار کرتے ہیں کہ یہ لوگ ظاہر میں ایمان لائے اور پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء کی نبوت کے معتقد ہوئے جیسا حملہ خیر بنی کا مولف لکھتا ہے کہ پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام وعظمت وصیحت کیا کرتے اور ایک ایک دو دو آدمی اُن پر ایمان لایا کرتے کما قیل ابیات

دگر وعظ و ارشاد بر این نسق	در ابطال اصنام و اثبات حق
نمودی حبیب خدائی جہاں	نہ کردی ولی کار در مشرکان
نمودی اثر گفتمہ اش گاہ گاہ	بر ان قوم آیات وعد و وعید
ولیکن نہ جسد ز راہ یقین	کہ بگذاشتی یکد و کس پا براہ
نباواں رسد گر بیگرد خطا	یکی بہر دنیا یکی بہر دین
چنین ست دنیا نہ بود آرزماں	کہ دنیا کہا بود یا مصطفیٰ
خبر داده بودند چوں کاہناں	ولی بود آئندہ منظور شان
ہمہ پیر دانش بہ عزت رستند	کہ دین محمدؐ بگیری جہاں!
	تمام اہل انکار ذلت کشند

مئی کرد ازیں راہ ایمان قبول

مئی محض بہر خدا و رسول

اور اس امر کو کہ کوئی مہاجرین سے بہ نفاق یا بظلم و دنیا یا باستماع اخبار کا ہنساں ایمان نہیں لایا بلکہ صدقِ دل سے ہر ایک نے اسلام قبول کیا ہم آگے ثابت کریں گے لیکن اس مقام پر ہم اتنا ہی ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت شیعہ ان لوگوں کا اسلام لانا قبول کرتے ہیں اور ان کو منکرینِ نبوت سے نہیں جانتے چنانچہ یہ بات انہیں چند اشعار سے ثابت ہو گئی اور چونکہ اور علماء کا بھی یہی قول ہے اس لئے اور کتابوں کی سند لانا تحصیل حاصل ہے باقی رہا ان مسلمانوں کا ایذا اور مصیبت اٹھانا اور کفار قریش کے ہاتھ سے تنگ ہونا اس کو بھی علمائے شیعہ تسلیم کرتے ہیں اور انہیں مہاجرین کا جن کو وہ منافق اور مرتد جانتے ہیں (نعوذ باللہ من ذلک) کفار قریش کے ہاتھ سے مصیبت پانے کا اقرار کرتے ہیں۔

چنانچہ مولف موصوف لکھتا ہے کہ جب پیغمبر خدا پر بسبب محافظت ابوطالب کے کفار کو قدرت نہ ہوتی تو ان کے اصحاب کو ستاتے اور ایذا دیتے کما قیل ابیات

ولی چون ابوطالب نامور

حکیمان او بود ازین بیشتر

بایذای او کس نمی یافت دست

رسانیدی اصحاب او را شکست

بہر کوسے و ہر بیزن و ہر مہر

کہ کردی ز اصحاب او کس گذر

نمودندی اعدائی ادا از نملو

بہر گونہ آزاد و ایدلسے او

بہ ضرب و بستم و بمشت و مکد

بدیگر ستمہائے بیرون ز مد

فگندی ز ہر سو بسرخاک شان نہ

نمودی بر ہنہ تن پاک شان

پس انکہ نشانندی چہاں بیابان

دران ریگ تفتندہ از آفتاب

پریدی ازان قوم آب و طعام

زدی تازیانہ ز خلف امام

دگر ظمہائے ہلاکت مال

کہ آر دیانش بدلہا طلال

نمودندی آن ناکسان شقے

بران زمرہ مؤمن و متقے

اب کوئی حضرات شیعہ سے پوچھے کہ باوجود تصدیق اس امر کے کہ اصحاب نبی پر کفار کے ہاتھ سے اس قسم کی مصیبتیں اور تکلیفیں پہنچتی تھیں اور وہ اس پر صبر کرتے تھے اور پیغمبر صاحبِ جہان ہوتے تھے اور اعلیٰ کلمۃ اللہ میں دن رات سعی بلیغ کرتے رہتے تھے تو اگر

ان لوگوں کے حق میں وہ صفات جو امام نے بیان کئے صادق نہیں ہیں تو پھر وہ دوسرے لوگ کون ہیں جو مصداق اُن صفات کے ہیں اگر حضرت شیعہ انسان کو ذمہ دین اور تعصب اور عناد کو چھوڑیں اور امام کے اس کلام پر غور کریں (الذین ہجرتم العشاء اذا تعلقوا العروہ وانفتحت منہم القراہات اذ سکنوا فی ظل قرابتہ) اور پھر صحابہ کرام کے حالات کو خود اپنی ہی کتابوں سے نکال کر دیکھیں تو تمام مہاجرین کو مصداق اس مضمون کا پاویں اور کسی ایک کو اس فضیلت سے مستثنیٰ نہ کریں لیکن اگر اس پر بھی حضرت شیعہ کی خاطر جمع نہ ہو اور حلقہ راشدین کے ایمان اور اسلام کی تفصیل بغتہ ان کے نام کے چاہیں تو اس کو بھی غور سے سنیں اور اپنی ہی کتابوں کی سند لیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا حال

حضرت شیعہ اقرار کرتے ہیں کہ ابو بکر صدیق انہیں چند لوگوں میں ہیں جو سب سے اول ایمان لائے اور جنہوں نے اوروں سے پہلے پیغمبر صاحب کی نبوت کو تصدیق کیا چنانچہ ہم حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا حال آیۃ غار کے بیان میں لکھ چکے ہیں۔ اس مقام پر صرف ان اعتراضات کو یہ تفصیل سے دکر تے ہیں جو کہ حضرت صدیق اکبر کے ایمان پر علمائے شیعہ کئے ہیں منجملہ ان اعتراضات کے جو ابو بکر صدیق کے ایمان پر حضرت شیعہ کرتے ہیں ایک یہ ہے کہ انہوں نے کاہن سے سنا تھا کہ ایک پیغمبر پیدا ہوگا اور اُس پر ایمان لانے والے اور اس کی اطاعت کرنے والے بڑے مرتبے پر پہنچیں گے اس لئے وہ ایمان لائے چنانچہ مولف حملہ حیدری بھی مثل اپنے، اور علماء کے لکھتا ہے۔

ابیات

ابا بکر از ان پس بر پا گذاشت	کہ گفار کاہن بدل یادداشت
باو کاہن دادم بود این خبر	کہ مبعوث گرد وی کے نام د
ز بطحا ز میں در ہمیں چند گاہ	بود خاتم انبیائے آلہ
تو باخاتم انبیا بگر سے	چو او بگذرد جانشینش شوے
ز کاہن چو پودش بیاد این نوید	بیادرد ایمان نشان چوں بدید

لیکن یہ قول باطل ہے چند دلیلوں سے

(پہلی دلیل) اگر یہ امر تسلیم کیا جائے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہن کے کہنے سے ایمان لائے تو ضرور اس کے کہنے کو کسب جانانا ہوگا تو جس طرح پر اس کے اس کہنے کو تصدیق کیا کہ خلافت بعد رسول کے انکو ہوگی اسی طرح پر اس کہنے کو بھی تصدیق کیا ہوگا کہ وہ نبی برحق ہوں گے اور ان کا دین سچا ہوگا تو ضرور وہ پیغمبر صاحب کو سچا پیغمبر سمجھ کر ایمان لائے ہوں گے پس اس سے بھی تصدیق رسالت ثابت ہوتی اور اسی کا نام ایمان ہے اور اسی سے حضرات شیعہ انکار کرتے ہیں اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دلیل سے ایمان لانے والا نہیں کہتے چنانچہ مجتہد صاحب ذوالفقار میں لکھتے ہیں کہ (خلیفہ اول از اول امر از ایمان بہرہ نہ داشت باتفاق من علماء الامامیہ) لیکن اگرچہ جناب مجتہد صاحب قبلہ و کعبہ نے یہ دعویٰ کیا کہ تمام علماء کا اتفاق ہے کہ ابو بکر صدیق اول سے ایمان نہ لائے تھے مگر حضرت سے غلطی ہوئی اس لئے کہ علامہ حلی نے شرح تجرید میں لکھا ہے کہ خود حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا کہ (امنت قبل ان امن ابو بکر) کہ میں ایمان لایا قبل اس کے کہ ابو بکر ایمان لائے ہوں تو جب حضرت علی کے قول سے ان کا ایمان لانا ثابت ہوا تو پھر مجتہد صاحب کا کہنا کون سنا ہے (دوسری دلیل) معلوم نہیں کہ کاہن نے صرف حضرت حماد بن ابی اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پیغمبر صاحب کے نبی ہونے کا حال کہا تھا اور صرف ایک ہی کاہن کی تصدیق کر کے ایمان لائے تھے یا اور اصحاب بھی ہم جہاں تک شیعہ کی کتابوں سے واقف ہیں ان کے اقوال مختلف ہیں بعض کہتے ہیں کہ اکثر اصحاب کاہنوں کے کہنے سے ایمان لائے جیسا کہ حملہ حیدری کے ان اشعار سے ظاہر ہوتا ہے جو اوپر نقل کئے گئے اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں صرف ایک ہی شخص کاہن کے کہنے سے ایمان لائے جیسا کہ نزہۃ آشنا عشریہ کا مؤلف فرماتا ہے (وہم آئمہ قول اول) بقول کہنہ و منجمین الخ روایت مرفوعہ ست زیرا کہ امامیہ ابن معنی را در حق اکثر صحابہ روایت

۱۔ علمائے شیعہ کا منفقہ نیکدے کہ خلیفہ اول پہلے پہلی ایمان سے بہرہ ور نہیں ہوئے تھے ذوالفقار صفحہ ۵۸ سطر ۲
مطبوعہ لیبیان سنہ ۱۲۰۰ ہجری ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

اور یہ اس لئے بھی کہ فرقہ امامیہ اس قول کو اکثر صحابہ سے منسوب نہیں کرتا بلکہ اس قول کا اثر ایک دو افراد پر عاید ہوا

نہ کردہ اند بلکہ در حق یک دو شخص پس اگر یہ امر تسلیم کیا جائے کہ اکثر صحابہ کا سنوں کے
 کہنے سے ایمان لائے تو کچھ جائے اعتراض حضرت شیخین پر نہیں ہے اور اصحاب مقبولین
 امامیہ کے اس گدہ میں سے مستثنیٰ ہونے کی وجہ نہیں ہے تو جب امامیہ کے صدیق اُن
 کے کہنے سے ایمان لائے تو اہل سنت کے صدیق بھی اگر اُن کے کہنے سے ایمان لائے تو
 کیا گناہ کیا اور اگر یہ بات مافی جہلے کہ صرف یہی دو شخص کا سنوں کے کہنے سے ایمان
 لائے تو معلوم نہیں کہ انہوں نے کا سنوں کے قول کو سچ جانا یا نہیں اگر سچ جان کہ
 ایمان لائے تو کچھ خالی اُن کے ایمان میں نہیں ہوا اس لئے کہ اور لوگ بھی منجملہ اصحاب
 مقبولین شیعہ کے ایسے ہیں کہ جو پچھلی کتابوں کی پیشین گوئیوں کو دیکھ کر ایمان لائے یا
 خواب میں پیغمبر صاحب کی نبوت کی تصدیق کر کے مسلمان ہوئے تو اگر حضرت شیخین بھی کلہن
 کے کہنے سے ایمان لائے تو کیا ہرج ہے۔ (تیسری دلیل) یہ قول شیعوں کا کہ حضرت
 ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سن کے کہنے سے ایمان لائے انہیں کے علما کے اقوال سے غلط ہوتا
 ہے اس لئے کہ اُن کے علما نے لکھا ہے کہ ابو بکر صدیق نے خواب دیکھا تھا اور اس کے سبب
 سے ایمان لائے تھے جیسا کہ قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المؤمنین میں لکھا ہے۔
 (کہ ابو بکرؓ برکت خوابیکہ اودیدہ بود مسلمان شد بود) (چوتھی دلیل) اگر حضرت
 شیعہ کے اس کہنے سے کہ ابو بکر صدیق کا سن کے کہنے سے ایمان لائے یہ عرض ہو کہ وہ دل
 سے ایمان نہیں لائے تو اس کی تکذیب اُن کے حالات سے ہوتی ہے اس لئے کہ وہ
 ہمیشہ دعوت اسلام میں سعی بلیغ کرتے اور لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کرتے اور اپنے
 دوست آسنادوں کو سمجھا سمجھا کر حضرت کا ملیع بناتے اور پیغمبر صاحب سے علانیہ دعوت
 اسلام کرنے کے واسطے درخواست کیا کرتے اور غلاموں کو خرید خرید کر خدا کی راہ میں آزاد
 کرتے اور اپنے مال اور جان کا نقصان گوارا کرتے کہ ان سب باتوں کا ثبوت امامیہ کی
 کتابوں سے ہوتا ہے تو کیا کوئی عاقل اس کو قبول کرے گا کہ جس کی کوششیں اور محنتیں
 اجراے دین میں غایت درجے پر پہنچتی ہے اور جس کو اعلا کلمۃ اللہ میں اپنی جان و
 مال کا خیال نہ ہو وہ خود دل سے پیغمبر صاحب کو سچا نبی اور اسلام کو سچا دین نہ سمجھتا
 ہو ایسی بات حضرت امامیہ کی زبان سے نکل سکتی ہے ورنہ کوئی نادان بھی اس کو نہ مانے

گا اور واسطے ثبوت اس امر کے کہ حضرت شیخین نے پیغمبر صاحب کو اظہار دعوت اسلام پر
 برا نیگفتہ کیا اور انہیں کے اصرار سے حضرت نے اظہار دعوت فرمایا اور اسی وجہ سے شیخین
 نے صدمہ اٹھایا یا ہم قول صاحب استقصا الافہام کا نقل کرتے ہیں مؤلف موصوف فرماتے ہیں
 کہ (مگر ناہی پیغمبر خدا را کہ از خون کفار در حصن غار اختفا فرموده و در بزرگ اسلام از اظہار
 دعوت علانیہ احترام زواشتمہ تا آنکہ شیخین دل تنگ شدہ آنحضرت راحت و ترغیب با اظہار
 دعوت کردند و آن حضرت بنا بر اظہار عدم مسلمات از جہت اصرار ایشان از اعلان مانع نیا
 مدہ حتی اصحاب اولہما اصاب و قال ثانیہما ایعبد العزی واللہ علانیہ و یعبد اللہ سراً
 خون خدا ناکل و بخون غیر ما کل می داند) (پانچویں دلیل) اگر فرض کیا جاوے کہ ابو بکر
 صدیق سچے دل سے ایمان نہیں لائے اور (عیاذ باللہ) کافر تھے جیسا کہ جا بجا مجتہد صاحب نے
 اس عقیدے کو ظاہر کیا ہے چنانچہ ذوالفقار میں فرماتے ہیں (اقل ایمان اصحاب ثلثہ با شہادت
 باید رسانید بعد از میں بایں افسانہ بیہودہ تر تم باید نمودنیرا کہ دانستی کہ مسک امامیہ در
 باب انیسٹ کہ اصحاب ثلثہ از اول امر از ایمان بہرہ نہ داشتند) اور مجتہد صاحب کے مقلد
 صاحب استقصا الافہام اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ (فان کفر ہم و ارتداد ہم واضح لا سترہ
 فیہ) کہ کفر اور ارتداد خلفائے ثلثہ کا ایسا واضح ہے کہ وہ کچھ چھپا ہوا نہیں ہے پس اگر
 مطابق اصول شیعہ کے کفر اور عدم ایمان حضرت ابو بکر صدیق کا فرض کیا جائے تو تمام
 مہاجرین و انصار بلکہ تمام اصحاب کا کفر ہونا لازم آتا ہے.... اس لئے کہ سبھوں نے
 ان کو اپنا سردار بنایا اور بعد پیغمبر کے ان کو خلیفہ کیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور
 بیعت کر نیوالے دس بیس سو دو سو سترارہ دو ہزار آدمی نہ تھے بلکہ لاکھوں تھے اس لئے کہ
 اصحاب نبوی بعد پیغمبر خدا علیہ التھیہ والذنا کے فرماتے ایک لاکھ سے زیادہ اور بروایت
 ملا باقر مجلسی جو انہوں نے تذکرۃ الامیہ میں لکھی سے چار لاکھ تھے تو جب چار لاکھ آدمی
 (عیاذ باللہ) ایک کافر کو اپنا سردار بناویں تو پھر ان کے کفر میں کیا شک رہا یہ امر
 لے مگرنا صبی نے کفار کے خوف سے رسول کریم کو غار میں چھپایا۔ اور اسلام کے عہد اول میں رسول اکرم کو اسلام کے علانیہ
 سے باز رکھا۔ یہاں تک کہ زائدہ یا صبی کو شیخین نے عاجز ہو کر رسول اللہ کو اسلام کے اعلان پر ابھارنا اور آنحضرت نے ان لوگوں کے
 اصرار کی وجہ عدم مسلمات کا اظہار نہیں کیا ۱۲ منہ لے چھے ضروری ہے کہ اصحاب ثلثہ کی ایمان آوری ثابت کی جائے پھر اس بیہودہ
 پر گیت لگائے جائیں کیونکہ اس بارے میں شیخوں کا مسک یہ ہے کہ انہوں نے اصحاب پہلے سے ایمان سے بہرہ نہ نہیں ہوتے۔

کہ سب مسلمانوں نے جو اس وقت تھے اور ابو بکر صدیق کی بیعت کی باقرار علمائے شیعہ ثابت ہے جیسا کہ شریف مرتضیٰ کے قول سے ظاہر ہے جو ہمارا الانوار کے مجلد تین میں منقول اور جس کا ترجمہ مجتہد صاحب نے ہایں الفاظ کیا (جمیع مسلمانان با ابو بکر بیعت کردند و اظہار رضا و خوشنودی با و سکون و اطمینان بسوے او نمودند و گفتند کہ مخالف او بدعت کفرہ و خارج از اسلام است) سبحان اللہ کیا دین و ایمان ہے حضرات شیعہ کا کہ حضرت صدیق اکبر کی عداوت سے دین محمدی کو باطل کرتے ہیں اور چار لاکھ مسلمانوں کو جو مہاجرین اور انصار اور مجاہدین تھے۔ اور جن میں بنی ہاشم اور اہل بیت عبوی بھی داخل تھے ان سب کو صلحہ اور کنایہ کافر بتاتے ہیں (نعوذ باللہ من ذلک) ہم کو ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کے اثبات میں زیادہ دلائل بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ خود علمائے شیعہ نے یہ سمجھ کر کہ ان کے کفر کا دعویٰ ایسا بے ہودہ ہے کہ اس سے سننے والے کو تعجب ہوتا ہے اس سے انکار کیا اور اپنے ان علما کو جنہوں نے ایسا دعویٰ کیا ہے۔ خود جھٹلایا اس لئے ہم ان کے ان اقوال کو نقل کرتے ہیں قاضی نور اللہ شوستری مجلس المدینہ میں فرماتے ہیں کہ (نسبت تکفیر بجناب شیخین کہ اہل سنت و جماعت بہ شیعہ نمودہ اند سخنی ست بجاصل کہ در کتب اصول ایشان از ایشان اثری نیست و مذہب ایشان ہمیں ست کہ مخالفان علی فاسق اند و محاربان او کافر) جناب مجتہد صاحب قبلہ و کعبہ اس قول کے جواب میں ذوالفقار میں فرماتے ہیں کہ واضح رہے کہ فاضل شستری کے اس صحیح بیان کے باوجود یہ کلام ہمارے مقاصد پر ضرب کاری اور ان کے مفید مطلب نہیں کیونکہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ لفظ فاسق و مؤمن کے مقابلے میں آیا ہے اس لئے کفر و فسق کے پاس فرق یہ ہے کہ کافر دنیا میں نجس اور آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اور ضروریات مذہب کے تحت انکار کرنے کی وجہ سے فاسق ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اگرچہ اقرار شہادت

لے تمام مسلمانوں نے ابو بکر سے بیعت کی اور اپنا رفا و خوشنودی کا اظہار کیا اور انہیں سکون و اطمینان دلا کر کہا ابو بکر کی مخالفت کرنے والے بدعتی اور اسلام سے خارج ہیں۔

تو اہل سنت والجماعت نے شیخین کے کافر ہونے کو شیعوں کے جانب جو منسوب کیا ہے۔ پہلے معنی سمجھا بات ہے کیونکہ اس کا ثبوت شیعوں کے کتب اصول میں موجود نہیں۔ البتہ شیعوں کا مسلک و مذہب یہ ہے کہ علی کے مخالف فاسق ہیں اور ان سے جنگ کرنے والے کافر ہیں۔

کی وجہ سے دنیا میں اس پر اسلامی احکام جاری ہوں اور وہ بظاہر مسلمان کہلاتے (پوشیدہ)
 خاندان کہ اس کلام بر تقدیر صحت و صدور آن از فاضل قادح مقصود ما و مفید مطلب او نمیشود
 زیرا کہ سابق گذشتہ کہ فاسق در مقابلہ مؤمن اطلاق شد پس فرق میان کفر و فسق نہیں است
 کہ کافر نجس است در دنیا و مخلد است فی النار در عقبی و فاسق کہ بسبب انکار کجی از ضروریات
 نہ سبب باشد مخلد در نار خواهد بود گو در دنیا احکام مسلمین بسبب اقرار شہادتیں بر او جاری
 شود) لیکن اس عبارت میں حضرت قبلہ و کعبہ نے یا تو غلطی فرمائی یا دیدہ و دانستہ اغراض
 کیا اس لئے کہ یہ فرمانا کہ (بر تقدیر صحت و صدور آن از فاضل) کا مطلب سمجھ میں نہیں
 آتا کہ اس قول کو قاضی نور اللہ شوشتری کے حضرت نے تسلیم کیا ہے یا اس سے انکار
 فرمایا ہے ایسی گول گول عبارت لکھنے سے سوائے ہم سے کم فہم جاہلوں کو مغالطہ میں ڈالنے
 کے دوسرا فائدہ نہیں تھا اگر یہ عبارت مجالس المؤمنین میں موجود ہے تو بر تقدیر کہنا کیا معنی
 اور اگر یہ عبارت اس میں نہیں ہے تو صاف اس سے انکار فرمایا ہوتا اور صاحب تحفہ اشنا
 عشریہ کے طعن و تشنیع میں موافق اپنی عادت کے دو چار ورق سیاہ کئے ہوتے ہاں شاید
 حضرت نے مجالس المؤمنین نہ دیکھی ہوگی اس لئے نہ انکار کیا نہ اقرار بہر حال ان الفاظ سے
 قبلہ و کعبہ کے اس عبارت کا موجود ہونا پایا جاتا ہے اور اگر اب بھی کسی کو شک ہو وہ مجالس
 المؤمنین میں دیکھ لے رہا جواب جو مجتہد صاحب نے دیا ہے وہ بھی ایسا ہے کہ اس کے معنی
 سمجھ میں نہیں آتے اس لئے کہ قاضی صاحب نے صاف اقرار کیا ہے کہ تحفیر شخین ہا سے
 اصول کے مخالف ہے اور حضرت مجتہد صاحب اسی کو ثابت کرتے ہیں پس یا خطاً اجتہاداً
 قاضی صاحب سے ہوئی کہ وہ تکفیر سے انکار کرتے ہیں یا مجتہد صاحب سے کہ وہ اس کو ثابت
 کرتے ہیں یا شاید دو بیان کفر اور ایمان کے ایک تیسرے مرتبہ اثبات فرمانا چاہتے ہیں جس کا
 نام ان کی اصطلاح میں اسلام ہے جس کے معنی نفاق کے ہیں یعنی ظاہر میں کلمہ پڑھنا اور
 باطن میں کافر ہونا اس لئے ہم کو لازم ہوا کہ اس تیسرے مرتبے پر بھی نظر کریں اور اس کے
 اثبات اور ابطال کے دلائل پر غور کریں اس لئے ہم مجتہد صاحب کی روح سے اور ان کے
 مقلدین سے استفسار کرتے ہیں کہ اس تیسرے مرتبے کے قائم کرنے سے کیا غرض ہے آیا
 یہ کہ خلفائے راشد کے ایمان سے انکار کیا جائے اور ان کے اسلام کو تسلیم کیا جائے اور اسلام

کے یہ معنی مراد لئے جائیں کہ وہ ظاہر میں کلمہ گو تھے اور باطن میں منافق یا کہ وہ دل سے بھی مثل زبان کے پیغمبر صاحب کی نبوت کو تصدیق کرتے تھے مگر امام برحق کی امامت کے منکر تھے اور ان کے حقوق کے غاصب اور ان پر جابر تھے اور چونکہ امامت اصول دین سے ہے اس لئے یہ سبب انکار ایک اصل کے اصول دین سے وہ ایمان کے دائرے سے خارج تھے یا سوائے اس کے اس تیسرے مرتبے کے قائم کرنے سے اور کچھ مقصد ہے بہر حال اور کوئی دوسرا فائدہ تو سمجھ میں نہیں آتا اس لئے امر اقل کو تسلیم کر کے اس سے بحث کی جاتی ہے پس اگر خلفائے ثلاثہ کے ایمان سے اس وجہ سے انکار کیا ہے کہ وہ صرف ظاہر میں کلمہ گو تھے اور باطن میں توحید اور نبوت سے بھی منکر تھے جیسا کہ اکثر حضرات شیعہ فرماتے ہیں بلکہ حضرات شیعہ کس حساب میں ہیں خود ان کے امام مہدی فرماتے ہیں کہ ظاہر میں وہ کلمہ گو تھے اور باطن میں کافر جیسا کہ ملا باقر مجلسی نے رسالہ رجعیۃ میں حضرت امام کی طرف منسوب کر کے یہ قول لکھا ہے کہ (ایشان از روی گفتہ یہود بظاہر کلمتین گفتند از برای طمع انیکہ شاید ولایتی حکومتی حضرت بایشان بدہر دور باطن کافر بودند) پس اس کا جواب ہم او پر سے چکے اس کا عادیہ ضروری نہیں اسی واسطے اس قول سے اکثر علمائے شیعہ نے انکار کیا اور جو لوگ ایسا کہتے ہیں ان کو خود انہوں نے نامنصف فرمایا جیسا کہ ملا عبد اللہ جو علمائے شیعہ سے ہیں اظہار حق میں فرماتے ہیں کہ انکار کرنا ابو بکر صدیق کے ایمان کا انصاف سے بعید ہے ہرگز عبارتہٴ جواب گفتن این سخن بارتکاب آنکہ در سبق ہجرت ایمان شرط سنت و آن شخص یعنی ابو بکر معاذ اللہ بیچ وقت ایمان نہ داشتہ حتیٰ قبل از سنوح ناخوشی با امیر المؤمنین از انصاف دورست) اور ملا عبد الجلیل قزوینی کتاب نقص الفضائل میں لکھتے ہیں کہ (آما شنای خلفایس بران انکاسے نیست بزرگانند از مہاجرین و السابقون و من المہاجرین و الانصار الذین اتبعوہم باحسان اور پھر دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ (آما نچہ سیرت ابو بکر و عمر و لے یہودیوں کی مانند ان لوگوں نے بظاہر کلمہ پڑھا جس کا پس پردہ یہ خیال تھا کہ کلمہ پڑھنے کی وجہ شاید انھوں نے ان کو حکومت و گوریسی عنایت کریں اور یہ سب باطنی طور پر کافر تھے۔ لہٰذا اس امر کے جواب دینے میں یہ امر پیش نظر رہے کہ ہجرت کرنے سے قبل ایمان کو نا شرط اولیٰ ہے اور ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کسی وقت بھی اسلام نہیں لائے یہاں تک اسخ و مضبوط ہونے سے پہلے بھی اور ابو بکر سے ناخوش ہونا انصاف سے بعید ہے۔ یہ خلفاء کرامین کر نیچے ہائے میں یہ ہے کہ وہ مہاجرین و السابقون میں سے بزرگ تھے مگر ابو بکر و عمر اور جو (باقی آگے صفحہ)

دیگر صحابہ بیان کر رہے تھے کہ وہ مجھلی ست نہ مفصل آنرا خلافت نہ کردہ اند شیعہ لادرجہ خلافت و امامت
 لاکہ شیعہ انکار کنند در ایشان کہ درجہ امامت نہ داشتند و آن فقدان عصمت و نصوحیت و
 کثرت علمی ست اما صحابہ رسول ایشان را دانند و از درجہ شان نہ گذرانند اورا احتیاج طبری
 میں لکھا ہے کہ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ راست بنکر فضل ابی بکر و است بنکر فضل عمر و لیکن
 ابابکر افضل من عمر کہ میں ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کی فضیلتوں سے انکار نہیں کرتا لیکن ابوبکر
 عمر فاروق سے افضل ہیں پس ان روایتوں اور ہزار مثل اس کے اور روایتوں سے جن کو ہم نقل
 کریں گے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ایمان اور فضیلت میں کون شک کر سکتا ہے پس یہ دعویٰ
 کہ ابوبکر صدیق باطن میں معاذ اللہ کافر تھے، خود علماء شیعہ اور ائمہ کبار کی احادیث سے باطل
 ہوا اور اگر اب بھی کسی کو شک ہوئے تو وہ تقاسیر اور احادیث امامیہ کو دیکھے کہ باوجود اس
 عناد اور تعصب کے جو ان کو خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ ہے اب بھی صحابہ
 روایات اور احادیث مدح و ثنا میں خلفا کی موجود ہیں چنانچہ ان کے مفسرین قبول کرتے ہیں
 کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ علموں کو مول لیا کرتے اور بسبب اسلام کے ان کو آزاد کر دیتے جیسا کہ
 علامہ طبری نے مجمع البیان میں لکھا ہے کہ عن ابن الزبیر قال ان الایۃ نزلت فی ابی بکر لانه
 شتر من الممالیک الذین اسلموا مثل بلال وعامر بن میسرۃ وغیرہا و احققہم کہ آیت سیجہنا
 الاتقی الذین شان میں ابوبکرؓ کے نازل ہوئی کہ وہ غلاموں کو جو اسلام لاتے مول لیتے اور پھر
 خدا کی راہ میں آزاد کرتے مثل بلال اور عامر وغیرہ کے فقط پس چونکہ ابوبکر صدیقؓ اپنے مال
 کو خدا کی راہ میں صرف کرتے تب خدا نے یہ آیت نازل کی کہ دوزخ سے وہی بڑا پرہیزگار
 بچے گا جو اپنے پاک مال کو خدا کی راہ میں صرف کرتا ہے پس تعجب ہے کہ جو شخص اپنے
 مال سے مسلمان غلاموں کو خریدے اور ان کو آزاد کرے اور اس کی شان میں خدا آیتیں نازل
 کرے اور اس کو اتقی الناس فرمے اس کی فضیلت اور بزرگی بیک طرف اس کے ایمان سے
 بھی انکار کیا جائے اور ایسا شخص منافق اور کافر سمجھا جائے عرض کہ ایمان اور اسلام
 میں ابوبکر صدیقؓ کے کچھ مشبہ نہیں رہا اور باقرہ علماء شیعہ اس کا ثبوت ظاہر ہو گیا اب

(تیسرا حصہ) دوسرے صحابہ کی جو سیرت بیان کی گئی ہے وہ جمل ہے اور اس کی تفصیل نہیں کی گئی ہے اسکی شیعہ مخالفین
 نے نہیں کرتے البتہ منافق و امارت کے نام میں کہتے ہیں کہ انہیں درجہ امامت حاصل نہ تھا جبکہ سبب یہ تھا کہ ان میں عصمت
 و کثرت علم کا فقدان تھا نیز ان کا عقیدہ و بیان ہے کہ یہ لوگ رسول اللہؐ کے صحابی تھے اور انکو ان کے درجات عنیہ نہیں کرتے

باقی رہا تیسرا امر کہ مراد ایمان سے اصول دین کو تصدیق کرنا ہے اور چونکہ امامت بھی ایک اصل اصول دین سے ہے اور اس سے ابو بکر صدیق منکر تھے اس سے اُن پر اطلاق ایمان کا نہیں ہوتا اس کی تردید ہم بخوبی بحث امامت میں کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ لیکن ہمارے نزدیک ابتداء کے زمانہ نبوت میں امامت کو اصول دین میں داخل کرنا اور جو اس وقت امامت پر ائمہ اشعریہ کے ایمان نہیں لایا اسکو مومن نے جاننا نادانی ہے اس لئے کہ جب پیغمبر صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اسلام کی دعوت فرمائی تو اس وقت خدا کی توحید اور اپنی نبوت کی تصدیق ایمان کی علامت رکھی امیر کی امامت کی تصدیق کی تکالیف کسی کو نہیں دی بلکہ خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اسلام کی دعوت صرف توحید اور نبوت کی تصدیق پر کی پس اس وقت امامت کا کچھ ذکر ہی نہ تھا کہ کوئی اس کو قبول کرنا یا اس سے انکار کرنا اگر ہم غلط کہتے ہوں تو حضرات شیعہ اپنی ہی کتابوں سے یہ ثابت کر دیں کہ جب اول اول پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء نے لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا تو ان سے توحید اور نبوت کے سوا حضرت علی کی امامت کی تصدیق کو بھی فرمایا حضرت علیؑ اس وقت لڑکے تھے کسی شخص سے اس وقت پیغمبر صاحب نے نہیں فرمایا کہ جس طرح پر خدا کی توحید اور میری نبوت کی تصدیق تم پر ایمان کے لئے ضروری ہے اسی طرح میرے چھوٹے بھائی علی کی امامت کی تصدیق بھی ضروری ہے اور جب کہ ایسا کسی سے اس وقت نہیں کیا اور امامت کو اصول ایمان سے قرار نہیں دیا تو ابو بکر صدیق کا انکار یا اقرار کرنا بھی اس سے ثابت نہیں ہوتا اور جب یہ ثابت نہ ہوا تو ان کے ایمان میں بھی کچھ خلل نہ آیا ہاں حضرات شیعہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آخر زمانہ نبوت میں ختم غدیر پر جب خطبہ امامت علی مرتضیٰ کا پڑھا اور لوگوں کو توحید اور رسالت کے علاوہ امامت کے اقرار پر بھی دعوت کی اس وقت امامت کا انکار گویا ایمان کے خلل کا سبب ٹھہرا لیکن جب کہ اس کا نام و نشان بھی نہ تھا اور کوئی لفظ امامت سے واقف تک نہ تھا اس کو اُس وقت اصول دین میں ٹھہرانا اور اس سے ناواقف آدمی کو منکر قرار دینا اور اس کے عدم ایمان کا سبب کہنا بڑی نادانی ہے ہاں حضرات شیعہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ختم غدیر کے وقت حضرت علی کی امامت سے دل میں انکار کیا اور بعد وفات پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء کے اس کو ظاہر کیا یعنی خود امام بن بیٹھے تو ہم اس بات کو سن سکتے ہیں لیکن اس سے صرف اطلاق ارتداد کا (ونعوذ باللہ من ذلک) اُن پر ہو

سکتا ہے اس سے اُن کی اس ایمان میں جو اول اول لائے کچھ خلل نہیں آسکتا اور ابتدا
 زمانہ نبوت میں اُن کا نہایت سچے دل سے ایمان لانا اپنے سال پر قائم رہتا ہے، سزا ارتداد
 ان کا بسبب غضبِ خلافت کے اس کو ہم بحثِ امامت میں بیان کریں گے۔
 انشاء اللہ تعالیٰ۔

بیان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا

جب کہ ہم نے ابو بکر صدیق کے ایمان کو ثابت کر لیا اس لئے اب ہم کچھ ذکر حضرت
 عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان لانے کا کرتے ہیں یہ بات سب کو معلوم ہے کہ پیغمبر
 خدا علیہ السلام رات دن اس فکر میں رہتے تھے کہ اسلام کی ترقی ہو اور خدا کے
 دین میں لوگ داخل ہوں کوئی لحظہ کوئی دم اس سے غافل نہ ہوتے تھے اور جو تہمیدیں
 حاصل ہونے کی ہوتی تھی اس میں دریغ نہ فرماتے تھے لیکن باوجود اس کوشش اور محنت
 کے چھ برس کے عرصے میں صرف چند ہی شخص جو کہ چالیس سے کم تھے ایمان لائے آخر شا
 پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء نے اس تھوڑی سی جماعت کو دیکھ کر خدا سے دعا کی کہ خداوند
 اس گروہ کو بڑھا اور ایسے شخص کو مسلمان کر کہ جس کے رعب و عزت سے اس گروہ کو قوت
 اور اسلام کو تائید ہو اور جس کی ذات سے بہت جلد اسلام کو رونق ہووے چنانچہ حضرت
 نے اپنے نزدیک ایسے صرف دو شخص اپنی قوم میں خیال کئے ایک حضرت عمر خطاب رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ، دوسرا ابو جہل کے یہ دونوں نہایت ہی مغرور اور مشہور اور نامور تھے اور اُن
 کو سب سے زیادہ عداوت بھی پیغمبر صاحب کے ساتھ تھی اور شبِ روز اسلام کے معدوم
 ہوجانے کی فکر میں رہتے تھے پس حضرت نے خدا سے دعا کی کہ الہی اپنے دین کو ان دو آدمیوں
 میں سے کسی ایک آدمی کے مسلمان کر دینے سے قوی کر اور عمر یا ابو جہل میں سے ایک کے ایمان
 عطا فرما چنانچہ خدا نے دعا حضرت کی حضرت عمر کے حق میں قبول کی اور اُن کو اسلام سے
 مشرف کیا حضرت عمر کے ایمان لانے کا مختصر حال یہ ہے کہ ابو جہل نے جس کو پیغمبر صاحب
 کے ساتھ دلی عداوت تھی اپنے بھائیوں سے کہا کہ جو کوئی پیغمبر صاحب کو قتل کرے اور اُن
 کا سر میرے پاس لائے اس کو ہزار شتر سُرخ بال والے اور بہت سے دینار و درم اس کے
 صلے میں دوں گا۔ چنانچہ حضرت عمر نے اس کام کو اپنے ذمہ لیا اور پیغمبر صاحب کے قتل

کے ارادے سے چلے ادھر حضرت عمر کا چلنا تھا ادھر خُدا نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اس کو سہارے کی طرف کھینچو اور جس کے سر لانے کو جاتا ہے اس کے قدموں پر گراؤ بہاری قدرت کا تماشہ دیکھو کہ شقی ہو کر جاتا ہے اور سعید ہو کر لوٹے گا، کافرین کو نکلا ہے اور مومن پاک ہو کر پھر سے آگاہ بہاری دشمنی کے ارادے پرستعد ہو کر اٹھا ہے اور بہاری محبت کے دام میں ابھی پھنسا ہے وہ تو اپنی خوشی سے ہمارے دوست کے قتل کو چلا ہے اور ہم زبردستی اس کو کافروں کے قتل کے لئے مقرر کرتے ہیں اب تم سطح زمین پر جاؤ اور اس کی خبر لو اور اس کا ہاتھ پکڑ کر ہمارے دین میں لے آؤ۔ مصرع

گر نیاید بخوشی موی کشائش آرید

چنانچہ حضرت عمرؓ تلواری کو گلے میں حاصل کر کے نہایت غصے اور طیش میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے فرشتگان ملا اعلیٰ نے شادی کا غلقہ بلند کیا طر قوا طر قوا کا شور مچایا زبان مال سے یہ شعر پڑھنا شروع کئے۔ اشعار

آمد آن یارے کہ من میخواستم راست شکارے کہ من میخواستم
رفتہ رفتہ میر و دآن سوی دام ہم بہ ہنجرے کہ من میخواستم

چنانچہ حضرت عمرؓ نے اثنائے راہ میں بہت سے معجزات دیکھے راہ میں ایک شخص مسلمان ملا اس کے مارنے کا قصد کیا اس نے کہا کہ اول اپنی بہن اور بہنوں کی خبر لو کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں تب غیروں کی خبر لو، چنانچہ حضرت عمرؓ اپنی بہن کے گھر گئے دروازہ بند پایا اور آواز قرآن مجید پڑھنے کی سنی اس کو باہر سے سنتے رہے آخر دروازہ کھٹکھٹایا ان کی بہن نے دروازہ کھولا پوچھا کہ تم لوگ کیا پڑھتے تھے ہم کو دو انہوں نے دینے سے انکار کر دیا آخر اپنی بہن بہنوں کی خوب مار پیٹنے کی جب ان کی بہن نے یہ زیادتی دیکھی تو پکار اٹھی کہ اے عمرؓ ہوشیار ہو ہم تو ایمان لائے اور سچے دین میں داخل ہو گئے اشدہا ان لا الہ الا اللہ و الشہد ان محمد رسول اللہ تم کو جو کرنا ہے سو کرو تب تو حضرت عمرؓ دھیلے پڑے اور کہا کہ اُس قرآن سے کچھ سناؤ تب سورہ طہ ان کو سنائی اس کی فصاحت اور بلاغت پر غش ہو کر حضرت عمرؓ کے دل کو یقین ہو گیا کہ بیشک سچا کلام خدا کا ہے اور اسی وقت کلمہ شہادت پڑھا اور ایمان لائے اور قصد پیغمبر صاحب کے حضور میں داخل ہوئے کیا جب حضرت عمرؓ کے آنے کی خبر ہوئی تو اصحاب رسول میں تہلکہ پڑ گیا اس لئے کہ وہ ان

کی شوکت اور ارادے سے واقف تھے یہاں تک کہ جب حضرت عمرؓ دروانے پر پہنچے تو کوئی دروازہ کھولنے کو نہ اٹھاتا تھا مگر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چچا پیغمبر صاحب کے یہ کہہ کر اٹھے کہ وہ ایک آدمی ہے۔ اگر اطاعت کے ارادے پر آیا ہے خیر ورنہ اسی کی تلوار ہے اور اسی کا سر چنانچہ حضرت عمرؓ اندر داخل ہوئے پیغمبر صاحب بنفس نفیس اٹھے اور اُن کو آنکھوں سے رحمت میں لے کر ایسا دبا یا کہ اُن کی آنکھیں نکل پڑیں تب تو حضرت مسکرائے اور اُن کی طرف دیکھ کر خندہ زن ہوئے حضرت عمرؓ صدق دل سے نعرہ مار کر کہنے لگے اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد انک رسول اللہ تب سب مسلمان خوشی سے تکبیر کہنے لگے اور حضرت عمرؓ کے ایمان لانے پر حمد و ثنا خدا کی کرنے لگے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وقت پیغمبرؐ سے کہا کہ یا حضرت بتوں کی عبادت تو علانیہ ہوئے اور خدا کی عبادت چھپ کر یہ مناسب نہیں ہے آئیے خانہ کعبہ کو چلیے اور باعلان نماز ادا کیجئے چنانچہ اُن کی عرض کو حضرت نے قبول فرمایا اور خانہ کعبہ کی طرف توجہ کی اور نہایت شان و شوکت سے حضرت مع سب اصحاب کے عازم خانہ کعبہ کے ہوئے جب حضرت تشریف فرما خانہ کعبہ ہوئے تو حضرت عمرؓ ہی آگے آگے چلے کافروں نے کہ وہ منتظر تھے کہ سر پیغمبر صاحب کالائے ہوں گے، یہ دیکھ کر کہا اے عمرؓ یہ کیا حال ہے تب حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ سنو میں ایمان لایا اور پیغمبر کی غلامی کا غاشیہ میں نے اپنے دوش پر لیا جو اطاعت کرے گا خیر ورنہ اگر مزاحمت کرے گا تو یہی تلوار ہے اور اس کا سر چنانچہ چند آدمیوں کو اسی وقت اپنا زور دکھایا اور خانہ کعبہ میں جا کر پیغمبر صاحب کے پیچھے نماز ادا کی یہ حال حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کا ہے اور اس میں ہم نے دو باتوں کا ذکر کیا ہے اول پیغمبر صاحب کے دُعا کرنے کا حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کے واسطے کی دوسرے اس کیفیت سے ایمان لانے کا چنانچہ ہم دونوں باتوں کو شیعوں کی کتابوں سے ثابت کرتے ہیں جو امر اول کے ثبوت سے پہلے ہم کو یہ لکھنا ضرور ہے کہ اکثر مجتہدین اور علمائے شیعہ نے اس دعا سے انکار کیا ہے اور اس کو سنیوں کی تہمت اور افتراء میں تصور کیا ہے جیسا کہ ایک مجتہد صاحب کا خلاصہ عبارت یہ ہے کہ (فارق عزت

لے عمر ذوق کی عرب میں کوئی عزت نہ تھی اور آپ کے اسلام لانے سے اسلام کو عزت دینے کی دعا والی دریت سخا ملانے خود گھڑی ہے اور اس قسم کی دُعا جو عقل و نقل کے سراسر خلاف ہے حماشا دکلا رسول اکرم کی زبان مبدک سے ادا نہیں ہوئی۔

در عرب غلامتہ پس این احادیث را علمائے سنیاں از پیش خود بر تافستہ انداماشا کہ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم این دعا کہ مخالفت عقل و نقل است بر زبان مبارک آورده نہ باشد، لیکن یہ انکار صرف دھوکا دینا اور عوام کو اپنے مذہب کی برائی پر واقف ہونے سے بچانا ہے ورنہ بہت سے محدثین اور علمائے شیعہ نے اس کی صحت پر اقرار کیا ہے۔ چنانچہ فضل بن شاذان اور شیخ طبرسی اور شیخ طوسی اور علم الہدیٰ اور شیخ مفید کے اقرار سے اس کی صحت ثابت ہوتی ہے چنانچہ ہم ان سے قطع نظر کر کے ملا مجلسی کی تصدیق کو سنداً بیان کرتے ہیں اور ان کی کتاب بحار الانوار سے جس کا نام نامی اور اسم گرامی خدا کی کتاب سے بڑھ کر حضرات شیعہ کی زبان پر ہے اس روایت کو نقل کرتے ہیں وہو بذہ ملا باقر مجلسی بحار الانوار کی چودھویں جلد میں جس کا نام کتاب السمار والالعالم ہے سعود العیاشی سے روایت کرتے ہیں دروی العیاشی عن الباقر علیہ السلام ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انزل اسلام بعمر بن الخطاب ابو بانی جہل بن ہشام، یعنی امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا سے دعا کی کہ الہی عزت سے اسلام کو عمر بن خطاب کے اسلام لانے سے یا ابو جہل بن ہشام کے مسلمان ہونے سے عرض نہ کیا کہ اب ہم ان مجتہدین کی نسبت جنہوں نے اس دعا سے انکار کیا اور عوام کو دھوکا دیا کیا کہیں بجز اس کے کہ ان کے متقدمین کے سامنے ان کے انکار کو اور ملا باقر مجلسی کے اس اقرار کو رکھیں اور یہ عرض کر دیں کہ اب خود ہی انصاف کرو کہ اس کے ہر لفظ کو منظور کریں اور انصاف فرمائیں کہ باوجود تعصب اور عناد کے اس مومن نے کیا کچھ لکھا ہے اور یہ کوئی نہ خیال کرے کہ حملہ رحیدریہ کتب معتبرہ سے نہیں ہے بلکہ اس کو خود حضرت مجتہد صاحب شیعوں کے قبلہ و کعبہ نے تصحیح کیا ہے اور اس کی اصلاح اور توشی خود حضرت سید محمد صاحب نے فرمائی ہے اور جو کہ اب مطبع سلطانی میں باہتمام ماہی داروغہ کے لکھنؤ میں چھپی ہے اس کی عنوان بدریہ سب کیفیت لکھی ہوئی ہے اور اس کے سرے پر اس کتاب کی تعریف میں لکھا ہے۔

عجائب کتابے پر از نور بہت
کہ ہر بیت آن بہت معمور بہت
بر بزمیکہ خوانندہ فیصلے ازان،
سخن از حلاوت شود لب گزان
مشام مہبان معطر شود
دل از نور ایمان منور شود

تعالی اللہ آن باذل بی بدل
 یوفیٰ روائت رقم میسرند
 بہ ترجیح اخبار وارد مناط
 بہ نہجی گرفت ست ایراد ووق
 مجب دفتر دکشای نوشت
 معطر چو مشک تارست این
 زہر نکتہ ساز و معطر دماغ
 دل آشفنگان راتما شاست این
 بس ست از نعوت و صفاتش ہیں
 فرازندہ رایت اجتہاد
 طریق شریعت مویذ از دست
 دل سبیاں داغ از دست زو
 کہ آورده ہر نکتہ ما بر عمل
 براہ دیانت قدم میزند
 برون نیست از جاوہ احتیاط
 کہ افتادہ در جان اعدا قسلق
 کہ پیچیدہ در وی ہوا ہی بہت
 معنبر چو باد بہار ست این
 زہر نقطہ اشش میشود ترماع
 جگر خستگان رامیہاست این
 کہ گردیدہ مقبول سلطان دین
 زحق حجت و آیتے بر عباد
 کہ نام و نشان محمد از دست
 کہ ہندستان سبز وارست زو

پس ہم اسی کتاب سے جس کے نور سے دل مومنین کے متور ہیں حضرت عمرؓ کے ایمان کے نور کو دکھلاتے ہیں جو اندھے نہ ہوں وہ دیکھیں اور اسی کتاب سے جس کی خوشبو سے دماغ مہینوں کے معطر ہیں حضرت فاروق کے اسلام کی خوشبو پھیلاتے ہیں جو دماغ رکھتے ہوں وہ سونگھیں اور ہم اسی محقق کے قول سے جو موافق روایت کے لکھا ہے اور جو قدم بقدم دیانت پر چلتا ہے اس روایت کو ثابت کرتے ہیں اور ہم اسی کی تصدیق سے جس نے سنیوں کی جان کو رنج میں ڈال رکھا ہے حضرت شیعہ کو رنج دیتے ہیں اور اسی کے کلام سے جس کا کلام شیعوں کے زخموں کے لئے مرہم ہے ان کے دلوں کو مجروح کرتے ہیں اور اس قبضہ و کعبہ کی تصحیح اور قبولیت سے جس نے سنیوں کے دلوں کو داغدار کر دیا ہے ان کے متقدمین کے دلوں کو داغدار کرتے ہیں اسے بھائیو اس روایت کو سنو اور دیکھو کہ حقیقت میں کیسا نور چمک رہا ہے اور سونگھو کہ دراصل کیسی خوشبو مہک رہی ہے بیشک اس روایت کی نسبت ہم بھی یہ شعر پڑھتے ہیں۔

بہ نہجی گرفت ست ایراد ووق
 زہر نکتہ ساز و معطر دماغ
 معطر چو مشک تارست این
 کہ افتادہ در جان اعدا قسلق
 زہر نقطہ اشش میشود ترماع
 معنبر چو باد بہار ست این

اب ہم اس روایت کو بعینہ کتاب مذکور سے نقل کرتے ہیں۔

در کیفیت ایمان آوردن عمر بن خطابؓ

در آمد بدیں، رسول الہ
 بہ کیفیت شد عداوت منش
 نبودش دگر هیچ فکر و خیال
 کہ آرد کسی گرسر مصطفیٰ
 دو کوبان سید دیدہ و سرخ مو
 دگر سیم و زر بخشش چند من
 بجنید عرق طمع در تنش
 کہ از گفتہ خویش تن نگذری
 بیارم بہ پیشت سر مصطفیٰ
 پس از گاہ زد در ره کین قدم
 یکی گفت با او نداری خبر
 گرفت دین محمد بہ پیش
 بگفتا بر زیم کنون خون او
 چو آمد بنزد یک در پیش رفت
 صدائی شنید و بان گوش داد
 کلامے کہ شنیدہ ؟ مثل او
 ہمان خواہر و جنت او بالتمام
 چو آمد درون شور آواز کرد
 گرفتش ز حلق و بیفشرد تنگ
 گرفتند خصمانہ ہم را بہ ہر
 لکہ کہ زدندی بہم گاہ مشت

عمر بعد ازاں پس چند گاہ
 چنان بد کہ بوہبل ازاں سرزش
 کہ جز قتل پیغمبر ذوالجلال
 یکی روز می گفت با اشقیاء
 ہزار اشتر از خود بہ بخشم باد
 زدیبای مصری و بروین
 عمر چون شنید آن سخن گفتش
 باد گفت سو گنداکر مے خوری
 من امروز خدمت رسانم بجا
 گرفت از ابو جہل اول قسم
 ہانکار چون رفت بیدون عمر
 کہ ہمیشہ ات نیز با جنت خویش
 بر آشتت ابا حفص ازین گفتگو
 سوی خانہ شوہر خویش رفت
 بیامد بہ پیش درو ایستاد
 شنید انکہ میخواند مرد نکو
 دزدی گرفتند یاد آن کلام
 عمر زد در خواہرش باز کرد
 در افتادہ با جنت خواہر بچنگ
 در آویخت داماد ہم با عمر
 بختند کہ روی ہم گاہ پشت

ز ہم پوست کندند کہ گاہ مو
 از و چون عمر بود پر زور تر
 گلویش بہ تنگی فشرد آنچنان
 بیامد روان خواہش نوحہ گر
 اگر شاد گریے زما در ملول
 کنوں گر کشتے سر پاریم پیش
 چو بشنید از و این حکایت عمر
 بگفتش چہ دیدی تو از مصطفیٰ
 بگفتا کلام خدائے جلیل
 شنیدم کہ دید بر ایقین
 عمر گفت ازان قول معجز اساس
 برو خواہش آیہ چت خواند
 و لش زان شنیدن بسی نرم شد
 عمر گفت دیگر بخوان زین کلام
 ولی بہت استاد مادر نہفت
 قسم گر خورے کو نیابد زبان
 چو بگرفت سو گند از و خواہش
 بد از اہل اسلام نامش جناب
 برو خواند آیات پروردگار
 چو آیات معجز بیان راشنید
 بہ اسلام شد رغبتش بیشتر
 و زان پس بگشتند با ہم روان
 بدولت سراسے ہمیر شدند
 یکی آمد و دید از پشت در
 نیز دنبے رفت و احوال گفت

گجے این بزیر آمدے گاہ او
 فگندش بزیر نشست از زبر
 کہ نزدیک شد تا شود قبض جہاں
 بگفتش چہ خواہے ز ما امی عمر
 نمودیم دین محمد قبول
 ولی بزنگردیم از دین خویش
 بدانست کہ بر نگرود و دگر
 کہ گشتی بہ دیش چنیں بدبلا
 کہ آرو باد حضرت جبرئیل
 کہ بہت این کلام جہاں آفریا
 اگر یاد داری بخوان بی ہراس
 عمر گوش چوں کرد حیران بہاند
 بسوولے اسلام سر گرم شد
 بگفتاد کہ نیست زین می بجام
 کہ گر دید پنهان چو نامت شنفت
 بیاریم پیشت کہ خواند ازان
 بیاد رواستاد خود را برش
 بیامد بہ نزد عمر بے حساب
 ابا حفص اسلام کرد اختیار
 ہمیش قول کاہن بنماظر رسید
 کہ آنہم شود راست چوں این خبر
 نیز در سوک خدائے جہاں
 چو در بستہ بد حلقہ برد زوند
 کہ استادہ با تیغ برد عمر
 بہاندند اصحاب اندر شگفہ

ملائک چپے راست درو در باش
 بہ پیلورواں حمزہ نامدار
 ہمیں رفت در پیش حیدر عمر
 بگرد آمدہ جمع یاران تمام
 بیدار حرم سر بعرش مجید
 چو دیدند کفار زان گوندہ مال
 یکی رفت از انہا بہ نزد عسکر
 ز انسان کہ رفتی تو باز آمدی
 عمر کرد اسلام خود، آشکار
 ہران کز شا جنبد از جہای محوش
 چو کفار در یافتند از سخن
 نہادند پا در رہ امتناع
 چو دیدند آن صحبت اصحاب دین
 ازان حال کفار پس پاشند
 بہ پیش اندر آمد رسول خدا
 نبی گفت تکبیر چوں در حرم
 ز تائید ایزد بسجد نماز

شیاطین ز بہیت شدہ پاش پاش
 بہ پیش علی صاحب ذوالفقار
 حائل بہان تیغ کیں بر کمر
 برفتند ز نیساں بہ بیت الحرم
 رسانید چون گرد سوکب رسید
 نمودند با ہم بسے قیل و قال
 بدو گفت این چہیت اسی بد گہ
 بکین رفتے و ما نیاز آمدی
 پس انگہ بادو گفت اسی نابکار
 بہ بند سر خویش بر پامی خویش
 کہ در دل چہ دارند آن انجمن
 نمودند با اہل ولایت نزاع
 ہمہ دست بردند بر تیغ کیں
 دلیران دین مسجد آرا شدند
 نمودند یاران با اقتدار
 فناوند اصنام بر رُسے ہم
 ادا کردو آمد سوسے خانہ باز

اے حضرت شیعہ تم کو اپنے باذلی بے بدل اور اپنے قبلہ و کعبہ کے آبِ گل کی
 قسم ہے کہ اس روایت کو دیکھو اور غور کرو کہ جو شخص اس دھوم و دھام سے ایمان لائے
 اور جو آدمی اس شان و شوکت سے مسلمان ہوئے اس کی نسبت کون خیال کر سکتا ہے
 کہ وہ منافق ہوگا یا سچے دل سے ایمان لایا ہوگا یا بعد ایمان کے مرتد ہو گیا ہوگا یا
 ایسے شخص سے کبھی پیغمبر صاحبِ نبیہ ہوئے ہوں گے یا ایسے آدمی کو دشمن اسلام
 کا اور منافق سمجھے ہوں گے دیکھو جو دعایہ پیغمبر صاحبِ نبی اُن کے لئے کی تھی کیسی جلدِ نعل
 نے قبول کی اور اس کا اثر کیسا جلدِ نعل ظاہر ہوا کہ اُن کے ایمان لانے کا پہلا کام تو یہ ہو
 کہ اول اواں نماز جماعت کی خانہ کعبہ میں ادا ہوئی اور اخیر کا کام اُن کا یہ ہوا کہ رو

شام اور صلب اور دمشق میں کلمہ کفر کا پست اور خدا کا کلمہ بلند ہوا ابتداً اسلام کی نبوت بھی انہیں کی ذات سے ہوئی اور خاتمہ بھی انہیں پر ہوا حقیقت میں دعا اس کو کہتے ہیں اور قبولیت اسی کا نام ہے۔ اسے یار و ذرا تو انصاف کو دخل دوا اور تعصب اور عناد کو چھوڑو کہ جس کی ذات سے ایک ہزار چھتیس شہر کفر کے دارالاسلام ہوئے اور جس کی بدولت تہذیب بت خانے اور گرجے ٹوٹ کر مسجدیں بن گئیں اور جس کے سبب سے کسریٰ اور قیصر کے مملوں میں غفلت اللہ اکبر کا بلند ہوا اور جس کی وجہ سے ان کی بیٹیاں مسلمانوں کی لونڈیوں میں داخل ہوئیں اور جس کی ذات سے ظلمت کفر کی دور ہوئی اور روشنی اسلام کی از شرق تا غرب پھیل گئی وہی تمہارے نزدیک منافق ہے اور اسی کا نام تمہارے یہاں دشمن خدا اور عدو رسول سے تو معلوم نہیں کہ پھر خدا کا دوست اور محب رسول کون ہے اگر حضرت عمر کی ذات نہ ہوتی تو آج تمہارے قبلہ و کعبہ مکہ میں بیٹھ کر علی علی کہتے یا اجودھیا میں رام رام پکارتے یہ عمر ہی کی جوتیوں کا طفیل ہے کہ تم خدا کی توحید سے اور پیغمبر کی نبوت سے واقف ہوئے اور کفر چھوڑ کر اسلام اور ایمان کے نام سے آگاہ ہوئے لیکن آفرین تمہارے احسان فراموشی پر کہ اسی کی دشمنی کو تم نے ایمان قرار دیا ہے اور کفر کی بنیاد کھودنے والے اور اسلام کا نیزہ گاٹنے والے کا نام منافق اور کافر رکھا ہے حقیقت یہ ہے کہ جب شیطان نے دیکھا کہ بعد اسلام کے کفر پھیلنا نہیں سکتا اور شرک صریح میں گرفتار نہیں کر سکتا تب اس نے یہ تدبیر کی کہ لوگوں کے دلوں میں کفر کی جڑ دوسری طرح قائم کرے اور باوجود مسلمانی کے دعوے کے ان کو اسلام سے خارج کر دے تب اُس نے یہ تدبیر کی اور رخصت کا عقیدہ لوگوں کے دلوں میں مضبوط کیا اور جن لوگوں نے پیغمبر صاحب کو مدد دی اور جنہوں نے اسلام کو پھیلایا اور جن کے سائے سے شیطان بھاگا ان کی عداوت دلوں میں ڈال دی تاکہ اس حیلے سے اُس کا کام نکلے اور لوگ اسلام سے نفرت کریں یا اسلام کا نام لیں مگر اصل میں اس کو چھوڑ بیٹھیں۔

چنانچہ اس ملعون کا مطلب حضرات شیعہ سے بخوبی حاصل ہو گیا اور اس شقی ازلی نے ان کے دلوں کو اندھا کر دیا کہ وہ ایسے اصحاب جلیل القدر کو برا جاننے لگے اور ایسے دوستوں کو پیغمبر صاحب کے برا کہنے لگے ان کی دشمنی کو ایمان سمجھے اور ان کو گالیاں دینا عداوت جانا حقیقت میں ان لوگوں نے ایمان چھوڑ دیا اور شیطان کے دم میں آکر

اسلام ہے ہاتھ دھویا اور نہ جس کو ذرا بھی عقل ہوگی کیا وہ یہ نہ سمجھے گا کہ اگر وہی لوگ جو اس شدید مد سے ایمان لائے کافر تھے اور وہی آدمی جنہوں نے اسلام کو عرب سے لیکر عجم تک اور عجم سے لیکر ہند تک پھیلایا اسلام کے دشمن تھے تو پھر دوسرا کون مسلمان ہو سکتا ہے ضرور اس کا عقیدہ اسلام سے پھر جائے گا حقیقت میں اسلام کی حقیقت پر کوئی معتقد نہیں ہو سکتا جب تک وہ شیعوں کے عقیدے نہ چھوٹے اور پاک سنی مذہب جائے واللہ سید ہی من یشار الی صراط مستقیم

میں اس مقام پر ایک اور بات شیعوں کی کھنا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ ان کے عقیدے کی خوبی اس سے ظاہر ہو جائے اور ان کی دشمنی اسلام اور ایمان سے ثابت ہو جائے۔ یہ امر تو بخوبی ثابت ہو گیا کہ حضرت عمرؓ کی ذات سے نہایت تقویت دین کی ہوئی اور اسلام کی جڑ انہیں کے سبب سے مضبوط ہوئی چنانچہ صاحب حمد حیدر نے باہر تعصب خود اقرار کیا ہے کما قیل مصرع

وزان بیشتر یافت دین تقویت

اور ظاہر ہے کہ جس کی ذات سے دین نے تقویت پائی ہوگی اس کی ذات سے پیغمبر صاحب کو محبت بھی بدرجہ غایت ہوگی لیکن موافق روایت شیعوں کے پیغمبر صاحب کو کسی سے اس قدر عداوت نہ تھی جیسے کہ حضرت عمرؓ سے تھی اور ان کے مرنے کی خبر سے جس قدر حضرت کو خوشی ہوئی ایسی کسی خبر سے نہ ہوئی تھی اور جو فضائل اس روز کے جس جس روز کہ حضرت عمرؓ نے شہادت پائی پیغمبر خدا نے بیان کئے ہیں ایسے فضائل جمعہ اور عید اور روز غدیر کے بھی بیان نہیں کئے اور جو برکات اور فائدے اہل بیت کو اس تاریخ میں ہوئے ہیں جس تاریخ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی ایسے کبھی کسی روز نہیں ہوئے چنانچہ زاد المعاد میں جو معتبرین کتب شیعہ سے ہے اور ملا باقر مجلسی جس کے مؤلف ہیں اس کے آٹھویں باب کی پہلی فصل میں ایک طویل طویل روایت لکھی ہے جس کو ملا صاحب نے اپنے نامہ اعمال کی طرح سیاہ کیا ہے اس کا مختصر مضمون ہم لکھتے ہیں

لے ہر سیکہ خبر داد مرا پدرم کہ خدایہ بن یمان در روز نہم ربیع الاول داخل شد بریدہ رسول خدا خذ لیت گفت کہ دید حضرت المؤمنین و حضرت امام حسن و امام حسین را کہ حضرت رسالت پناہ طعام تناول فی سورتند و آن حضرت بر روی ایشان تبسم میفرمود و با حضرت امام حسن و امام حسین میگفت بخورید گو ارا با د از ان شل

برکت و سعادت این روز بدرستی که این روز است که حق تعالی بپاک میکند دشمن بد شمارا و مستجاب میگرداند
در این روز دعائے ملو شمارا نجویید که این روز است که حق تعالی قبول میکند اعمال شیعیان و مجبان شمارا در این روز
نجویید که این روز است که ظالم میشود راستی گفته خدا که میفرماید شکست بیو تهم خاویز باطلوا یعنی این است خانهها
ایشان که خالی گردید است بسبب ستمهای ایشان بنجویید که این روز است که شکست می شود در این روز شوکت بد
شما و یاری کننده بدشما یاری کننده دشمن شما بنجویید که این روز است که بپاک میشود درین روز فرعون اہل بیت
من و تم کتند برایشان و غضب کند حق ایشان بنجویید که این روز است که حق تعالی عملهای دشمنان شمارا باطل
و بیلائیگر داند مذنیہ گفت که من گفتم که یا رسول اللہ آیا در میان امت تو کسی خواهد بود که بتک این جز متہا نماید
حضرت فرمود که ای مذنیہ یکی از منافقان برایشان سرگرد خواهد شد و دعوی ریاست در میان ایشان خواهد کرد و مردم را
بوسے خود دعوت خواهد نمود و تا زیاد ظلم و ستم را بر دوش خود خواهد گرفت و مردم را از راه غلامی خواهد نمود و کتاب خدا را
توحین خواهد نمود و سنت مرا تغییر خواهد داد و میراث فرزند مرا تصرف خواهد شد و خود را پیشکش مردم خواند و زیادتی بر من
من علی بن ابی طالب خواهد کرد و مالہائے خدا را بناحق بر خود حلال خواهد کرد و در غیر طاعت غلامت خواهد کرد و مرا و
برادر من و وزیر من علی بن ابی طالب را بدو رخ نسبت خواهد داد و دست مرا از حق خود محروم خواهد کرد و تاید پس منظر من او را
نفرین خواهد کرد حق تعالی نفرین او را مستجاب خواهد کرد مذنیہ گفت یا رسول اللہ چرا دعا میکنی که حق تعالی او را در حیات شما
بپاک کند حضرت فرمود که ای مذنیہ درست نمیدانم که جز آن کم بر قضای خدا و از او طلب کنم تغییر امرے را که در علم او گذشته
است ولیکن از حق تعالی سوال کردم که قضیت دهد آنروز را که در آن روز او بجهنم میرود بر سائر روز با آنکه احترام
آندشتے کرده و در میان دوستان من شیعیان اہل بیت من پس حق تعالی وحی کرد بسوی من که من خود در علم سابق من گذشته
است که در برابر ترا و اہل بیت ترا مغتبا و بلائے دنیا و ستمہائے منافقان و غضب کنندگان از بندگان من آن منافقان
که توحین خواہی ایشان کردی و با توحینت کردند و تو ایشان راستی کردی و ایشان یا تو مکر کردند و تو با ایشان صاف بودی
ایشان دشمنی ترا بدل گرفتند تو ایشان را شنود و ایشان ترا ازین بگفتند تو ایشان را بگویی و ایشان را و طبعی گراشتند قسم یاد میکنم
بمرا بقوت و اوستاهی خود که البتہ بکشایم بر منے کسیکه غضب کند حق علی را که در سنت بعد از تو بنزد از پست ترین
طبقات جهنم که آنرا فیلوق میگویند و او را لا محابہ بعد قعر جهنم جاویم که شیطان از مرتبہ خود پادشوت شود و او را ... کند
آن منافق در روز قیامت عبرتے گردانم ہائے فرعونہا کہ در زمانہائے پیغمبران دیگر بودند و ہائے سائر دشمنان دین اہل بیت
و درستان ایشان را بسوی جهنم بریم و باو میرائے کیورد دروائے ترش با نهایت نذلت و خالصے و بر پیشیائے ایشان را بد
آباد در عذاب خود جازم اسی محکم فرمایدی سے ہنزلت تو مگر با نچہ میر رسید اورا بلا تا از فرعون او غضب کند حق ا
جرات میکند برین و کلام مراد بل میکند و شرک من سے آحد و مردم را منع میکند از راه روزائے مزہ و گو سالہ از ہائے امت

تو بز یکند گمان ابو بکر است و کافر میشود و بن در عرش عظمت مہلال امن ہر سنی کہ من امن کرو ہم را کہ بخت آسمان
خود را کہ بڑے شیعیان و صحابان دین شامہ عید کنند آن روزی را کہ آن ... کشتہ میشود امر کروم کا کو سی کرامت سے انفس بکنند
در برابر بیت المعمور و ثنا بر من و طلب آمرزش نمایند بڑے شیعیان و صحابان شہداء از ذنباں آدم و امر کردہ ام ملائکہ نوینہ گل
احمال را کہ اذین روز تاسرہ روز قلم بہر دم پروردارند و نوینہ گناہاں ایشان ترا بڑے کرامت تو دوسی تو اے محمد روز راسخا
گردانیدم بڑے تو و اہل بیت تو بڑے ہر کہ تابع ایشان باشد از مومنان و شیعیان ایشان و سو گند یاد میکنم بجزت و
مہلال خود و علو منزلت و مکان خود کہ عطا کنم کسی را کہ عید کند ای روز را از بڑے من ثواب آنہا کہ بدو عرض اعطاء کردہ
و قبول کنم شفاست اورا از خویشان و زیادہ کنم مال اورا اگر کثرت دگی و بد پر خود و بر عیال خود و دین روز و ہر سال روزی
روز ہزار ہزار کس از موالیان و شیعیان شمارا از آتش جہنم آزاد کردم و اعمال ایشان را قبول کنم و کتا بال و نشان را بیاہن
مدیہ گفت پس برخواست حضرت رسول خدا و نہانہ ام سلمہ رفت و من برگشتم و صاحب یقین بودم در کفر عمر تا آنکہ بعد از
وفات حضرت رسول دیدم کہ او چہ فتہا پر انگیزت و کفر علی خود را اظہار کرد و از این دین برگشتہ و اماں بے حیائی او کت
بڑے خصم است خلافت برزد و قرآن را تحریف کرد و آتش در قاتہ و حکا رسالت زد و یہ عتہا در دین خدا پیدا کرد و وقت
پیغمبر اقلیہ و او سنت آن حضرت را بدل کرد و شہادت حضرت امیر المؤمنین را رو کردہ فاطمہ دختر رسول خدا را بہ ہون
نسبت داد و فدک را نصب کرد و سجدہ و نمازی و محجوس را از خود راضی کرد و نور دیدہ مصطفیٰ را نخستم آورد و در رضا جوئی
اہل بیت رسالت نہ کرد و جمیع سنتہای رسول خدا را بر طرف کرد و تدبیر کشتن امیر المؤمنین کرد و جوہر ستم در میانہ مردم علیانیکہ
بر حرج خدا سلال کردہ بود حرام کرد و ہر حرج حرام کردہ بود حلال کرد و حکم کرد کہ از پوچست شتر و نیار و در ہم بیازند و چنان
کنند و ہر روز شتم فاطمہ زہرا و بر منبر حضرت رسالت بصب جوہر بالارزت و بر حضرت امیر المؤمنین اقتراہت
و با حضرت معاندہ کرد و راسی آنحضرت را سقاہت نسبت داد و نہایت گفت پس حق تعالی دعائے بگزیدہ خورد
پیغمبر خود را و حق آن منافق منہاج کہ دانید قتل او را بہ سنت شنیدہ اورا متا اللہ ہادی ساخت پس فہم بنوید
حضرت امیر المؤمنین کہ آنحضرت را تہنیت و مبارکباد شجیم تا آنکہ آن منافق کشتہ شد مجذب حق تعالی و اسلم
چون حضرت مرادید فرمود ای مذلیلہ آیا در خواطر داری آن روزی را کہ آمدی بہ نزد سید من رسول و من و دو سہیل
حسن و حسین نزد او نشسته بودیم و با او طعام میخوردیم پس ترا و دلالت کرد بر فضیلت این روز گفتہ ہماں ہماں
حضرت فرمود بخدا سو گند کہ این روزیست کہ حق تعالی درت دیدہ آل رسول را و دشمن گردانید و من بڑے این روز
ہفتاد و دو ہام میدنم مذلیلہ گفت کہ یا امیر المؤمنین میخواہم کہ آن نامہارا از تو بشنوم حضرت فرمود کہ ای روز از سزاوار
کہ مومنان از شہر آن منافق استراحت یافتند و روز را گل شدن کر ب غم است و روز زندہ بودم است روز پنجشنبہ
شعبان و روز اختیار عمومی بڑے مومنان است و روز بھاشتن قلم از شیعیانست و روز پر ہم ہنگامی بڑے کفر

در روز عافیت ست روز برکت ست در روز طلب خوبہائے مومنانست در روز عید بزرگ خداست و روز مستجاب شدن
 دعاست و روز مرقفہ العظم و روز وفائے بچہدست و روز شرطوست و روز کندن ہمارے سیاہت و روز ندامت ظالمست و
 روز شکستہ شدن شوکت مخالفانست و روز تقویٰ مہمومت روز فتح ست و روز عزت اعمال آن کافرست و روز ظہور قدرت
 خداست و روز عفو گناہاں شیعانست و روز فرج ایشیانست و روز توبہ باست و روز انابت ست بسوئے حق تعالیٰ و روز
 زکوٰۃ بزرگ روز فطر دوم ست و روز اندوہ باغیانست و روز گزشتن آیت بان در گھری مخالفانست و روز خوشنویسی مومنانست
 و روز عید اہل بیت ست و روز ظفر یا نقی بنی اسرائیل بر فرعونست و روز مقبول شدن احوال شیعانست و روز پیش فرستادن
 تصدقات ست و روز زیادتی مشوہاتست و روز قتل منافقین ست و روز وقت معلوم است و روز سر اہل بیت ست و روز
 مشہورست و روز قہر بزدلین ست و روز تڑپ شدن بنیان منکرات ست و روز زیت کہ قائم آگاہت ندامت بدنامان
 میگذرد و روز عیت ست و روز شرفست و روز شک شدن دلہائے مومنانست و روز شہادتست و روز درگذشتن از گنہگارین
 و روز ازگی بوستان اہل ایمانست و روز خوشی دلہای مومنانست و روز بظرف شدن پادشاهی منافقانست و روز
 توفیق اہل ایمان ست و روز رطائی مومنانست از شر کافران و روز مظاہرقت و روز مفاخرست و روز قبول اعمال ست
 و روز جمیل تعظیم ست و روز تحمل و عطا ست و روز شکر حق تعالیٰ ست و روز یکے مظلومانست و روز زیارت کردن مومنانست
 و روز صحبت کردن ایشانست و روز رسیدن بہ رحمتہای الہی ست و روز پاک گردانیدن اعمال ست و روز فاش کردن راز ست
 و روز پاک گردانیدن اعمال ست و روز فاش کردن راز ست و روز بظرف شدن بدعہاست و روز ترک کردن سجن ست و روز
 عبادت روز موعظت و نصیحت ست و روز انقیاد پیشوایان دین ست و روز گفتہ کہ پس از خدمت امیرالمومنین بخوانتم
 و گنتم اگر درینا ہم از اعمال و افعال خیر و انجہ امید ثواب اذان دارم مگر صحبت این روز دانستن فضیلت این را بہر آئینہ
 منتہائے آرزوی من خواہد بود پس محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم فرمایان حدیث گفتند کہ چون این حدیث را از احمد بن اسحاق شنیدیم ہر
 یک برخواستیم و سرور را بوسیدیم و گفتیم حمد و شکر میکنیم خداوند بزرگوار کہ براگنیمت ترا زبری ما تا آنکہ فضیلت این روز
 را بہرسانیدے پس بنانہای خود برگشتیم و این روز را عید کردیم۔

خذیفہ ابن یمان صحابی سے روایت ہے کہ میں نوین ربیع الاول کو پیغمبر صاحب کی
 خدمت میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت کے پاس امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امام
 حسن اور امام حسین بیٹھے ہوئے ہیں اور کھانا نوشن فرما رہے ہیں اور حضرت نہایت خوش ہیں
 اور حدیثی علیہا السلام سے کہ رہے ہیں کہ کھاؤ بیٹا کھاؤ یہ تم کو مبارک ہو کہ آج کا دن وہ ہے
 جس میں خدا اپنے دشمن کو اور تمہارے جد کے دشمن کو ہلاک کرے گا اور تمہاری مادر شفقہ کی دعا

کو قبول کر لیا کھاؤ بیٹا کھاؤ کراؤ کہ دن ہے کہ خدا تمہارے شیعوں اور محبوبوں کے اعمال کو قبول کرے گا کھاؤ بیٹا کھاؤ کہ آج کی تاریخ خدا میرے اہل بیت کے فرعون کو ہلاک کرے گا کھاؤ بیٹا کھاؤ کہ آج کے دن خدا تمہارے دشمنوں کے عمل کو باطل کرے گا کھاؤ بیٹا کھاؤ کہ آج کی تاریخ خدا کے اس قول کی تصدیق ہوگی فتلک بیوہم خداویہ ہا نفلہوا کہ آج کے دن گھرانے کے خالی ہو گئے بسبب ظلم کے جو انہوں نے کیا تھا۔ خدا فیض صحابی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا آپ کی امت میں بھی کوئی ایسا ہو گا حضرت نے فرمایا کہ ہاں ایک بت منافقوں سے انکا سر گرے وہو گا اور دعوی ریاست کا کرے گا اور تا زیادہ ظلم و ستم کا اپنے ہاتھ میں لے گا اور آدمیوں کو خدا کی راہ سے منع کرے گا اور خدا کی کتاب کو تحریف کرے گا۔ اور میری سنت کو بدل دے گا اور میرے دسی علی پر زیادتی کرے گا اور خدا کے مال کو ناحق اپنے اوپر حلال کر لیا اور عنایت میں خدا کے صرف کر لیا اور مجھے اور میرے بھائی علی کو جھوٹا کہے گا خدا فیض نے کہا کہ یا حضرت اگر وہ ایسا ہے تو کیوں آپ اس کے لئے دعا نہیں کرتے تاکہ وہ آپ کی زندگی میں ہلاک ہو جاوے حضرت نے جواب دیا کہ میں خدا کی قضاء پر حیرت نہیں کرتا اور جو کچھ اس نے اپنے علم میں قرار دے دیا ہے اس کا بدلنا اس سے نہیں مانگتا لیکن یہ خدا سے سوال کرتا ہوں کہ خدا اس روز کو فضیلت دے اور تمام دنوں پر اس دن کو عزت بخشے۔ چنانچہ خدا نے حضرت کی دعا قبول کی اور وحی کی کہ اسے پندرہ میں اس دن کو افضل کرتا ہوں اور علی کو تیرا سزا تیرا ہی کے ظلم کے سبب سے عطا کروں گا۔ وہ شخص مجھے پر حیرت کرے گا میرے کلام کو بدل دے گا میرے ساتھ شرک کر لیا لوگوں کو میری راہ سے منع کر لیا میرے ساتھ بکفر پیش آئیگا اس لئے میں نے ملائکہ ہفت آسمان کو حکم دیا کہ اس دن کو جس میں وہ مارا جائے شیعوں اور محبوبوں کے لئے عید کریں اس تاریخ کو میری کرسی کو امت کو بیت المعبر کے برابر نسب کریں اور تمام شیعوں کی مغفرت کی دعا کریں۔ میں نے تمام فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ اس تاریخ سے تین دن تک قلم آدمیوں سے اٹھالیں اور ان شخص کو کچھ گناہ کیوں نہ کرے اس کو نہ لکھیں اسے محمد اس دن کو میں نے تیرے لئے اور تیرے شیعوں کے لئے عید بنا دیا ہے انتہی ترجمہ بلفظہ۔ ایہا المؤمنین اس روایت کو دیکھو اور شیعوں کے ایمان اور انصاف اور عقل پر زور تعجب ہے کہ زمین شق نہیں ہوتی کہ وہ ساجائیں قہر کی بجائے گرتی کہ وہ جیل جائیں طوفان غضب نہیں آیا تاکہ وہ ڈوب مریں دیکھو پیغمبر خدا علیہ السلام

والشایرہ اس حدیث میں کسی تہمت کی ہے اور خدا کے محبوب پر کیا افترا پاندھا ہے خدا اس قوم سے جس نے اپنی آنکھوں کو اندھا اور کانوں کو بہرا اور دلوں کو غافل کر رکھا ہے اس تہمت اور افترا کا بدلے درحقیقت انہیں کی شان میں یہ صادق ہے کہ لہم قلوب لا یفتقہون بہا ولہم اعین لہم یرون بہا ولہم آذان لا یسمعون بہا اولنگ کا لانعام بل ہم اصل اولنگ ہم الغافلون کوئی دقیقہ بے ایمانی اور کفر کا نہیں ہے جو اس حدیث کے واضح نے چھوڑا ہو اور کوئی جھوٹ اور افترا نہیں رہا جو پیغمبر صاحب کی طرف منسوب نہ کیا ہو بھلا کون شخص ہے جو اس بات کو مانے گا کہ کہ جس شخص کے ایمان لانے کیلئے خود ہی حضرت نے دعا کی ہو اور جس کے لئے بروایت امام باقر علیہ السلام اللہم اعز الاسلام لعمر بن خطاب کہا ہو اور جس کے حق میں خدا نے حضرت کی دعا قبول کی ہو اور جس نے مسلمان ہوتے ہی تھنڈا اسلام کا کعبے میں گاڑ دیا ہو اور جس نے اسلام لاتے ہی حضرت کو کعبے چلنے پر مستعد کیا ہو اور جس نے تمام عمر اپنی حضرت کی محبت اور اطاعت اور فرمانبرداری میں اور اپنی ساری زندگی اسلام کے پھیلانے میں صرف کر دی ہو اور جس نے دنیا کی کسی قسم کی لذت نہ اٹھائی ہو اور جس نے خدا کی راہ میں جان دے دی ہو اس سے پیغمبر صاحب اس قدر رنجیدہ ہوں کہ اس کے مرنے پر اس قدر خوشی کریں اور اس کے مرنے کے دن کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ اور عید غدیر سے بھی بڑھ کر افضل جانیں اور وہ اس کے مرنے سے اس قدر خوش ہو دے کہ تین دن تک گناہوں کے لکھنے سے قلم اٹھائے اور شیعوں کو اجازت دیدے کہ اس تین دن کے عرصے میں چاہیں زندا کریں چاہیں شراب اور سوہ نوش فرمادیں چاہیں مسجد میں ڈھکادیں چاہیں قرآن جلا دیں جو دل چاہے کریں نہ کوئی پوچھنے والا ہے نہ بتلانے والا کلام کا تبین موقوف لکھنا پڑھنا بند پس ایسی حالت میں بھی اپنی خواہشیں پوری نہ کریں تو کعبہ کریں گے خدا کے لئے انصاف کرو اور اس عقل کے دشمن ایمان کے عدو فرقی کو دیکھو کہ ان کو کس قدر شیطان نے بہکایا ہے اور اسلام کی راہ سے کس قدر دور کر دیا ہے سبحان اللہ کیا دنیا اور کیا مذہب ہے کہ بیچارے تازی ہر سوں نماز پڑھتے پڑھتے سریں روزه رکھنے والے تیس دن تک گرمیوں کے دنوں میں بھوک پیاس کی تکلیف اٹھادیں حاجی ہزاروں منزل سے مصیبت راہ کی طے کر کے کعبے میں پہنچیں اور حج کریں تب صبر کے مستحق ٹھہریں اور شیعہ بھائی گھر بیٹھے زندا کریں شرمز مبر ہیں اور ریح الادل کی نوین تاریخ کو اپنے بابا شجاع کے نام پر حلوے کھا میں اور لعنتی کھانا نوش کریں اور سب سے زیادہ ثواب پادیں واہ خدا کا عدل ہے شاید اسی

سبب سے خدا کو عادل سمجھتے ہیں اور عدل کو اصول خمسہ دین میں جانتے ہیں اگر ایمان اسی کا نام ہے اور محبت اہل بیت اسی کو کہتے ہیں تو افسوس ایسے ایمان اور ایسی محبت پہاڑ اگر محبت اور مؤمن ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں تو دوسرے ان کے حال پر مصرع گروہی اس ست لعنت بروہی اس روایت کی صحت اگر تسلیم کی جائے تو ضروریہ امر بھی ماننا پڑے گا کہ پیغمبر صاحب سبھی تقیہ فرماتے تھے اور وہ بھی کافروں بلکہ اپنے یاروں سے ڈرتے تھے اور خوف کے سبب سے جو کچھ ان کے دل میں ہوتا اس کو ظاہر نہ فرماتے تھے اس لئے کہ اگر خوف نہ ہوتا تو ایسے دشمن خدا اور رسول کو جیسے کہ حضرت عمر تھے اور جن کے مرنے کی خبر سے اس قدر خوش تھے اور جن کی موت کی تاریخ کو عید اور جمعہ سے افضل جانتے تھے اور جنکو فرعون اہل بیت کہتے کیوں اپنی صحبت میں رکھتے اور کس لئے ان کو اپنا مساحب بناتے اور کس واسطے ان سے ہمیشہ صلاح اور مشورہ لیا کرتے کس آدمی کی عقل میں یہ بات آسکتی ہے کہ پیغمبر صاحب جن کا خلق کی ہدایت تھا اور احکام الہی کا پہنچانا جن کا اوپر فرض تھا اور امت کو نیک بد پر آگاہ کر دینا جن کے اوپر لازم تھا اور بھی تقیہ کرتے ہوں اور خوف جان کے سبب سے عمر کا نام بھی نہ لے سکتے ہوں اور باوجود اس کے کہ ان کو اپنے دین کا دشمن سہانا اور جان بوجھ کر ان کو اپنی صحبت سے نہ نکالا اور علانیہ لوگوں پر ان کے کفر و نفاق کا حال ظاہر کرنا بیک طرف اپنے گھر میں بھی پوچھنے والے سے ان کا نام نہ لیا اور دیوار ہم گوش دار کا مضمون پیش نظر رکھ کر گول گول ہی بات فرمائی اسلئے حدیث صحابی سے سب حال تو حضرت نے فرمایا لیکن نام نہ لیا بلکہ ان کے پوچھنے پر بھی جواب صاف نہ دیا اور فقط ان کی صفات بیان کر کے سکوت فرمایا اگر ان کا نام حدیث سے کہہ دیا ہوتا اس کے ساتھ ہی سکوت کی بھی نصیحت کر دی ہو۔ تعجب ہے حضرات شیعہ سے کہ وہ مسلمانی کا نام بدنام کرتے ہیں اور پیغمبر خدا پر ایسی تہمت لگاتے ہیں اور خدا اور رسول سے کچھ نہیں شریاتے خانہ خراب ہو تقیہ کا جس سے کسی کو محفوظ نہیں جانتے اور پیغمبر صاحب پر بھی اس کا اقرار کرتے ہیں حالانکہ خود ان کے علماء کا اقرار ہے کہ پیغمبر صاحب تقیہ نہ کرتے تھے بلکہ وہ تقیہ سے ممنوع تھے چنانچہ ہم بحث تقیہ میں اس کا ذکر کریں گے اور حقیقت میں اگر پیغمبر صاحب بھی تقیہ کرتے ہوتے اور وہ کافروں سے ڈرتے ہوتے اور جو بات سچ ہے اس کو زبان پر نہ لاتے تو دین کیونکر جاری ہوتا اور سب

اسلام کیونکر پھیلتا اور لوگوں کو حضرت کی صداقت پر کس طرح یقین رہتا پس جب کہ پیغمبر خدا نے
ابتداءً نبوت میں تقیہ نہ کیا اور باوجود تکلیف اٹھانے کے کفار کے ہاتھ سے ان کے کفر کی
برائی اور ان کے بتوں کی سچو کو تکرار نہ کیا اور سب طرح کے صدموں کو صرف اس بات پر گوارا فرمایا
اور بعد ہجرت کے اور شروع ہونے جہاد کے کفار و منافقین کو قتل کیا اور جو واجب القتل معلوم
ہو اس کے خون کو پھر کیا اور ان کے نام لے کر لوگوں کو ان کے قتل پر آمادہ کیا اور حضرت عمر
کو باوجود جانے اس امر کے کہ ان سے بڑھ کر کوئی کافر اور منافق نہیں ہے اور ان سے زیادہ
کوئی دشمن خدا و رسول نہیں ہے کبھی اپنی آغوش سے جدا نہ کیا اور سوائے تعریف کے کبھی ان کی
برائی کا کلمہ بھی زبان مبارک پر نہ لائے تو ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کیا خوف ہو گا اور
حضرت سے زیادہ تقیہ کون کرے گا۔ میں اس مقام پر چند اشعار حملہ حیدریہ کے لکھتا ہوں
جس سے معلوم ہو کہ پیغمبر خدا کفار کی برائیوں کے ظاہر کرنے اور ان کے معبودوں اور بتوں کی سچو
کرنے میں کچھ کسی کا خیال نہ کرتے تھے اور ہر چند کوئی سمجھتا اس سے باز نہ آتے تھے کا قیل اشعار

بفرمود اگر قوم از آسمان
بیارند خورشید را تیرہ زبان
گزارند بر دست من ہدیہ وار
نہ بندم لب از امر سچ و دروگار
بجز طعن اصنام و وصف آلہ
بجز لعن آبائے گم کردہ راہ
ز من قوم حرف و گم نشنوند
اگر نیک دانند اگر بد بینند

اور پھر یہی مولف آئندہ پیغمبر صاحب کے اظہار دعوت میں لکھتا ہے۔ اشعار
یدعوت شد آمادہ تراز نخست
کمر بستہ در کار خود سخت چست
نیاسود بیکم زار شاد مخلق ،
نہ تنگ آداز جور بیداد خلق
پہ صبح و بشام و بید ز ریشب
نمودے بحق قوم خود را طلب
نہ کردی از ان تا کسان احترام
نہ از لعن اصنام بستے زباں
چو در شان قومی شقاوت نشان
نہ کردی از ان تا کسان احترام
ذندہ خدائے جہاں آفرین
بجو در شان قومی شقاوت نشان
سوائے آیات قہر و عقاب
بسوئے نبی جبرئیل امین !
بخواندے برایشان نبی بے حجاب

شہد ہی خون ازیں غم دل مشرکان
تلائی نمودندے آن اشقیاء
فتادی ازان غصہ آتش سبحان
بدست وزبان باشد انبیاء
نہی را ازیشاں نہ بدہیج پاک
خدائی جہاں را چنان می ستود
بد انسان کہ در کار خود بود بود

اے حضرات شیعہ پیغمبر صاحب کے وعظ و ارشاد پر غور کرو اور تبلیغ دعوت پر خیال کرو اور سوچو کہ ابتداء زمانہ نبوت میں جب نہ کوئی یار تھا نہ گار نہ فوج تھی نہ لشکر چھوٹی چھوٹی بات میں تو پیغمبر صاحب اپنی جان اور عزت کا خیال نہ کریں اور جس قوم اور جس شخص کی برائی اور کفر میں پیر ٹل پیام خدا کا لاویں اس کو صاف صاف کہہ دیں اور اس خیر زمانے میں جب کہ ہزاروں شخص مسلمان اور لاکھوں آدمی متبع موجود ہوں اور سلاطین اور بادشاہاں زمین بھی خائف اور ترسناک ہوں اس وقت پیغمبر خدا حضرت عمرؓ سے استفادہ فرمیں کہ باوجود ان کے نفاق و کفر کے اسکا ذکر بھی کسی سے نفرمادیں اور سوائے حدیث کے وہ بھی گھر میں بیٹھ کر کسی سے کچھ ارشاد نہ کریں بلکہ لوگوں سے کہنا کیسا خود عمرؓ کو کبھی اپنے پاس سے جدا نہ کریں اور ہمیشہ ان سے صلاح مشورہ لیتے رہیں اور جن کے حق میں خدا نے دشادہم فی الامر فرمایا ہوا نہیں حضرت عمرؓ کو داخل کریں۔ اگر کوئی شیعہ یہ کہے کہ خدا کا حکم نہ تھا کہ پیام ظاہر کیا جائے تو ہم کہتے ہیں کہ سلام ہے اس خدا کو جو عمرؓ سے ڈرتا تھا اور جو ایسی بڑی بات کو سرت ایک آدمی کے خوف سے ظاہر نہ کر سکتا تھا اور پیغمبر صاحب کو اس پر خاموش رہنے کے لئے تاکید فرماتا تھا اور اگر کوئی یہ سمجھے کہ پیغمبر خدا نے یہ خیال کر کے کہ لوگ نہ آئیں گے بلکہ ان کے کفر و نفاق ظاہر کرنے سے سب لوگ پھر جاویں گے اس کا علانیہ ذکر نہیں کیا تو اس بات کو ہم نہیں مانتے اس لئے کہ پیغمبر صاحب کا کام تھا ہر ایک امر کا ظاہر کر دینا باقی ماننا یا نماننا امت کے اختیار میں تھا اگر پیغمبر خدا حضرت عمرؓ کے کفر و نفاق کو ظاہر کر دیتے اور سب کو اس پر آگاہ فرمادیتے تو حضرت کی حجت تو ختم ہو جاتی اگر کوئی نہ مانتا تو اس کا تصور ثابت ہوتا یہ فضائل جو بد زقت حضرت عمرؓ کے پیغمبر خدا نے حدیث سے بیان کئے ایسے تھے کہ حضرت کو لازم تھا کہ تمام مسلمانوں کو جمع کرتے اور خم غدیر کے عطیے کی طرح منبر پر چڑھ کر حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑ کر اس کا خطبہ پڑھتے اور سب لوگوں کو آگاہ کرنے کہ یہ عمر جو میرے پاس ہے کا در اور

منافق ہے اور فرعون میرے اہل بیت کا ہے اس کو خوب پہچان رکھو یہ میرے اہل بیت پر ظلم کرے گا تا نیا نہ جو ردستم ہاتھ میں لے گا حق میرے بھائی علی کا غضب کرے گا اس کے مرنے کے دن کی یہ فضیلتیں خدا بیان کرتا ہے اگر حضرت ایسا کرتے تو حق رسالت اٹھا کرتے سبحان اللہ پیغمبر صاحب ذرا ذرا سی بات کو تو علانیہ بیان کر دیں اور ایک ادنیٰ ادنیٰ منافق کے واسطے خدا آنتیں نازل کر کے ان کو مشہر اور بدنام کرے اور حضرت عمرؓ سے منافق کیلئے و نحو ذبا اللہ منہ نہ خدا کوئی آیت نازل کرے نہ پیغمبر صاحب کچھ زبان سے فرمائیں انسوس ایسی سمجھ پراور تعف ایسے عقیدے پر کہ جس کے نہ اسول درست ہیں نہ فرودع - شعر -

فروعیت محکم آمدنے اصول شرم بادت از خدا و از رسول

امرسوم اصحاب کے تابعین کی فضیلتیں اور انکی نشانیاں

اس دعائیں جس طرح پر امام زین العابدین علیہ السلام نے پیغمبر خدا کے اصحاب پر دود بھیجا ہے اسی طرح پر ان کے تابعین کے حق میں رحمت کی طلب کی ہے چنانچہ یہ الفاظ امام صاحب کی دعا کے ہیں **اللهم وادصل الی التابعین لهم باحسان الذین یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالايمان غیر چیز انک الذین قصدوا سمتم و دخر واد جہتہم و منسوا علی شاکلتہم لم شیئہم ریب فی بصیرتہم ولم یختلجہم شک فی قشور آثارہم والایتام بہدایتہ مشارہم مکافیہن دوار ذین لهم یدینون بدینہم ولیتہم دن بہدینہم بنفقو علیہم دلایہ سیمونہم قیما اور الیہم کہ خدا دندا ان کی بیعت کر نیوالوں کو جزا بخیر دے جو کہ دعا کیا کرتے ہیں کہ پروردگار مغفرت کرے ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم میں سے ایمان میں سبقت لے گئے ہیں کیسے تابعین جو اصحاب کی مجال پہ چلتے ہیں اور ان کے آثار کی پیروی کرتے ہیں اور ان کی ہدایت کی نشانیوں کی اقتدا کرتے ہیں جنکو کوئی شک ان کی خوبی میں نہیں ہونا اور کیسے تابعین جو اپنا دین دیا ہی رکھتے ہیں جیسا کہ اصحاب کا تھا اور ان سے اتفاق رکھتے ہیں اور اصحاب پر کچھ تہمت نہیں کرتے۔ ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ بعد اصحاب کرام کے رتبہ تابعین کا ہے اور وہی سب امت سے افضل ہیں اور ان کی نشانیاں وہی ہیں جو کہ امام علیہ السلام نے بیان کر دی ہیں۔ اب اس میں تو کچھ شبہہ باقی نہیں رہا کہ امت محمدی میں وہی گروہ سب سے افضل ہے جو کہ اصحاب کی تبعیت کرے اور فرقہ جو اصحاب کی مجال پر چلتا ہے وہ ہے**

جس کا نام اہلسنت ہے یا وہ جس کا نام شیعہ ہے اور یہ امر دونوں کے عقائد پر نظر کرنے سے طے ہو سکتا ہے پس سنیوں کے عقیدے وہی ہیں جو کہ امام نے اپنی دعا میں بیان فرمائے کہ وہ اصحاب کے تابع ہیں اور اصحاب کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں اور ان کو ایمان میں سابق اور مقدم جان کر ان کے لئے رحمت طلب کرتے ہیں ان کے آثار کی پیروی کرتے ہیں ان کو اچھا جانتے ہیں اور شیعوں کے عقیدے بالکل خلاف اس کے ہیں یہ اصحاب کو برا جانتے ہیں انکو برا کہتے ہیں ان پر تبرا کرتے ہیں ان کو منافق اور کافر جانتے ہیں انکی پیروی کو کفر سمجھتے ہیں ان کی خوبیوں میں شک و شبہ رکھتے اور ان پر ہر طرح کی تہنیں لگاتے ہیں غرض کہ جو شخص عقل اور ایمان رکھتا ہو اس کو لازم ہے کہ وہ اول امام کی دعا کے الفاظ پر غور کرے بعدہ سنیوں اور شیعوں کے عقیدوں پر غور کرے تب انصاف کرے کہ امام کے قول کے مطابق سنی حق پر ہیں یا شیعہ۔

تیسری شہادت: شیعوں کی معتبر ترین تفسیر میں جس کو وہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں لکھا ہے ان اللہ اوحی الی آدم ان اللہ یفین علی کل واحد من عبی محمد وآل محمد واصحاب محمد ما لوقسمت علی کل عبد ما خلق اللہ من طول الدہر الی آخرہ وکانوا کفار الا اہم الی عاقبہ محمودۃ وایمان باللہ حتی یتعذوا بہ الجنۃ وان رجلا من بیغض آل محمد واصحابہ اور احد انہم لغدب اللہ عذابا لوقسم علی مثل خلق اللہ لکم اجمعین اور حمد خدائے عزوجل نے وحی کی آدم پر کہ خدا ان لوگوں پر جو محبت رکھتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور ان کی آل سے اور ان کے اصحاب سے ایسی رحمت نازل کرے گا کہ اگر وہ تقسیم کی جاوے اوپر تمام مخلوقات کے اول سے آخر تک تو وہ کافی ہے اور اگر سب کفار ہوں تو ان کی عاقبت بھی اچھی ہو جائے اور وہ مومن ہو جاویں اور اگر کوئی آدمی دشمنی رکھے گا ساتھ آل محمد کے اور اصحاب محمد کے یا ایک سے بھی ان میں سے تو خدا اس پر ایسا عذاب نازل کرے گا کہ اگر وہ عذاب نازل ہو تمام مخلوقات پر وہ سب کے سب ہلاک ہو جائیں۔

چوتھی شہادت: اسی تفسیر میں لکھا ہے لما بعث اللہ موسیٰ بن عمران واصطفاه بنیاد فلق لہ البحر ونجی نبی اسرائیل واعطاه التورۃ والالواح راہی مکانہ من ربہ عزوجل فقال یارب لقد اکرمتنی بکرامۃ لم تکرّم بہا احدًا من قبلی فہل فی انبیاءک عندک من ہوا کرم منی فقال اللہ تعالیٰ یا موسیٰ اعلمت ان محمد افضل عندی من جمیع خلقی فقال موسیٰ فہل فی آل الانبیاء

اکرم من آلی فقال عز وجل یا موسیٰ انا علمت ان فضل آل محمد علی آل جمیع النبیین کفضل محمد علی جمیع المرسلین فقال یا رب ان کان فضل آل محمد عندک كذلك فهل فی صحابۃ الانبیاء عندک اکرم من اصحابی فقال یا موسیٰ انا علمت ان فضل صحابۃ محمد علی جمیع صحابۃ المرسلین کفضل آل محمد علی آل جمیع النبیین فقال موسیٰ ان کان فضل محمد وآل محمد باصحاب محمد کاہفت فہل فی اہم الانبیاء وفضل عندک من امتی ظلمت علیہم الغمام وانزلت علیہم المن والساوی وقلقت لہم البحر فقال اللہ یا موسیٰ ان فضل امتہ محمد علی اہم جمیع الانبیاء کفضل علی خلقی ہر جہہ جبکہ خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ ابن عمران کو مبعوث فرمایا اور انکو برگزیدہ کیا اور ان کے سبب سے دریا کو پل بنا دیا اور بنی اسرائیل کو نجات دی اور توریت اور لوح ان کو عطا کی تب حضرت موسیٰ نے اپنا زنبہ دیکھ کر خدائے عزوجل سے عرض کی کہ کسی نبی کی آن میری سے بزرگتر ہے جو اب ہوا کہ تم نہیں جانتے کہ فضیلت آل محمد کی سب انبیاء کی آل پر ایسی ہے جیسے کہ ان کو فضیلت سب پیغمبروں پر ہے تب حضرت موسیٰ نے عرض کی کہ الہی میرے اصحاب سے زیادہ تیرے نزدیک اور کسی نبی کے اصحاب کا رتبہ ہے جو اب ہوا کہ اے موسیٰ تم نہیں جانتے کہ فضیلت اصحاب محمد کی تمام انبیاء کے اصحاب پر اس طرح ہے جس طرح کہ فضیلت آل محمد کی سب انبیاء کی آل پر ہے تب حضرت موسیٰ نے عرض کی کہ اگر فضیلت محمد اور آل محمد اور اصحاب محمد کی ایسی ہے جیسی کہ تو نے ارشاد فرمائی پس کسی نبی کی امت میری امت سے زیادہ افضل ہے جن پر تو نے بادلوں کا سایہ کیا جن پر من سلویٰ نازل کیا جنکے لئے دریا کو پل کر دیا خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ فضیلت امت محمد کی سب انبیاء کی امت پر اتنی ہے جتنی کہ مجھ کو میری خلقت پر فضیلت ہے۔

ان دونوں روایتوں سے دو باتیں ثابت ہوئیں اول یہ کہ جو شخص پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سے دشمنی رکھے وہ مستوجب عذاب کا ہے اور عذاب بھی ایسا کہ جس سے تمام دنیا ہلاک ہو جائے اور جو دوستی رکھے وہ مستحق ثواب کا ہے اور ثواب بھی ایسا کہ جس سے کفار کی عاقبت بنی جاوے۔ دوسری یہ کہ اصحاب نبی کی فضیلت اور شہدوں کے اصحاب پر ایسی ہے جیسی کہ فضیلت پیغمبر صاحب کے آل کی اور پیغمبروں کی آل پر اور ان دونوں کے ثابت ہونے سے مذہب شیعوں کا باطل ہو گیا اس لئے کہ مداران کے مذہب کا صحابہ کی دشمنی اور ان کے برا جاننے پر ہے جو شخص اصحاب سے دشمنی رکھے وہی پکامو من ہے اور

جوان کو سب سے برا جانے وہی سچا شیعوہ ہے پس ان دونوں روایتوں سے جس کے راوی
امام حسن عسکری علیہ السلام ہیں اور جو شیعوں کے اقرار سے صحیح اور مستند روایت ہے۔
حضرات شیعوہ کو سوائے دو امر دن کے تیسرا چارہ باقی نہیں رہا یا کما اصحاب کو بہتر جائیں
اور ان کی فضیلت کے قائل ہوں اور ان سے محبت رکھیں تاکہ وہ مستحق ثواب کے ہوں
یا کہ ان کو برا جانیں اور ان سے دشمنی رکھیں تاکہ مستوجب عذاب کے ہوں لیکن حضرات شیعوہ
جب تک کہ اپنا مذہب ترک نہ کریں گے اور سنیوں کے شریک نہ ہو جائیں گے تب تک
وہ فضیلت صحابہ کے قائل نہ ہوں گے کوئی شخص باوجود اقرار فضیلت صحابہ کے شیعوہ
رہ نہیں سکتا تمام علمائے شیعوہ عبداللہ بن سبا کے رقت سے لیکر جناب قبلہ و کعبہ کے عصر
تک اس فکر میں مر گئے کہ اصحاب کے معائب تلاش کریں اور ان کی برائیاں ثابت کریں
اور ان کے فضائل سے انکار کریں اگر کسی کو انکار ہو تو وہ ذرا تکلیف گوارا کرے اور شیعوں
کی کتابوں کو اٹھا کر دیکھے کوئی ورق نہ ہوگا جس میں اصحاب کی برائیاں نہ ہوں کوئی صفحہ نہ ملے
گا جس میں ان پر تبرانہ ہو جناب مجتہد صاحب قبلہ صدام میں ارشاد فرماتے ہیں کہ (اما احادیث
فضائل صحابہ از طریق امامیہ باوجود کثرت احادیث مختلفہ در ہر امر جزئیے از جزئیات اصیبتہ ذریعہ اذکار
کتب احادیث امامیہ و در قادر قابہ نیت تلمعس بہ طالعہ در آرد مظنون آنست کہ زیادہ از سر
چہار حدیث کہ سر و پا درست نہ داشتہ باشند دست بہم تدبر اما احادیث مشالب و معائب
آن ہا پس بلا عراق اینست کہ متجاوز از ہزار حدیث باشند) اسے اہل انصاف ذرا آنکھ کھولو
اور نیند سے چونکو اور حضرات شیعوہ کے حال کو دیکھو کہ خود ہی اپنے اماموں کی طرف سے روایت
کرتے ہیں کہ پیغمبر صاحب کے اصحاب کا رتبہ سب سے بڑھکر ہے اور کسی اور نبی کے یاران کے
درجے کو نہیں پہنچتے اور جوان سے محبت رکھے وہ ناجی اور جو دشمنی رکھے وہ ناری ہے
اور پھر خود ہی یہ فرمادیں کہ کوئی آیت کوئی حدیث کوئی روایت ان کے فضیلت میں نہیں ہے
اور جو ہے وہ بے سر و پا ہے بلکہ ہزار احادیث انکی برائیوں میں ہیں اگر ہم ہزار برس تک سوچیں
سہ سہارہ کے فضائل کی احادیث بلحاظ جزئیات اور باعتبار اصول و فروع بہت ہیں لیکن اگر ان تمام کتب
احادیث شیعوہ کا ایک ایک ورق تلاش و تلمعس کی نگاہ سے دیکھیں تو زیادہ زیادہ تین چار احادیث نہیں گی اور وہ بھی
آل سورتہ میں کہ جانکا سر پیر درست نہ ہوگا اس کے برخلاف جو احادیث ان صحابہ کی برائیوں کو واضح کرتی ہیں
ان کی تعداد ہزار سے زیادہ ہے۔

اور اس مشکل عقیدے کو حل کرنا چاہیں مگر نہ ہماری سمجھ اس مسئلہ تک پہنچ سکتی ہے نہ ہم سے یہ گہرہ کھل سکتی ہے اگر حقیقت میں ہمارے پیغمبر کے اصحاب ایسے افضل ہیں کہ کسی پیغمبر کے اصحاب ان کے درجہ تک نہیں پہنچتے اور ان کی دشمنی باعث غلب اور ان کی دوستی ذریعہ ثواب ہے تو چاہیے کہ قول سنیدوں کا درست ہو اور ایسے بزرگوں کی تعریف میں اگر ہزاروں احادیث اور لاکھوں روایتیں منقول ہوں تو بھی تھوڑی سی ہیں اور اگر قول شیعوں کا صحیح ہے تو چاہیے کہ ایسے شخصوں کی دشمنی باعث نجات اور دوستی موجب ہلاکت ہووے لیکن یہ حقیقت یہ قول مجتہد صاحب کا محض غلط اور بالکل باطل ہے اس لئے کہ خود شیعوں کی کتابوں سے ہزار ہا احادیث اور اقوال فضائل میں صحابہ کے ہم نکال سکتے ہیں چنانچہ اسی رسالہ میں ہم اپنے قول کو ثابت کریں گے اور صد ہا روایتیں فضیلت صحابہ کی کتب شیعہ سے نکال کر مجتہد صاحب کے مقلدین کی خدمت میں پیش کر کے قبلہ و عقبہ کے قول کی تکذیب کریں گے اگر کوئی تعجب کرے کہ کیونکر علمائے اصحاب کی فضیلت بیان کی ہے اور کس طرح ان کی تعریف کی روایتوں کی تصدیق فرمائی ہے تو اس کے واسطے ہم ایک قاعدہ مسلمہ مجتہد صاحب کو بیان کرتے ہیں کہ وہ صوارم میں فرماتے ہیں اگرچہ کسی اہل مذہب سے جو کہ کسی کے فضائل کا اعتقاد رکھے اس کے معائب کے روایات کی توقع رکھنا یا جس کسی کے وہ معائب کا معتقد ہو اسکے فضائل کے اقرار کی امید رکھنا بجا ہے لیکن خدا نے اپنی حجت تمام کرنے کے واسطے سنیدوں کو مجبور کر دیا کہ انہوں نے اصحاب کی برائیوں کو خود ہی روایت کیا چنانچہ الفاظ اس کے یہ ہیں رہے چنانچہ اہل مذہب کی روایات مطاعن شخصی کند توقع روایت فضائل آن شخص و اشتتن بجا است و ہمچنین بالعکس لیکن جناب حق سبحانہ تعالیٰ آقا مہجورہ قلب مخالفین جناب امیر المؤمنین علیہ السلام اپنا سخر گھنڈہ کہ باوجود اس کہ بنا پر پیش آمد و تقرب سلاطین بنو عدی و بنو امیہ اخبار فضائل انہما بسیار وضع فرمودہ اند چون در دنگو را حافظہ نبی باشد ہا مخالفین از غایت ناقباحت نہیں با عجز جناب امیر المؤمنین باز مشالپ اصحاب شلمتہ و اتباع ایشان را ہم مذکور ساختہ اند و علامہ محمد ثمین ایٹناں چینی احادیث و اخبار اور کتب مصنفات خود مندرجہ فرمودہ اند ہم اسی قاعدے کو تسلیم شد اگرچہ کوئی مذہب والا جو کسی کی برائیوں کا معتقد ہو اسی سے اس شخص کے فضائل بیان کرنے کی توقع رکھنا ممکن ہے اور اس کے بالعکس بھی لیکن اللہ تعالیٰ نے تمام حجت کے پیش نظر امیر المؤمنین کے مخالفوں کے دل ایسے سوز کر دیئے کہ شاہان بنو عدی قیم اور بنو امیہ کا قرست کے باوجود حضرت علی کی یہ انتہا فضیلت بیان کی ہے اور چونکہ جھوٹے کو روایتیں رہتا اسلئے ان کے علماء و محدثین نے اعجاز امیر المؤمنین معلوم کرتے ہوئے بھی اصحاب غلطہ اور ان کے ساتھیوں کے معائب میں درج کئے ہیں۔

کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا نے اپنی حجت تمام کرنے کے لئے مشیعوں کو مجبور کر دیا کہ انہوں نے اصحاب کی بزرگیاں اور فضیلتیں اپنی کتابوں میں ائمہ کرام کی زبان سے روایت کیں۔ یہ سب چیزیں انہیں مذہب کہ روایات مطاعن شخصی کند توقع روایات فضائل آل شخص و اشتہار بیباست و ہم چہیں بالعکس لیکن جناب حق سبحانہ تعالیٰ اتما للہوہ قلوب مخالفین صحابہ کبار چنانہ مسخر کہہ دیندہ کہ باوجود اس کہ بضرورت ترویج عقائد عبداللہ بن سبا و شیعیان نش اخبار مشالب صحابہ را بسیار وضع نموده اند چون دروغ گورا حافظ نمی باشد ہاں مخالفین از غایت نا فہمی یا عجز جناب امیر المومنین باز فضائل اصحاب ثلاثہ و اتباع ایشان را ہم مذکور ساخته اند علماء محدثین ایشان چہیں اس حدیث و اخبار را در کتب و مصنفات خود مندرج فرمودہ اند و پانچویں شہادت: شیخ ابن بابویہ قمی نے کتاب معانی الاخبار میں امام موسیٰ رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے (عن الحسن ابن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ابابکر منی بمنزلۃ السبع وان عمر منی بمنزلۃ البصر وان عثمان منی بمنزلۃ الفواد) ترجمہ امام حسن علیہ السلام روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر بمنزلہ میرے سے کے ہے اور عمر بمنزلہ دل کے اور جب کہ حضرت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا امام حسن کے قول سے بمنزلہ پیغمبر خدا کے سمع و بصر اور دل کے ہونا ثابت ہوا تو پھر ان سے محبت نہ رکھنا درحقیقت پیغمبر خدا سے محبت نہ رکھنا ہے اور ان سے عداوت رکھنا دراصل پیغمبر خدا سے دشمنی رکھنا ہے سننے والوں کو تعجب ہوگا کہ امام حسن کی روایت سے علمائے شیعہ نے کیونکر ایسی حدیث کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا اور انتظار ہوگا کہ اگر اس کو نقل کیا ہے اور اس کی صحت کو تسلیم کر لیا ہے تو اس کا کیا جواب دیا ہے اس لئے ہم اس جواب کو بیان کرتے ہیں وہ جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے ان الفاظ کے بعد جنکو اوپر ہم نے نقل کیا یہ الفاظ اور بڑے پائے ہیں اور انہیں کو جواب اس حدیث کا تصور کیا ہے۔

لہ جس طرح کسی کو برا کہنے والوں سے اس شخص کو اچھا کہنا اور اس کے فضائل بیان کرنا یا اس کے بالعکس بھی کرنا بالکل ناممکن ہے لیکن اہم حجت کے لئے اللہ نے صحابہ عظام کے مخالفوں کے دل ایسے مسخر کر دیئے کہ یہ لوگ عبداللہ بن سبا وغیرہ کے عقائد کو دراج دینے اور اس کے عقائد کو ماننے کے باوجود صحابہ کی بے حد تعریف کرتے ہیں اور چونکہ صحابہ کو یاد دہیں۔ اس لئے ان مخالفین اسلام نے حضرت علی کے اہماز سے ناراض رہتے ہوئے انہیں مخالفین کے ثبوت میں مدعا پیش کیا اور انہیں کے فضائل بیان کیے ہیں اور اس قسم کے شیعوں نے انہیں کے مدعا پیش کیے۔ اور انہیں کے ثبوت میں

و سلم نے صرف تشبیہ اور تمثیل پر قناعت فرمائی اور حضرات خلفائے ثلاثہ کو بمنزلہ سمیع اور بصیر اور نواد کے کہہ کر سکوت کیا تو یہ فرمانا یا دل سے تھا یا براہِ تقیہ یا بطور استہزاء اگر دل سے تھا جیسا کہ ہم سمجھتے ہیں فنعم الوفاق جھگڑا طے ہوا اگر براہِ تقیہ تھا تو اول پیغمبر خدا کی نسبت تقیہ کرنا ثابت ہوا حالانکہ خود حضرات شیعہ اس کے قائل نہیں دوسرے اگر براہِ تقیہ تھا تو اول پیغمبر خدا کی نسبت تقیہ کرنا ثابت ہوا حالانکہ خود حضرات شیعہ اس کے قائل نہیں دوسرے اگر پہلے دن حضرت سیدہ زینبؓ کو براہِ تقیہ فرمایا تھا تو دوسرے دن بھی وہی سبب تقیہ کا یعنی حاضر ہونا ان خلفاء کا جن کے خوف سے یا جن کے خوش کرنے کو حضرت نے ایسا کچھ فرمایا موجود تھا اگر بطور استہزاء تھا تو پیغمبر صاحب کی نسبت مسخرگی اور ٹھٹھے بازی کا اطلاق کرنا ہے اور یہ سوائے شیعوں کے دوسرے سے نہیں ہو سکتا وہ جو چاہیں پیغمبر صاحب پر تہمت کریں۔

(تیسری دلیل) پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کچھ فرماتے تھے اور کچھ کہتے تھے وہ منافقان کچھ لگی لپٹی نہ رکھتے تھے اور کسی کو دھوکا نہ دیتے تھے اور کسی کو شبہے میں نہ ڈالتے تھے پس اگر دوسرے دن کے جھٹھے ہوئے فقرے کو ہم صحیح مانیں تو گویا پیغمبر صاحب پر تہمت کریں اس لئے کہ اگر دوسرے دن امام حسن استفسار نہ کرتے اور پیغمبر صاحب اصل مطلب نہ بتاتے تو لوگ شبہے میں رہتے اور حضرت کے کلام کو صدق اور صفائی پر قیاس کر کے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ اور عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بمنزلہ سمیع اور بصیر اور دل کے سمجھتے جیسا کہ ان لفظوں سے جو حضرت نے فرمائیں معلوم ہوتا ہے پس کیا کوئی ایمان رکھنے والا پیغمبر صاحب پر ایسی تہمت کر سکتا ہے اور جس کا کام صاف بیان کر دینے اور لگی لپٹی نہ رکھنے کا ہو اس کی باتوں کی تاویل کر سکتا ہے لہذا اللہ من ذلک۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرات شیعہ نے دین کو مسخر کیا اور ٹھٹھے میں ڈال دیا ہے اور پیغمبر خدا کی احادیث اور کلام اللہ کی آیات کو تحریف اور تغیر کر کے بدل دیا ہے نہ خدا کے کلام کو کلام مبین جانتے ہیں نہ پیغمبر صاحب کی حدیث کو صاف سمجھتے ہیں سب میں شک اور شبہہ کرتے اور سب کو ذر ذر جہتیں اور ذر معین جانتے ہیں چونکہ بنا مذہب تشیع نفاق اور جھوٹ پر ہے اس لئے سب کو اپنا ہی سا جان کر ایسی تاویلات کرتے ہیں ورنہ کون شخص ہے کہ پیغمبر صاحب کی نسبت ایسا کہے کہ وہ ایک روز کچھ کہتے تھے دوسرے دن اس کی کچھ تاویل کرتے تھے فرض کر دو کہ اگر کسی شخص نے پہلے ہی دن کی باتیں سنی ہوں اور اس نے پیغمبر صاحب کو ہادی

اور نبی سمجھ کر ان کے کلام کو رت جانا ہو سالا کہ بقول شیعوں کے وہ حق نہ تھا اور اس کا مطلب دوسرا ہی تھا جس کو دوسرے دن حضرت نے امام حسن کے پوچھنے پر بتلایا اور وہ شخص دوسرے دن حضور میں حضرت کے سامنے نہ ہوا اور اس نے پیغمبر خدا کی زبان سے اس مجمل فقرے کی نثر نہ سنی ہو تو اس کے دل میں جو یقین اس کلام کی صحت پر ہو گیا ہو اور جس کے سبب سے وہ گمراہ ہوا ہو اس کا الزام کس پر ہو گا اسی سننے والے بیچارے پر یا معاذ اللہ حضرت پر۔

چوتھی دلیل مسلم نہیں کہ امام حسن کو دوسرے دن استفسار کی کیا ضرورت تھی شاید حضرات شیعہ یہ فرمادیں کہ امام حسن جانتے تھے کہ وہ اصحاب جنکی نسبت حضرت نے ایسی تمثیل و تشبیہ دی ہے منافق اور کافر تھے و نعوذ باللہ منہ اور انہیں کی نسبت حضرت نے ایسا کچھ فرمایا تو ان کو تعجب ہوا اس لئے اس کے رفع کرنے کے لئے یہ پوچھا مگر یہ بات لائق تسلیم کرنے کے نہیں ہے اس لئے کہ پیغمبر خدا نے اکثر ان اصحاب کی تعریف کی ہے اور ان کی ثنا اور صفت بیان فرمائی ہے کہ جس کو خود ائمہ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے اور جس کو جا بجا ہم نے نقل کیا اور نقل کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ تو پھر ان کی تعریف پر امام حسن کو تعجب ہونے کا کوئی موقع نہ تھا ہاں اگر کبھی حضرت نے ان کی تعریف نہ کی ہوتی اور کبھی ان کو امام حسن نے پیغمبر صاحب کی صحبت میں نہ دیکھا ہوتا اور پھر ان کی نسبت ایسا سنتے تو تعجب کرنے کا مکمل تھا اگر کوئی صاحب یہ فرمادیں کہ امام حسن جانتے تھے کہ وہ اصحاب منافق ہیں اور ان کے سامنے کبھی پیغمبر خدا نے ان کی تعریف نہیں کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ امام حسن کو ایسا شبہ نہ تھا اور وہ ان اصحاب کو حضرت کے یاروں میں سے جانتے تھے چنانچہ الفاظ حدیث کے یہ ہیں (یا اہل بیت سمعتک تقول فی اصحابک) کہ اپنے یاروں اور اصحاب کی نسبت آپ سے میں نے ایسا کچھ نہ سنا تو اگر امام حسن ان کو اصحاب پیغمبر کا نہ جانتے تو اصحابک نہ فرماتے اور جب ان کو اصحاب میں جانتے تھے تو پھر کوئی تعجب کرنے کا مقام نہ تھا اس لئے کہ قطع نظر حضرت خلفائے ثلاثہ کے اور اصحاب کی نسبت بھی بہت کچھ ثنا و صفت حضرت نے کی ہے کہ اس کا خود حضرت شیعہ کو اقرار ہے اور ان کی کتابیں اس سے جبری ہوتی ہیں اور بالغرض اگر امام حسن کو شبہ تھا تو وہ گمراہ میں اس کو رفع کرتے اور تنہائی اور غلوت میں پوچھتے پھر انہیں اصحاب کے سامنے پوچھتا اور پیغمبر صاحب کی مجمل بات کو صاف کرانا اور گول گول نہ رہنے دینا

موافق اصول شیعوں کے شان امامت کے خلاف تھا۔ پانچویں دلیل (قطع نظر اور صفات اور تعریف کے جو پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن اصحاب کی اکثری کی ہے اپنے سمع و بصر سے بھی تشبیہ دی ہے یہ تشبیہ فقط اس حدیث پر موقوف نہیں ہے بلکہ اور روایتوں سے بھی اس کا ثبوت ہوتا ہے چنانچہ خود علما شیعہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے ہجرت کی شب میں ابو بکر صدیق سے کہا (جعلک منی بمنزلۃ السمع والبصر والراس من الجسد بمنزلۃ الروح من البدن) کہ خدا تجھ کو بمنزلہ میرے سمع اور بصر کے اور جگہ کے جسم میں اور بمنزلہ روح کے بدن میں گردانے گا پس جب کہ ایک مرتبہ فقط ابو بکر صدیق کی نسبت سمع اور بصر اور سر اور روح کے سب الفاظ پیغمبر صاحب نے فرمادیئے ہوں تو پھر کیا تعجب ہے کہ دوسری مرتبہ ان کی نسبت صرف لفظ سمع کا فرمایا اور اُن کے ساتھ میں حضرت عمرؓ اور عثمانؓ کی بھی تشبیہ بصر اور فواہ سے کی ہو (چھٹی دلیل) علما شیعہ نے ایسی تاویلات سے جیسی کہ اس حدیث میں کی ہیں اکثر احادیث اور اقوال کو مضحکہ اطفال بنا دیا ہے اور تحریف لفظی و معنوی میں محرفین اہل کتاب کو بھی مات کر دیا ہے چنانچہ بطور نظیر کے اس مقام پر میں ایک روایت لکھتا ہوں وہ ہذہ میر نصاحب قبلہ حدیقہ سلطانیہ کے باب سوم میں لکھتے ہیں (کہ امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ ایک مخالف سرکش امام جعفر صادق علیہ السلام کی مجلس میں آیا اور ایک شیعہ سے پوچھنے

لہ از حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام منقول است کہ بعض منافقین از سرکشان شان مجلس حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نہ آمدہ و مردے از شیعیان ان حضرت گفت کہ اتقول فی المشرو من السماء چہ میگویی در حق مشرک و مشرک از سما چہ پوچھ شیعہ گفت میگویم در حق نشان مخرخے کہ خداوند عالم بسبب آن گناہوں ملو فرمود میر نیر در جہات میرا بند میرا پیدہا آن گناہ گفت جو در شکر رائے خداست کہ مل از دشمنی تو نہات و او من گمان داشتہم کہ تو بر نفس و بغض بسما چہ کبار داری آن مرد مذکور بار دیگر گفت آگاہ باش کہ ہر کس از سما چہ پوچھ را دشمن دارو پس بر او دست لعنت خدا ناسیجے گفت شاید تاویلی کردہ لاکن بگو کیکہ مشرک و مشرک را دشمن دارو در حق او چہ میگویی مرد مومن گفت ہر یک مشرک و سما چہ را دشمن دارو بر او دست لعنت خدا و ملاکہ و تمام خلق پس آن مابھی بر جہت و سرکش را بوسلادو گفت بخش مرا کہ من ترا بر نفس متہم ساختہ ہوں مرد مذکور گفت بر تو چہ چیز نیست من ایمن افتر از تو مولود ندلم تو برادر منے آن مابھی از آنجا برمت پس حضرت صادق علیہ السلام فرمود کہ کلام حکمتی بر خداست جزائے تو بر آئینہ فرشتگان از حسن تو ریہ تو خوشنود شد کہ دین خود را از اخلاص بجا داشتے و خود را از دست او بر آئینہ زد اللہ فی منالینا عسی الی عسی خداوند عالم در دشمنان ما برنا ہمیشہ

لگا کہ تو عیشہؓ بشرہ کے یعنی دسوں اصحابوں کے حق میں کیا کہتا ہے شیعہ نے جواب دیا کہ میں ان کے حق میں وہ کلمہ خیر کہتا ہوں کہ جس کے سبب سے خداوند عالم میرے گناہ بخشا ہے اور میرے درجات بلند کرتا ہے میں اس ناصبی نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ مجھے تیری دشمنی سے نجات دی مجھے یہ گمان تھا کہ تو رافضی ہے اور صحابہ کبار سے دشمنی رکھتا ہے تب اس مومن نے دوسری بار کہا کہ خبردار ہو کہ جو شخص صحابہ میں سے ایک کو دشمن رکھے اس پر خدا کی لعنت ہونا صبی نے کہا شاید تو نے کچھ تاویل کی اس لئے بتلا کہ جو شخص عیشہؓ بشرہ کو دشمن رکھے اس کے حق میں تو کیا کہتا ہے تب مرد مومن نے کہا کہ جو شخص عیشہؓ بشرہ یعنی دسوں کو دشمن رکھے اس پر خدا کی اور فرشتوں کی اور تمام خلق کی لعنت ہو پس وہ ناصبی اٹھا اور اس نے اس مومن کے سر کو بوسہ دیا اور کہا کہ مجھے معاف کر میں تجھ کو رافضی بانسا تھا اس مرد مومن نے کہا کہ میں تجھ سے مواخذہ نہیں کرتا تو میرا بھائی ہے یہ سن کر وہ ناصبی چلا گیا جب وہ باہر گیا تب امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس مرد مومن سے کہا کہ تو نے نہایت محکم کلام کیا خدا تجھ کو جزا خیر سے فرشتے تیرے حسن تواریف سے خوش ہوئے کہ تو نے اپنے دین کو بھی عقل سے بچایا اور اپنے آپ کو اس کے ہاتھ سے چھڑایا خدا ہمارے مخالفوں کی نایبانی کو اور زیادہ بڑھائے اور ان کی نافرمانی پر نا فہمی زیادہ کرے کہ وہ کچھ نہیں سمجھتے جب یہ امام نے فرمایا تو جو لوگ ایسی باتوں کو نہیں سمجھتے تھے انہوں نے عرض کی کہ یا حضرت اس مرد مومن نے کیا کہا جیسا وہ ناصبی کہتا تھا ویسا ہی یہ بھی اس کی ہاں میں ہاں ملاتا مانتا تھا تب امام نے فرمایا کہ تم نہیں سمجھتے میں اس کا مطلب سمجھتا ہوں مرد اس مرد مومن کے اس کہنے سے کہ جو شخص ایک کو دشمن کہے اصحاب میں سے اس پر خدا کی

ہاں ہاں دیگر بیفزاید کہ سائیکہ بہ ارض کلام الاملاع نہ اشند عرض کردند کہ این مروجہ کردہ ظاہر انچه ہمیں میگفتند ہم با موافقت مینمود حضرت فرمودند کہ اگر شما نفہیدیم مراد او پس بدستیکہ ما نفہیدیم ایم بحق تعالیٰ قول اور قبول فرمودہ ہر گامیچے از درستان ما در دست دشمنان مای افتد خداوند عالم اور ابجوابی موفقی می سازد کہ دین و آئین از دست آن بندگان محفوظ میماند مراد آن مرد مومن از قول او من انتمن و احد من الصحابة ان بود کہ ہر کہ دشمن وارد بخا از عیشہ و کہ آن امیر مومنان علی ابن ابی طالب است بر آن دشمنی کتند لعنت خرد را باد انچه بار در گفت من البعض العشرة فعليه لعنت الله راست گفتہ چرا کہ ہر کس کہ ہر وہ کس را حیب میکند بر علی علیہ السلام را حیب کردہ است میں بایں جہت بلعنت خدا گرفتار مے شود ۱۲ من

لعنت ہو حضرت علی ہیں اور مطلب اس کہنے سے کہ جو شخص دشمن رکھے دسوں کو دشمن رکھے گا وہ لامحالہ حضرت علی کو بھی دشمن رکھے گا اس لئے اُس پر لعنت خدا کی اس روایت کو دیکھ کر گو حضرت شیعہ فخر کرتے ہوں اور اپنے بزرگوں کی حلیہ ساز یوں پر ناز فرماتے ہوں لیکن جو کوئی عاقل نے گا وہ تعجب ہی کرے گا اور ایسے دین و مذہب پر کہ جس کی بنا سراسر حلیہ سازی اور مکاری اور دغا بازی پر ہے ہزاروں سے نفرت کرے گا نہایت تعجب کا مقام ہے کہ جن اماموں کا کام ہدایت خلق اللہ ہو اور جن کی امامت مثل نبوت کے اصول دین میں داخل و داخل ہو اور جن کے اقوال اور افعال اور حرکات و سکنات پر مدار نبوت کا ہو جب وہ ہی ایسے ہوں کہ کبھی صاف نہ کہیں اور دھوکا دہی اور حلیہ سازی کو موجب رضا الہی کا فرمایں تو پھر اُن کی اُمت کے لوگ کیسے ہوں گے اور وہ نفاق اور دغا بازی کو کیوں اپنا شعار نہ گردانیں گے؟ ہم اس سے بھی زیادہ دل خوش کن ایک اور روایت بیان کرتے ہیں اور حضرت شیعہ کی دقیقہ فہمی اور نکتہ سنجی کو ظاہر کرتے ہیں اور صاف سیدھی لفظوں سے جو عجیب معنی وہ مراد لیتے ہیں اس کا نمونہ دکھلاتے ہیں۔

چھٹی شہادت :- امام جعفر صادق علیہ السلام نے حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت فرمایا ہے کہ ہما اما مان عادلان قاسطان کا نا علی الحق و اما علیہ فعلیہما رحمۃ اللہ یوم القیامہ کہ دونوں امام ہیں عادل اور انصاف کرنے والے دونوں حق پر تھے اور مرے حق پران دونوں پر ہو رحمت خدا کی قیامت کے دن اس حدیث سے چند فائدے حاصل ہوئے اول حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا امام اور خلیفہ برحق ہونا اس لئے کہ اگر اُن کی خلافت حق نہ ہوتی اور وہ غاصب ہوتے تو امام جعفر صادق کیونکر ان کو امام کہتے۔ دوم اُن کا عادل اور منصف ہونا اور اس سے تمام مظالم جو شیعوں نے ان کی نسبت بیان کئے ہیں باطل ہوئے اس لئے کہ اگر ان کے عدل اور انصاف میں کچھ بھی فرق ہوتا تو امام ہرگز ان کو عادل اور منصف نہ فرماتے۔ سوم اُن کا حق پر ہونا اور حق پر مرتے دم تک قائم رہنا۔ چہاں قیامت کے دن مستحق رحمت الہی ہونا اور کوئی شخص جو ایمان اور پیروی سے گاری میں کامل نہ ہو مستحق رحمت الہی نہیں ہو سکتا اہل انصاف اور عدل دیں اور غور کریں کہ اس سے زیادہ اور فضیلت حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کیا ہوگی جو زبان سے امام جعفر

علیہ السلام کی ثابت ہوئی اور جس سے امامت اور خلافت اور معدلت اور استحقاق رحمت الہی
ان کی نسبت بخوبی ظاہر ہوا حضرت شیعہ جب ہمارے محدثین کی بیان کی ہوئی کسی حدیث
کوشان میں صحابہ کبار کے سنتے ہیں تو اس کو غلط اور موضوع اور جھوٹ کہہ دیتے ہیں اور
اس سے انکار کر جاتے ہیں لیکن اب ایسی روایتوں کو کیا کریں گے جس کو انہیں کے علماء
نے نقل کیا ہے اور جو انہیں کی کتابوں میں مذکور ہیں بجز اس کے کہ انہیں تخریب کرنا
کسی قصہ کہانی کو ملا کر اس کے معنی بدل میں چنانچہ اس حدیث میں بھی ایسا ہی کیا ہے، اور
چند فقرے بڑھا کر اس حدیث کی تحریف کی ہے کہ اس کو بیان کرتے ہیں در سال اولہ
تقیہ در ثبوت تقیہ میں جو کہ مزین بدستخط حضرت سلطان العلماء یعنی سید محمد صاحب مجتہد
کے ۱۲۸۳ھ میں لودھیانہ میں چھپا ہے اس حدیث کی نسبت یہ لکھا ہوا ہے کہ (علماء اہل
سنت نے نقل حدیث میں خیانت کی ہے اور ان الفاظ کو منتخب کر لیا ہے کہ جو بنظر
سرسری موہم مدح شیخین کے ہیں حالانکہ باطناً وہ الفاظ بھی سرسری طعن و تشنیع سے مملو اور
مشحون ہیں چنانچہ خود امام جعفر صادق علیہ السلام نے اسی حدیث میں ان الفاظ کے معنی
بفصیل و توضیح ارشاد فرماتے ہیں) اور بعد ایک تقریر پوری پھر کے اس رسالے میں اصل
خیانت کے الفاظ اس طرح پر منقول ہیں (واضح ہو کہ اصل حدیث یہ ہے کہ بعض مخالفین
نے حضرت سے دوبارہ شیخین سوال کیا حضرت نے جواب میں ازراہ تو یہ یہ ارشاد فرمایا کہ
ہما امان الخ فلما انصرف الناس قال لرجل من خاصتہ یا ابن رسول اللہ لقد تعجت ما
قلت فی حق ابی بکر وعمر فقال نعم ہما امان الخ انما قال اللہ تعالیٰ وجعلنا منہم ائمة یؤتیون
الی النار واما العادلان فلعدو لہم عن الحق کقولہ تعالیٰ والذین کفروا بہم یعد یون واما
القاسطان فقد قال اللہ تعالیٰ واما القاسطون فکانوا الجہنم حطباً والمراد من الحق الذی کاننا
مستولیین علیہ ہوا امیر المؤمنین حیث اذیوا وخصباً حتمہ والمراد من موتہا علی الحق انہما تا علی
عداوتہ من غیر ائمتہ عن ذلک والمراد من رحمۃ اللہ رسول اللہ فانہ کان رحمۃ اللعالمین، و
سیکون خصماً لہا ساخطاً علیہا منتقماً عنہا یوم الدین انتہی خلاصہ ان کلمات کا یہ ہے کہ
جب مجالس متواترین سے خالی ہوئی تو ایک شخص نے خواص اصحاب نے امام معصوم کی
خدمت میں عرض کی کہ میں ان کلمات سے جو آپ نے حق شیخین میں ارشاد فرمائے بہت متعجب
ہوا حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ان دونوں کو امام اس سبب سے کہا کہ وہ امام

اہل نارتھے چنانچہ حق تعالیٰ قرآن میں کافروں کو امام اہل نارت فرماتا ہے وجعلنا منہم الایۃ
یعنی کافروں کو ہم نے امام اہل نارت کر دانا ہے اور عادل اس وجہ سے کہا کہ ان دونوں نے عدل
کیا تھا حق سے جیسا کہ خداوند عالم کافروں کو انہیں معنون سے عادل فرماتا ہے والذین کفروا
برہم یعدون مترجم کہتا ہے کہ کتب حدیث اہل سنت میں وارد ہے کہ پیغمبر برحق نے
نوشیروان کو عادل فرمایا حتیٰ کہ سعدی شیرازی نے اس کو گلستان میں نظم کیا اور
کہا ہے

در آوان عدلش بنازم چناں

کہ سید بدوران نوشیروان

پس جب کہ عدل نوشیروان کافروں کو مفید نہیں تو شیخیں کو بھی مفید نہ ہوگی
اور یہ وجہ بھی انہیں سترو جہوں سے ہے اور قاسطہ اس وجہ سے کہا کہ قاسطہ کے معنی ظالم
کے ہیں چنانچہ قرآن میں وارد ہے واما القاسطون فكانوا لجهنم حطباً یعنی ظالمین جہنم کی
لکڑیاں ہیں پھر امام معصوم فرماتے ہیں یہ جو میں نے کہا کانا علی الحق تو اس سے مراد ہے
کہ وہ دونوں غالب تھے حق پر اور حق مغلوب تھا اور مراد اس حق سے کہ جن پر غالب تھے۔
امیر المؤمنین ہیں کہ ان کو اذیت دی اور ان کے حق کو چھین لیا مترجم کہتا ہے کہ اس جملے میں
امام معصوم نے جار مجبور کو متعلق کر دانا ہے بلفظ مستولیین کہ وہ خبر خاص ہے اور
محدوف ہے بقریۃ ولات کرے تو حذف اس کا جائز ہے اور چونکہ امام جعفر صادق علیہ
السلام باتفاق جمہور اہل اسلام اصح الفصحا اور از جملۃ عرب عربا ہیں پس کلام ان حضرت
کا بجائے خود مستند ہو گا خواہ موافق نجات کے ہو خواہ مخالف چہ جائے آنکہ بسبب پائے
جانے قرینے کے کلام ان حضرت کا مطابق جمہور نجات کے بھی ہے پس اب جائے اعتراض بھی
باقی نہ رہی اور وہ قرینہ یہ ہے کہ علی کے معنی کلام میں استعلاء کے ہیں اور استعلاء
کے محاورے میں بمعنی غلبہ اور استیلا بھی آیا ہے چنانچہ ملاحظہ کتب لغت سے معلوم
ہوتا ہے کہ عرب کہتے ہیں علوت الرجل ای غلبتہ پس معنی کانا علی الحق کے یہ ہوں گے کہ
کانا غالبین علی الحق والحق مغلوباً عنہما اور یہ جو معصوم نے فرمایا ہے کہ مراد حق سے امام
بحق جناب امیر ہیں امر حق ہے اور کچھ بعید نہیں اس اسطے کہ لفظ حق کا اطلاق خدا
اور رسول اور امام بلکہ موت اور قیامت اور قرآن اور کلمہ اور کلام پر ہوتا ہے کانا یعنی
پس اگر مراد حق سے مولائے برحق ہوں خلاف حق لازم نہیں آتا اور مخفی نہ رہے کہ اس

مقام میں دو وجہیں اور بھی ہیں کہ حمل کلام معصوم کا اُن پر صحیح ہے وجہ اول یہ ہے کہ علی بمعنی استعلاء ہووے پس معنی کا تا علی الحق کے یہ ہوں گے کہ یہ دونوں کہ عین باطل تھے حق پر فوقیت لے گئے اور اُنہوں نے حق کو پست کر دیا جیسا معصوم وعلیٰ معنی قریش میں ارشاد فرماتے ہیں پس بنا بر طریقہ جمع بین الحدیثین کے ارادہ اس معنی کا کلام معصوم سے صحیح ہوگا اور یہ نوح استعلاء مستلزم استیلاء بھی ہے پس اس وجہ سے بھی مقدر ہونا لفظ مستولیین کا صحیح ہوگا کما فعل الممعصوم فاعل ۛ وجہ دوم یہ ہے کہ کلام عرب میں علی کو مقام مخالفت اور مضرت اور عداوت میں بھی اطلاق کرتے ہیں چنانچہ شائع و نایع سے کہ بیچ مہادے عرب کے مقام جواب یا اعتراض میں کہتے کہ ہذا لنا لا علینا یعنی یہ امر نافع ہے واسطے ہمارے نہ مخالف اور مضر ہمارے اور مشہور ہے کہ جب اثنائے راہ میں لشکر حر جناب سید الشہداء سے ملاتی ہوا تو حضرت نے حر سے فرمایا علینا ام لنا یعنی تو ہماری کمک کو آیا ہے یا ہماری عداوت پر کمر باندھی ہے و ایضا قال اللہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا لہا ما کسبت و علیہا ما کتسبت قال صاحب الکشاف ینفعہا ما کسبت من الخیر و یضرہا ما اکتسبت من الشر پس بنا بر اس وجہ کے معنی کا تا علی الحق کے یہ ہوں گے کہ وہ دونوں مخالف حق کے اور دشمن حق تھے اور یہی معنی قول آئندہ میں بھی معصوم نے فرمائے ہیں پس ارادہ اس معنی کا کلام امام سے اس مقام میں بھی صحیح ہوگا قافہم پھر معصوم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ جو میں نے کہا تا علی الحق مراد اس سے یہ ہے کہ عداوت حق پر میرے یعنی جناب امیر کی عداوت تا دم مرگ ان کے دلوں میں رہی اور تا دم مرگ نام نہ ہوئے اس مقام میں علی کو یہ معنی عداوت معصوم نے اطلاق فرمایا ہے جیسا کہ ہم نے وجہ ثانی میں بیان کیا پھر معصوم فرماتے ہیں کہ جو میں نے کہا فعلیہا رحمۃ اللہ یوم القیامۃ پس مراد رحمۃ اللہ سے رسول خدا ہیں کہ ان دونوں کے دشمن ہوں گے بروز قیامت اور ان پر غضب ناک ہوں گے اور اُن سے روز قیامت کو انتقام لیوں گے مترجم کہتا ہے کہ اس مقام میں بھی علی کو معصوم نے مقام عداوت میں ارشاد فرمایا ہے اور رحمت خیر! ہونا حضرت رسالت مآب کا مقام شک وارتیاب نہیں حق تعالیٰ خود فرماتا ہے و ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین بہر صورت اہل انصاف پر معافی ان الفاظ کے ظاہر و باہر ہونے کہ ہرگز یہ الفاظ مقام مدح شیخین میں وارد نہیں ہیں بلکہ سزا پا یہ حدیث روو قدح شیخین پر دلالت کرتی

ہے، یہی جملہ اس تاویل کی غلطی ہم چند دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔

(پہلی دلیل) اس رسالے کے مؤلف نے بتلایا اپنے علمائے جو کچھ وہابیات بیان کیا ہے اس کے نقل کرنے سے مجھے شرم آتی ہے اگر اس حدیث کی ایسی ہی تاویلیں کی جاویں تو کوئی حدیث کسی مدح و ثنا میں باقی نہ رہے بلکہ ہر ملحد اور زندیق آیات قرآنی کو ایسی تاویل سے موافق اپنے مطلب کے بنائے کسی ہندو کی نقل ہے کہ اس نے ایک مسلمان سے کہا کہ ہمارے رام لچمن کا ذکر تمہارے قرآن میں بھی ہے وہ مسلمان حیران ہو کر پوچھنے لگا کہ کس جگہ قرآن میں اُن کا ذکر ہے، اس نے کہا کہ سورہ یوسف کے اول میں جو (الکر) حروف مقطعات ہیں اُن میں (الف) سے مراد اللہ ہے اور (لام) سے مراد لچمن اور (سے) سے مراد رام ہیں وہ مسلمان یہ سن کر منہ لگا لیکن ہمارے نزدیک جو تاویل امام جعفر صادق علیہ السلام کے قول کی حضرت شیعہ نے کی ہے وہ اس ہندو کی تاویل سے بھی بدتر ہے اس لئے کہ اس نے تو حروف کے لحاظ سے کچھ جوڑ ملا دیا لیکن شیعہوں کے علمائے جو کچھ فرمایا وہ تو سرسبز ہے اور ہر ایک خارجی اور ناصبی اہل بیت علیہم السلام کی شان میں جو احادیث ہیں ان میں بھی ایسی ہی تاویلات بیجا کر سکتا ہے۔ (فما ہو جوابہم فہو جوابنا) (دوسری دلیل) یہ قول جو شان میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کہا گیا وہ امام جعفر صادق کا ہے اور امام موسوف تقی سے ممنوع تھے اُن کو حکم تھا کہ وہ کسی سے خوف نہ کریں اور بلا خوف و خطر علوم اہل بیت کو منتشر کریں تو انہوں نے کس لئے تقیہ کیا اور کیوں ایک دو ناصبی کے ڈر سے ایسی بڑی تعریف کی اور پھر جب وہ چلے گئے تو اس کی تاویل کر کے اپنے خواص کو اصل مطلب سمجھایا اور وہ قول جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام موسوف تقی سے ممنوع تھے یہ ہے ہمارا الانوار میں ملا باقر مجلسی نے اور کافی میں علیہم تقیہ کلینی نے لکھا ہے کہ جو صحیفہ امام جعفر صادق کا تھا اُس میں اُن کے لئے یہ حکم تھا (حدث الناس والتبم ولا تنموا فی اللہ وانشر علوم اہل بیتک وصدق آباؤک الصالحین فانک فی حرز وامن) کہ تمام مخلوق کو فتویٰ دو اور اُن سے باتیں کرو اور کسی سے سوائے خدا کے نہ ڈرو اور اپنے اہل بیت کے علوم کو منتشر کرو اور اپنے آبا صالحین کی تصدیق کرو اس لئے کہ تم حرز اور امن میں ہو پس باوجود اس کے کہ جب ایسے اطمینان کا حکم الہی ان کو ہو چکا تھا اور تقیہ کرنے سے وہ منع کر دیئے گئے تھے تو پھر پھر میں نہیں آتا کہ

کس کا خوب تھا جس کے سبب سے ایسی تعریف صحابہ کی کرتے تھے اور لوگوں کو دھوکا دیتے تھے افسوس ہے کہ شیعہ ان علیؑ نے اپنے اماموں کی محبت کے پیرائے میں کبھی بھوکا ہے اور ان پر کیا کیا آہتیں لگائی ہیں؟ (تلمیحی دلیل) اگر کوئی شیعہ کہے کہ جب یہ عبارت زاد بھی اصل حدیث میں داخل ہے تو کیا وجہ ہے کہ ایک ٹکڑا اس کا تسلیم کیا جائے اور دوسرا ٹکڑا زاید اور غلط ٹھہرایا جائے اس لئے ضروری ہے کہ کل عبارت حدیث کی تسلیم کی جائے اور جو تاویل اس حدیث کی امام نے بیان کی وہ بھی امام ہی کی طرف سے سمجھی جائے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ (اقرار العقل حجة علی الفہم دون الادعاء لہم) کہ اقرار آدمی کا اس پر حجت ہوتا ہے پس اسی قاعدے سے جس قدر اقرار فضیلت شیخین کا ہے وہ ان پر حجت ہے اور جو تاویل کی گئی ہے وہ ہم پر حجت نہیں اور قطع نظر اس کے عادت بھی محدثین شیعہ کی یہ ہے کہ وہ عبارت کو حدیث کی کم و بیش کر دیا کرتے ہیں اور اپنے مذہب کے موافق بنا لیتے ہیں جیسا کہ بلا باقر مجلسی نے حدیث مسئلہ قضا و قدر میں شیخ صدوق کی نسبت بیان کیا ہے (انما فعل ذالک لیوافق مذہب اہل عدل) پس جب ان ہما اعتماد اس امر کا نہ رہا کہ وہ حدیث میں تحریف نہیں کرتے اور کچھ تغیر و تبدل کو راہ نہیں دیتے تو پھر کیونکر وہ تاویل جو سرسر لپوچ اور خرافات ہو صحیح مانی جائے اور ایسی واہیات کی امید کی طرف کیونکر نسبت دی جائے حالانکہ امیر خود اس امر کی شکایت کرتے رہے ہیں۔ اور اپنے شیعوں پر لعنت ملامت کرتے آئے ہیں، کہ وہ تاویلات غلط ان کی احادیث میں کر دیتے ہیں اور حدیث کے مضمون کو اور کا اور بنا دیتے ہیں چنانچہ ابو عمر و کثی نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث کو اسی بارہ میں نقل کیا ہے و ہونذہ (ان الناس اولعوا بالکذب علینا ان اللہ اقرض علیہم لایرید منہم غیرہ وانی اسدہم بالحدیث فلا یخرج من عندی حتی یتاول علی غیر تاویلہ ذالک انہم لا یطلبون بحدیثنا و یحبنا ما عند اللہ و انما یطلبون الدنیا) کہ آدمیوں نے بہت زیادتی کی ہم پر جو بٹ لگانے کی ہیں جو حدیث ان سے کہتا ہوں وہ میرے پاس سے نکلنے نہیں پاتے کہ وہیں اس کی دوسری تاویل خلاف کرنے لگتے ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ وہ میری احادیث سے اس چیز کے مطالب نہیں جو خدا کے پاس ہے بلکہ صرف دنیا کے طلب گار ہیں پس جب کہ خود امام کی تصدیق سے ثابت ہوا کہ ان کے پاس بیٹھنے والوں کی یہ عادت تھی کہ

وہیں بیٹھے بیٹھے ان کی احادیث کی تاویل غلط کر دیا کرتے تھے تو پھر ایسے لوگوں سے کیا
 بعید ہے کہ انہوں نے ایسی تاویل اس حدیث کی بھی کی ہو؟ (چوتھی دلیل) اس تاویل
 پر جو اس حدیث کے الفاظ کی کی ہے اگر غور و بحث کریں تو ہم کو معلوم ہو جاوے کہ وہ کس
 قدر مہمل اور غلط اور خلاف ممانورہ ہے۔ اول تاویل لفظ امان کی یہ ہے کہ امان
 اہل النار تو مضاف الیہ کو معذرت کر دیا ہے لیکن موافق قاعدہ نحو کے مذمت مضاف الیہ
 کا سوائے حالت تنوین یا بنا مضاف یا اضافت ثانیہ کے جائز نہیں اگر شک ہو تو رضی
 اٹھا کر دیکھ لو دوسرے لفظ امام جب مطلق چھوڑا گیا تو اس سے وہی معنی جو اصل میں
 یعنی مدح اور صفت کے مراد لئے جاویں گے اس لئے کہ لفظ مطلق سے فرد کامل سوائے
 تو کیونکہ اس سے امام اہل النار مراد ہو سکتے ہیں بخلاف آیہ ائمة یدعون الی النار کے کہ وہاں
 یہ مقید ہے نہ مطلق؟ دوسری تاویل قاسطون کی بھی غلط ہے اس لئے کہ قرآن شریف
 میں بمقابلہ مسلمانوں کے قاسطون وارد ہے پس تعین معنی کے واسطے قرینے کا ضرور ہے
 کہ وہ آیت میں موجود ہے اور حدیث میں مفقود بلکہ اشارہ طرف آیہ کریمہ واقسطوا ان الله
 یحب المتقین کے ہے۔ تیسرے حق سے مراد نام علی مرتضیٰ کا لینا خلاف عرف عام اور تباہ
 اذہان اور معنی ظاہری کے ہے بغیر پہلے ہونے ذکر مرتضوی کے حق سے ان کا نام مراد
 لینا حدیث کو پستان ٹھہرانا ہے علاوہ اس کے حرف عملی کو بمعنی استیلاء بلا دلیل قرار
 دینا اور استیلاء کو مراد استعلاء ٹھہرانا زبردستی معنی بنانا اور خرافات کہنا ہے اور لغت
 میں قیاس کو دخل دینا حالانکہ قیاس فی اللغة جائز نہیں غور کرنا چاہیے کہ زید علی الحق
 جب بولا جاتا ہے تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ حق پر ہے یا یہ مراد ہوتی ہے کہ
 وہ باطل پر ہے چوتھی تاویل علیہا رحمۃ اللہ یوم القیامۃ کی جو کی گئی ہے اس کی نسبت
 کسی نے خوب لطیفہ کہا ہے کہ حضرات امامیہ جب اپنے پیشواؤں کے حق میں رحمۃ اللہ
 علیہ کہتے ہیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ علیہ سے وہی منافع مراد ہے اور رحمۃ اللہ سے رسول
 اللہ مراد ہیں یعنی منافع ہے رسول کا استغفر اللہ کہ حضرت شیعہ احادیث کو ایسی
 تاویلات بے جا سے مضحکہ اطفال بناتے ہیں اور ائمہ پر ایسی بے جا تاویلات کی تہمت
 کر کے اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔

تاویلات شہادت :- فیج البلاغۃ میں حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کی طرف سے

شان میں حضرت ابو بکر صدیق کے یہ عبارت منقول ہے۔ رُئِ بِأَدْفَلَانٍ لَقَدْ قَدِمَ الْأَدْفَلَانِ
 وَوَدَّ أَوْسَى الْعَهْدَ وَأَقَامَ السُّنَّةَ وَخَلَّفَ الْبِدْعَةَ وَذَهَبَ نَقْيَ الشُّوْبِ وَتَلَمَّحَ الْعَيْبِ أَسَابِ
 خَيْرًا وَسَبَقَ شَرًّا أَوْسَى إِلَى السُّطْرَةِ وَانْقَادَ بِحَقِّ رَجُلٍ وَتَرَكَهُمْ فِي طَرِيقٍ تَمَثَّبَةٌ لَا يَهْدِي
 فِيهَا اتِّصَالَ وَلَا يَسْتَيْقِنُ الْمَهْتَدِي (ترجمہ بخدا انعام کرے فلان یعنی ابو بکر پر جس نے کبھی
 کو سیدھا کیا جس نے امراض نفسانیہ کی دعا کی جس نے سنت کو پیغمبر کی قائم کیا اور بدعت
 کو دور کیا گیا اس دنیا سے پاک دامن کم عیب خلافت کی خوبی پائی اور اس کے فساد سے
 پہلے رحمت کی خدا کی اطاعت کو اچھی طرح ادا کیا اور موافق حق کے پرہیزگاری کو پورا
 کیا کوچ کیا اس دنیا سے اور چھوڑ گیا آدمیوں کو شاخ در شاخ راہوں میں کہ دگر راہ ملت
 پاتا ہے اور نہ راہ ہانے والا یقین حاصل کر سکتا ہے۔ میں حضرت علی کے اس قول کی نسبت
 تمام اقوال کو اہل سنت اور شیعہ کے نقل کرتا ہوں اور حضرت شیعہ کی خدمت میں
 نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ اس بحث کو ذرا دل سے سنیں اور غور سے دیکھیں اور
 تعصب اور عناد کو چھوڑ کر انصاف کریں کہ ان کے علمائے حق پر ہیں یا کابل سنت کے ہیں
 اس قول کی نسبت اول تحفہ اشنا عشریہ کے مضمون کو لکھتا ہوں بعدہ جو علامہ کنٹوری نے
 اس کا جواب دیا ہے کہ اس کو لکھ کر جو تردد اس کی جناب خاتم المسکلمین مولانا مولوی
 حیدر علی صاحب نے کی ہے لکھوں گا۔ خاتم المحدثین تحفہ اشنا عشریہ میں بعد نقل کرنے
 اس عبارت میں جامع بیچ الہلافت نے کہ شریف رضی ہیں اپنے حفظ مذہب کے واسطے
 عجیب تصوف کیا ہے یعنی لفظ ابو بکر کو حذف کر کے بھائے اس کے لفظ فلان لکھ دیا تاکہ
 اہل سنت کو موقع اس پر سند پکڑنے کا نہ ہووے لیکن حضرت امیر کی کرامت ہے کہ
 اوصاف مذکور صریح اس پر دلالت کرتے ہیں کہ مراد اس سے کون ہیں اسی واسطے بیچ
 البلاغۃ کے شارحین نے فلان کے لفظ کی تعیین میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا
 ہے کہ مراد ابو بکر ہیں اور بعضوں نے کہا کہ عمر ہیں لیکن اکثر شارح نے اول ہی کو ترجیح
 دی ہے۔ اب ان جوابات کو سننا چاہیے جو علمائے شیعہ نے اس قول کی نسبت دیئے
 ہیں :-

(جواب اول) حضرت علی گاہ گاہ اوصاف اور لیاقت شیخین کی اس لئے بیان
 کر دیا کرتے تھے کہ لوگ ان کے معتقد تھے اور ان کی حسن سیرت اور خوبی انتظام کے قائل

سے پیاس خاطر لوگوں کے اُن کی تعریف کرنا مناسب وقت تھا پس یہ کلمات ہی اسی قبیل سے ہیں لیکن یہ جواب بلا تعلق تسلیم کرنے کے نہیں ہے اس لئے کہ کوئی عاقل منصف اس کو نہ ملنے گا ایک معصوم دس جھوٹ صرف واسطے ایک آسان غرض دنیا کے یعنی دلدار کا چند شخصوں کے کہ وہ بھی یقینی نہ تھی اپنی زبان سے کہے اور ان لوگوں کی تعریف کرے جنہوں نے صریح عیدانِ خدا اور رسول کا کیا دین اسلام کو چھوڑ کر ارتداد پر کمر باندھے اور خدا کی تحریف اور دین محمدی کی تبدیلی کی حالت تک حدیث صحیح میں وارد ہے۔ (افا ملح الفاسق غضب الرب) کہ جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے خدا غضب میں آجاتا ہے پس جب ایک فاسق کی تعریف سے خدائے جل شانہ غضب میں آئے تو ایسے شخص کی تعریف سے جو محرف کتاب اللہ اور مبدل دین خدا ہو اور جس نے پیغمبر خدا کی وصیتوں کو بھلا دیا ہو اور اس کے وحی کے حقوق کو غضب کیا ہو اور اسکے اولاد کو ستایا ہو اور کوئی دقیقہ ظلم اور جبر کا خاندان رسول پر نہ چھوڑا ہو تو ایسے شخص کی تعریف سے معلوم نہیں کہ خداوند عالم کس قدر غضب میں آیا ہوگا اور باعث اس کا کون ہوگا شیعوں کے دین اور دیانت اور عقل اور فراست سے نہایت ہی بعید ہے کہ ایسے معصوم کی نسبت جیسے کہ امیر المؤمنین تھے ایسے معصیت کا اطلاق کرتے ہیں اور یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ایسی تعریف کرنے کی کیا ضرورت تھی کون سا لشکر یا مہی ہو گیا تھا کہ جس کا راہ راست پر آنا بغیر ایسے جھوٹ بولنے اور قسمیں کھانے کے ممکن نہ تھا اگر صرف دلہی حضرت شیخان کے معتقدین کی منظور تھی تو صرف تعریف اُن کی جس میں ذکر اُن کے انتظام امور خلافت کا ہوتا کافی تھی تاکہ مطلب بھی حاصل ہو جاتا اور بہت جھوٹے بھی نہ بولنا پڑتا اور اس کو باطل اور غلط سمجھنا اور اس کو جھوٹ اور غلط کہنا درحقیقت ان کی معصومیت میں داغ لگانا ہے اس جواب کو علامہ کنزوری نے بجواب تحفہ اثنا عشریہ اس طرح پر رد کیا ہے کہ یہ دعویٰ صاحب تحفہ کا محض جھوٹ ہے کسی شیعہ نے یہ توجیہ نہیں کی اور ایسی توجیہات کی اُس وقت ضرورت ہوتی جب کہ شیعوں کی کتابوں میں بجا لفظ فلان لفظ ابو بکر موجود ہوتا اور جب وہ لفظ ہی کتب شیعہ میں موجود نہیں ہے تو اُن کو ایسی توجیہات کی احتیاج کیا ہے و ہذا عبارتہ (قولہ عمدۃ ان توجیہات بردایشان آنست) لے توجیہات کی اہم علامہ کنزوری نے تحفہ اثنا عشریہ کی تردید میں لکھا ہے کہ توجیہ کو شیعوں کی جانب سے

(قولنا این ادعا کذب محض است احتیاج این توجیہات شیعہ را وقتی می افتاد که در کتب
 شیعہ بجائے لفظ فلان لفظ ابو بکر موجود می بود و چون لفظ ابو بکر در کتب شیعہ موجود نیست
 ایشان را احتیاج بیج یک از توجیہات نیست پس آنچه اصی بعد تقریر این توجیہات از سزایان
 خود سر کرده از جهت ابقای آن بر فاسد از قبیل بنا الفاسد علی الفاسد باشد یا جواب
 علامہ کنوری کا غلط ہے اور جو انہوں نے نسبت خاتم المحدثین صاحب تحفہ کے فرمایا کہ ادعا
 کذب محض است وہی ہم علامہ مجیب کی نسبت کہتے ہیں کہ این جواب کذب محض است
 اور ثبوت اس کا یہ ہے کہ خود شیعوں کے علماء نے لکھا ہے کہ مراد فلان سے ابو بکر صدیق
 ہیں چنانچہ ابن میثم بجرانی جو محققین شیعہ سے ہیں شرح نہج البلاغۃ میں فلان کی لفظ کی
 شرح میں لکھتے ہیں کہ مراد فلان سے یا ابو بکر ہیں یا عمر لیکن میرے نزدیک مراد فلان سے ابو بکر
 ہے و ہذہ عبارتہ (اقوال ان ارادۃ لابی بکر اشہ بن ارادۃ لعمرو) غرض کہ معلوم نہیں کہ باوجود
 اس کے کہ ابن میثم بجرانی سامعہ فاضل جس کے علم اور تقدس پر باقر مجلسی کوناز ہے فلاں کے
 لفظ سے مراد ابو بکر لیتا ہے اور باوجود اس کے جناب علامہ کنوری اس سے انکار فرماتے
 ہیں اور صاحب تحفہ کی جناب میں کذب کی نسبت کرتے ہیں شاید علامہ موصوف کی یہ
 غرض ہوگی کہ برائے نام جواب تحفہ کا لکھنا شروع کر دیا ہے اور حقیقت میں کچھ جواب ایسی
 روایتوں کا نہیں ہے اس لئے اس سے انکار ہی کر دینا مناسب ہے تاکہ عوام کی نظروں میں وقعت
 پیدا ہووے اور وہ شاہ صاحب کو جھوٹا جانیں لیکن یہ نہ سمجھے کہ خدانے ہر فرعون کے پیچھے
 ایک موسیٰ کر دیا ہے علماء اہل سنت کب پیچھا چھوڑیں گے اور کس طرح دار و گیر سے نجات
 دیں گے اور ابن میثم بجرانی کے قول کو دکھلا کر الا لعنت اللہ علی الکاذبین پڑھنے لگیں
 گے اور قطع نظر اس کے کہ لفظ فلان سے مراد ابو بکر ہیں یا نہیں جو توجیہ شیعوں کی جناب
 صاحب تحفہ نے بیان کی ہے وہ خود شیعوں کے علماء کے قول سے ثابت ہے اور لفظ بلفظ
 اُس کا ان کی عبارت سے مطابق ہے چنانچہ ابن میثم بجرانی جو نہایت نامی علماء شیعہ سے ہے
 اسی شرح نہج البلاغۃ میں لکھتا ہے کہ شیعوں نے اس کے دو جواب دیتے ہیں منجملہ ان دو
 (بقیہ سابقہ) کہ تا سفید جھوٹ ہے کیونکہ اس قسم کی توجیہ کی شیعوں کو اس وقت ضرورت ہوئی جب کہ شیعہ کتب میں لفظ
 فلان کے بجائے لفظ ابو بکر ہوتا اور جب کہ کتب شیعہ میں لفظ ابو بکر یا ایسی نہیں ہاتا اس لئے ان کو کسی قسم کی توجیہ کی کوئی
 حاجت نہیں ہے۔ علامہ کنوری نے خود ہی اپنے سزایات کی توجیہ کی ہے اور بنا الفاسد علی الفاسد ہے۔

لے ایک ہی ہے جسے شاہ صاحب نے بیان کیا چنانچہ عبارت اس کی یہ ہے (مجازاً کیونکہ ذکا المدح منہ علی وجہ استصلاح من یعتقد صحیحہ خلافتہ الشیعین واستجلاب قلوبہم بمثل ہذا الکلام) انسوس ہے کہ علامہ کنتوری مرگے ورنہ میں اس عبارت کو ان کے پیشوا اور مجتہد کی ان کے سامنے کر کے عرض کرتا کہ حضرت (ادعای شاہ صاحب کذب معض مست یا انکار جناب کذب معض مست) لیکن چونکہ سنا ہوں کہ ان کے صاحبزادے زندہ ہیں اور کتاب استقصا الافحام کی تحریر پر ناز کر رہے ہیں۔ خلا کرے کہ کوئی شخص ان کے سامنے اس عبارت کو رکھے اور ان کے پدربزرگوار کی قلعی ان کے سامنے کھول دے۔

(دوسرا جواب) بعضوں نے علمائے شیعہ سے یہ جواب دیا ہے کہ مراد فلان سے اور ہی کوئی آدمی ہے منجملہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو کہ حضرت کے سامنے ہی وفات کر گیا اور قبل وقوع فتنہ و فساد کے دنیا سے رحلت کر گیا اور علامہ راوی نے جو علمائے شیعہ سے ہیں اسی قول کو پسند کیا ہے لیکن ذرا سوچنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ قول نہایت ہی پوریج اور بے بنیاد ہے اس لئے کہ اس خطبے میں حضرت علی نے ان لفظوں سے تعریف کی ہے کہ وہ شخص خود رحلت کر گیا اور لوگوں کو شاخ در شاخ راہوں میں چھوڑ گیا کہ کوئی گمراہ ہدایت نہیں پاسکتا پس جو شخص پیغمبر صاحب کے سامنے مر گیا ہو اس کی نسبت یہ تعریف کیوں کر صادق ہو سکتی ہے کسی کے خیال میں یہ بات آسکتی ہے کہ باوجود موجود ہونے پیغمبر صاحب کے کسی کے مرنے سے اس قدر خرابی ہوئی ہو کہ لوگ شاخ در شاخ راہوں میں پڑ گئے ہوں۔ پس کیونکر حضرت امیر المؤمنین کسی ایسے آدمی کی نسبت جو پیغمبر صاحب کے سامنے مر چکا ہو یہ تعریف فرماتے اور جوابات ایک ادنی آدمی سے نہیں نکل سکتی وہ حضرت علی ارشاد فرماتے عرضتکہ صاف ظاہر ہے کہ مراد حضرت علی کی فلان سے ایسا ہی آدمی ہے جو کہ بعد وفات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ مراہو، اور جس کے مرنے سے لوگ شاخ در شاخ راہوں میں پڑ گئے ہوں اور ایسا آدمی کوئی نہیں ہے سوائے حضرت ابو بکر کے یا حضرت عمر کے اور جس کسی کو ان میں سے حضرت شیعہ لفظ فلان سے مراد لیں ہمارا مطلب حاصل ہے۔ اس جواب کا علامہ کنتوری نے بجواب تحفہ آشنا عشریہ کے باب جواب دیا ہے کہ جس سے نہ انکار نکلتا ہے نہ اقرار اور جس کی لفظوں اور

عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کنتوری پر راہ آنے جانے کی بالکل بند ہے۔ اور اسی بڑا
 میں بے چارہ گرفتار ہے کہ کچھ نہیں کر سکتا اور شاہ صاحب قدس سرہ کی تقریر کا کچھ جواب
 نہیں دے سکتا و ہذہ عبارة (قولہ و بعضاً امامیہ گفتہ اندکہ مراد آنجناب ازین مرد شخصے دیگر
 ست از جملہ اصحابہ رسول الخ) قولنا دانستی کہ بنا بر تصریح ابن ابی الحدید این قول قطب را
 دندست و ہیچک از امامیہ و غیر امامیہ پیش از این ابی الحدید سوائے قطب الدین راوندی
 شرح کتاب نہج البلاغۃ نہ نوشتہ) لیکن اس تقریر سے یہ ظاہر ہے کہ علامہ کنتوری نے اس
 قول کو تسلیم کر لیا اور مثل پہلے جواب کے اس سے انکار نہیں کیا اور شاہ صاحب کو کاذب
 نہیں بنایا۔ باقی رہا یہ امر کہ کسی نے شرح نہج البلاغۃ کی قطب الدین راوندی سے پہلے لکھی
 ہے یا نہیں وہ بحث سے خارج ہے پس حضرات شیعہ کو چاہیے کہ اپنے علما کے جواب کو خیال
 کریں کہ جب چاروں طرف سے راہ بند ہوتی ہے تو کے کیا سکوت کر جاتے ہیں اور اصل مطلب
 کو چھوڑ خارج از بحث گفتگو کرنے لگتے ہیں لیکن ہم بایں نظر کہ شاید کوئی شیعہ اپنے بزرگ
 قطب الدین راوندی کے قول سے براہ جہالت یا بوجہ دھوکا دہی انکار کرے اس کی اصل
 عبارت کو بھی نقل کرتے ہیں (فانہ قال فی الشرح انہ علیہ السلام سید رح بعض اصحابہ بحسن
 السیرت و انہ مات قبل الفتنۃ التی وقعت بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(تیسرا جواب) بعض علما امامیہ نے اس طرح پر جواب دیا ہے کہ عرض حضرت
 امیر کی اس قول سے تو بیخ عثمان تھی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ وہ سیرت شیخین پر نہیں چلے
 اور فتنہ اور فساد ان کے زلمنے میں بہت ہوا لیکن یہ جواب دونوں کھلے جوابوں سے بھی
 زیادہ پوری ہے اس لئے کہ تو بیخ عثمان کی اور طرح پر بھی ہو سکتی تھی اور فقط یہ کہہ دینا
 کہ وہ سیرت شیخین پر نہیں چلے حصول مطلب کے لئے کافی تھا اس جھوٹ بولنے سے معصوم
 کو کیا حاصل تھا علاوہ بریں اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ سیرت شیخین حضرت امیر کے نزدیک
 بھی پسندیدہ تھی اگر حضرات شیعہ اس امر کو مانیں تو خلافت شیخین کی اس سے ثابت ہوتی
 ہے اگر نہ مانیں اور سیرت شیخین کو پسندیدہ نہ کہیں تو حضرت عثمان کو ان کی سیرت پسند

نے شیون کا کہنا ہے کہ آنجناب کی مراد اس شخص سے وہ ہے جو مجملہ اصحاب رسول ہے اور ہمدی بات آپ
 کج گئے ہوں گے کہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ یہ قول دراصل قطب راوندی کا ہے جو انہوں نے شرح نہج
 البلاغۃ میں لکھا ہے جسے سوائے ان کے کسی شیعہ یا غیر شیعہ نے نہیں لکھا۔

کے چھوڑنے پر تو بیخ کرنے کے کیا معنی لیکن علاوہ ان باتوں کے یہ جواب کہ ہارج پر لائق تسلیم کے نہیں اس لئے کہ مخالفت حضرت عثمان کی سیرت شیخین سے ہرگز اس عبارت میں مذکور نہیں ہے (لا صرحاً ولا اشارتاً) اور یہ عبارت خطبہ کوفہ میں حضرت امیر نے ارشاد فرمائی ہے اس وقت عثمان کہاں تھے اور فتنہ و فساد کہاں اور اگر تو بیخ عثمان حضرت امیر کو منظور ہوتی صرحاً کیوں نہ فرماتے کہ عثمان نے ایسا ایسا کیا اور ان کے زمانے میں فتنہ و فساد پیدا ہوا اگر کوئی کہے کہ صاف کہنے میں لوگوں کی مخالفت کا ڈر تھا اس کا جواب یہ ہے کہ جس بات کا ڈر تھا یعنی مخالفت اہل شام وہ موجود ہی تھی اور صرف حضرت عثمان کے قتل کے بہانے سے اہل شام حضرت علی سے پھر گئے تھے اور نوبت مفاہم اور مبادلہ کی پہنچ چکی تھی پس اس سے زیادہ صاف کہنے میں کس مضرت کا اندیشہ تھا شاید شیعوں نے یہ مثل نہیں سنی کہ (انا ایضاً قتی فمأخوئی من البلی) یعنی میں ڈر یا ہوا ہوں پھر مجھ کو بھیگنے کا کیا ڈر ہے علامہ کنتوری نے بجواب تحفہ کے اس جواب کا یہ جواب دیا ہے کہ کسی نے علماً امامیہ سے یہ توجیہ جو صاحب تحفہ بیان کرتے ہیں نہیں کی گویا علامہ موصوف نے مثل پہلے جواب کے اس جواب سے بھی انکار کیا اور اس کو شاہ صاحب کا جھوٹ تصور کیا کما قیل (قوله بعضیہ از امامیہ چنانہ گفتہ اند کہ غرض حضرت امیر تو بیخ عثمان و تعریف بر او بود الخ) (قوله ہیک از امامیہ این توجیہ نکر وہ مگر ابن ابی الحدید در شرح این کلام این مقابلہ را بطرف مابودہ کہ از فرق دید یہ ست نسبت داوہ الی قولہ بعض مقالہ زید یہ را با امامیہ نسبت ملون کذب صریح ست) لیکن یہ جواب علامہ کنتوری کا مثل پہلے جواب کے غلط ہے اس لئے کہ خود علماً امامیہ نے اس جواب کو قبول کیا ہے اور اس سے انکار نہیں کیا معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کنتوری نے ان اقوال کو بلا حفظ نہیں فرمایا اس لئے اس سے انکار کیا یا دیدہ و دانستہ عوام کو دھوکا دیا اگر کسی کو علامہ کنتوری کی جہالت یا دھوکہ وہی دریافت کرنا منظور ہو تو وہ ابن میثم بجرانی کی تحریر کو ان کی شرح نہج البلاغہ میں دیکھے چنانچہ بلا غلط ہم اس عبارت کو نقل کرتے ہیں اور علماً اثناعشریہ کی خدمت میں اسے تحفہ گزارتے لے بعض شیعوں نے لکھا ہے کہ حضرت علی کا مقصد حضرت عثمان کو ڈانٹ ڈپٹ تھی اور ہم کہتے ہیں کہ شیعوں میں سے کسی نے ایسی کوئی توجیہ نہیں کی البتہ ابن ابی الحدید نے اس کلام کی شرح میں اس مقابلہ کو قرقر زید کے ذریعہ رد کی جانب غسوب کیا ہے: فرقہ زیدیر کے افواہ کو شیعوں کا قول بنانا صریح جھوٹ ہے۔

ہیں (و اعلم ان لشیعۃ قد اور دو اپنی اسوالا فعلا لوان ہذہ الما ورح التی ذکرنا علیہ السلام
 فی احد ہذین الرجلین نیا فی ما اجمعنا علیہ من تخطیبہا واخذہما المنصب الخلافتہ فاما ان یکون
 ہذا الکلام من کلامہ علیہ السلام ادا ان یکون اجماعنا خطا ثم ابا یو من وحبیبین احدہما لاسلم
 التنا فی المذکور فانہ جائز ان یکون ذلک المدح منہ علیہ السلام علی وجہ استصلاح من یعتقد
 صوۃ خلافتہ الشیعین واستجلاب قلوبہم بمثل ہذا الکلام الثانی انہ جائز ان یکون مدحہ ذلک
 لاحدہما فی معرض توجیح عثمان لوقوع الفتنۃ فی خلافتہ واضطراب الامر علیہ واسلۃ سب
 مال المسلمین ہو وبنو ابیہ حتی کان ذلک سبب الثوران المسلمین من الامصار وقتلہم لہ
 وینبہ علی ذلک قولہ و خلف النقتہ و ذہب لقی الثوب قلیل العیب صاب خیرا و سبق شررا
 و قولہ و ترکہم فی طرق قشعبۃ الی اسخرہ فان مفہوم ذلک یہ تکریم ان الوالی بعد ہذا الموصوف
 قد اتصف باضداد ہذہ الصفات واللہ اعلم) انتہی بلفظہ یعنی شیعوں نے اس قول کی نسبت
 یہ بحث کی ہے کہ یہ تعریف حضرت امیر کی نسبت ابو بکر یا عمر کے مخالف ہمارے اجماع
 کے ہے جو بہ نسبت خاطمی ہونے ان کے ہے کہ انہوں نے منصب خلافت کو غصب کیا
 اور جو رو ظلم کیا پس دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ کلام حضرت امیر علیہ السلام کا نہیں
 ہے یا اجماع ہم شیعوں کا بہ نسبت خطا شیخین کے خطا ہے اور اس کا شیعوں نے دو
 طرح سے جواب دیا ہے اول یہ کہ ہم مخالفت کو اس طرح سے دفع کرتے ہیں کہ جائز ہے
 کہ یہ تعریفیں حضرت علی کی بہ نسبت ابو بکر یا عمر کے بنظر استمالہ قلوب ان آدمیوں کے
 تھیں جو کہ حسن سیرت اور صحت خلافت شیخین کے معتقد تھے دوسرے یہ کہ یہ تعریفیں
 بنظر توجیح عثمان کے تھیں کہ امر خلافت بہ سبب ظہور فتنوں کے ان کے زمانے میں ابتر
 ہو گیا اور مسلمانوں نے بلوہ کر کے ان کو قتل کیا اور یہ جواب قرین قیاس ہے اس لئے
 کہ عبارت سے اس خطبے کی معلوم ہوتا ہے کہ جو خلیفہ بعد اس کے جس کی تعریف حضرت
 علی کرتے ہیں۔ ایسا تھا کہ جس میں صفت متذکرہ کے اضداد جمع تھے اس تحریر سے علامہ
 بحرانی کی چند فائدے حاصل ہوئے اول یہ کہ جو انکار علامہ کنتوری نے کیا تھا کہ (ہیچکٹ
 از امامیہ ابن توجیہ نکرہ) اس کا بطلان ثابت ہو گیا اور انہیں کے مجتہد اور پیشوا کے اقل
 سے ان کا جھوٹ ہونا ظاہر ہوا دوسرے یہ کہ معلوم ہوا کہ اولاً بجائے فلان کے اصل یہ

میں لفظ ابو بکر یا عمر کا تھا اور سمجھے اصل لفظ کو بدل کر لفظ فلان لکھ دیا اس لئے کہ کتب عقل سلیم قبول کر سکتی ہے کہ حضرت امیر سافصیح و بلیغ ایسے خطبے میں لفظ مبہم بیان فرماوے اور بجائے نام کے حرف فلان ارشاد کرے۔ تیسرے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت تک جب کہ علامہ بھرائی نے شرح منج البلاغہ لکھی تمام شیعہ لفظ فلان سے یا حضرت ابو بکر سمجھتے تھے یا حضرت عمرؓ مراد لیتے تھے اس لئے کہ شارح موسوف شیعوں کے قول کو نقل کر کے کہتا ہے (فقالوا ان هذا لما ورح التي ذكرها عليه السلام في احد نذر الرطلين) کہ شیعہ کہتے ہیں کہ یہ ممدوح دو میں سے ایک ہے یا ابو بکر یا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما چوتھے اس تحریر سے تقریر قطب لاقطاب راوندی کی مہمل ہو گئی یعنی انہوں نے اپنے بھانے کے لئے یہ توجیہ کی کہ مراد فلاں سے وہ شخص ہے جو کہ سامنے پیغمبر خدا کے مرجحکا تھا اس لئے کہ اگر اُس تحریر کو اور علما شیعہ قبول کر لیتے اور اس کو مہمل جان کر مطروح نہ کر دیتے تو ایسی تاویلات کی حاجت نہ ہوتی جو علامہ بھرائی نے شیعوں کی طرف سے بیان کی ہیں اگرچہ اس تحریر سے جو ہم کر چکے ہیں سب مطلب حاصل ہو گیا اور علما شیعہ کی توجیہات کا پوری اور بیوردہ ہونا ثابت ہو گیا لیکن ہم ذرا اس امر کی اور تصریح کرتے ہیں کہ لفظ فلاں سے علما شیعہ کے نزدیک وہی شخص مراد ہیں یا حضرت ابو بکر صدیق یا حضرت عمرؓ چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ تحفہ میں فرماتے ہیں (ولہذا شارحین منج البلاغہ از امامیہ در تعیین فلان اختلاف کرده اند بعضی گفتہ اند کہ مراد ابو بکر است و بعضی گفتہ اند عمر است) لیکن علامہ کنوری نے موافق اپنی عادت کے اس سے بھی انکار فرمایا اور اس کو بھی شاہ صاحب کا سچوٹ تصور کیا چنانچہ جو جواب تمھارا انہوں نے لکھا ہے اس میں اس تحریر کا شاہ صاحب کی ان لفظوں سے جواب دیا ہے (قولنا ان هذا الا انک مبین از میں نامی بایہ پر سید کہ کدام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمر است) خاتم المتکلمین حضرت مولانا مولوی حیدر علی صاحب قبلہ جن کے نام سے شیعوں کے بد نہیں رعشہ اور لرزہ پیدا ہوتا ہے اس کے جواب

لہ اس لئے نہج البلاغہ کے شارحین نے شیعوں کی جانب سے "فلاں شخص کے تعیین کرنے میں اختلاف کیا ہے" میں کہتے ہیں کہ لفظ فلاں سے ابو بکر مراد ہیں اور بعض عمرؓ کو منصوص کرتے ہیں کہ اس نامی شیعی سے بوجھنا چاہئے کہ

میں فرماتے ہیں (سبحانک ہذا بہتان عظیم زیراً کہ مراد ازین شارح امامیہ مثل بمرانی ہستند
 ولکن چون این بے نصیب کتب مذکورہ را ندیدہ میگوید کہ کلام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد
 ابو بکرؓ یا عمرؓ است انیک عبارت رئیس الحکام و المبتخرین کمال الدین مذکور مگوش خود
 بشنو و خاک مذلت بر سر خود بریز و از مسند تکلم و تصنیف بر خیز حیث قال و عن ،
 قطب الدین الراوندی انه انما اراد الخ یعنی ملا کمال الدین جو ایک نامی عالم شیعہ کے
 ہیں وہ شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں کہ فلاں کے لفظ سے مراد لینے میں اختلاف ہے
 قطب الدین راوندی جو بڑے عالم شیعوں کے ہیں کہتے ہیں کہ حضرت امیر کی مراد اس
 فلاں سے کوئی دوسرا آدمی ہے جو کہ پیغمبر صاحب کے سامنے دنیا سے رحلت کر گیا تھا
 اور ابن ابی الدیید کا قول ہے کہ مراد اس سے عمرؓ نہیں لیکن میرے نزدیک مراد فلاں سے
 ابو بکرؓ ہیں فقط اس کو دیکھ کر حضرات شیعہ کو چاہیے کہ اپنے مہم ٹین اور علماء کے جواباً
 پر خیال کریں کہ باوجود موجود ہونے ایسی روایات کے اُس سے انکار کرتے ہیں اور حضرت
 مؤلف تحفہ قدس سرہ کو جھٹلاتے ہیں اور عوام کو دھوکا دیتے ہیں۔ اگرچہ عبارت جناب
 امیر کی اظہار فضائل ابو بکر صدیق میں ایسی صریح اور صاف ہے کہ بعد اس کے سُننے کے
 کسی کا کوئی طعن اُن پر شیعوں کی زبان سے لکل نہیں سکتا لیکن جو فضیلتیں اُن
 لفظوں سے ثابت ہوتی ہیں ان کو ذرا تفصیل کے ساتھ ہم بیان کرتے ہیں۔ پس واضح ہو
 کہ اس خطبے میں جناب امیر نے حضرت ابو بکر صدیق کے دس وصفوں کا بیان کیا اول یہ
 کہ خلق کو جو کچھ میں گرفتار تھی نکال کر خدا کی راہ پر لائے اور ان کو راہ راست دکھلائی ہے
 دوسرے امراض نفسانیہ کا اپنے وعظ و نصیحت سے معالجہ کیا تیسرے پیغمبر خدا کی سنت
 الہیہ ان اللہ یہ بہت بڑا بہتان ہے لفظ فلاں کی تشریح کرتے ہوئے شیعہ شارح کو بجران ہو گیا اور یہ بد بخت
 انہما کتب نہ دیکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ نہ کسی شیعہ شارح نے اس سے ابو بکر و عمر مراد نہیں لے اور یہ عبارت خود
 اپنے سرگروہ معتاد مستجرین ملا کمال الدین کی سنو اور خاک مذلت اپنے سر پر ڈالو اور مسند گفتگو و تصنیف سے
 طعمہ ہو جاؤ گے بعضے اس بارے میں الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من مات فیل وقوع الفتن و انذاراً
 وکل ابن ابی الدیید ان ظاہر الاوصاف المذكورة فی الکلام بل علی انه اراد بل اولی امر الفتن و انذاراً
 قوم الاود و داوے العمور لم یرعثان لوقوعہ فی الفتنہ و سبباً بسببہ و لا ابکر لخصیة خلافة و بعد محمد و عن
 حسن و کلان الاظہار اراد عمر ما قول ان ارادہ لانی بکبر الشیعہ من ارادہ طعمر۔ ۱۲

کو قائم کیا چوتھے ایسا انتظام کیا کہ کچھ فتنہ و فساد ان کے زمانے میں نہ ہوا پانچویں
 خاشاک ملاست سے پاک و امن گئے۔ چھٹے خلافت کی خوبی پائی اور اس کے شر سے محفوظ
 رہے۔ ساتویں خدا کی اطاعت جیسی کہ چاہیے بجلائے۔ آٹھویں خوف اور تقویٰ کا حق بخوبی
 ادا کیا۔ نویں خلق خدا بعد ان کے تشویش اور حیرت میں پڑ گئی۔ دسویں بعد ان کے لوگ
 مختلف ہو گئے نہ چنانچہ انہیں اوصاف کی تصریح میں مولانا صاحب تحفہ میں فرماتے ہیں۔
 (پہلے درین عبارت سرسبز بشارت ابو بکر را بدہ وصف عالی موصوف نمودہ) لیکن علامہ کنتوری
 اس کے جواب میں لکھتے ہیں (ثبت الجدار ثم الفتح اول این معنی اثبات بائد رسائید کہ اول
 از لفظ فلاں درین کلام ابو بکر است بعد ازان بایں اوصاف اثبات ففضل ابو بکر باید نمودن
 اس کی تردید میں مولانا حیدر علی صاحب ازالۃ الغین میں فرماتے ہیں (بجہ اللہ کہ ہم
 بنا دیوار محکم شد و ہم نقش و نگار صورت بست و خود شرح نبج البلاغۃ آن اوصاف را کہ اول
 عشرۃ کاملۃ عبارت از انست بہین عدد یاد کردہ اند عبارت بحرانی بعد از تزییح صدیق باید
 شنید و صفہ با مور احمد ہا تقویۃ لاد و ہو کنیۃ عن تقویۃ الخ) اے مسلمانو حضرات شیعہ کو بخبر
 لہ اور یہ عبارت سرسبز ابو بکر کی بشارت دیتے ہوتے ان کے عہد اوصاف ظاہر کرتی ہے اور اس کے جواب میں علامہ
 کنتوری نے لکھا ہے پہلے یہ ثابت کیا جائے کہ لفظ فلاں سے ابو بکر مراد ہیں اس کے بعد ان کی فضیلت ان اوصاف سے
 ثابت کرنی چاہیے لہٰذا خدا کو دیوار مضبوط ہوئی اور اس کے نقش و نگار ہو گیا ہوتے اور نبج البلاغۃ کے شکر
 نے ان اوصاف کو جو عشرہ کاملہ سے متعلق ہیں انہیں اطلاق کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور عبارت بحرانی بعد تزییح ابو بکر
 صدیق قابلِ سامت ہے لہٰذا عوجاج الخلق عن سبیل السلال استقامۃ فیہا الثانی مدوۃ عمرہ و استقامۃ لفظ
 المدوۃ المرض النفسانیۃ یا تبار استقامۃ لفظیہ کا لغوی و صرف المدوۃ لعلاجہ تک المرض بالمواعظ الباقیۃ والزیادۃ
 التولیۃ والفعالیۃ ان لفظ الثبات اقامۃ لفظیہ و لزومہا الرابع تخلیفہ للفتنۃ اسے موتہ قبلہا و وجہ کون ذمک و ہا
 ہوا اعتبار عدم وقوعہا بسبب فی زمانہ الحسن تدبیر الخ مس قرابہ فقے الثوب و استقامۃ لفظ الثوب لعرضہ و قیامہ
 سلامتہ عن نفس الزمام السادس فاعیبو بہ السابغ اصابتہ خیر یا و سبق شرہا و التصریح فی المرضعین یشبان یشبان
 الی العہد ولما ہو فیہ من الخلافۃ اسے اصابتہ فیہا من الخیر المطلوب و ہوا العمل اقامۃ دین اللہ اللہی بہ کون
 الثوب الجزلی فی آخرۃ و المشرق الجلیل فی الریاء و سبق شرہا اسے قبل وقوع الفتنۃ فیہا و سکک الدار
 الی اس من اقاوہ ان اللہ طائفتہ و تاسیر العادل بندہ اسے حقہ خود ہا من حقوۃ العاشر حیلہ الی آخرۃ لفظ
 بعدہ فی لفظی منسوبۃ من الثبات لا یثبت فیہا من منسل عن سبیل اللہ و لا یستقیم البندہ فی سبیل اللہ

کہ کس طرح پر صحابہ کی ہر فضیلت سے انکار کر جاتے ہیں اور باوجود اقرار اپنے بزرگوں کے ساتھ منکر ہو جاتے ہیں اور فضیلت اور رسوائی سے بالکل بے خوف ہو جاتے ہیں اس علامہ کنتوری نے ہاں فضیلت جب دیکھا کہ کچھ جواب ایسی روایتوں کا نہیں ہے پس مجبوری انکار کرنا شروع کیا اور لانسلم اور نہیں بقیع کہہ کر اپنے جواب کو ختم کیا لیکن قطع نظر اس کے کہ خود علما شیعوں نے اقرار کیا ہے کہ مراد فلاں سے حضرت ابو بکرؓ ہیں یا حضرت عمرؓ بالغرض اگر وہ اقرار بھی نہ کرتے تو بھی لفظ فلاں سے کوئی شخص مراد ہو گا یا باسوائے حضرت شینین کے دوسرا کوئی ہو یا انہیں میں سے کوئی ایک ہو اگر کوئی تیسرا شخص مراد لیا جائے تو وہی شخص ہو گا جو کہ پیغمبر صاحب کے سامنے مرجپا تھا۔ بیسا کہ قلب الدین راوندی نے دعویٰ کیا ہے اور جب کہ یہ صفیں ایسے شخص کی نسبت جو پیغمبر صاحب کے سامنے مرجپا ہو ثابت نہیں ہو سکتیں تو لامحالہ مراد فلاں سے یا ابو بکرؓ صدیق ہوں گے یا حضرت عمرؓ فاروقؓ تو پھر اس سے انکار کرنا اور بجواب تحفہ کے اپنے نامہ اعمال کی طرح چند ورق سیاہ کرنا بالکل عبث اور لغو تھا اس سے تو یہی بہتر تھا کہ اس روایت ہی سے انکار کر جاتے اور حضرت علیؓ کی طرف منسوب کرنے سے منکر ہو جاتے یا اس کو تعینے پر محمول کر کے اپنے جواب میں صرف اتنے کا عذر پیش کرتے لیکن ان دو راہوں کو چھوڑ کر علامہ کنتوری کا تیسری راہ پر چلنا سراسر نادانی تھی آخر اس کا لطف اٹھایا کہ جس امر سے انکار اور جس روایت سے منکر ہوئے اسی کو ہم نے ان کی کتابوں اور ان کے علماء کے قول سے ثابت کر کے ان کو بدنام کیا (۱) معاشرہ مسلمین رحمکم اللہ انکون کجا ماند دعا سے لاطالہ ووافض کہ در مطا عن تقریر کردہ ہزاران رسائل و کتب را مثل نامہا ہی اعمال خود در سیاہی و تباہی گرفتند و انصاف باید داد کہ حالیا از عمدہ طعنہا ہی رخصہ کردہ اسفار کلامیہ ایشان

(بقیہ ما قبلہ) سبیلہ اختلاف طرق السلال و کثرة المناہج ایہا دائرہ قولہ و ترجمہ لعمال انہی بلفظ ۱۲۔

۱۔ اسے گزردہ مسلمانان اللہ تبارک و تعالیٰ پر رحم کرے اب راضیوں کے بیچارہ وائل دعویٰ کہاں باقی رہ سکتے ہیں۔ جو انہوں نے اپنی تقریروں میں طعنے دیئے ہیں اور ہزاروں کتابیں اپنے نامہ اعمال کی طرح سیاہ کر کے تباہ ہوئے ہیں۔ انصاف کہو کہ شیعوں نے تمام طعنہ جہان کنایوں میں تفصیل سے لکھے ہوئے ہیں بہالت و اجتہاد کیا اب باقی رہ سکتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد ان کی جانب توجہ کی جائے اس لئے ان راضیوں کی بدنامی اور عاقبت قوم پر مالا و نازمی کی جائے اور ذلت کے جنگھوں کا ریت اپنے سر پر ڈالتا پایئے۔ ۱۲۔

میں و طست پینے سے باقیست کہ بعد شہادت جناب مرتضوی حاجت بردار اُن اقتد پس برسوں
عاقبت این قوم بنا لہای جائگاہ باید گریست وریگ بیابان مذلت برسہای ایشان باید
رخت) اگر حضرات شیعہ کو اب بھی سیری نہ ہوتی ہو اور باوجود ایسی روایتوں کے انکی خاطر
جمع نہ ہوتی ہو تو ہم اُن کی تسکین کے لئے ابھی بہت سی سندیں اور روایتیں صحابہ کرام کی
فضیلت میں موجود رکھتے ہیں اور خود ائمہ کرام کی زبان سے اُس کے ثابت کرنے پر مستعد
ہیں جس کو سننا ہو وہ سنے ۴

آٹھویں شہادت :- علی بن علی اردبیلی امامی اشنا عشری نے اپنی کتاب کشف
الغمر فی معرفۃ الائمۃ میں لکھا ہے **دائرا سئل الامام ابو جعفر علیہ السلام عن حلیۃ السیف بل**
یجوز فقال نعم قد حلی ابو بکر الصدیق سیفہ بالفنۃ فقال الراوی تقول بکذا فوشب الامام عن
مکانہ فقال نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یقل لہ الصدیق فلا صدق اللہ
قوله فی دنیا والاخرۃ ترجمہ کسی نے امام باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ تلوار کے قبضے کو حلیہ کرنا
درست ہے یا نہیں تب امام نے جواب دیا کہ ہاں اس لئے ابو بکر صدیق کی تلوار کے قبضے
پر بھی حلیہ چاندی کا تھا راوی کہتا ہے کہ اُس نے امام سے عرض کی کہ یا حضرت آپ بھی
ابو بکر کو صدیق کہتے ہیں یہ سنتے ہی امام اپنی جگہ سے اٹھ چل پڑے اور کہنے لگے کہ ہاں وہ
صدیق ہے ہاں وہ صدیق ہے ہاں وہ صدیق ہے جو کوئی اس کو صدیق نہ کہے خدا اس کی
دنیا و آخرت میں تصدیق نہ کرے ۵ اس روایت سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا
فائدہ زبان سے امام علیہ السلام کی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صدیق ہونا اور صدیق
ہونے سے اُن کا تمام امت سے افضل ہونا لازم آتا ہے اس لئے کہ قواعد مقررہ منصوصہ
قرآن سے یہ امر ظاہر ہے کہ بعد پیغمبروں کے مرتبہ صدیق کا ہے اور تمام امت سے صدیقین
کا درجہ افضل ہے **بئساکم خداوند تعالیٰ فرماتا ہے فَاُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ**
مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا ۝ دوسرا فائدہ
امام سے جب مسائل نے سوال کیا تو اس نے صرف ایک مسئلے کا استفسار کیا اس کے جواب
میں ہاں یا نہیں کہنا کافی تھا مگر امام نے اس پر قناعت نہ کی بلکہ ابو بکر صدیق کے فعل کو
سند لیکر جواب دیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسائل میں افعال صحابہ پر تمسک
کرنا چاہیے اور یہ حصہ صرف اہل سنت کو نصیب ہوا ہے حضرات شیعہ اس سے محروم

ہیں وہ بھی کسی مسئلے میں قول یا فعل صحابہ کو سند نہیں جانتے پس درحقیقت اماموں کے تابع اہل سنت ہیں نہ شیعہ۔ تیسرا فائدہ امام سے جب سائل نے مسئلہ پوچھا اور انہوں نے ابو بکر صدیق کا ذکر بھی کیا تو ان کو صدیق کہنا ضرور نہ تھا یہی کافی تھا کہ وہ نام ابو بکر صدیق کا لیتے مگر امام کو ایسی محبت ان سے تھی کہ بغیر صدیق کے ان کا نام لینا ان کے دل کو گوارا نہیں ہوا اس لئے اس لقب سے ان کو یاد کیا پس یہ بڑی عمدہ دلیل محبت ائمہ کے ساتھ صحابہ کے ہے افسوس حضرات شیعہ کی سمجھ پر کہ وہ ائمہ کو دشمن صحابہ کا جانتے ہیں۔ چوتھا فائدہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کو سائل کے تعجب پر نہایت غصہ آیا اور جب اس نے پوچھا کہ آپ بھی ابو بکر کو صدیق کہتے ہیں تو آپ کو اس قدر غیظ ہوا کہ اپنی جگہ سے اچھل پڑے اور تین مرتبہ فرمایا نعم الصدیق، نعم الصدیق، نعم الصدیق اور اسی پر قناعت نہ کی بلکہ یہ فرمایا کہ جو کوئی ان کو صدیق نہ کہے خدا اس کی دنیا و آخرت میں تصدیق نہ کرے پس حضرات شیعہ کو چاہیے کہ وہ ذرا انصاف سے اس روایت کو دیکھیں اور امام کی شہادت سے اپنے آپ کو خدا کے نزدیک دنیا و آخرت بسبب نہ تصدیق کرنے صدیقیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جھوٹا جانیں۔ پانچواں فائدہ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پوچھنے والا شیعہ تھا اور صحابہ کا دشمن اس واسطے امام کے صدیق کہنے پر اس کو تعجب ہوا اگر کوئی سنی ہوتا تو وہ تعجب نہ کرتا اور جب کہ سائل کا شیعہ ہونا ثابت ہوا تو پھر موقع تھے کا بھی نہ رہا ہاں اگر سائل سنی یا ناصبی یا خارجی ہوتا تو تھے کی گنجائش تھی۔ اب ہم حضرات شیعہ کے اقوال کو جو اس روایت کی نسبت ہے۔ بیان کر کے انکار کرتے ہیں۔ پہلا قول نور اللہ شوستر نے احقاق الحق میں اس روایت سے انکار کیا ہے اور بہت کچھ زبان درازی فرمائی ہے اور صاف لکھ دیا ہے کہ اس روایت کا کچھ پتہ نشان کشف الغمہ میں نہیں ہے بلکہ ایسی روایت کا کشف الغمہ میں موجود ہونا خلاف قیاس ہے اس لئے اس کتاب میں پیغمبر خدا اور ائمہ اثناعشر کا حال لکھا ہے نہ ابو بکر کا تو کیا وجہ تھی کہ مؤلف اس کتاب کا ایسی روایات کو لکھتا چنانچہ قاضی صاحب کی عبارت کے الفاظ یہ ہیں (و کذا الحال فیما نقلہ عنہ من التعلیقات الحیث من حدیث حلیۃ السیف لیس ذلک فی کتاب عنہ خبر ولا عین ولا اثر و ایضاً لا مناسبتہ لذلک فی ہذا کتاب المقصود علی ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم والائمة الاثناعشر و ذکر اسمائہم و

کن ہم واسماء آباہم وامہاتہم وموالیدہم ودفیاتہم ومعجزاتہم کمالا یخفی علی من طالع ہذا
 الکتاب پس اس قول کو دیکھ کر کونسا شیعہ ہوگا جس کو اس روایت کے نہ موجود ہونے
 پر یقین نہ آوے اور سنیوں کے قول کو کیونکر غلط نہ جانے گا لیکن الحمد للہ کہ کتاب کشف الغمہ
 اس ہندوستان میں صد ہا جگہ موجود ہے جس کسی کو شک ہو وہ اس کو لیکر دیکھے، کہ یہ
 روایت موجود ہے یا نہیں اور قاضی صاحب کی صداقت کی داد دے لیکن اگر کوئی شخص
 یہ خیال کرے کہ شاید بعد میں کسی سنی نے یہ عبارت ملا دی ہے اور کتاب کشف الغمہ
 میں اس روایت کے موجود ہونے سے اس کو اطمینان نہ ہو تو اس کے اطمینان کے لئے ہم
 مجتہد صاحب کی کتاب کو پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے بفضلہ تعالیٰ اس روایت کے موجود
 ہونے سے کتاب مذکور میں اقرار کیا اور یہ توجیہ فرمائی کہ یہ روایت مؤلف کتاب نے ابن
 جوزی سے جو کہ عالم سنیوں کے ہیں نقل کی ہے خیر جو کچھ ہو اس کی بحث ہم پیچھے کریں
 گے بالفعل ہم کو قاضی نور اللہ شوستری صاحب کی تکذیب منظور ہے کہ انہوں نے اس
 روایت کے موجود ہونے ہی سے انکار کیا ہے اور اس کے واسطے ہم مجتہد صاحب کی کتاب
 طعن الرماح کی عبارت نقل کرتے ہیں جس میں انہوں نے اس روایت کے موجود ہونے کا اقرار
 کیا ہے و ہو بذہ (قال المجتہد القمام فی طعن الرماح روایت نعم الصدیق را اسناد بکتب
 شیعیان نمودہ از کتاب کشف الغمہ نقل کردہ چون اتفاق مراجعت بان کتاب شد مصنف
 آنگہ مولانا الوزیر علی بن علی ارویلی ست از ابن جوزی کہ از مشاہیر علماء اہل سنت
 ست روایت مذکورہ را نقل کردہ) اس تحریر سے مثل آفتاب نیمروز کے قاضی نور اللہ شوستر
 کا سچوٹا ہونا ثابت ہو گیا اور خود مجتہد صاحب کی تحریر سے اُن کے قاضی کا جس کو مولانا
 سیدنا کہہ کر اپنی کتاب میں یاد کیا ہے افترا ظاہر ہو گیا مجب حال ہے علما شیعہ کا کہ جب
 کوئی روایت اُن کی کتاب سے سند لاکر پیش کی جاتی ہے تو اول صاف انکار کر جاتے
 ہیں اور تاقل کو جھوٹا اور کاذب بتاتے ہیں اور جب اُس کی صحت اور سند پہنچا دی جاتی
 ہے تب توجیہات لاطائل کرنے لگتے ہیں چنانچہ اس روایت کو قاضی نور اللہ شوستری نے
 لے مجتہد اعظم نے کتاب طعن الرماح میں "نعم الصدیق" کہ روایت کی اسناد کو شیعہ مکتب کی جانب سے لکھا
 ہے اور اسے کشف الغمہ سے نقل کیا ہے اس کتاب کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس کتاب کے مصنف مولانا
 علی بن علی اردوبیلی ہیں جو انہوں نے سنیوں کے عالم ابن جوزی سے نقل کی ہے۔

خلاف اپنے مذہب کے پایا اُس سے انکار کیا لیکن جب وہ روایت اس کتاب سے ثابت کر دی گئی تب مجبوری مجتہد صاحب نے اُس کی موجودگی کا اقرار کیا اور ایک دوسری توجیہ لاطائل سے اُس کا باطل کرنا چاہنا چہ اب ہم اس توجیہ کو بھی باطل کرتے ہیں۔ مجتہد صاحب کی توجیہ کا سارا خلاصہ یہ ہے کہ یہ روایت نعم الصدیق کی اگرچہ کتاب کشف الغمہ میں مذکور ہے لیکن اس مؤلف موسوف نے علامہ ابن جوزی سے جو کہ مشاہیر علماء اہل سنت سے ہے نقل کیا ہے اس لئے گویا یہ روایت اہل سنت کی ہے نہ شیعوں کی اس کا جواب یہ ہے کہ شاید مجتہد صاحب نے کتاب کشف الغمہ کو از اول تا آخر ملاحظہ نہیں فرمایا اور نہ ایسا ارشاد فرماتے اس لئے کہ مؤلف کتاب موسوف نے جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہے اور نقل کیا ہے وہ متفق علیہ فریقین ہے اور علماء شیعہ کے بھی بعد و گیسے اس کو قبول کیا ہے اور وہ شیعوں کے نزدیک مسلم ہے چنانچہ علامہ مغیر الدین صدر کتاب امامت میں لکھتے ہیں۔

کہ کتاب کشف الغمہ از تصنیفات وزیر سید اردبیلی ست و آنچه در کتاب مستطاب مذکور است مقبول طبائع موافق و مخالف است انتہی، پس گو کہ صاحب کشف الغمہ نے یہ روایت ابن جوزی ہی سے نقل کی ہو لیکن جب کہ وہ التزام اس امر کا کر چکا ہے کہ جو روایت لکھی جاوے گی وہ مقبول فریقین ہوگی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ روایت بھی مقبول فریقین ہے اور جب مقبول فریقین ہونا ثابت ہوا تو اس روایت سے التزام شیعوں پر دینا درست ٹھہرا اور اس کا جواب شیعوں سے لینا واجب ہوا صاحب استقصاء الانعام نے جن کی کتاب پر آج کل شیعوں کو بڑا فخر ہے نہایت جودت طبع کو دخل دیا ہے اور اپنی ذہنیہ فہمی اور نکتہ سنجی سے اس کا یہ جواب دیا ہے۔ کہ اس کلام سے زردستانی کے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو کشف الغمہ میں مذکور ہے اس کو اہل حق بھی قبول کرتے ہیں اور اس کا انکار نہیں کرتے اور یہاں آخر ہے اور ہونا روایات کشف الغمہ کا اجماعیات اہل حق اور اہل غلطی سے دوسرا امر ہے اس لئے کہ قبول کرنا کبھی اس لئے ہوتا ہے کہ اپنے واسطے حجت پکڑیں نہ کہ اس لئے کہ مخالف اس سے ہم پر حجت کرے علاوہ اس کے کلام زردستانی محمول، اصول اور مقاصد کتاب کشف الغمہ پر ہے کہ جو مقصود بالذات ہے وہ مقبول اہل حق ہے نہ کہ وہ جو مقصود بالذات نہیں ہے وہ بھی مقبول ہے فقط چنانچہ اصل عبارت استقصاء

کہ کشف الغمہ وزیر سید اردبیلی ہے اور جو کچھ اس میں تحریر ہے وہ متفقہ طور پر دونوں فرقوں کی مذہب کا کتاب ہے۔

کی یہ ہے (اول آنکہ ازین کلام زردستانی نہایت آنچہ مستفاد میشود اینست کہ آنچہ در کشف الغمہ مذکورست آن را اہل حق ہم قبول میسازند و بہر دو انکارا و نمئی پردازند و این امر آخرست و بودن روایات کشف الغمہ از جماعیات و اتفاقیات اہل حق و اہل خلاف کہ مخاطب مدعی آنست امر آخرتر بر آنکہ مفہوم ثانی آنست کہ اہل حق در روایت این روایات شریک اند و از قبول کردن آن روایات این معنی مستفاد نمئی شود چہ قبول روایت باین وجہ ہم منظورست کہ اہل خلاف روایت آن کردہ باشند و اہل حق قبول آن نمودہ باشند و قبول گاہی باین معنیست کہ این روایت را صحیح می دانم و آنچہ در آن مذکورست آن را حجت می گیریم و گاہی باین معنی کہ چون باں بر بعض مطالب خود احتیاج می کنیم پس برای این امر قبولش کردہ ایم نہ باین معنی کہ خصم باں بر ما احتیاج نماید دوم آنکہ کلام زردستانی محمول بر اصول و مقاصد آن کتابست یعنی آنچہ در آن کتاب برائے احتیاج و استدلال از اہل خلاف نقل فرمودہ و مقصود بالذاتست مستقبول اہل حق ہمست نہ اینکہ آنچہ مقصود بالذات نیست و محض استنظر ادرتبعاً نقل شدہ آن ہم مقبولست و لیاقت حجیب نزد اہل حق وارد حاشا و کلا، لیکن صاحب استقصاء کی اس تحریر کا مطلب معلوم نہیں ہوتا اور اس سے یہ مشکل مسئلہ حل نہیں ہوتا یعنی ہمارا یہ قول ہے کہ مولف کشف الغمہ نے جو روایت لکھی ہے خواہ وہ اپنے یہاں سے لی ہو خواہ سنیوں سے وہ روایت نعم الصلیا بھی مقبول علما شیوخہ ہے خواہ مولف موضوع نے اپنے کسی عالم کی کتاب سے نقل کی ہو

۱۔ زردستانی کے کلام سے ادا ہے ثابت ہوا ہے کہ کشف الغمہ کی تحریر فریقین کی منظومہ و مقبولہ ہے دوم یہ کہ کوئی فریق اسکا انکار ہی نہیں ہے اور اس سے سنیوں کا مقصد یہ ہے کہ ان روایات کی صداقت میں شیوخہ بھی شریک ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان روایات کے قبول کرنے میں جو سنیوں کی پیش کردہ ہیں شیوخوں کا اتفاق ہو حالانکہ قبولیت و اتفاق کے معنی یہ ہیں کہ اس روایت کو صحیح مان کر اس میں جو کچھ ہوا اس کو حجت قرار دیں اور کبھی یہ معنی ہوتے ہیں کہ اس روایت کی صحت سے غیر ہم پر حجت لائیں۔ اور اس دوسرے معنی کے لحاظ سے کشف الغمہ کی روایات پر ہمارا اتفاق نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ کشف الغمہ کے اصول مقاصد کے پیش نظر زردستانی کے کلام کے معنی یہ ہیں کہ سنیوں کے خلاف استدلال پر جو کچھ اس میں فخر برد مقصود بالذات ہے اسے ہم شیوخہ مانا اور ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ غیر مقصود اور کے لئے جو کچھ بطور لوازمات تحریر ہے وہ بھی شیوخوں کے نزدیک مقبول ہوا اور شیوخ اہل حق اسکو بھی قبول کریں۔ ماٹ و کلا غیر مقصود تحریر کہ شیوخہ بالکل نہیں مانتے۔

خواہ ابن جوزی کے کسی نسخے سے لی ہو اور اس سے مجتہد صاحب کی وہ توجیہ کہ یہ روایت ابن جوزی سے نقل کی ہے باطل ہوتی ہے اور صاحب استقصا کی تحریر سے کچھ مطالب حاصل نہیں ہوتا حقیقت میں وہ بیچارہ کیا کرے ایسی برویات میں پڑ گیا ہے کہ نہ کچھ کہہ سکتا ہے نہ کچھ جواب دے سکتا ہے اپنے مجتہدین اور علما کے اضطراب پر حیرت کر کے جہاں تک اس سے ہوتا ہے ان کی بات بناتا ہے اور چونکہ چھوٹی بات کو کوئی سوائے ایسی ابلہ فریب آفرینوں کے سچ کر کے دکھلا نہیں سکتا اسلئے وہ بھی ایسی ہی پوچھ باتوں سے اپنا دل خوش کرتا ہے ورنہ نہایت تعجب کی بات کہ ایسی توجیہ لا طائف جو صاحب استقصاء نے کی ہے کسی لڑکے کی زبان سے بھی نہ نکلے گی یعنی اس کا تو اقرار ہی کرتے جاتے ہیں کہ جو کچھ کشف الغمہ میں لکھا ہے وہ مقبول فریقین ہے اور جب اس کو بعض روایات میں اپنے مذہب کے حق میں مضر جانتے ہیں تو اس کی توجیہ اس طرح کرتے ہیں کہ مقبولیت سے صرف انہیں روایات کی مقبولیت مراد ہے جن سے ہم حجت کریں نہ کہ وہ روایات جن سے مخالف ہم پر حجت کرے یا قبول سے ان روایات کی مقبولیت مراد ہے جو کہ مقصود بالذات ہیں نہ وہ روایات جو کہ مقصود بالذات نہیں ہیں، اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ ایسی توجیہات پوچھ دلچر کو مخالف کب سے گا اور وہ ایسی باتوں کو کب مانے گا چنانچہ ہم بوجوہات قوی اس تحریر کو رد کرتے ہیں۔ اول یہ بات تو خود صاحب استقصاء نے قبول کی ہے کہ انچہ در کشف الغمہ مذکورست آن را اہل حق ہم قبول بیسازند و بدو انکار آن نمی پردازند پس ہم ایسے امر مقبول کردہ صاحب استقصاء کو منظور کر کے کہتے ہیں کہ (روایات نعم الصدق در کشف الغمہ مذکورست آن را اہل حق ہم قبول می سازند و بدو انکار آن نمی پردازند و قاضی نور اللہ شوشتری آن را قبول نمی سازند و جناب مجتہد صاحب قبلہ ہر دو انکار آن می پردازند پس ہر دو قاضی و مجتہد اہل حق ہستند و ہر کہ از اہل حق باشند آن را لازمست کہ امین روایت را قبول سازند و ہر دو انکار آن نہ پردازند و نہ سرت و انب نہ کشف الغمہ میں جو کچھ تحریر ہے اسے شیوہ قبول کرتے ہیں اور دونوں فرقے اسکا انکار نہیں کرتے بلکہ نعم الصدیق (ابوبکر صدیق) بہترین دوست ہیں ان کی روایت کشف الغمہ میں لکھی ہوئی موجود ہے جسے شیوہ بھی قبول کرتے ہیں اور کوئی فرقہ اس کا انکار نہیں ہے البتہ قاضی نور اللہ شوشتری اسے ماننے نہیں اور جناب مجتہد صاحب یہ دونوں انکار ہی ہیں اور یہ قاضی و مجتہد دونوں شیوہ ہیں اس لئے انہیں بھی چاہیے کہ اس روایت کو قبول کریں اور انکار نہ کریں۔

استقصائے قبول کے دو معنی فرض کئے ہیں کہ قبول لفظ کا ہی بایں معنی مست کہ اس روایت
 را صحیح می دانیم و آنچه در ان مذکور است اکل را حجت می گیریم و گاہی بایں معنی کہ چوں بآں بر
 بعض مطالب خود احتجاج می کنیم پس برامی این امر قبول کردہ ایم نہ بایں معنی کہ خصم بآں
 بر ما احتجاج نماید لیکن انہیں معنی فرضی پر مقولہ مضمون اشعر فی بطن الشاعر صادق ہے اس
 لئے کہ ہم او پر بیان کر چکے ہیں کہ اس کتاب کی روایتوں کی نسبت معزالدین ابن اعرشی نے
 لکھا ہے کہ (آنچه در کتاب مستطاب مذکور است - مقبول طبایع موافق و مخالفت است) اور
 جب مقبول فریقین ہونا اسکا ثابت ہوا تو پھر یہ کہنا کہ ہم نے اس لئے قبول کیا ہے کہ ہم حجت
 پکڑیں نہ کیا اس لئے کہ مخالفت ہم پر حجت پکڑے محض نادانی ہے اس کی مثال بعینہ ایسی
 ہے کہ ایک شخص کسی قبائل اور دستاویز کی صحت کا اقرار کرے اور اس امر کو قبول کرے کہ جو
 کچھ اس میں لکھا ہے خواہ وہ میرا لکھا ہو یا دوسرے فریق کا وہ سب مجھے مقبول اور منظور ہے
 اور پھر جب کسی عبارت پر اس دستاویز کی دوسرا فریق گرفت کرے تب وہ قبول کر لے والا
 دستاویز کا کہے کہ یہ عبارت لکھائی ہوئی دوسرے فریق کی ہے میں نے تو اس لئے اس کو قبول
 کیا تھا کہ اس پر حجت پکڑوں گا نہ کہ اس لئے کہ وہ مجھ پر حجت پکڑے پس منصف کیا فیصلہ
 کرے گا یعنی کیا فتویٰ دے گا اور چونکہ صاحب استقصاء بھی منصف ہیں اور ان کے والد
 ماجد مفتی تھے اس لئے وہ خود ہی برائے نھا اس کا انصاف کریں اور اس امر کو فیصل فرمادیں
 تیسرے اگر یہ امر تسلیم کر لیا جاوے کہ روایت کا قبول کرنا اپنے واسطے حجت لانے کیلئے
 ہے نہ کہ دوسرے کی حجت کرنے کے واسطے تو سب جھگڑا ہی طے ہو جاوے کوئی فریق
 کسی دوسرے پر کسی روایت کی سند نہیں لاسکتا اور یہی جواب دے سکتا ہے جیسا کہ صاحب
 استقصاء نے دیا ہے کہ چوں بآں بر بعض مطالب خود احتجاج می کنیم پس برائے این
 لئے قبول کرنے کے کبھی یہ معنی ہوتے ہیں کہ اس روایت کو ہم صحیح جانتے ہوئے اس میں جو کچھ ہے اسے حجت سمجھتے
 ہیں اور کبھی یہ معنی ہوتے ہیں کہ اگر اس کے بعض مطالب سے ہم خود حجت لائیں تو اسے ہم قبول کرتے ہیں
 اس کا یہ مقصد نہیں ہوتا کہ اس کے ذریعہ دشمن ہم پر دلیل لائیں۔ لہذا کتاب مستطاب میں جو کچھ
 تحریر ہے اسے مخالف و موافق سب ہی قبول کرتے ہو۔

لکھا جو نہ روایت سے ہم اپنے بعض متقاعد کے لئے دلیل لاتے ہیں اس لئے ہم اسے قبول کرتے ہیں اور
 اس پر قبول نہیں کرتے کہ اس کے ذریعہ دشمن ہم پر حجت لائے اور ہم پر احتجاج کرے۔

این امر قبولش کردہ ایم نہ بائیں معنی کہ خصم بائیں بر ما احتجاج کند، چوتھے عام قاعدہ ہے کہ جب کسی فریق کی روایت یا خبر کی صحت تسلیم کی جاوے تو اس کی جواب دہی صحت کے تسلیم کرنیوالے پر ایسی ہی ہوتی ہے جیسی کہ اصل روایت کرنے والے پر چنانچہ قطع نظر معاملات دنیاوی کے ہم دینی سند بیان کرتے ہیں کہ اکثر باتیں تو ریت و انجیل کی ہماری کتابوں میں مذکور ہیں اور ہم ان کو قبول اور منظور کرتے ہیں پس جب ان روایتوں کی صحت ہم نے تسلیم کر لی تو اس کی جواب دہی ہمارے ذمے بھی ویسے ہی ہے جیسے کہ یہود اور عیسائیوں کے ذمے پس اگر کسی روایت یا خبر کی نسبت جنکو ہم نے تسلیم کر لیا ہے کوئی اعتراض کرے تو اس کا ہم یہ جواب دے سکتے ہیں جیسا کہ صاحب استقصا نے دیا ہے کہ (چوں بائیں بر بعض مطالب خود احتجاج می کنیم پس برائے این امر قبولش کردہ ایم نہ بمعنی کہ خصم بائیں بر ما احتجاج کند) حقیقت میں ہم ایسا جواب نہیں دے سکتے اور اگر دین تو کوئی مخالف اس کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ پانچویں اگر کسی فریق مخالف کی کوئی روایت ہم نقل کریں اور اس کو قبول کرنے سے کوئی عرض خاص ہووے اور اس میں کوئی امر ایسا ہو جس کو ہم قبول نہ کرتے ہوں ہم کو لازم ہوگا کہ ہم اس کے مطلب کو جو کہ ہمارے مفید ہو لے کر باقی عبارت کو چھوڑ دیں یا اس کی نسبت صاف لکھ دیں کہ اس روایت کا اسی قدر مضبوط ہم کو تسلیم ہے اور باقی سے انکار ہے اگر ہم ایسا نہ کریں اور اس روایت کو بلا انکار اس کے کسی جزو کے قبول کر لیں تو پھر ہم اس کی قبولیت سے انکار نہیں کر سکتے اسی طرح پر اگر مؤلف کتاب کشف الغمہ کا اس روایت کو کسی خاص مطلب کے واسطے قبول کرتا تو اس کو اس کا مطلب ہی کہہ دینا کافی تھا یا اصل روایت لکھ کر اس کے جزو نامقبول پر اشارہ کر دینا لازم تھا جب اس نے ایسا نہیں کیا تو اب بعد چندین سال توجیہ صاحب استقصا کی کچھ بکار آمد نہیں ہوتی۔ چھٹے یہ قول صاحب استقصا کا کہ کلام نزدستانی معمول بر اصول و مقاصد آن کتاب است نہ اینکه آنچه مقصود بالذات نیست آن ہم مقبول است یہ فقط۔ قول ہی قول ہے نہ اس کی کچھ سند ناس پر کچھ حجت ہے ایسا دعویٰ بلا دلیل لائق سماعت نہ ہو کہ اس کے ذریعہ ہم اپنے بعض مقاصد کے لئے حجت قائم کرتے ہیں اسے قبول کرتے ہیں واسطے کہ دستہ اس کے ذریعے ہم پر حجت پیش کرے۔ اس کتاب کے اصول و مقاصد یہ کلام نزدستانی معمول ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو چیز بدار مقصود نہیں وہ بھی قابل قبول ہو۔

کے نہیں ہے اگر مؤلف موصوف یہ لکھ دیتا کہ جو اصول اور مقاصد اس کتاب کے ہیں وہ مقبول ہیں نہ وہ جو کہ مقصود بالذات نہیں ہیں وہ بھی مقبول ہیں تو بے شک ہم تسلیم کرتے لیکن جب کہ اس نے یہ قید نہیں کی اور اپنے کلام کو بہ نسبت کتاب کے مطلق چھوڑ دیا تو ہم بھی اس سے فرد کامل مراد لیں گے یعنی جو کچھ اس کتاب میں ہے خواہ مقصود بالذات ہو یا نہ ہو وہ سب مقبول ہے۔ اسے حضرات شیعہ تم کو خدا کی قسم ہے کہ ذرا غور کرو اور انصاف کو دخل دو کہ اس بحث میں تمہارے علماء کس گرواپ بلا میں پڑ گئے ہیں اور کیسے بے دست و پا ہو رہے ہیں اور ہر چند ہاتھ پاؤں مانتے ہیں مگر مقصود کے کنارے تک پہنچنے نہیں پاتے کوئی تو اس روایت کے موجود ہونے ہی سے انکار کرتا ہے کوئی موجود ہونے کا تو اقرار کرتا ہے لیکن اس کو سنیوں کے علماء سے نقل کرنا بیان کرتا ہے کوئی اس کو قبول ہی نہیں کرتا کوئی قبولیت کے معنی گڑھ گڑھ کر بیان کرتا ہے اور حقیقت میں کوئی اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتا اور مثل الغر فی بیثبے بکل حشیش پر عمل کر رکھا ہے۔ دوسرا قول بعضوں نے اس روایت سے یہ جواب دیا ہے کہ اگر صحت اس کی تسلیم کی جاوے تو امام کا ابو بکر کی نسبت صدیق کہنا بنظر تخصیص اور تمیز مخاطب کے ہو گا بغیر تصدیق اس کے مضمون کے جیسا کہ احتقاق الحق میں قاضی نور اللہ شوستری نے لکھا ہے (اقوال ذکر الصدیق لاجل التخصیص والتمیز للمخاطب من غیر تصدیق بمضمونہ) لیکن یہ قول باطل ہے اس لئے کہ اگر امام حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کے بعد ان کا لقب صدیق کہہ کر سکوت فرما جائے تو حضرات شیعہ کو اس تاویل کی گنجائش تھی

لیکن یہ تخصیص مخاطب کی بغیر تصدیق اس کے مضمون کے آئندہ کے فقرے سے باطل ہوتی ہے اس لئے کہ جب سائل نے متعجبانہ سوال کیا کہ یا حضرت آپ بھی ان کو صدیق کہتے ہیں تو امام اپنی جگہ سے اچھیل پڑے اور کہا کہ نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق کہ ہاں وہ صدیق ہیں ہاں وہ صدیق ہیں ہاں وہ صدیق ہیں اور پھر اس پر بھی قناعت نہ کی بلکہ یہ بھی فرمایا کہ (من لم یصدقہ فلا صدق اللہ قولہ فی دنیا والآخرہ)۔ ترجمہ جو ان کو صدیق نہ کہے اس کی خدا دنیا و آخرت میں تصدیق نہ کرے اگر ایسے کلمات پر بھی حضرات شیعہ یہ فرما دیں کہ امام نے صرف مخاطب کے

سب سے پہلے صدیق کہا تھا اور اس کے مضمون کو تصدیق کیا تھا تو یہ انہیں کوزیا ہے
 تیسرا قول جب حضرات شیعہ نے یہ خیال کیا کہ یہ تاویل بھی بوجہ موجود ہونے جملہ من
 لم یصدقہ فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا والاخرۃ کے نہیں بنتی تب تیسری تاویل شروع کی
 کہ شاید حضرت امام علیہ السلام نے ابو بکر صدیق کی نسبت جو کچھ فرمایا ہے وہ بنظر
 استہزا کے فرمایا ہوگا جیسا کہ احقاق الحق میں لکھا ہے رد الاستہزاء کافی قولہ ذق انک
 انت العزیز الکریم یعنی امام نے ابو بکر کو صدیق بنظر استہزا اور ٹھٹھے کے فرمایا۔ جیسا کہ زمانے
 دوزخیوں کی نسبت بھی عزیز اور کریم فرمایا ہے اور بنظر استہزا ان کا یہ کہنا کہ چھٹی تم بت عزیز کریم ہو مگر
 قرآن ہی باطل ہے اس لئے کہ الفاظ کو سن تینتی سے پھرنے کے لئے کوئی قرینہ چاہیے اور تفسیر قرآن کے
 الفاظ سے معنی حقیقی مروان لینا جائز نہیں ہے پس آیہ کریمہ میں وہ قرینہ موجود ہے کہ اوپر
 سے ذکر قوم اور عذاب دوزخ کا ہے اور خطاب بھی دوزخیوں سے ہے اور چونکہ وضعی
 اول آپ کو بڑا عزیز اور کریم سمجھتے تھے اس لئے ان سے خطاب کیا گیا کمال قال اللہ
 تبارک و تعالیٰ - اِنَّ شَجَرَةَ النَّوْمِ طَعَامُ الْاَنْیَمِ کَالْمُهْلِ یَغْلِبُ فِی الْبُکُوْنِ کَقَلِّ الْحَمِیْمِ خَذُوْا
 فَاَعْتَدُوْا لِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ نَسْمُ صُوْبًا فَوْقَ رَاسِهِمْ مِنْ عَذَابِ الْحَمِیْمِ ذُقْ اِنَّکَ
 اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْکَرِیْمُ :- اور اس روایت کے کسی مقام سے کوئی قرینہ پایا
 نہیں جاتا جس سے معلوم ہو کہ امام نے بنظر استہزا اور ٹھٹھے کے یہ فرمایا ہو اس لئے کہ
 اول تو سائل فیوض تھا اس کے سامنے استہزا کرنے کا کیا موقع تھا دوسرے اس نے اپنی
 طرف سے کچھ استفسار بہ نسبت حضرت صدیق کے نہ کیا تھا بلکہ اس نے ایک مسئلہ
 فقہی پوچھا تھا کہ آیا حلبہ سیف کا جائزہ ہے یا نہیں امام نے اس کو جائز فرمایا اور اسکی
 سند میں حضرت ابو بکر صدیق کا ذکر کیا جب اس سائل کو تعجب ہوا تو اس کے تعجب دور
 کرنے کے لئے حضرت نے کلمہ نعم الصدیق مکرر سہ کر مذبان مبارک سے ارشاد فرمایا تو یہ
 عمل اور موقع کسی طرح پر استہزا کرنے کا نہ تھا اور تو فرضنا کہ کلمہ نعم الصدیق بھی بنظر
 استہزا کے ہو لیکن بعد اس کے جو حضرت نے فرمایا کہ من لم یصدقہ الخ یہ کلمہ استہزا اور
 ٹھٹھے پر کس قرینے سے محمول کیا جائے گا اور اگر بغیر قرینہ بلا قیاس کے ایسے کلمات
 طینیات استہزا اور سخریہ پر محمول کئے جائیں تو ہر لمحد و زندیق ہر آیت اور حدیث کی
 نسبت ایسا ہی کہہ سکتا ہے فہو جو ابکم فہو جو ابنا، چوتھا قول جب حضرات نے

دیکھا کہ یہ تاویل بھی نہیں بنتی اور امام کی نسبت استہزا اور سخریہ کے منسوب کرنے سے کام نہیں نکلتا تب اپنے اس معمولی تاویل سے پناہ لی جو سنیوں کے ہر حملہ کے لئے سپر نائی گئی ہے اور جو ناصیبوں کے ہر حربے کے واسطے ڈھال مقرر کی گئی ہے یعنی تقیہ جیسا کہ احقاق الحق میں بر سبیل منزل لکھا ہے (ولو للتقیہ عن السائل اور مجتہد صاحب نے بھی اخیر یہ طعن الرماح میں فرمایا ہے) (ولو نزلنا عن ذالک پس معمول بر تقیہ خواہ بود) لیکن اس تاویل کی بھی گنجائش نہیں ہے اس لئے کہ الفاظ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سائل مؤمنین اور مجاہدین سے تھا اور نہ جب امام نے حضرت ابو بکر کو صدیق کہا تو اسے کچھ تعجب نہ ہوتا اور وہ یہ استقمار نہ کرتا کہ آپ بھی ایسا کہتے ہیں سائل کا تعجب کرنا اور امام کا غصہ ہو کہ جواب دینا صاف اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ سائل سنی نہ تھا جس سے ضرورت تقیہ کرنے کی ہوتی اور اگر سائل سنی بھی ہوتا تب بھی امام کا تقیہ کرنا اور سنی سے ڈر کر خلفاء جور کی تعریف کرنا خلاف شان امامت کے تھا اس لئے کہ امام باقر اور امام جعفر صادق علیہ السلام تقیہ سے ممنوع تھے اور ان کو تقیہ کرنا جائز ہی نہ تھا اور جو صحیفہ خدا نے ان پر بھیجا تھا اس میں ان کو علوم منشر کرنے اور مسائل شرعی کو بلا خوف و خطر ظاہر کرنے کی تاکید تھی ان کو خدا نے مطمئن کر دیا تھا اور ان کے حق میں (فانک فی حمز و اماں) فرما دیا تھا پس ایسی حالت میں امام کا ایک سنی سے ڈر جانا اور اس کے خوف سے ایک غاصب بلکہ کافر کو صدیق کہنا اور باوجود اطمینان خدا کے جان و عزت کا اندیشہ کرنا تعجب کا مقام ہے علاوہ بریں امام کے حالات پر بھی نظر کرنا اور ان کے طور اور طریقے کو بھی دیکھنا چاہیے کہ آیا کہ وہ ہمیشہ سنیوں سے ڈر جاتے تھے اور ناصیبوں کے خوف سے ہجو ٹھکی تعریف صحابہ کی کیا کرتے تھے یا کبھی اپنی امامت کے جلال پر کبھی آجاتے تھے اور اپنی شان صدق کوئی کو ظاہر فرماتے تھے اگر یہ ثابت ہو کہ کبھی کسی سنی کے مقابلے میں حضرت نے اپنے عقیدے کو ظاہر نہیں کیا اور ہمیشہ ہر ایک سنی کے رد پر و تقیہ کو کام فرمایا تو خیر اس حدیث کی نسبت بھی ہم عذر تقیہ کو تسلیم کر سکتے ہیں اور اگر یہ امر معلوم ہو کہ امام نے بڑے بڑے سنیوں کے سامنے اظہار حق فرمایا ہے اور بلا خوف ان کے جو کچھ دل میں تھا اس کو ظاہر کر دیا ہے تو پھر کیونکر ہم اس حدیث کی نسبت عذر تقیہ کو قبول کریں اب ہم اردوم کو کتب شیوع سے ثابت کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیے کتاب حق الیقین میں لکھتے ہیں۔

کہ (وزیران حضرت امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام کہ او آخر زمان نبی امیر و اول
 دولت نبی عباس بود از ان در بزرگوار آن قدر از مسائل حلال و حرام و علم تفسیر و کلام و قصص
 انبیاء و سیر و تواریخ ملوک عرب و عجم و غیر آنها از غرائب علوم منتشر گمردید کہ عالم را فرنگرفت
 و محدثان شیعه در اطراف عالم منتشر گمردید و پیوسته در مناظرات و مباحثات علماء بر جمیع فرق
 غالب بودند و چار ہزار کس از علماء مشہور از حضرت صادق روایت کرده اند و چار ہزار اصل
 در میان شیعه بہر سید کہ اصحاب باقر و صادق و کاظم علیہم السلام روایت کردہ بودند از الی
 قولہ) و بہ طریق معتبرہ منقولست کہ قتادہ بصری کہ از مفسرین مشہورہ عامہ است بخندست
 حضرت امام محمد باقر علیہ السلام آمد حضرت فرمود توئی فقیہ اہل بصرہ گفت بلی حضرت فرمود
 وای بر تو ای قتادہ حق تعالی خلق آفریدہ است کہ ایشان را جہتاً خود گردانیدہ است بر
 خلق خود پس ایشان میںہامی زمین اند و خازنان علم الہی اند پس قتادہ مدتے ساکت شد کہ
 یا ای سخن گفتن نداشت پس گفت بخدا سوگند کہ در پیش فقہاء و خلفا و پادشاہان ابن عباس
 شستہ ام و دل من نزد ایشان مضطرب نشدہ چنانچہ نزد تو مضطرب شدہ است حضرت
 فرمود میدانے کہ کجائی در پیش خازنشستہ کہ حق تعالی در شان ایشان فرمودہ است کہ دلی
 بیوت اذان اللہ ان ترفع و نذکر فیہا اسمہ) قتادہ گفت راست گفتی پس جب کہ بڑے بڑے
 مفسرین اور مشہور فقہاء اور نامی علما کے مقابلے میں امام تقیہ نہ کریں اور ان کو برا بھلا کہیں

۱۷۷ ہوا میرے کے آخری زمانہ اور نبو عباس کے ابتدائی عہد میں امام محمد باقر اور امام جعفر صادقؑ موجود تھے اور ان دونوں
 بزرگوں نے مسائل حلال و حرام علم تفسیر و کلام قصص انبیاء و سیر تاریخ ملوک عرب و عجم اور دوسرے نامعلوم استدرعہا
 و مشہور کئے کہ دنیا کو لالہ کر دیا۔ اور شیعوں کے دین پروری دنیا میں پھیل گئے۔ اور تمام فرقوں کے علماء با مشوں اور
 مناظروں میں غالب رہے چار ہزار مشہور علمائے جعفر صادق سے روایت کی اور چار سو شیعوں نے امام باقر و صادق و کاظم
 سے روایت کی اور معتبر طریقہ سے منقول ہے کہ مشہور عام مفسر قتادہ بصری حضرت امام محمد باقر کے پاس آئے آپ نے
 پوچھا کہ کیا تم ہی اہل بصرہ کے فقیہ ہو؟ جواب دیا جی ہاں تو امام نے کہا انسوس اے قتادہ اللہ نے مخلوق پیدا کر کے انہیں
 اپنی حجت بنایا اسلئے ہم زمین کی مینیں اور زمین علم الہی ہیں اس پر قتادہ نے تھوڑا سا طرچ خاموش رہے کہ نہیں بات
 کرنے کی طاقت نہ تھی کہ تم مجھ میں نے فقہاء و علماء و شاہان ابن عباس کے سامنے پشت کی لیکن ان کے پاس میرا لائق
 مضطرب دینی نہیں ہوا جتنا آپ کے پاس۔ جس پر امام نے فرمایا جانتے ہو تم کہاں ہو؟ اس گھر میں بیٹھے ہو جسکی
 بابت اللہ نے کہا ہے ان گھروں کو بند کر اور اس میں اللہ کا نام لو یہ سن کر قتادہ نے کہا آپ سچ فرماتے ہیں۔

اور رائے برتواد مثل اس کے اور کلمات عقاب کے فرمانے میں کچھ تامل نہ فرمادیں اور ان کے شاگردوں اور حاضر بارش بڑی بڑی مجلسوں میں سنیوں سے مباحثہ کریں اور ان کو ہر ادیب اور نیرادوں عالم اور سینکڑوں فقیہ ان سے تعلیم پادیں تو کیونکر ہم اس امر کو مانیں کہ ایسے زبردست امام جن کی مجالس میں آنے سے بڑے بڑے عالموں کے بدن میں لرزہ پڑ جائیں اور صورت دیکھنے سے انکا دل کانپنے لگے ایک سنی کے سامنے آنے سے ڈر جاویں اور خلفاء جو رکی ایسی بڑی تعریف کرنے لگیں کیا وہ سائل جس نے حلیہ سیف کا سوال کیا تھا قتادہ بھری سے بھی بڑھ کر تھا یا کوئی لشکر اور فوج لے کر امام سے مسئلہ پوچھنے آیا تھا کہ امام قتادہ سے تو نہ ڈرے اور اس پر تو عقاب کیا اور سائل سے ڈر کر ابو بکر کو صدیق صدیق کہنے لگے ہمارے نزدیک تو اگر کوئی بادشاہ اور امیر بھی آتا تب بھی امام کلمہ حق کہنے سے درگزر نہ فرماتے اور جو کچھ ان کے دل میں ہوتا اس کے خلاف ہرگز کچھ بھی زبان سے نہ نکالتے اور یہ صرف ہمارا خیال ہی خیال نہیں ہے بلکہ اس کا ثبوت شیعوں کی کتابوں سے ہوتا ہے چنانچہ علامہ باقر عباسی حق الیقین میں لکھتے ہیں کہ در ذر روایت دیگر معتبر دارو شدہ است کہ در سالیکہ ہشام بن عبد الملک حج رفتہ بود مسجد الحرام دید کہ مردم نزد حضرت امام محمد باقر ہجوم آورده اند و از اسور دین خود سوال کنند عکرمہ شاگرد ابن عباس از ہشام پرسید کہ کیست این کہ نور علم از جیب ہا و سالیست میروم کہ اور انجمل کتم چون نزدیک حضرت آمد و ایستاد لرزہ براندام اتفاقاً حضرت گفت یا ابن رسول اللہ من در مجالس بسیار نزد ابن عباس و دیگران نشستم امین حالت از عارض نشدہ حضرت ہماں جواب را فرمود پس معلوم شد کہ از معجزات امام و نوادہ است است کہ حق تعالی محبت ایشان را در دل دوستان و مہابت ایشان، نہ ایک معجزہ روایت ہے کہ ہر سال ہشام بن عبد الملک حج کے لئے گیا تو اس نے وہاں مسجد حرام میں دیکھا کہ امام محمد باقر کے پاس لوگوں کا ہجوم ہے اور اپنے ہمراہیوں کی بابتہ سوالات کر رہے ہیں ابن عباس کے ایک شاگرد عکرمہ نے ہشام سے پوچھا، یہ کون ہے کہ نور علم اس کی پیشانی سے درخشاں ہے میں جاتا ہوں اور اسکو شرمسار کرتا ہوں لیکن عکرمہ جب ہمام کے پاس آیا تو کانپنے لگا اور بے چین ہو کر کہا، اے ابن رسول میں نے اکثر مجالس میں ابن عباس و حیرت کے پاس نشست کی لیکن میری کبھی یہ حالت نہیں ہوتی، اس پر امام نے وہی جواب دیا جو قتادہ کو دیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ معجزات امام اور شہادہ است یہ ہیں کہ ایشاموں کی محبت دوستوں کے دلوں میں پیدا کرتا اور دشمنوں کے دلوں میں ان کا رعب ڈالتا ہے۔ - سے یعنی جو جواب قتادہ کو دیا تھا۔

نادر دہلوی دشمنان می افگند، میں جب کہ ہشان ابن عبدالملک سے ظالم بادشاہ کے موجود ا
 ہونے پر امام کا رعب دشمن پر ہو جاوے اور امام کے خوف سے ان کے بدن پر لرزہ آ جاوے
 تو تعجب ہے کہ پھر امام ایک سنی کے رعب میں آ جاویں اور ادنیٰ آدمی سے قد جائیں میں ہر خبیث
 عذر کرتا ہوں اور بہت سوچتا ہوں لیکن حضرات شیعہ رحمہم اللہ کی باتیں میری سمجھ میں
 نہیں آتیں اور امامت کی حقیقت تو فرشتے اور انبیاء بھی نہیں سمجھے تو وہ میں کیا سمجھ سکتا ہوں
 لیکن اس کے ظاہری شواہد بھی میرے ذہن میں نہیں آتے کہ کبھی تو حضرات شیعہ اماموں
 کو ایسا شجاع اور ذمی رعب بنا دیتے ہیں کہ بادشاہوں اور ظالموں کو بھی مجال گفتگو کی ان
 کے سامنے نہ تھی اور عالموں اور فقیہوں کو بھی جبراً بات کرنے کی ان سے نہ ہوتی تھی سب
 کو باہجلا کہتے تھے اور لوگ چپ سنا کرتے تھے اور سواٹھے درست اور سجا کے امام کے سامنے
 کسی کی زبان سے کوئی لفظ نہ نکلتا تھا اور کبھی حضرات شیعہ اماموں کو ایسا خوف زدہ
 اور جبان و نعوذ باللہ منہ بنا دیتے ہیں کہ وہ ایک ادنیٰ آدمی سے ڈر جاتے تھے اور اگر ان
 کی مجلس میں ایک سنی بھی آ جاتا تھا تو وہ چپ ہو جاتے تھے اور اس کا ایسا رعب ان
 پر چھا جاتا تھا کہ ایک بلیت بھی ایسی کہ جو اس سی کے عقیدے کے خلاف ہوتی تھی نہ فرما
 تھے حقیقت میں یہ سب تہمتیں شیعوں کے اماموں پر ہیں وہ تو نبی زاد سے اور رسول کے
 جان و جگر تھے ان کی رگ رگ میں ان کے جہ کی عادات اور اخلاق کا اثر تھا ان کی بات
 بات میں ان کے نانا کے کلام کا جلوہ ظاہر ہوتا تھا جس طرح ان کا ظاہری جمال نمونہ
 غیر صاحب کے حسن کا تھا اسی طرح ان کے باطنی کمال سے کمالات نبوی کا ظہور ہوتا
 تھا ان کا دل ان کی زبان حضرت پیغمبر خدا علیہ التحیہ والتنا کے مانند کیساں تھی نفاق اور
 جھوٹ اور حیلہ اور تعیہ ان کے کمالات کے حق میں ایک سخت عیب تھا کیونکہ خدا ایسے
 لوگوں کو جو سرا سر نور کے پتلے تھے ایسی کثافتوں سے پاک نہ رکھتا۔ اور کس لئے ان
 پاک اماموں کو جو سرا یا طہارت کی صورت تھے ایسی نجاستوں سے دور نہ رکھتا۔ اسے حضرت
 شیوخ کی شان میں آیہ تطہیر نازل ہوئی ہو جن کی پاکی پر پاکی نے قسم کھائی ہو جن کی
 صداقت پر صدق کو ناز ہو جن کی صورت اور سیرت پیغمبر کیسی ہو جن کی گہوارہ جنبانی جبریل
 کے تعلق ہو جن کی زیارت کو ملائکہ عرش بہرین آتے ہوں جن کے قول و فعل پر دین و
 ذہب کا عار ہوا نہیں پر تم ایسی تہمتیں کرو اور خوف اور جھوٹ اور حیلے کو ان پاک،

اماموں کی طرف نسبت کر دئے بھائیوں کی محبت کے یہی معنی ہیں جو تم رکھتے ہو اگر امامت کی یہی شان ہے تو مسلمانوں کا کیا ذکر ہے گبر و ترسا بھی نفرت کریں گے اور ایسی باتوں کو سن کر سب الامان الامان پکاریں گے اگر تم کو یہ شبہ ہو کہ ہمارے علما اور محدثین نے ایسی روایتوں کو لکھا ہے اور گروہ نے فقہاء کے اس کو نقل کیا ہے تو یہ شبہ ذرا سے غور سے رفع ہو سکتا ہے یعنی تم ان لوگوں کے حالات پر غور کرو جو راوی تمہارے یہاں کی روایتوں کے ہیں اور مدار تمہارے مذہب کی احادیث کا ہے کہ وہ سب کے سب جھوٹے تھے اور امام ان پر لعنت کیا کرتے تھے کہ اس کو ہم تمہاری ہی کتابوں سے اپنے موقع پر آئندہ ثابت کریں گے تب تم کو معلوم ہو گا کہ امام کا ظاہر باطن ایک تھا جو ان کے دل میں ہوتا تھا وہی زبان سے ارشاد فرماتے تھے اگر تم ہمارے کہنے کو غلط سمجھو تو اپنے ہی علمائے احوال پر نظر کر دو کہ انہوں نے ائمہ کرام کی طرف سے ایسا ہی لکھا ہے اور خود ائمہ کی حدیث کو لکھ کر اس بات کو صاف کر دیا ہے چنانچہ محدثین شیعہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث میں لکھتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا ہے (لا تذکرہ و اسرنا بخلاف علانیتنا و لا علانیتنا بخلاف سرنا جسکم ان تقولوا ما نقول و تصمتوا عما نصمت الخ) کہ ہمارا ظاہر و باطن ایک ہے ہمارے باطن کو برخلاف ہمارے ظاہر کے ہرگز نہ کہو اور نہ ہمارے ظاہر کو مخالف باطن کے کہو یہی تمہارے واسطے کافی ہے کہ جو ہم کہتے ہیں وہی تم بھی کہو اور جس سے ہم چپ رہتے ہیں اس سے تم بھی خاموش رہو پس اے حضرات شیعہ اگر حقیقت میں تم امام کے حکم پر عمل کرتے ہو اور ان کے کہنے پر چلتے ہو تو ان کے قول کو سنو اور اس پر عمل کرو جیسا انہوں نے حضرت ابو بکر کو صدیق کہا دیا یہی تم بھی چپ چاپ ان کو صدیق صدیق کہو اور سوائے اس کے وہ بات جس سے امام نے سکوت فرمایا تم بھی اس سے خاموش رہو پانچواں قول بعض حضرات شیعہ یہ فرماتے ہیں کہ امام علیہ السلام ابو بکر کو کس طرح صدیق کہتے اس لئے کہ یہ لقب خاص جناب امیر علیہ السلام کا ہے کہ خود حضرت امیر نے فرمایا ہے (انا الصدیق الاکبر لا یقول بعدی الا کذاب) کہ میں صدیق اکبر ہوں جو کوئی بعد میرے اس لقب کو اپنی نسبت کسے گا وہ جھوٹا ہے لیکن یہ فرمانا بھی حضرات کا ان کے لئے چند دلیلوں سے مستند نہیں۔

(پہلی دلیل) حضرت امیر کے اس قول سے خود ان کا جواب ظاہر ہے اس لئے کہ

حضرت نے یہ فرمایا کہ بعد میرے کوئی شخص صدیق نہ ہوگا اور جو کوئی اس کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے اور یہ فرمانا دلالت اس پر کرتا ہے کہ حضرت امیر کے پہلے کوئی صدیق گزرا ہے اور وہ کون ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(دوسری دلیل) اگر کوئی شیعہ یہ کہے کہ سوائے حضرت علی کے اس سے پہلے بھی کوئی صدیق نہیں ہوا تو اس کا جواب ہم انہیں کی کتابوں سے دے سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ عیون انجبار الرضا وغیرہ کتب حدیث میں ان کے موجود ہے کہ (ابو ذر صدیق ہذا لامنہ) ترجمہ ابو ذر اس امت کے صدیق ہیں پس جب ابو ذر کی نسبت لفظ صدیق کا مذکور ہے تو تخصیص منقوضی باقی نہیں رہتی (تیسری دلیل) یہ امر قابل دیکھنے کے ہے کہ آیا حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی سے پہلے بلقب صدیق کے بین الصحابہ مشہور تھے یا نہیں اور لوگ حضرت امیر کے سامنے بلکہ پیغمبر خدا کے روبرو انکو صدیق کہتے تھے یا نہیں چنانچہ بلقب اس کا ثبوت خود شیعوں کی کتابوں سے ہوتا ہے چنانچہ ایک عالم شیعہ منہج المقال میں فضیل سے روایت کرتا ہے کہ (قال سمعت ابا داؤد ليقول حدثني بريرة الاسلمی قال سمعت رسول الله عليه وآله وسلم يقول ان الجنة مشتاق الى ثلثة فجا ابو بكر فقیل ليا ابا بكر انت الصدیق وانت ثانی اثین اذ هما في النار فلو سالت رسول الله من هؤلاء الثلثة) کہ بریدہ اسلمی روایت کرتے ہیں کہ میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ حضرت نے فرمایا کہ جنت میں آدمیوں کی مشتاق ہے کماں میں ابو بکر آئے لوگوں نے ان سے کہا کہ اے ابو بکر تم صدیق ہو اور تم ثانی اثین اذ ہما فی النار ہو تم پوچھو حضرت سے کہ وہ تم میں کون ہیں فقط پس یہ روایت اس امر کے ثبوت کے لئے کافی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والثلثا کے زمانے میں سب اصحاب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق جانتے تھے اور اسی خطاب سے ان کو یاد کیا کرتے تھے گویا صدیق اور ثانی اثین اذ ہما فی النار ان کا خطاب اور لقب ہو گیا تھا۔ اگر کسی شیعہ کو ان روایت سے بھی سیری نہ ہو دے اور وہ اس روایت کی تائید امام کے دوسرے قول سے چاہیں اور یہ پوچھیں کہ سوائے اس روایت نعم الصدیق کے اور بھی کبھی کسی امام نے ابو بکر کو صدیق کہا ہے تو اس کا بھی ہم ثبوت دے سکتے ہیں اور جب تک کہ اچھی طرح پڑھتے ہیں شیعہ کو اطمینان نہ ہو جائے ہم ان کی تسکین اور تسلی کے واسطے روایت انہیں کی کتابوں سے لانے سے باز نہیں رہتے چنانچہ ہم اس کا ثبوت دیتے ہیں کہ اسی کتاب کشف الغمہ میں امام

جعفر صادق علیہ السلام کی ایک دوسری حدیث موجود ہے جس میں حضرت ابو بکر صدیق کے نام کے ساتھ امام نے صدیق کا لفظ فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ امام فرماتے ہیں (دولتی ابو بکر صدیق مرتبین!) اور طرفہ یہ ہے کہ قاضی نور اللہ شوستری نے اگرچہ پہلی حدیث کے موجود ہونے سے کشف الغمہ میں انکار کیا تھا لیکن اس حدیث کے موجود ہونے پر سکوت ہی فرمایا اور کچھ زبان مبارک سے نہ نکالا اور حقیقت میں کہاں تک تکذیب کرتے اور آفتاب پر کہاں تک خاک ڈالتے آخر انکار کرتے کرتے تھک گئے اور سکوت اختیار کیا۔ اگر اس روایت کے بعد بھی کچھ تشکیکی باقی رہے تو حضرات شیعہ کو لازم ہے کہ خود جناب امیر علیہ السلام کے اقوال پر نظر کریں اور ان کی زبان سے حضرت ابو بکر کی نسبت خطاب صدیق کا سنیں احتجاج طبرسی میں علامہ طبرسی سے جو کہ معتمدین علماء شیعہ سے ہیں لکھتے ہیں کہ حضرت امیر فرماتے ہیں کہ (کنا معا سے مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی جبل حراء اذ تحرك الجبل فقال له قرفانہ لیس علیک الانبی و صدیق و شہید) کہ ہم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جبل حراء پر تھے کہ یکایک پہاڑ نے حرکت کی تب پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اقرار بیکڑ کوئی نہیں ہے تجھ پر سوائے نبی اور صدیق اور شہید کے اور دیکھنے کتب شیعہ سے ظاہر ہے کہ اس وقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابو بکر صدیق اور علی مرتضیٰ تھے پس حضرت نے اپنی ذات کے لئے نبی اور حضرت ابو بکر کی نسبت صدیق اور حضرت علی کے حق میں شہید فرمایا اگر کوئی متعصب شیعہ کہے کہ امام کے اقوال سے اگرچہ حضرت ابو بکر کی نسبت لفظ صدیق کا معلوم ہوتا ہے لیکن اس میں خیالات استہزاء اور تہیہ وغیرہ کے ہیں اس لئے ان سے خاطر خواہ اطمینان نہیں ہوتا۔ اگر خدا کی کتاب سے ان کی نسبت اس خطاب کا ہونا ثابت کر دیا جائے تو پھر کچھ شبہ نہ رہے چنانچہ ہم ایسے متعصب سخت کی بھی خاطر شکنی گوارا نہیں کرتے اور اس کے (لیطین قلبی) تاکہ میرے دل کو اطمینان ہو جائے کہ کہنے پر اسکا ثبوت خدا کی کتاب سے بہ تصدیق مفسرین شیعہ کے پیش کرتے ہیں واضح ہو کہ تفسیر مجمع البیان طبرسی میں جو نہایت معتبرین تفسیر شیعہ سے ہے۔ لکھا ہے کہ (قال اللہ تبارک و تعالیٰ والذی جاء بالصدق وصدق به اولئک ہم المتقون) جو شخص آیا ساتھ صدق کے اور جس نے تصدیق کی اس کی وہ ہی مستحق ہیں اس کی تفسیر میں علامہ موصوف لکھتا ہے کہ (قیل الذی جاء بالصدق رسول اللہ وصدق ابو بکر عن ابي العاصمۃ والکلینی) کہ جو شخص

ایسا تھ صدق کے اس سے مراد رسول خدا میں اور جس نے تصدیق کی ان کی اس سے مراد ابو بکر ہیں فقط اور جس نے پیغمبر خدا کی سچے دل سے سب سے زیادہ تصدیق کی ہو اس کا لقب صدیق ہے پس بفضلہ تعالیٰ خدا کی کتاب سے بھی ابو بکر صدیق کا صدیق ہونا ثابت ہونا ثابت ہو گیا (والحمد لله علی ذالک) اب بھی اگر حضرات شیعہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق نہ جانیں اور باوجود موجود ہونے ثبوت ان کی صدیقیت کے خدا کی کتاب اور رسول کے کلام اور امام کے اقوال سے ان کی صدیقیت کی تصدیق نہ کریں اور خدا کی کتاب اور رسول اور امام کے روگردانی کریں تو اب سوائے اس کے کہ ہم بھی ان کی نسبت وہی کہیں جو امام نے فرمایا ہے کیا چارہ ہے اس لئے ہم اذل تو نہایت منت اور عاجزی سے حضرات شیعہ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اسے بھائی ابو بکر صدیق کو صدیق سمجھوان کو پیغمبر صاحب کا دوست اور ثانی اثنتین اذہما فی الغار جانو جس لقب سے ان کو ائمہ کرام علیہم السلام نے یاد کیا ہے اسی لقب سے تم بھی یاد کرو اگر اس پر بھی وہ کچھ نہ سنیں اور ان کو صدیق نہ کہیں تو ہم پھر امام کی وعید کو انہیں سنائے دیتے ہیں اور ان کو رسوائی دنیا و آخرت سے ڈرائے دیتے ہیں کہ ہزار برس پہلے سے امام فرما چکے ہیں کہ (من لم یصدقہ فلا صدق اللہ قوله فی الدنیا و الآخرة)

نویں شہادت بیان حضرت عمرؓ کے نکاح کا ساتھ جناب ام کلثومؓ کے

یہ بات از روئے کتب معتبرہ شیخہ اور اہل سنت کے ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ کا نکاح ساتھ ام کلثومؓ کے ہوا جو کہ خاص بیٹی حضرت فاطمہ علیہا السلام کی تھیں اس امر کے ثبوت سے چند فائدے ظاہر ہوتے ہیں۔

ادل، اس نکاح سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ باہم حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ فاروق کے کچھ عداوت نہ تھی بلکہ نہایت ہی دوستی تھی اگر دوستی نہ ہوتی تو حضرت علیؓ اپنی بیٹی کا وہ بھی وہ بیٹی جو کہ خاص حضرت فاطمہ کے بطن سے تھیں نکاح حضرت عمرؓ کے ساتھ نہ کرتے اور دشمن کو اپنے خاندان میں نہ لیتے۔

دوسرے، اس امر سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کا فریاد منافق یا مرتد نہ تھے ورنہ حضرت علیؓ مرتضیٰ شیر خدا غالب علی کل غالب مطلوب کل طالب مظہر العجائب

فانٹرب اپنی ایسی پیاری بیٹی کا نکاح ان کے ساتھ نہ کرتے اور اگر ان کے ایمان اور اگر ان کے ایمان اور عبادت اور تہذیب اور پرہیزگاری پر اطمینان کامل حضرت امیر کو نہ ہوتا تو وہ کبھی ان کو اپنا داماد نہ بناتے۔

تیسرے، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے کبھی کسی قسم کا رنج اور صدمہ جناب امیر کو یا حضرت فاطمہ کو دیا ہوتا تو اس نکاح کا ہونا کیسے جائز رکھتے۔ بہر حال یہ اسر اخلاص اور اتحاد اور محبت پر باہم جناب امیر اور حضرت عمرؓ کے ایسا شاہد عادل ہے کہ کسی طرح پر بعد ثبوت اس امر کے شیعوں کی زبان پر عداوت کا نام نہیں آسکتا اور باوجود ہزار سعی باطل کے کوئی عذر و حیلہ ان کا اس معاملے میں پیش نہیں جاتا کسی معاملے میں ایسے واقعات نہ ہوتے جیسے کہ اس معاملے میں ہوئے ہیں حقیقت میں یہ بحث لائق غور سے دیکھنے کے ہے کہ حضرات شیعوں نے عبد اللہ بن سبا کے زمانے سے لے کر جناب قبلہ و کعبہ کے وقت تک اس معاملے میں کیا کیا رنگ بدلے ہیں اور کیسی توجیہات لاطال کی ہیں کسی نے اس نکاح کے ہونے ہی سے انکار کیا ہے کوئی ام کلثوم کے بنت مریضی ہونے ہی کا منکر ہوا ہے کسی نے نکاح پر غضب کا اطلاق فرمایا ہے کوئی بعد نکاح کے ہم سبز ہونے سے ساتھ حضرت عمرؓ کے منکر ہوا ہے کوئی کہتا ہے کہ جنیہہ شکل حضرات ام کلثوم کے حضرت عمرؓ کے پاس آتی تھی اور وہ ہم خواب ہوتی تھی کسی نے اس کو جناب امیر کے اعلیٰ درجے کے صبر کا نتیجہ کہا ہے کسی نے اس کو تقیہ پر مالا ہے بہر حال ہر شخص کا جدا ترانہ اور بہر تنفس کا نیا فسانہ ہے جس کے سننے سے فقط ایک ہمیں موحیرت نہیں بلکہ ان کی نغمہ سرائی اور ترانہ سنجی کو سن کر ایک عالم اپنے قابو سے نکلا جاتا ہے اور وجد میں آ کر مریبا اور احسنت پڑتا ہے۔ شعر

اک ہم ہی تیری پیال سے پتے نہیں منم پامال کبک بھی تو ہوئے کوہ سار میں

اب میں علماء شیعہ کے اقوال مختلفہ کو بیان کرتا ہوں

(پہلا قول) بعض متعصب شیعوں نے اس نکاح کے ہونے ہی سے انکار کیا ہے اور اس روایت کو بے اصل محض کہہ کر اپنا دامن چھوڑا یا ہے جیسا کہ مجتہد صاحب قبلہ و کعبہ اپنے ایک رسالے میں لکھتے ہیں (دوئم) حضرت ام کلثومؓ یا بن سلمہ عمر بن خطابؓ ام کلثوم بنت فاطمہ الزہراء کے عقد ہونے کا ثبوت ہمدست نہیں ہوا اور امامہ منمزیہ لفظ ام

الخطاب یہ ثبوت نریدہ مثل سید المرتضیٰ کہ قریب العہد زمان ائمہ معصومین بود وغیر ایشیا
 انکار بلیغ ازالا نمودہ اند، لیکن یہ دعویٰ مجتہد صاحب کا چند دلائل سے غلط معلوم ہوتا ہے
 پہلی دلیل، جناب قبلہ و کعبہ کا یہ ارشاد فرمایا کہ جناب سید مرتضیٰ نے جو کہ ائمہ کے
 زمانے سے قریب تھے نکاح کے ہونے سے انکار کیا ہے صحیح نہیں ہے اس لئے کہ سید
 مرتضیٰ دو ہیں ایک ابوالقاسم ثمانینی برادر رضی دوسرا سید مرتضیٰ بازمی صاحب تبصرۃ
 العوام پہلے سید صاحب کو قدامتے مشکلمین اور فقہاء شیعوں سے ہیں اور موافق تحریر شہید
 ثالث کے جو مجالس المؤمنین میں کی ہے صفحہ ۱۰۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور دوسرے میر
 صاحب ان سے بہت پیچھے ہوئے ہیں پس وہ سید مرتضیٰ جنکی نسبت مجتہد صاحب فرماتے
 ہیں کہ قریب العہد انہما معصومین بود منکر روایت نکاح نہیں ہیں اور ان کی تالیفات
 مثل شانی اور تنزیہ الانبیاء والائمہ اس پر شاہد ہیں معلوم نہیں کہ ان کی طرف انکار روایت
 نکاح کو مجتہد صاحب نے کیوں کر منسوب فرمایا اور اگر دوسرے سید مرتضیٰ مراد ہیں اور شاید
 انہوں نے انکار کیا ہو تو ان کی نسبت مضمون اس فقرے کا کہ قریب العہد انہما معصومین
 بود صحیح نہیں ہوتا۔

اب ہم ان سید مرتضیٰ کی تالیفات کو جو کہ زمانہ معصومین کے قریب تھے مجتہد
 کے قول کی تکذیب کے لئے پیش کرتے ہیں واضح ہو کہ سید صاحب موصوف نے دو کتابوں
 میں اس کا ذکر کیا ہے ایک کتاب شانی میں مفصلاً دوسرے تنزیہ الانبیاء والائمہ میں جملاً
 چنانچہ ہم زیرہ اثنا عشریہ سے جو جواب تحفہ کا ہے ان کے قول کو نقل کرتے ہیں (سید
 مرتضیٰ علم الہدی در کتاب تنزیہ الانبیاء میں فرماید فاما انکاح فقد ذکرنا فی کتاب التثانی
 الجواب عن هذا الباب مشروعا وینا انہ علیہ السلام ما اجاب عمری انکاح ابنتہ الابد تو بعد
 وہ بعد مراجعتہ و منازعہ و کلام طویل ما شور اشفق مومن سوء الحال و ظہور المایزال یخفیہ
 یعنی نکاح عمر کا ساتھ ام کلثوم کے جسکو اہل سنت عمر کی فضیلت میں شمار کرتے ہیں،
 جواب ہم نے اپنی کتاب شانی میں تفصیل دیا ہے اور وہاں ہم نے بیان کیا ہے کہ حضرت
 امیر نے عقد اپنی بیٹی کا عمر کے ساتھ بطیب خاطر قبول نہیں فرمایا بلکہ یہ عقد بعد اس کے
 ہوا ہے کہ عمر نے بار بار حضرت امیر سے درخواست کی اور نوبت منازعت اور تحویف و
 تہدید کی پہنچی جب حضرت امیر نے دیکھا کہ کار دین اہمت فاش ہوتا ہے اور دامن تقیہ ہاتھ

سے نکلا جاتا ہے اور حضرت عباس نے بھی بخیاں فتنہ و فساد کے سمجھا یا تب بلارضا اور بغیر اختیار کے جناب امیر نے یہ نکاح کر دیا فقط اس تحریر کو سید مرتضیٰ کی کوئی شخص جناب قبلہ و کعبہ کی تحریر سے ملا دے اور اس فقرے کو کہ مثل جناب سید المرتضیٰ کہ تریب العہد ازماں احمد معصومین بود انکار یا بیخ ازاں نمودہ تنزیہ الانبیاء کی عبارت مذکور سے مقابل کر کے جناب اجتہاد مآب کی صداقت کی داد دے۔ اگر کوئی شخص اس تحریر پر بھی مجتہد صاحب کی صداقت میں شبہ نہ کرے تو خود ان کے والد ماجد کی زبان سے ان کی تکذیب ہم ثابت کرتے ہیں جناب مولوی سید ولد ار علی صاحب قبلہ مواعظ حسینیہ میں فرماتے ہیں کہ سید مرتضیٰ نے فرمایا ہے کہ تزدیج ام کلثوم حضرت امیر کے اختیار سے نہیں ہوئی اور بہت سی احادیث انہوں نے اس قول کے ثبوت میں بیان کی ہیں اور جب کہ با اختیار حضرت امیر کے نکاح کا ہونا ثابت نہیں ہوا تو پھر محل اشکال باقی نہ رہا چنانچہ محصل کلام مواعظ حسینیہ کا نقل فی ازالۃ الغبن یہ ہے سید مرتضیٰ گفتہ است کہ تزدیج ام کلثوم با اختیار حضرت امیر واقع نشد و احادیث بسیار موید قول خود ذکر کردہ دوسرے گاہا اختیار حضرت امیر واقع نشد و محل اشکال نیست، پس ان تحریرات سے صاف ظاہر ہے کہ بیچارہ سید مرتضیٰ حضرت عمر کے نکاح کا منکر نہیں ہے بلکہ اس کا ہونا قطعی اور یقینی جانتا ہے ہاں اس کا ہونا بخوشی خاطر جناب امیر کے اور برضا مندی ان کے بیان نہیں کرتا اور یہ امر آخر ہے ان انکار وقوع اصل واقعہ سے دوسرا امر ہے مگر تریبان صداقت پر جناب قبلہ و کعبہ کی کہ ایسے دعویٰ کے کرنے میں جس کا غلط ہونا محتاج بہ بیان نہیں ہے بایں تقدیر و اجتہاد کچھ لحاظ وہ خیال نہ فرمایا۔ عرض کہ یہ قول مجتہد صاحب کا کہ سید مرتضیٰ نے وقوع نکاح سے انکار کیا ہے خود سید مرتضیٰ کی تحریر سے اور خود ان کے والد ماجد کی تقریر سے غلط ٹھہرا لیکن یہ قول ان کا کہ سوائے ان کے اوروں نے بھی انکار کیا ہے کسی قدر صحیح ہے چنانچہ منجملہ منکرین اس قصے کے اگلے علماء شیعوں میں سے ایک قطب الاقطاب راوندی مؤلف خراج و جرایح ہیں کہ انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ اس نکاح کا ہونا پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا چنانچہ ان کے

تھا کہ معصومین نہ نازد کترب تھا۔ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کا بیان ہے کہ حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت علی کی رضا مندی سے نہیں ہوا چنانچہ بیان کہ تا سید میں اکثر احادیث کھیں ہے اور جبکہ حضرت علی کی رضا مندی نکاح نہیں ہوا کوئی دفع

قول کو جناب مجتہد صاحب قبلہ نے کتاب مواظظہ حسنیہ میں نقل کیا ہے اور ترجمہ اس کا یہ ہے جبکہ ہم ازالۃ الغین سے نقل کرتے ہیں۔ دگفتہ عرض نمودم بخدومت حضرت صادق علیہ السلام کو مخالفین برما حجت می ازندومی گویند کہ چرا علی دختر خود را نجلیفہ ثانی دلو پس حضرت صلوات اللہ علیہ کہ تکیہ کردہ نشستہ بودند درست نشستہ فرمودند کہ آیا چنین حرفہا سے گویند بدرستیکہ تو مے چنینی زعم می کنند لایبتدون سوا السبیل، لیکن یہ دعوی قطب الاقطاب صاحب کاسر اسر باطل ہے اور بروایات ائمہ کرام نکاح کا ہونا ثابت ہے چنانچہ ہم اس کو ان کے کتب احادیث اور فقہ اور کلام سے ثابت کرتے ہیں۔

ثبوت نکاح حضرت ام کلثوم کا ساتھ حضرت عمر فاروق کے

(پہلا ثبوت) قاضی نور اللہ شوسترسی نے مجالس المؤمنین میں اس نکاح کا اقرار کیا ہے اور ان لفظوں سے اس کی صحت کو ظاہر فرمایا ہے (اگر نبیؐ دختر بہ عثمان داد ولی دختر بہ عمر فرستاد)

(دوسرا ثبوت) شراعی جو مشہور کتب فقہیہ شیعہ سے ہے اس کا شارح ابو القاسم قمی شرح شرایع میں جس کا نام مسالک ہے صاحب شرایع کے اس قول کے نیچے کر بخورد نکاح العربیۃ بالجمعی والہاشمیۃ غیر الہاشمی وبالعکس فرماتا ہے (زوج علی بنتہ ام کلثوم من عمرؓ کہ نکاح کیا علی نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا ساتھ عمر کے۔

(تیسرا ثبوت) ابوالحسن علی بن اسماعیل شیعہ اشنا شوشرسی جس کی نسبت امام اعظم امامیہ کے خلاصۃ الاقوال میں فرماتے ہیں کہ وہی پہلا شخص ہے جس نے موافق قاعدہ علی کلام کے مدہب اہل بیت کے اثبات میں گفتگو کی ہے وہ بھی اس نکاح کے ہونے کا مقرر ہے چنانچہ اس کے اس قول کو قاضی نور اللہ شوسترسی نے مجالس المؤمنین میں نقل کیا ہے اور ہم ازالۃ الغین سے اس کو نقل کرتے ہیں (اور از چند امر یہ پسیدند کہ ازل جملہ مقدمہ

سے میں حضرت سعید سادق سے عرض کیا کہ سنی ہم پر حجت لاتے اور کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اپنی بیٹی خلیفہ ثانی کو کیوں دیا؟ تو علیؑ نے جو کہ تکیہ لگائے ہوئے تھے میدھے بیٹھے اور فرمایا کیا لوگ یہ باتیں کرتے ہیں باوجود اس صحت کے کہ قوم گوئیگان ہو گیا ہے کہ، راہ راست پر فلاح یافتہ نہ ہوں گے۔ ائمہ رسول اللہ نے اپنی بیٹی کا حضرت عثمان سے نکاح کیا تو حضرت علیؑ نے بھی اپنی بیٹی (ام کلثوم) کا عقد عمر فاروق سے کیا۔

نکاح خلیفہ ثانی است جو اب داد کہ دادن دختر بہ عمر کہ جناب امیر المؤمنین را اتفاق افتاد باین
جهت بود کہ اظہار شہادتیں مینمود و زبانی اقرار بہ فضیلت رسول می کشود و در این باب غلطت
و قضا ظلت او نیز مستظور بود (چوتھا ثبوت) مجالس المؤمنین میں لکھا ہے کہ بعد از ان
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ام کلثوم کا دوسرا نکاح ساتھ محمد بن جعفر طیار کے ہوا
و ہذہ عبارتہ محمد بن جعفر الطیار بعد از فوت عمر بن خطاب بشرط مصاہرت حضرت امیر
المؤمنین مشرف گشتہ ام کلثوم را کہ از ردی اکراہ در جبالہ عمر بود تدریج نمود

پانچواں ثبوت تہذیب میں جو نہایت معتبر کتاب حدیث کی تہذیب امامیہ میں لکھا
ہے کہ حضرت عمر کی اولاد ام کلثوم کے بطن سے ہوئی اور ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام زید بن
عمر تھا اور یہ روایت بہ سند ائمہ کرام کے اس محدث نے بیان کی ہے کال قال (عن محمد
بن احمد بن یحییٰ عن جعفر بن محمد القتی عن القدرح جعفر عن ابیہ علیہ السلام قال مات ام
کلثوم بنت علی علیہ السلام و ابنہا زید بن عمر الخطاب فی ساعۃ واحدة و لا یدری ایہما
ملک قبل قائم تورات احدہما من الآخر و صلے علیہما جمیعاً) چھٹا ثبوت قول سید مرتضیٰ
کا جو ثبوتی اور تفسیری الانبیاء میں لکھا ہے اور جس کو کشمیری نے اپنی کتاب نزہۃ میں جو اب
تحفہ کے اور مجتہد صاحب نے مواہظہ حنیہ میں نقل کیا ہے اور جس کو ہم اوپر بیان کر
چکے (انہ علیہ السلام ما احاب عمر الی نکاح ابنۃ الابد تو عدد تہذیب الخ) ساتواں ثبوت کتاب
کافی میں ملا یعقوب کلینی لکھتے ہیں کہ کسی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس نکاح
کا حال پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ (ہو اول فرج غضبت منا) کہ یہ پہلی شرمگاہ ہے
جو ہم اہل بیت میں سے غضب کی گئی ہے۔ آٹھواں ثبوت مصائب النواصب میں
لکھا ہے کہ محدثین کا اقرار ہے کہ یہ نکاح جبراً و اکراہ سے ہوا۔ غرضیکہ روایت نکاح
حضرت ام کلثوم شیعہ کی کتاب احادیث اور اخبار اور فقہ اور کلام میں اس کثرت سے مذکور
ہیں کہ کسی طرح پر اس سے انکار نہیں ہو سکتا اور ایسی متواتر خبر کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا
اہل انصاف اس فرقے کے تعصب و عناد کو دیکھیں اور ان کی کج معجہ بیانی کو ملاحظہ
فرمائیں کہ باوجودیکہ خود ہی ائمہ کرام علیہ السلام سے اس روایت کی صحت کا اقرار کر رہے
ہے عمر بن خطاب کی شہادت کے بعد محمد بن جعفر طیار کو یہ المؤمنین کی ولادت کی عزت حاصل ہوئی اور جناب
ام کلثوم و بنت فائزہ الزہراء سے من کا بجر و اکراہ عمر سے عقد ہوا تھا شادی کی۔

اور اپنی احادیث کی کتابوں میں سنا اس کو روایت کریں اور اپنے فقہی مسائل کا اس سے استخراج فرمادیں اور نہ ایک شخص بلکہ خلقاً من سلف و اباً من جدید بطور میراث کے اس روایت کی صحت پر سند صحیح نقل کرتے آویں اور اس کی توجیہات سے سینکڑوں ورق بیابا کریں اور پھر بھی بعض حضرات غیرت اور انصاف کو چھوڑ کر بیباختہ اس روایت کے غلط ہونیکا دعویٰ کریں اور اصل واقعہ کے منکر ہو جائیں اور یہ خیال کریں کہ اگر ایک دن یا ایک ہفتہ یا ایک مہینہ حضرت ام کلثوم نکاح میں حضرت عمر کے رہتیں اور کسی کو خبر نہ ہوتی اور اس کی شہرت بردجہ تو اتیر نہ پہنچتی تو شاید کوئی موقع انکار یا تکذیب کا ہوتا لیکن جب سالہا سال حضرت ام کلثوم زینت افزائے خانہ فاروق ہوئی ہوں اور تاجیات ان کی ان کے نکاح میں رہی ہوں اور ان سے اولاد بھی ہوئی ہو اور ان کے بیٹے کا نام بھی زید بن عمر خطاب رکھا گیا ہو اور بعد حضرت عمر کے مرنے کے ان کا نکاح جعفر طیار سے ہوا ہو تو ایسے متواتر اخبار کو کون چھپا سکتا ہے اور آفتاب روشن کو کف دست سے کون پوشیدہ کر سکتا ہے ہم نے یہ جو کچھ بیان کیا اس میں نہ اپنے عالموں کے اقوال کو نقل کیا ہے نہ اپنی کتابوں کی سند لائے ہیں جو کچھ حضرات شیعہ نے فرمایا اور جو کچھ ان کے محدثین اور علمائے تحریر کیا وہی ہم نے نقل کیا اور اسی سے ثبوت نکاح کا دیا پس اگر باوجود اس ثبوت کے بھی کوئی اس نکاح سے انکار کرے تو وہ تو اتیر کا منکر ہے۔ (دوسرا قول) جب کہ علماء اعلام شیخ نے دیکھا کہ انکار کرنا اس روایت سے آفتاب پر خاک ڈالنا ہے اور اس کو غلط اور جھوٹ کہنا مقولہ در دروغ گویم بر روی تو پر عمل کرنا ہے اس لئے اس کی توجیہ پر توجہ فرمائی اور دوسرے طور سے اس فضیلت کے ابطال پر کمر بہت باندھی اگرچہ ان ہندوگوں نے نہایت ہی سعی و کوشش کی اور ہر طرح کی توجیہ اور تاویل فرمائی لیکن اس سے بجائے فائدے کے نقصان ہی ہوتا گیا اور بعض قائم رہنے اصول مذہب تشیع کے اس میں خلل ہی بڑھتا گیا کاش وہ انکار ہی کرتے جاتے اور گوان کے محدثین و علما جھوٹے ہوتے بلا سے مگر کبھی اس کی صحت کا اقرار نہ فرماتے تو بہتر ہوتا اس لئے کہ جو توجیہات اس نکاح کے معاملے میں کی گئی ہیں ان کے دیکھنے سے ہر شخص مذہب تشیع سے نفرت کرتا ہے اور ان کے سننے سے ہر مسلمان کے دل میں ایک جوش غیرت کا پیدا ہوتا ہے اور طرفہ یہ ہے کہ جتنی زیادہ توجیہات کرتے ہیں اور جس قدر زیادہ تاویلات بیان فرماتے ہیں ان سے انھیں کے

اصول و عقائد کی برائی کا اور ثبوت ہوتا جاتا ہے شعر

مریض عشق پر رحمت خدا کی مرض پڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اور زیادہ تر تعجب اس پر ہے کہ باوجود اس کے کہ خود ان کے دلوں میں یقین اس کا ہے کہ یہ تو جہیات باطل اور تادیلات لاطائف ان کے دین کی برائی ثابت کر نیوالی اور لوگوں کو ان کے مذہب سے نفرت دلانیوالی ہیں مگر باہر میں ہمہ علم و فضل اس سے باز نہیں رہتے اور باہر تقدس و اجتہاد اہل من مزید اہل من مزید کہہ کر اور بڑھاتے جاتے ہیں اور اپنے معائب کو ظاہر کرتے جاتے ہیں ہم کو ان علماء اور فضلاء کی تقریروں اور تحریروں کو دیکھ کر نہایت ہی حیرت ہوتی ہے کہ بار خدا یا ان کی عقل پر کیسا پردہ پڑ گیا ان کے حیا و عنیت کو کون لے گیا کہ ایسے بے عنیت کے کلمات زبان پر لانے سے شرم نہیں کرتے اور ایسی عار و زنگ کی باتوں کو ائمہ کی طرف منسوب کرنے سے لحاظ نہیں فرماتے دین محمدی کو تو خراب ہی کر چکے ایک اہل بیت رہ گئے تھے جن کی مزید محبت کا دعویٰ کرتے تھے جن کے فضائل کا اقرار فرماتے تھے اس کو بھی در پردہ کھودیا ان کے فضائل کو بھی ایسی بے عنیت کے کلمات کو ان کی طرف منسوب کر کے معائب سے بدل دیا اور سب کچھ تو کر چکے اور ہنوز ایمان کے دعویٰ میں ثابت قدم ہیں معلوم نہیں کہ انکا ایمان اور محبت کیا کیا نتیجے دکھائے گی شعر

دل بردی و دین و جاں شریں دین طرفہ کہ باز در کسینے

اب ہم اس قول کو بیان کرتے ہیں جو حضرت شیعو نے بعد قبول کرتے صحت نکاح کے ارشاد فرمایا ہے اور اس کو ائمہ کرام کی طرف (دعاشا جنابہم عن ذلک) منسوب کیا ہے وہ قول یہ ہے کہ حضرات فرماتے ہیں کہ نکاح ام کلثوم کا ساتھ حضرت عمر کے جناب امیر کی رضا اور خوشی سے نہیں ہوا بلکہ عمر فاروق نے جناب امیر کو تنگ کیا اور ان کو ڈرایا اور ہر قسم کا خوف دیا اور ان پر نہایت درجہ تشدد کیا یہاں تک کہ قریب تھا کہ نوبت خون ریزی کی پہنچے تب حضرت عباس پیغمبر خدا علیہ التحیۃ و التنا کے چچا نے حضرت امیر علیہ السلام کو دبا کر بخیال نہ ہونے فتنہ و فساد کے یہ نکاح کر دیا پس اس نکاح سے برائی عمر کی ثابت ہوئی ہے چنانچہ اس قول کے ثبوت میں ہم چند سندیں علماء شیعو کی بیان کرتے ہیں۔ پہلی سند، سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کے کتاب تنزیہ الانبیاء میں فرماتے ہیں (قاما انکاحہ فقد ذکرنا فی کتاب الثانی الجواب عن ہذا الباب الخ) یعنی حضرت امیر علیہ السلام نے

اپنی بیٹی کا نکاح ساتھ عمر کے منظور نہیں کیا مگر بعد اس کے کہ عمر نے ان کو دق کیا اور ڈرایا اور جھگڑا مچایا جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ فتنہ و فساد ہوا چاہتا ہے تب حضرت امیر سے اس کام کو اپنے اختیار میں لے لیا اور ام کلثوم کا نکاح ساتھ عمر کے کر دیا اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ شریعت میں ہرگز ممنوع نہیں ہے کہ بچہ و اکراہ لڑکی کا نکاح اس شخص کے ساتھ کر دیا جاوے جس کے ساتھ حالت اختیار میں جائز نہ ہوتا خصوصاً عمر جیسے آدمی کے ساتھ کہ وہ اسلام بھی ظاہر کرتا تھا اور تمام شریعت کا پابند تھا۔

(دوسری سند) مواعظ حسنیہ میں مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ نقل فی ازالۃ الغین (کہ ، نزدیک ام کلثوم باختیار حضرت امیر واقع نشد ابی قولہ بالفرض اگر باختیار ہم باشد عقل اس واقع نہی داند کہ نکاح با مخالفین جائز باشد بلکہ عقل تجویزی می کند کہ حضرت حق تعالیٰ مباح سازد ویرامی مانکاح کر دن را با کفار چه قباحست نکاح با کفار عقلی نیست مثل ، قباحست ظلم و قتل و امثال آن و چه گونه عقلی باشد و حالانکہ معلوم است کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم دختر خود را با کفار نزدیک کردہ و ہر گاہ حقیقت حال چنین باشد پس چه قباحست است در نیکہ جناب امیر علیہ السلام تفریح نمایند دختر خود را با کسی کہ بہ ظاہر مسلمان باشد) تیسری سند قاضی نور اللہ شوشتری مصائب النواصب میں لکھتے ہیں کہ صاحب استغاثہ فرماتے ہیں کہ ایک مخالف نے پوچھا کہ کیا سبب ہے کہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے اپنی بیٹی کا نکاح کربن خطاب سے کر دیا ہم کہتے ہیں کہ ہم کو خبر دی ہے ایک جماعت نے ہمارے مشایخ ثقات سے جن میں سے جعفر بن محمد بن ملک کوئی ہیں ، انہوں نے احمد بن فضل سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے عبد اللہ بن سنان سے کہ میں نے سوال کیا امام جعفر سے بابت نکاح ام کلثوم انہوں

نے حضرت ام کلثوم کی شادی جناب امیر کے اختیار سے نہیں ہوئی۔ اور بالفرض اگر اختیار میں مان لیا جائے تب بھی عقل اسے قبیح و ناجائز نہیں جانتی کہ مخالفین سے نکاح جائز ہو۔ بلکہ عقلاً جائز ہے کہ اللہ نے ہمارے لئے کافروں و کفار کو مباح و درست قرار دیا ہے کیونکہ کفار کے ساتھ نکاح کرنے میں ظلم و قتل کی مانند کوئی قباحست عقلی نہیں ہے اور قباحست عقلی کیونکہ جو کہتی ہے جبکہ رسول اللہ نے اپنی بیٹی کا خود یا فر سے عقد کیا اور جب کہ یہ امیر واقع ہے تو پھر اس میں کوئی قباحست ہے کہ جناب امیر نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم کی ان سے نکاح کی جو بظاہر مسلمان

نے جواب دیا کہ پہاؤل فرج غضبت منا) کہ یہ پہلی فرج ہے جو ہم سے غضب کی گئی ہے اور یہ خبر مطابق اس خبر کے ہے جسکو ہمارے مشایخ نے بابت نکاح ام کلثوم کے ساتھ عمر کے روایت کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ عمر نے عباس کو حضرت علی علیہ السلام کے پاس بھیجا اور درخواست کی کہ نکاح ام کلثوم کا ان کے ساتھ کر دیا جائے حضرت امیر نے انکار کیا جب حضرت عباس یہ خبر عمر کے پاس لائے تب عمر نے کہا کہ اگر علی میرے ساتھ نکاح اپنی بیٹی کا نہ کریں گے تو ان کو قتل کر دوں گا تب پھر حضرت عباس علی کے پاس آئے انہوں نے تب بھی انکار کیا یہاں تک کہ آخر حضرت عباس نے حضرت علی سے کہا کہ اگر تم نکاح نہیں کرتے ہو میں کئے دیتا ہوں اور تم کو قسم دیتا ہوں کہ میرے قول فعل کے خلاف نہ کرنا اور یہ کہہ کر حضرت عباس عمر کے پاس گئے اور کہا کہ نکاح تمہارا ام کلثوم کے ساتھ ہوا جاتا ہے پس عمر نے آدمیوں کو جمع کیا اور کہا کہ یہ عباس چچا علی کے ہیں اور علی نے اپنی بیٹی ام کلثوم پر ان کو اختیار دیا ہے اور ان کے نکاح کر دینے کو ساتھ میرے اجازت دی ہے پس حضرت عباس نے نکاح ام کلثوم کا ساتھ عمر کے کر دیا اور بعد تھوڑی مدت کے ان کو عمر کے گھر بھیج دیا فقط اس روایت کو لکھ کر قاضی صاحب اسی کتاب میں فرماتے ہیں کہ اصحاب حدیث اس روایت کو قبول نہیں کرتے لیکن اس میں خلاف نہیں ہے درمیان ان کے کہ عباس نے ام کلثوم کا نکاح ساتھ عمر کے کر دیا بعد بہت سے جھگڑے قصے کے پس میں کہتا ہوں کہ جس کسی نے اس حکایت سے انکار کیا مگر بہ سبب اس کے کہ جس کو ہمارے مشایخ نے روایت کیا ہے اور مطابق اس روایت کے ہے جو کہ امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت امام نے فرمایا (پہاؤل فرج غضبت منا) کہ یہ پہلی شرمگاہ ہے جو ہم سے غضب کی گئی الحاصل ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی نے اپنی خوشی سے نکاح

یہ ترجمہ اردو ہے قاضی نوادہ شومسری کے کلام کا اردو ترجمہ فارسی اس کا علی ماہوند کورنی از ائزہ الغین یہ ہے وہ

صاحب استفانہ گفتہ کہ قائمے از اہل خلاف گفتہ کہ علت چہیت در تزویج امیر المؤمنین علیہ السلام انجورہ لعمر بن الخطاب

و ما یگوئیم کہ خبر دادہ اند ما جماعتی از مشایخ ثقات ازیشاں جعفر بن محمد بن مالک کوفی ست اذا حمد بن فضل از محمد بن

ابن عمیر از عبد اللہ بن سنان گفتہ سوال کہم جعفر بن محمد صادق علیہ السلام از تزویج ام کلثوم پس گفتہ اس اول فرجی است کہ

غضب کر دہ شد از ادا میں خبر نشا کل آن خبر نیست کہ روایت کردہ آن ما مشایخ ما در تزویج ام کلثوم کان

کے کر دیا جو کہ صلاحیت زوجیت کی نہیں رکھتا تھا اور جو ایمان اور زہد و تقویٰ سے بھی بری تھا پس جو الزام حضرت علی کی ذات پر دو تھا جنابہ عن ذالک ہوا فق اصول شیعہ کے ہوتا ہے وہی حضرت عباس ان کے چچا پر ہوگا۔

(تیسری دلیل) وکیل اور مختار ہونا حضرت عباس کا حضرت کی طرف سے معاملہ نزدیک میں ان روایات سے بھی ثابت ہوتا ہے پس شرعاً و عرفاً فعل وکیل عین فعل موکل ہے اس لئے جو فعل حضرت عباس کا ہے وہی فعل حضرت علی کا سمجھنا چاہیے پس گو یہ نکاح حضرت عباس کے کر دیا ہو مگر جب کہ وہ وکیل اور مختار جناب امیر کے ہوئے تو یہ نکاح باجائز امیر کی سمجھنا چاہیے اور اگر حضرت علی نے حضرت عباس کو اجازت نہیں دی اور وکیل نہیں بنایا تو بلا اجازت ان کے حضرت عباس کا وکیل اور مختار ہونا جائز نہ ٹھہرا اور اس سے سخت الزام حضرت عباس پر آتا اور غضب کرنے میں معین اور مددگار ہونا ان کا ثابت ہوتا ہے اور پھر نکاح کا ہونا بلا اجازت ولی کے لازم آتا ہے۔ اور اس کا عدم جواز شرعاً و عرفاً ظاہر ہے اور اس سے جو کچھ نتیجہ حاصل ہوتا ہے وہ عقلاً کو معلوم ہے خدایا، حضرات شیعہ کو ذرا عقل و انصاف عطا فرماوے اور تھوڑی سی خیریت و شرم عنایت کر کے کہ وہ ان اقوال کے نتائج پر بخور کریں اور جو جو خرابیاں ان میں ہیں ان پر نظر فرماویں بارخدا یا یہ کیسے دوست اہل بیت کے ہیں اور ان کی فضیلت اور بندگی کے کیسے قائل ہیں کہ ایسی باتیں ان کی طرف منسوب کرتے ہیں اور محبت کے پردے میں ان کی برائیاں بیان کرتے ہیں خدا کے لئے کوئی انصاف کی آنکھ کھول کر دیکھے کہ وہ کیا کیا تہمتیں اٹمہ کے ادھر کرتے ہیں اور ذرا گوش ہوش سے پیٹہ غفلت نکال کر سنے کہ یہ حضرات کیسی بڑھاپا اہل بیت اطہار کی بیان کرتے ہیں (نعوذ باللہ من ہذا) اتہم من سوء عقیدتہم اللہم احفظنا من شرور انفسہم من سینات اعمالہم) جو تھی دلیل، اگر ہم تسلیم کریں کہ حضرت علی دل سے راضی نہ تھے کہ نکاح ہووے لیکن حضرت عباس کے سمجھانے سے راضی ہووے اور وہ رضامندی بھی کچھ خوشی سے نہ تھی بلکہ مجبوری سے تو اس سے بھی وہی الزام حضرت علی پر عائد ہوتا ہے جس کے بچانے کے لئے یہ بناوٹ کی گئی ہے یعنی خوف سے جان کے حضرت عباس کے کہنے سے یہ مجبوری قبول کر لیا اور جان بچانے کیلئے عزت دینا گوارا فرمایا (و نعوذ باللہ من ذالک) اور اگر خوف جان نہ تھا تو ایسے معاملے

میں جس میں عزت و ابرور کی ہتک ہو دے اور جس سے خاندان اہل بیت کو بڑے لگے کہنا حضرت عباس کا ماننا ضرور نہ تھا بلکہ لازم تھا کہ اپنے انکار پر اصرار فرماتے اور ہزار عباس سمجھاتے ایک بات بھی ان کی نہ سنتے بلکہ صاف کہتے کہ چچا تم کو بائیں بزرگی کیا ہوا ہے جو ایسی سفارش کرتے ہو اور ہمیشہ کے لئے اہل بیت اطہار میں داغ لگاتے ہو عمر ایک کافر یا منافق یا مرتد یا غاصب یا خائن ہے کیونکہ مجھ سے ہو سکتا ہے کہ اپنی بیٹی وہ بھی غافلہ کے بطن سے جس کی اولاد کو پیغمبر خدا نے اپنی اولاد فرمایا ہے اور جس کے بیٹیوں بیٹیوں کو سرور انبیاء نے اپنا بیٹا بیٹی کہا ہے ایک کافر یا منافق کو دے دوں اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور غافلہ زہرا کی روح کو ایندووں اور اگر عرفار و قنہ نمانتے اور جبر کرنے سے ہی پر آمادہ ہوتے تو لازم تھا کہ اسد اللہی دکھلاتے ذوالفقار کو میان سے باہر نکالتے عرش سے اتاری ہوئی تلوار کے جوہر دکھلاتے مرحب و عنتر کی طرح غصب کر نیوالوں کے ایک ایک وار میں دو دو ٹکڑے کرتے آخر وہ تلوار جن سے جبریل امین کے پر کاٹے اور وہ ذوالفقار جس نے جعفر جنی کے دو ٹکڑے کئے کس دن کے لئے تھی اور وہ شجاعت و مردانگی جو بدو جنین میں کفار کو دکھلائی اور وہ قوت جو جنگ خیبر میں ظاہر فرمائی کس روز کے واسطے رکھ چھوڑی تھی برائے خدا کوئی اس عقل کے دشمن فرتے سے پوچھے کہ اس سے زیادہ شیر خدا کے حق میں دوسری ہتک اور بے حرمتی کی کیا بات ہوگی کہ ان کی بیانات طہیات کو بجز واکراہ کافر ناسق لینے پر مستعد ہوں اور شیر خدا سردنا دلیا سند الاصفیا سیداد صبا اسد اللہ الغالب امام المشارقی والمغرب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کافروں کے قتل کرنے والے خیبر کے فتح کرنے والے ہزار جنوں کو ایک دوستی میں زیر و زبر کرنے والے جن کی ذات خدا کی قدرت کی نشانی جن کا وجود اللہ کے جلال و عظمت کا نمونہ جن کے نام سے کفار عجم لرزاں جن کی صورت سے شجاعان عرب نرساں کیسے علی خدا کے شیر رسول کے بھائی بتوں کے شوہر نامدار حسنین کے پیر و بزرگوار۔ اشعار۔

دینی نبی جنت پاک بتوں	فروزندہ شیعہ دین رسول
و نشانندہ جاں براه خدا،	نمائندہ کفر از دین حسدا
بزر آرنده عمر و مرحب ز پانی	بر آرنده باب خیبر ز جہانی
را نندہ سوسے از دو ذیل،	و مانندہ گل ز تار غنیل،

بہا سائل رسانندہ فلک نوح کشائندہ با بہائے فتوح

ہوا خواہ اد جبرئیل امین ، بفرمان اد آسمان وزمین ،

نہ کس جز بنی ہم آرازدے اد قوی دست قدرت ز بازوی اد

بایں ہمہ شجاعت و ہیبت اور بایں جلال و عظمت ایک عمر کے ڈرانے سے
ڈر جاویں اور کچھ چون دچرانہ کریں اور عار و ننگ کو اپنے اوپر گوارا کر لیں اور بلارضا مندی
اپنے اس کے گھر اپنی لخت جگر نور نظر کو جانے دیں نف ایسے عقیدے پر اور نفس اپنی
تہمت پر۔ شعر۔

گر مسلمانی ہمیں ست کہ حافظ دارد وای اگر از پس امر ز بود فرمائی ،

ریاچیوں دلیل) دیکھنے سے کتب معتبرہ شیعہ کے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلاحیت و کالت جناب امیر کی نہ رکھتے تھے کیونکہ وہ حضرت علی کے
نزدیک خوار و ذلیل تھے اگرچہ ہمارا یہ لکھنا حضرات شیعہ کو ناگوار گزرے اور ناواقفوں کو
باعینت حیرت و تعجب ہو گا لیکن ہمارا قصور نہیں ہے ہم یا ہمارے علماء معاذ اللہ ان کی نسبت
ایسا نہیں کہتے بلکہ حضرات شیعہ کے محدثین اور مجتہدین ان کا حضرت علی کے نزدیک خوار
و ذلیل ہونا ایسا ہی کرتے ہیں پنا پر علامہ بڑی علماء شیعہ سے اپنی کتاب احتجاج میں حضرت علی مرتضیٰ سے روایت
کرتے ہیں کہ وہ جب کتنا اعتقد ہم علی بن ابی طالب سے رقیقت میں حضرت قمریہ بی بی العہد بجا بیٹے عقیل و عباس
کہ وہ لوگ میرا ہبیت کے جاتے رہے جن کی توت کا خدا کے دین میں مجھے بھروسہ تھا اور اب صرف نوح و خوار و ذلیل
قریب زمانہ جاہلیت کے رہ گئے ہیں یعنی عقیل اور عباس پس حضرت علی ان کو خوار و
ذلیل کہتے اور ان کو جاہل سمجھتے تو کیونکر اپنا دلیل ایسے اہم معاملے میں کرتے اور کس لئے
ان کی بات ایسے بڑے معاملے میں سنتے اور کیوں ان کے کہنے پر سچلتے شاید حضرات شیعہ
نے اسی واسطے حضرت عباس کے اوپر بار نکاح کر دینے کا رکھ دیا ہے کہ وہ بقول مرتضیٰ
خوار و ذلیل تھے اسی واسطے ایسی ذلت کی باتیں کیا کرتے مگر تعجب ہے کہ حضرت امیر علیہ
السلام سے کہ انہوں نے ایسے ذیلیوں کی بات کیوں سنی اور کیوں ان کے کہنے پر عمل فرمایا
یہ کوئی شیعہ خیال نہ کرے کہ فقط خوار و ذلیل کہہ دینے پر جناب امیر نے قناعت کی ہے بلکہ
اگر ان کی کتب معتبرہ سے ڈھونڈھا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیر نے اپنے

اور پیغمبر کے چچا عباس کو صاف گالیوں سنائی ہیں اور معاذ اللہ معاذ اللہ توبہ توبہ نقل کفر نباشد جناب امیر نے حضرت عباس کو دلدار لڑنا بتایا ہے اگر کسی کو شک ہو تو وہ روضہ کلینی اور حیوۃ القلوب کو ملاحظہ کرے یہ مولانا و بالفصل اولانا مولوی علی بخش خاں صاحب اپنے ایک رسالے میں اس کی نقل کرتے ہیں اس سے ہم منتخب کر کے مشاقین کو سناتے ہیں وہ ہونا ملا باقر مجلسی نے حیوۃ القلوب میں لکھا ہے کہ ابو جعفر طوسی بہ سند معتبر روایت کر رہا کہ از امام صادق کہ فضیلہ مادر عباس کنیز مادر زبیر و ابو طالب و عبد اللہ انبائے عبد المطلب بود عبد المطلب با او مقاربت کر رہا کہ عباس از ان بنیم رسید زبیر با عبد المطلب دعویٰ کر رہا پر خاش برآمد کہ میں کنیز از ما و ما با میراث رسیدہ است توبہ رخصت او با مقاربت کر رہی دایا فرزند کی کہ ہم رسید یعنی عباس بندہ است پس عبد المطلب اکابر قریش را بہ شفاعت نزد کی فرستاد کہ تا نکھرہ صبر راضی شد کہ دست از عباس بردار و بشرطیکہ نامہ نوشتہ شود کہ عباس و فرزندانش در مجلسی کہ ما و فرزندان مانستہ باشند نہ نشینند و در سبج امری با ما شریک نشود و حصہ نہ برد پس بایں مضمون نامہ نوشتہ شد و اکابر قریش مہر کر دند و اس نامہ نزد اممہ علیہم السلام بود پس اس روایت سے صاف ثابت ہوا کہ حضرت عباس معاذ اللہ و معاذ اللہ کنیزک زادے اور اور توبہ توبہ دلدار لڑنا تھے اور ان کی کنیزک زادگی وغیرہ کی سند مہری دست خطی اممہ کے پاس موجود تھی شاید اسی سبب سے حضرت عباس نے حضرت علی کو ایسا ذلیل کیا کہ ان کی بیٹی ام کلثوم کا بہ جبر و اکراه نکاح عمر کے ساتھ کر دیا۔ اور حجب کہ بر روایت اہل تشیع حضرت

عبد المطلب نے معزیرا۔ ناد کے ساتھ بحوالہ امام جعفر صادقؑ فرمایا کہ کیا بت کہ عباس کی والدہ فضیلہ و اسل زبیر ابو طالب اور عبد اللہ فرزند ان عبد المطلب کی والدہ کی کنیز لڑائی تھیں، بینت عبد المطلب نے ہم بستری کی اور ان سے عباس پیدا ہوئے زبیر نے اپنے والد عبد المطلب سے بطور پر خاش کہا اور اس لوندی کو ہماری والدہ کے برابر میراث مل گئی اور آپ نے میری والدہ کی اجازت کے بغیر اس لوندی سے مقاربت کی اور اس کا جو بیٹا عباس ہے وہ ہمارا غلام ہے اس پر عبد المطلب نے معززین قریش کو بیچ میں ڈالا تا تا آنکہ زبیر اس امر پر راضی ہو گئے کہ وہ عباس سے دست بردار ہو جائینگے بشرطیکہ ایک اقرار نامہ لکھ دیا جائے کہ جس مجلس میں ہم زبیر اور ہمارے فرزند بیٹھے ہوں وہاں عباس اور ان کے فرزند نہ بیٹھیں گے اور ہمارے (زبیر کے) کسی کام میں شریک نہ ہوں گے اور کسی قوم کے حصہ کا مطالبہ نہیں کریں گے غرضیکہ اس مضمون کا ایک اقرار نامہ عباس نے تحریر کیا جس پر معززین قریش نے مہر کی اور یہ اقرار نامہ آئمہ کے پاس تھا۔

عباس کی نسبت ولدا لیزنا ہونا (وہا شاجنا بہ عن ذلک) ثابت ہوا تو لامحالہ ان کا دشمن اہل بیت ہونا بھی لازم ہوا اس لئے کہ ہزار ہا احادیث اور اقوال سے ثابت ہے کہ نہ دل لیزنا کا کوئی عمل مقبول ہے نہ وہ کبھی دوستی ساتھ اہل بیت کے رکھے گا کہ اس کو ہم بحار الانوار اور علل الشرائع اور احتجاج طبرسی اور تالیفات قاضی نور اللہ شوشتری سے آئینہ ثابت کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ لیکن یہ بات ایسی مشہور ہے کہ عوام و خواص مومنین اس سے واقف ہیں ان کے بچوں کی زبان پر یہی کلمہ جاری ہے کما قال قائلہم - شعر -

محبت شرہ مردان مجوز بے پردے کر دست غیر گرفتارست پاسی مادر

کوئی صاحب مومنین سے یہ شبہ نہ کریں کہ یہی ایک روایت حضرت عباس کی نسبت ہوگی بلکہ علاوہ اس کے بہت سی احادیث و اخبار ان کی شان میں موجود ہیں چنانچہ ملاحظہ فرمائیے حیوۃ القلوب میں بہ سند معتبر فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین فرمود کہ در حق عبد اللہ بن عباس و پدرش اس آیت نازل شد من کان فی ہذہ اعمی فہو فی الآخرة اعمی پس اب تو صاف باپ بیٹے و دونوں کا دنیا ر عاقبت میں اندھا ہونا ان کی کتابوں سے نکل آیا بلکہ خدا کی شہادت سے ان دونوں یعنی عباس اور ان کے بیٹے عبد اللہ کا اعمی اور بے بصیرت ہونا ثابت ہو گیا استغفر اللہ استغفر اللہ تشیع بھی عجیب مذہب ہے جس کے تیر ملامت سے کوئی نہیں بچا اصحاب کو تو کافر اور منافق پہلے ہی بنا چکے اہل بیت رہ گئے تھے وہ بھی لعن و طعن سے نہ بچے خدا یا تشیع دین و مذہب ہے یا اللہ اور زندگی ہے جس کے باقی نہ رسول کا خیال کرتے ہیں اہل بیت کا لحاظ رکھتے ہیں نہ اصحاب کو برا بھلا کہنے سے چھوڑتے ہیں نہ حضرت کے قریبوں کو لعن و ملامت سے محفوظ رکھتے ہیں پس جو سامنے آیا اسی کو برا بھلا کہنا شروع کیا، جس کا ذکر آیا اسی پر تبرا کرنے لگے کسی کو صراحتاً کافر بنا یا کسی کو اشارتاً منافق کہا، کسی کو یقیناً ناسق ٹھہرایا کسی کو دل لیزنا کسی کو اندھا فرمایا واہ کیا دین ہے اور کیا مذہب جس کے طعن و تشیع سے کوئی نہ بچا تو ایسے با حیا فرقے کی شکایت ہم صرف اصحاب کے برا کہنے پر کیا کریں - شعر -

منہ امام زین العابدین کا بیان ہے کہ یہ آیت من کان فی ہذہ اعمی فہو فی الآخرة اعمی (جو دنیا میں اندھا آخرت میں بھی اندھا ہوگا) عبد اللہ بن عباس اور ان کے والد کے حق میں نازل ہوئی ہے

گھائل ترے نظر کا نبوع دگر ہر ایک زخمی کچھ ایک بندہ درگاہ ہی نہیں
 اگر کوئی مؤمن حضرت عباس کے اور فضائل اور کمالات کو اس روایت کے معارضہ
 میں پیش کرے اور اس زخم پر مرہم رکھے تو اس کو چاہیے کہ اس خیال محال سے درگزرے
 اور بلا باقر مجلسی کے فیصلے کو جو حیوة القلوب میں انہوں نے کر دیا ہے دیکھ لے کہ وہ
 فرماتے ہیں (کہ بدانکہ در باب احوال عباس و مدح و ذم او احادیث، متعارض است و
 اکثر علماء بخوبی او میل نمودہ اند و آنچه از احادیث ظاہر میشود آں سنت کہ او در مرتبہ کمال،
 ایمان زبودہ است) پس ملاحظہ فرمائیں کہ سب جھگڑا قصہ ہی طے کر دیا اور حضرت عباس
 کے ناقص الایمان ہونے پر فتویٰ دے دیا شاید ان کے نقص ایمان کا سبب سب سے
 زیادہ یہی تصور کیا گیا ہو کہ انہوں نے ام کلثوم کا نکاح حضرت عمرؓ کے ساتھ کر دیا۔
 (چھٹی دلیل) اگرچہ حضرت شیعوں نے واسطے جواز نکاح کے اسلام ظاہری سے حضرت
 عمرؓ کے اقرار کیا اور ان کو متمسک بکمال شریعت قرار دیا لیکن (دلائل الصلح العطار ما افسدہ الدہر)
 جو رخصت حضرت عمرؓ کے ایمان میں ان کے بزرگوں نے ڈالا ہے وہ اب ان کے بند کرنے سے
 بند نہیں ہوتا اور بغیر ترک مذہب تشیع کے اور اقرار فضیلت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کے اس نکاح کا جواز موافق اصول مذہب شیعوں کے ثابت نہیں ہو سکتا اس لئے کہ حضرت
 عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ موافق عقائد شیعوں کے ایمان اور اسلام سے بے بہرہ تھے اور معاذ
 اللہ منافق اور مرتد تھے اور وہ دشمن اہل بیت کے اور ناصبیوں کے پیٹلے اور ناصبیوں
 کے ساتھ نکاح مومنہ کا جائز ہی نہیں ہے پس نکاح حضرت عمرؓ کا کہ جو کفر و نفاق اور عداوت
 اہل بیت میں سب سے بڑھ کر تھے ساتھ ام کلثوم کے جو عزت اور بزرگی اور سیادت میں
 تمام جہاں سے بہتر تھیں کیونکہ جائز ہونا چنانچہ ان دونوں امور کو ہم کتب شیعوں سے ثابت
 کرتے ہیں۔ امراؤں حضرت عمرؓ کا مؤمن نہ ہونا مردوم ناصبی کے ساتھ نکاح مومنہ کا جائز
 نہ ہونا (امراؤں) کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطابق اصول شیعوں کے مؤمن نہ تھے،
 کافر اور منافق اور دشمن اہل بیت کے تھے ایسا صاف کھلا ہوا ہے کہ حاجت سزا اور دلیل
 شاہد کی نہیں ہے۔ لیکن عبرتنا للناظرین اور دوا یک رواستین ان کے یہاں کی بیان کرتے ہیں
 کہ عباس کے حالات کے متعلق تعریف و مذمت دونوں طرح کی احادیث ہیں اکثر علمائے بخوبی اس جانب توجہ نہیں کی۔

اور احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عباس مکمل طور پر صاحب ایمان نہ تھے۔

روایت اول: زوال العاد میں ملا باقر مجلسی حدیث بن ایمان سے نقل کرتے ہیں کہ جب میں نے فضائل روز قتل عمر کے حضرت پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء کی زبان سے سنے تب سے میں ان کے کفر پر یقین رکھتا تھا چنانچہ عبارت اس کتاب کی بلفظ یہ ہے (حدیث گفتم پس بر خاتم و بر خاست حضرت رسول خدا و بنجابہ ام سلمہ رفت و من برگشتم و صاحب یقین بودم و کفر عمر تا آنکہ بعد از وفات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیدم کہ او چہ گفتہا بزرگت و کفر اصلی خود را اظہار کرد و از دین برگشت و دامن بے حیائی و وقاحت برائے غضب امامت و خلافت برزد و قرآن را تخریب کرد و آتش در خانہ وحی در رسالت زد و بدعتہا در دین خدا پیدا کرد و ملت پیغمبر را تغیر داد و سنت آنحضرت را بدل کرد و نصاریٰ و مجوس را از خود راضی کرد و نور دیدہ مصطفیٰ زنا بخشتم اور دو تہ بیکشتن امیر المؤمنین کرد و جو روستم در میانہ مردم علانیہ کرد و ہر چہ خدا حلال کردہ بود حرام کرد و ہر چہ حرام کردہ بود حلال کرد۔

غرضیکہ اس روایت سے صاف کفر حضرت عمرؓ کا اور نفوذ باللہ میں ذالک ثابت ہوا اور ان کا کفر اصلی کا ظاہر کرنا اور مرتد ہو جانا اور قرآن کا تحریف کرنا اور انصاریٰ اور مجوس کو راضی کرنا ثابت ہوا تو اب وہ دعویٰ جو بعض مجتہدین نے کیا تھا کہ وہ اسلام کے دائرے سے خارج نہیں ہوئے باطل ہوا۔

روایت دوم: ملا باقر مجلسی رسالہ رجعیۃ میں لکھتے ہیں کہ امام مہدی علیہ السلام نے ایک سائل کے جواب میں فرمایا کہ ابو بکر و عمر بظاہر کلمہ گو تھے اور بطبع دنیا اسلام کے منظر ہوئے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء نے ان کو کوئی حکومت نہ دی تب پیغمبر صاحب کے قتل و ہلاک پر امداد نہ ہوئے وہ ہونہ جبارتہ بلفظ را ایشاں ،

عذریہ کا بیان ہے کہ میں اور کل اللہ اٹھے رسول اللہ تو ام سلمہ کے گھر میں چلے گئے اور میں واپس ہو گیا۔ مجھے عمر کے کافر ہونے کا یقین تھا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ کی وفات کے بعد میں نے دیکھا کہ مرنے کیسے کیسے نئے اٹھائے۔ اپنے اصلی کفر کو ظاہر کیا اسلام سے برگشتہ ہوا۔ امامت و خلافت کے غضب کرنے کے لئے بے حیائی کا دامن چسپا کر قرآن میں توہین کی فاطمہ کے گھر کو آگ لگانا۔ اللہ کے دین میں بدعتیں پیدا کیں۔ رسول اللہ کے لڑنے حکومت کو مستقر کیا ان کی سنتوں کو بدلا۔ یہاں امداد آتش پرستوں کو اپنا ہم تو بنایا حضرت فاطمہ کو مغبینا کہ کیا امیر المؤمنین علی کو مار ڈالنے کی تدبیر کی عوام پر ہونہ جو روستم گئے۔ اللہ کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دیا۔

یہودیوں کے کہنے سے بظاہر کہہ ڈیا تاکہ رسول اللہ ان کی حکومت و ولایت دے دیں اور یہ دونوں مطلق طور پر کافر تھے۔

(یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ) از ردی گفتم یہود بہ ظاہر کلمتیں گفتند از برای اس میں کہ شاید ولایتی حکومت حضرت با ایشان بدہد و در باطن کا فر بودند چون در آخر ایوس شدند با منافقان بر بالای عقبہ رفتند و دہنہای خود را بستند کہ کسی ایشان را نشاسد و بہا انداختند کہ شتران حضرت اہل دہند حضرت را ہلاک کنند پس خدا بر اہل فرشتہ پیغمبر خود را از شتر ایشان حفظ کرد پس اس قول سے شیعوں کے امام مہدی کے ثابت ہوا کہ شیخین پیغمبر کے ساتھ ہی بسید مایوسی کے درپے قتل رسول ہو گئے تھے اور حضرت کے ہلاک کرنے کی تدبیر کر چکے تھے تو جو شخص پیغمبر خدا کے قتل پر مستعد ہوئے اس سے زیادہ کفر اور کس کا ہو گا اور جب یہ جرم حضرات شیخین پر امام مہدی فریضی کی زبان سے ثابت ہو گیا تو امام کے قول کو کون رد کر سکے گا۔ (روایت سوم) ملاحظہ فرمائیے مجاہد الانوار میں ایک حدیث کافی کی نقل کی ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو نص جلی امامت مر قسوی کا منکر ہے وہ کافر ہے اور واجب القتل ہے چنانچہ ہم اس حدیث کو استقصا الافحام سے نقل کرتے ہیں بیان قولہ علیہ السلام من ان یرتد داعن الاسلام اے عن ظاہرہ والتکلم بالشہادین فالبقاء ہم علی ظاہر الاسلام کان صلا حلالا متہ لیکون ہم لا اولاد ہم طریق الی تبرک الحق دل الذہن فی الایمان ذکعد الزمان دہلا لانیافی ماسرد سیئالی ان الناس ارتدوا الا لمتہ لان المراد فیہا ارتداد ہم عن الدین واقعاد ہذا محمول علی بقاء ہم علی صورتہ الاسلام و ظاہرہ وان کاتوان اکثر الاحکام الواقیبۃ فی حکم الکفار وخص ہذا بمن الم یسبح النص علی امیر المؤمنین علیہ السلام ولم یغضہ ولم یعاوہ فان من فعل شیئا من ذلک فقد انکر قولہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و کفر ظاہرا و بطنی و لم یبق لہ شیء من احکام الاسلام و در جب قتلہ انتہی بلفظ یعنی یہ فرمایا ہے حضرت امام ابو جعفر علیہ السلام نے کہ جناب امیر علیہ السلام نے دعویٰ امامت کا اس خوف سے نہ کیا کہ ایسا نہ ہو کہ اصحاب اس کو نہ قبول کریں اور اسلام چھوڑ دیں اور مرتد ہو جائیں اور مرتد ہو جانے سے عرض یہ ہے کہ ظاہر اسلام چھوڑ دیں اور کلمہ شہادت سے منکر ہو جائیں اس لئے ان کا اسلام ظاہری پر

(بجانبیہ سے) جب مایوس ہو گئے تو منافقوں کے ساتھ عقبہ کے بلایا محاصرہ میں اس طرح پہنچے کہ دھانا بانہ دھ لکھا تھا تاکہ کوئی انہیں شناخت نہ کر سکے اور یہاں پہنچ کر رسیاں دہیزہ راستہ میں ڈال دیں تاکہ آپ کے اذیتوں کو تابوئی کر لیں اور اس طرح رسول اللہ کو ہلاک کر دیں اس نوبت پر اللہ نے حیرتیں کے ذریعہ آپ کو اطلاع دی

اور آپ کو ان کی نیند رسانی سے بچایا

باقی رکھنا امت کے حق میں بہتر تھا تا کہ شاید وہ یا ان کی اولاد میں سے کوئی حق کو قبول کر کے اور کسی آئندہ زمانے میں مومن ہو جاوے اور یہ مخالف اس روایت کے نہیں ہے کہ سب اصحاب مرتد ہو گئے تھے مگر میں اس لئے کہ مراد اس ارتداد سے ارتداد واقعی ہے اور ارتداد جس کا ذکر امام نے کیا نہ پھرنا ان کا ظاہری اسلام کی نظر سے ہے اگرچہ وہ اکثر احکام واقعی میں حکم کفار میں داخل سمجھے لیکن یہ اسلام ظاہری بھی صرف انہیں لوگوں کی نسبت ہے جنہوں نے نص امامت امیر المؤمنین علیہ السلام کو نہیں سنا اور ان سے دشمنی اور عداوت نہیں رکھی اور جس نے نص امامت سن کر اس سے انکار کیا یا عداوت رکھی تو اس نے پیغمبر خدا صلوات اللہ علیہ کے قول سے انکار کیا اور ظاہر میں بھی کافر ہو گیا اور کوئی حکم اسلام کا اس کے لئے باقی نہیں رہا اور اس کا قتل کرنا واجب ہو گیا تھا اور صاحب استقصاء الافحاش اس حدیث کے لکھنے کے بعد خود یہ فرماتے ہیں کہ اگر غرض سے از نقل ابن عساکر محض اثبات اس معنی سے کہ صاحب بجا رثلثہ و اسماح ایشاں را کافر و مرتد می دانند پس البتہ اس معنی بسر چشم مقبولست اصلا جاری استنکاف و انکار نیست پس باقرار صاحب بجا رثلثہ و اسماح ایشاں صاحب استقصاء کے کافر ہونا خلفا ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ثابت ہوا اور ان کا اسلام ظاہری بھی ان کے قول سے جاتا رہا تو اب درمیان ایمان و کفر کے کوئی واسطہ تیسرا جس کو اسلام کے نام سے تعبیر کرتے ہیں باقی نہ رہا اور جب کافر ہونا ان کا نعوذ باللہ ثابت ہوا تو نکاح ام کلثوم کا کافر کے ساتھ لازم آیا تو اب کہاں رہا قول سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کا جو انہوں نے شافی اور تفسیر الانبیاء میں فرمایا ہے حضرت عمرؓ نے اسلام اور تمسک بتمام شریعت تھے اس واسطے ان کے ساتھ نکاح کر دینے میں کچھ خلل دینی نہ تھا اور باطل ہو گیا قول صاحب نزہۃ اشنا عشریہ کا جو انہوں نے جواب میں تحفہ کے فرمایا ہے کہ کسی امامیہ کا قول نہیں ہے کہ حضرات علیہم السلام نے اپنی بیٹی کافر کو دی ہو بلکہ بدعتی اور مظہر اسلام اور منافق کو دی ہے اور ممنوع اور حرام نکاح کرنا ساتھ مشرک کے ہے نہ کہ بدعتی اور منافق کے اس لئے کہ ان کے امام فرضی کی زبان سے موافق روایت بخانا لانوار کے صاف کفر خلفا ثلثہ کا اور واجب القتل ہونا ان کا ثابت ہوتا ہے عجب حال

من یہاں اس جہان کی نقل صرف اس امر کے ثبوت کے لئے ہے کہ مولانا جلال اللہ نے اصحاب ثلاثہ اور ان کے متبعین کو کافر

و مرتد قرار دیا ہے اور یہ معنی ہمارے دیکھوں پر اس کے قبول کرنے میں کسی قسم کا تنگ و عار اور انکار نہیں ہے۔

ہے علامت شیعہ کا کہ جب جیسا موقع ہوتا ہے ویسا ہی کہنے لگتے ہیں جیسی ضرورت ہوتی ہے ویسی ہی حدیثیں بنا لیتے ہیں کبھی تو حضرت عمر کو کافر اور منکر اسلام اور واجب القتل کہتے ہیں کبھی ان کو مظہر الاسلام اور متمسک سائرا شریعت فرماتے ہیں جو کہ امر اول یعنی کفر حضرت عمر کا دعوہ باللہ منہ موافق روایات صحاح اہل تشیع کے ثابت ہو گیا اب ہم کو اس امر کی ضرورت باقی نہیں رہی کہ ہم اس مسئلے کو ثابت کریں کہ نکاح مومنہ کا ساتھ ناصبی کے گورہ مظہر اسلام ہو جائز نہیں ہے لیکن تاکہ وہ لوگ جو ان روایات کو غلط سمجھیں اور کفر ظاہری کے قائل نہ ہوں اور اسلام کا حکم حضرت عمر پر جاری رکھیں موافق اپنے اصول کے اس نکاح کو جائز نہ سمجھیں ہم اس مسئلہ کو بھی بیان کرتے ہیں۔ امر دوم یعنی نہ جائز ہونا نکاح مومنہ کا ساتھ ناصبی کے رد میں الکلبینی عن الفصیل بن سيار قال سألت ابا عبد اللہ عن نکاح الناصب فقال لا والله ما یحل قال فیصل ثم سألتہ مرة اخرى فقالت جعلت فداک ما تقول فی نکاحہم قال والمرأة العارفة قال العارفة لا توضع الا عند عارف، کلبینی میں روایت ہے کہ فضیل کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ناصبی کا نکاح جائز ہے تو حضرت نے فرمایا کہ ہذا کی قسم ہرگز حلال نہیں ہے پھر دوسری مرتبہ میں نے پوچھا تو امام نے فرمایا کہ عورت عارفہ ہے یعنی مومنہ ہے میں نے کہا ہاں تب امام نے فرمایا کہ عارفہ نہیں رہی مگر پاس عارف کے یعنی مومنہ کا مومن کے نکاح میں ہونا چاہیے پس اس روایت سے صاف ثابت ہو گیا کہ حضرت امام کے ارشاد کے مطابق نکاح عارفہ کا نہیں جائز ہے مگر ساتھ عارف کے پس یا حضرت عمر کو مومن اور عارف کہیں یا حضرت ام کلثوم کو ایمان اور معرفت کے دائرے سے خارج کریں دعوہ باللہ منہ غرض کہ اب موافق قول امام کے سوائے ان دو حالتوں کے تیسری حالت فتنہ باقی نہیں رہی حقیقت یہ ہے کہ اس قول سے امام کے حضرت عمر کا عارف اور کامل الایمان ہونا ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ اگر وہ ایسے نہ ہوتے تو ام کلثوم کا نکاح حضرت امیر ان کے ساتھ کسی حالت میں ہو کہ اس کو حضرات شیعہ جبر و اکراہ سے تعبیر کریں نہ ہونے دیتے کیا جناب امیر اس آیت کے مضمون سے واقف نہ تھے الْحَيِّثَاتُ بِالْحَيِّثِينَ وَالْحَيِّثُونَ بِالْحَيِّثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ بِالطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ بِالطَّيِّبَاتِ اور کیا حضرت علی اس حدیث سے جو امام جعفر صادق نے فرمائی منکر تھے کہ (العارفة لا توضع الا عند عارف) پس باوجود ہونے ایسی

آیت اور قول امام کے کیونکر حضرت علی کے خلاف کرتے جب کہ ہم اس امر کو ثابت کر چکے کہ یہ نکاح بجز واکراہ نہیں ہوا تو ہم کو ضرورت اس قول ناپاک سے بچٹ کرنے کی نہیں رہی جس کو علماء شیعہ نے امام کی طرف منسوب کیا ہے کہ امام نے فرمایا کہ (ہو اول فرج غصبت منا) یہ پہلی شرمگاہ ہے جو غصبت کی گئی لیکن عبرتاً لسا معین اس کو بھی بغیر بحث کے چھوڑنا مناسب نہیں سمجھتے پوشیدہ نہ رہے کہ محدثین شیعہ روایت کرتے ہیں کہ امام صادق علیہ السلام سے کسی نے اس نے اس نکاح کی نسبت سوال کیا تو امام نے فرمایا کہ (ہو اول فرج غصبت منا) صاحب تحفہ قدس سرہ اس بحث میں لکھتے ہیں ہیں (سبحان اللہ چہ کلمہ ایست کہ از زبان ایشان بر می آید نزدیک ست کہ آسمان فرواقد زمین بشکافند اول در حق آن سیدہ پاک بضعہ الرسول فلذہ کبد البتول چہ فحش و سوء ادب ست و کلام خصالت نجسہ را بدامن پاک آن طاہرہ مطہرہ می بندند و گیر در حق حضرت امیر و حضرت حسنین چہ قدر بے حفاظتے و بے ناموسی ثابت می کنند و در حق حضرت صادق کہ ایں کلمہ بر آنجناب تہمت می نمایند چہ قدر بی حیثیتی و بی غیرتے اعتقاد دارند ایں لفظ را اول بندگان بر زبان نمی آوند علی الخصوص ذکر ایں عضو مستور الاسم و المسمن انا قارب بلکہ بندگان خود امر ایست کہ از اول واد باش نیز احتیاز واجب می دانند اس کا جواب علامہ کشمیری نے نزہہ میں چند طرح پر دیا ہے۔ کما قال (مرود دست بچند وجہ اول آن کہ بر تقدیر تسلیم صحت روایت و محفوظ بودن آن انچہ افادہ فرمودہ تسویل و تحویل بیش نیست) اس عبارت سے علامہ کشمیری کی معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کی صحت ان کے نزدیک مسلم نہیں ہے حالانکہ بر تقدیر تسلیم صحت کہنا عوام کو دھوکا دینا ہے اس لئے کہ یہ صحابہ اسی بات زبان سے نکالتے ہیں۔ قریب ہے کہ آسمان گر پڑے اور زمین بھٹ جائے۔ اس میں پہلی بات تو یہ کہ حضرت فاطمہ کی جگہ گوشت امام کلنوم کے بارے میں فحش دے ادب ہے اور دشمنی اس پاکیزہ سے کتنی بری خصلت شرب کرتے ہیں اور دوسری بات یہ کہ جناب امیر و حسنین کی بے غیرتی و عدم حفاظت ثابت کرتے ہیں اور حضرت سادہ کے حق میں یہ بات ہے کہ امام نے فرمایا کہ (ہو اول فرج غصبت منا) اس قسم کی گفتگو گوشت کے بزرگ اپنی زبان پر نہ لاتے خاص کہ شرمگاہ کا لفظ انہوں نے کہا ہی نہیں۔ اور پھر یہ کہ ان کا رسول را کہا اور باش اور کمینوں سے خود طیبہ امنا واجب و انور سے سمجھتے تھے یہ چند وجہ سے مرود و تا اہل نزل ہے اول یہ کہ بنا بر تقدیر تسلیم و قبول صحت روایت اور پھر ایں کا ان طرح منظور ہونا کہ ان روایت پر منشا شیعہ لانی فریب اور سکاری ہے۔

حدیث پندرہ سے معافی اصول شیعہ کے ثابت ہے اول یہ حدیث کافی کلینی میں جس کو
 حضرات شیعہ اصحاب کتب کہتے ہیں انہیں الفاظ سے امام صادق سے مروی ہے۔ دوسرے،
 قاضی نور اللہ شرنوبی نے مصائب النواصب میں اس حدیث کو چند جگہ نقل کیا ہے چنانچہ
 جہاں بحث فاروقی دام کلثوم کی لکھی ہے اس کی بحث نجم میں چند جگہ اس کا ذکر کیا ہے۔
 اور کسی جگہ اس سے انکار نہیں کیا۔ چنانچہ ترجمہ فارسی اس کا ماہوہ نقول فی الزلزال العین یہ
 ہے (واما ما سنا براسلہ آن کہ قول امام صادق علیہ السلام کہ میں اول فرجی ست کہ غضب
 کردہ شدہ ازما ستلزم وقوع زمانیت) اور پھر اسی بحث میں قول صاحب استغاثہ کو نقل
 کر کے اس طرح فرماتے ہیں وترجمہ فی الفارسیہ بکذا خبر رواہ اندمارا جماعتی از مشایخ ثقات
 الانا یشاہ جعفر بن محمد بن مالک کوفی ست از احمد بن فضل از محمد بن ابی عمیر از عبد اللہ بن سنان
 گفت سوال کردم جعفر بن محمد صادق را علیہ السلام از تو ریچ عمر از ام کلثوم پس گفت این اول
 فرجی است کہ غضب کردہ شدہ از ما ہا اور بعد اس کے پھر قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ (مشاکل
 روایتی ست کہ از صادق علیہ السلام کردہ اند کہ گفتہ کہ میں اول فرجی ست کہ از غضب
 کردہ اند) اور پھر جہاں جناب امیر عالیہ السلام کے صبر اور تحمل پر دست رسول کا ذکر کیا ہے
 وہاں قاضی صاحب موصوف فرماتے ہیں وترجمہ فی الفارسیہ بکذا (جوں عمر خوارستگار می ام
 کلثوم نمود علی متشکر شد و گفت اگر مانع شوم از فساد کامل من خواهد کرد و اگر قصد قتل من کند و ممانعت
 کنم او را از نفس خود بیرون ردم از اطاعت رسول خدا صلوات اللہ علیہ و آلہ وسلم پس تسلیم اجتناب
 درین حال اصالح بود از قتل او و بیرون رفتن از وصیت رسول خدا پس تفویض نمود امر او را
 صلوات اللہ علیہ) کہ امام صادق کا یہ کہنا کہ پہلی شرمگاہ ہے جو ہم سے زبردستی لی گئی ہے یہ واقعہ ہمارے ہاتھوں کو ظاہر
 کرتا ہے نہ مہر زنگوں کی ایک جماعت نے ہمیں بتایا ہے کہ جوڑیہ لگا کوفی نے احمد بن حنبل کے ذریعہ محمد بن ابی عمیر کے
 واسطے سے عبد اللہ بن سنان کی نبالی بیان کیا کہ ام کلثوم کے ہاتھ سے منہ جہازین محمد صادق سے منگور یا نہ
 کیا تو انہوں نے کہا کہ پہلی شرمگاہ ہے جو ہم سے زبردستی چھین گئی۔ یہ مشاکل روایت صادق سے ہے کہ آپ نے فرمایا کہ
 پہلی شرمگاہ ہے جو ہم سے زبردستی چھین گئی۔ جبکہ ام کلثوم کو مانگا تو علی متشکر ہوئے اور کہا کہ اگر منہ کر دوں تو مجھے قتل کر دیا
 اور اگر میں نے قتل کر دوں تو اپنے منہس کی خاطر رسول اللہ کی اطاعت سے خارج ہوتا ہوں اس حالت میں تسلیم غم کے اس کام کو
 اللہ کے ہوا سے کر دیا اور معلوم ہے کہ شرمگاہوں کا مال غضب کی حق کے بانے سے نکال کر یہاں رسول اللہ کی بگڑیہ شاہد سلام الہی تبارک
 کیا اور یہ تمام امر اللہ نزدیک ایک شرمگاہ غضب کرنے کی بہ نسبت زیادہ قبیح ہیں اس لئے علی نے صبر کیا۔

نجداد و ائمتہ بود کہ آنچه عمر غضب کرد از اموال مسلمانان وارثانکا بہ کرہ از انکار حق اود حقود
 بمجاسی رسول خدا و تغیر احکام آلہی و تبدیل فرائض خدا چنانچہ گزشتہ اعظم سنت نزد حق
 تعالیٰ و اقطع و اشنع سنت از اغتصاب این فرج پس تسلیم کرد و صبر نمود اور علاوہ اس کے
 اور طرق متکثرہ سے ثبوت ان الفاظ کا ہوتا ہے پس علامہ کشمیری کا بر تقدیر تسلیم صحت کہنا
 صرف دھوکہ دینا ہے جو کہ شعار قدیم علماء متقدمین شیعہ کا ہے اگر یہ الفاظ امام نے نہیں فرمائے
 اور ان کی کتابوں میں مذکور نہ تھے تو چاہئے تھا کہ صاف انکار کرتے اور اگر مذکور تھے تو اس
 کا اقرار کرتے بر تقدیر تسلیم صحت کہنا کیا معنی۔ غرض اس حدیث کی صحت میں کچھ شک و
 شبہ نہ رہا اب ہم توجیہ اور تاویل علماء شیعہ کی جو اس لفظ کی نسبت ہے بیان کرتے ہیں علامہ
 کشمیری نے یہ نہیں لکھتے ہیں کہ (مراد ازین کلام آنست کہ این نکاح اول نکاحیست کہ از خاندان
 عالیہ بغیر طیب خاطر اولیا بطریق اجبار و اکراہ بنا پر مصلحت وقت واقع شدہ و سبب
 وقوع آن باجبار و اکراہ تعبیر ازال بغض فرمودہ اند و درین معنی ہیچ گونہ شناعی نیست
 ومع وضوح المرام لا عبرة بالالفاظ عقد نکاحی کہ بغیر طیب خاطر باشد اصلاً مستلزم زنا
 بہست خلاصاً اس توجیہ کا یہ ہے کہ غضب بمعنی عدم رضا کے ہے اور مطلب (اول فرج
 غضب منا) جو امام نے فرمایا ہے یہ ہے کہ یہ پہلا نکاح ہے کہ خاندان اہلبیت اطہار
 سے بلا رضا مندی ولی کے بجز و اکراہ ہوا اور لفظ غضب مستلزم زنا نہیں ہے لیکن یہ
 توجیہ بجائے خود نہیں ہے اس لئے کہ اگر یہ معنی حضرت امام کے دل میں تھے تو چاہئے تھا
 کہ انہیں لفظوں میں ادا فرماتے نہ کہ ایسا لفظ کہ یہ (دعا شاہناہ عن ذالک) زبان پر
 لاتے پس لفظ غضب کا لڑانا اور عدم رضا مراد لینا بلا وجہ الفاظ کو ان کے حقیقی معنی
 سے پھیرنا ہے۔ علاوہ بریں جو نکاح صحیح نہ ہو وہ مستلزم زنا ہے اور از روئے کتب معتبرہ
 امامیہ کے مثل غنیہ اور تبصرہ اور کنز العرفان اور غایب الرام وغیرہ کے ثابت ہے کہ نکاح
 مومنہ کا ساتھ ناسب کے درست نہیں ہے پس جب ایک مومنہ کا نکاح ایک عام ناسب
 کے ساتھ درست ہو تو کیونکر نکاح قدوہ مومنات بنت بعضہ سرور موجودات کا ایک

۱۔ اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ خاندان عالیہ میں یہ دو پہلا نکاح ہے جو اولیا کی خوشی کے بغیر کے سبب صرف
 وقت مصلحت کے پیش نظر واقع ہوا اور اس پر وہ کلمہ غضب کے الفاظ دیئے گئے ہیں اور یہ من مراد لینے میں کون تباہ
 نہیں ہے۔ تاہذا یہ کہ بعد الفاظ کا لیکن بیکار ہے اور منقصہ کلام واضح ہے کہ رضا مندی و خوشی کے بغیر نکاح نہ ہوا
 کی جا سکتا۔

کار یا منافق کے ساتھ درست نہ ہوگا۔ یہ فرمانا علامہ کشمیری کا کہ (دریں معنی ہیج گونہ شناہتی نیست) انہیں کوزیبا ہے بلاشک نزدیک عبداللہ بن سبا یہودی کے مقلدین کے جو کہ لباس محبت اہل بیت میں چاہتے ہیں کہ اصول و فروع شریعت مصطفوی کو برہم کریں اور بیخ اسلام و دین محمدی کو اکھیر دین اور خوارج اور نواسب سے بھی گونے سبقت لیجادیں اور زخارف و نیوی پیراٹھ مدائنتہ اور قربت میں تحصیل کریں بے شک یہ امر کب بعید معلوم ہوگا کہ رسول کی نواسی فاطمہ زہرہ کی بیٹی حسن مجتبیٰ کی بہن ایک رئیس مرتدین اور مرگورہ منافقین کے گھر میں غصب سے جاوے اور وہ غاصب جو چاہے سو کرے اور پھر بھی نہ شیر خدا نہ حسن مجتبیٰ نہ شہید کربلا کچھ چوں و چہرا کریں اور ایسے واقعہ ہوش ربا کا تماشا دیکھتے رہیں ورنہ ہم سے ناقص ایمان والوں کے تو ایسے سانحے کے سلفے سے ہوش چڑاں ہوتے ہیں اور ہمارے ضعیف دل زبان حال سے الاماں الاماں پکارتے ہیں ہم، حضرات شیعہ کیسی محبت کہاں سے لاویں کہ خود ہی لانا کی زبان سے (اول فرج غصبت منا) کی روایت کریں اور پھر خود ہی اسکی نسبت ہیج گونہ شناہتی نیست کا کلمہ زبان پر لادیں اور ایسے الفاظ ناملائم اور نامناسب کو سن سن کر شاد دیا نے خوشی اور فرحت کے بجادیں اور اپنے دین و ایمان کے دعویٰ میں ثابت قدم رہیں اور ہرگز اس کو خلاف شان ائمہ کے نہ سمجھیں اور اس سے ان کی فضیلت و عزت میں کچھ خلل کا خیال بھی نہ کریں فقط بعد اس کے علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ (ہر گاہ جابر سے شخصے را در طلاق دادن زوجه اش اجبار نماید در عرف می گویند غصبت زوجه باوصف آن اگر جابر عقد نکاح بآن زن بکنند نزد امام اعظم ابوحنیفہ کوئی زنا متحقق نمی شود و آن جابر زانی نیست) معلوم نہیں کہ علامہ کشمیری نے بایں علم و عقل اس جملے کے لکھنے سے جواب عبارت تحفہ کا کیا تصور فرمایا ہے اس لئے کہ الزام شاہ صاحب قدس سرہ کا مطابق اصول شیعہ کے ہے نہ موافق اصول حنفیہ کے پس ان کو اپنے اصول پر جواب دینا چاہیے امام ابوحنیفہ کے اصول پر نظر کرنے سے کیا حاصل اگر وہ فقہی مسائل میں ابوحنیفہ کے قول پر چلنا چاہتے ہیں اور سوائس کے دوسرا چارہ اس بلائے جانکاہ سے نکلنے کا نہیں دیکھتے تو دل ماشاذا چشمہ ماروٹن و فروع حنفیہ کا اختیار کریں اور اس پر عمل فرمادیں لیکن صرف فروع کو لینا اور اصول

نہ جب کوئی نہ کہ کسی شخص کو یہود کرنے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے وہ ان سے متعلق پر کہتے ہیں کہ اس کی بیوی غصب

نہ لگتی ... وہ ہنسا اس عورت سے نکاح کرنے کو امام اعظم ابوحنیفہ کو فرما کے نزدیک بہ زنا ہیں اور بیخلف زانی نہیں ہوتا۔

وعقائد کو چھوڑنا کارآمد نہیں ہے پس ایک کلمہ کہہ کر حقیقہ کے شریک ہو جاویں اور نصیحت فاروقی کا
 آثار کرنے لگیں پس نہ کیچھ جھگڑا رہے نہ قفسہ نکاح کے ہونے کو بھی تسلیم کر لیں اس کے نسبت
 الطبیات لطیبین پڑھنے لگیں ورنہ جب کہ موافق مذہب امامیہ کے نکاح مومنہ کا ساتھ تو اصعب
 کے جائز نہیں ہے تو بیچارے ابو حنیفہ کے قول سے ان کو کیا فائدہ ہوگا بلکہ اگر کوئی روایات
 حضرت شیعہ کو دیکھے تو اس کو شاعت اس فعل صحیح کی جس کو (مواؤد فرج غصبت منا) سے
 تعبیر کیا ہے معلوم ہووے کہ شیخ صدوق نے معانی الاخبار وغیرہ میں معاذ اللہ معاذ اللہ توبہ
 توبہ نقل کفر کفر نباشد حضرت عمر کو دل الزنا قرار دیا ہے اور اس کی سند امام تک پہنچائی ہے کما
 قال فی معانی الاخبار (حدثنا علی بن احمد بن موسیٰ رضی اللہ عنہ قال حدثنا محمد بن ابی عبد اللہ
 الکوفی عن موسیٰ بن عمران النخعی عن عبد الحمید بن یزید النوفلی عن علی بن ابی حمزہ عن ابی
 بصیر قال سالت سمارو عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ان دل الزنا شر الثلثہ قال علیہ السلام
 عنی بہ الا وسطہ نہ شر من تقدمہ ومن تلاحہ یعنی ابی بصیر روایت کرتا ہے کہ میں نے امام علیہ
 السلام سے پوچھا کہ یا حضرت اس حدیث پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کیا معنی ہیں کہ دل الزنا
 شر الثلثہ کہ دل الزنا تینوں میں سے بدتر ہے امام نے فرمایا کہ مراد اس سے عمر ہے کہ وہ اپنے
 پہلے یعنی ابو بکر سے اور اپنے پچھلے یعنی عثمان سے بھی بدتر ہے اور تینوں سے زیادہ برا ہے
 پس جب ایسے ناپاک مذہب کے معتقدین ائمہ کی طرف ایسی تہمت کریں اور ان کی زبان سے
 حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اولاد زنا سے ہونا بیان کریں ونعوذ باللہ منہ تو اگر بنت فاطمہ
 کا ایسے شخص کے ساتھ نکاح ہونے کو امام کی زبان سے بالفاظ (اول فرج غصبت منا)
 کے لفظوں سے ادا کر کے مصداق سواد الوجہ فی الدارین نہ ہوں تو کیا کریں۔ لیکن ہم اس امر کو بھی
 تسلیم کریں کہ موافق اصول شیعہ کے لفظ کفر کا اطلاق حضرت عمر پر نہیں ہوتا اور ان کا مظہر
 اسلام اور متمسک بہ تمام شریعت ہونا ثابت ہوتا ہے اور اس بات کو بھی فرض کر لیں کہ ان
 کے مذہب میں نکاح کر دینا ساتھ ناصبی کے مومنہ اور عارفہ کا بھی جائز ہے لیکن حضرات
 شیعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نفاق و بدعت سے کیونکر انکار کریں گے اور ان کے
 مومن اور مخلص اور تابع سنت ہونے کو کیونکر قبول کریں گے اگر وہ یہ قبول کر لیں کہ حضرت
 عمر منافق تھے نہ بدعتی بلکہ سچے مومن اور پکے تابع سنت تھے فنعم الوفاق اگر اس کو نہ مانیں
 تو سب توجیہات جو معاملہ نکاح ام کلثوم میں کی ہیں عبث اور فضول اور بیکار ہوئی جاتی

ہیں اس لئے کہ جو شاعت نکاح میں ساتھ کافر کے ہے اس سے بڑھ کر قباحت نکاح میں ساتھ منافق کے ہے چنانچہ خود صاحب فرہہ اثنا عشریہ نے اس کا اقرار کیا ہے اس مضمون کو ان لفظوں سے ادا فرمایا ہے (قال الفاضل الناصب چہارم آنکہ گویند کہ حضرات بنات و اخوات خود بہ کفرۃ فجرہ بزنی میدادند مثل حضرت سکینہ کہ در نکاح مصعب بن زبیر بود علی ہذا القیاس دیگر قریبان خود را در عقد کفرہ و نواصب در آوردند چنانچہ در کتاب الکیات بہ تفصیل شرح است اقول وہ نستعین اگر مراد از کافر و قول را گویند حضرت بنات و اخوات خود را بہ کفرۃ فجرہ می دادند مشرک ست اس قول کذب محض ست چہ ہچک از امامیہ قابل باہر تو نیست و اگر مراد از ان متبدع ست بد بدعتی کہ منجر بہ کفر صاحبزادہ شود کہ اول کافر تناول گویند یا منافق کہ مظہر اسلام و تمسک بہ سائر شریعت باشد مسلم و محمدی ندارد بہ فحواہی و لا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا الایۃ ممنوع و محرم الکاح با مشرک ست و بہ حرمت مطلق الکاح بتبدع کزائے و تزویج با منافق و لیلی قائم نیست قیاس یکی بردگیری مع الفارق چہ منافق اگر چہ پرورش در حقیقت عظیم تر ست و فسادش در شریعت شدید تر وہ فحواہی ان المناہقین فی الحدک الاسفل در عقبی یعقوبت الیم کہ قمار ست لیکن حکمت الیہ داعی و مقتضی آن شد کہ احکام مشرکین و منافقین در دار دنیا از ہم ممتاز باشد و از اینجا ست کہ مشرکین را بہ فحواہی فاقملوا المشرکین حیث و جہد تموم معاقب و ما خود ذکر و ائیدہ

سے فاضل نامتب نے کہا ہے کہ اگر نہ اپنی بیٹیاں اور بنیں کافروں اور ناسقوں کو دیں جیسے حضرت سکینہ کی شادی صحابہ بن زبیر سے کی وغیرہ وغیرہ اور اپنے دوسرے رشتہ داروں کا کافروں اور بنیوں سے عقد کیا جس کی تفصیل کتاب الکیات میں ہے اس کا جواب میں یہ دیتا ہوں کہ اگر کافر سے مراد دو قول آدمی تو اسے اپنے بیٹیاں اور بنیں کافروں و ناسقوں کو دیں اور ایسے اولیے لوگوں کا مشرک ہونا بالکل غلط ہے کیونکہ کوئی شیعہ امام اس کا قائل نہیں اور اگر کافر سے ایسا بدعتی مراد یا جو بدعتوں کی وجہ کافر ہوا ہو تو ایسے شخص کو کافر تناول یا منافق کہتے ہیں جو بظاہر مسلمان اور احکام شریعت بجا لاتا ہو صرف مشرکین سے نکاح کرنا حرام ہے اور بدعتی یا منافق کیساتھ نکاح حرام ہونے کی کوئی دلیل نہیں ان میں سے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا قیاس فاروقی ہے مگر چہ منافق بہت برا اور شریعت میں اس کی فساد انگیزی سخت برا کام ہے اور منافق آخرت میں در خاک عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ لیکن حکمت خداوندی نے مشرکین و منافقین کے حکم احکام دنیا میں علیحدہ مقرر کئے ہیں اور مشرکین کی بابت حکم آج ہے کہ انہیں جہاں پاؤں مقل کر داور اس کے بعد

غلات منافقوں کو اس بھنور سے نجات دہی ہے۔

مناقضین ملازمین در طہ نہایت بنحیدہ، اس تحریر پر علامہ کشمیری کی ہم ان کا دل و جان سے لکھ
اٹا کرتے ہیں اور اپنی ممنونی ظاہر کرتے ہیں کہ جو بات ہم کو لکھنی چاہیے تھی وہ خود علامہ ممدوح
نے لکھ دی اور جو تکلیف ہم کو کرنی پڑتی وہ خود گوارا فرمائی اور ان فقروں کو لکھ کر کہ (منافق
اگرچہ جوش در حقیقت عظیم ترست و فسادش در شریعت شدیدتر) ہماری طرف سے خود
ہی جواب دے دیا لیکن ہم مخیرت ہیں کہ علامہ ممدوح نے صاحب تحفہ قدس سرہ کے اعتراض
کے جواب میں اس تحریر سے کیا فائدہ خیال کیا اس لئے کہ ان کا اعتراض اس پر ہے کہ شیوں
کے نزدیک حضرات علیہم السلام نے اپنی بیٹیاں کافر کو دی ہیں علامہ اس کے جواب میں
فرماتے ہیں کہ نہیں کافروں کو نہیں دیں بلکہ منافقوں کو اس پر ہمارا یہ جواب ہوتا ہے کہ نکاح
مومنہ کا ساتھ کافر کے حرام ہونے پر کوئی دلیل عقلی نہیں ہے بلکہ صرف قباحت شرعی
ہے اور وہ قباحت منافق کے ساتھ نکاح کرنے میں بھی موجود بلکہ کچھ زیادہ ہے وہ خود حضرت
نے فرمادیا پس اب اہل انصاف غور کریں کہ اعتراض صاحب تحفہ کا اس سے اور مدلل ہو گیا
یا ان کا اعتراض اس جواب سے اٹھ گیا۔ باقی رہا یہ امر کہ احکام مناقضین کے بہ نسبت
کافروں کے ظاہر شریعت میں سخت نہیں ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ منافق ظاہر میں
اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور احکام شریعت ظاہر پر جاری ہیں اس لئے وہ قتل وغیرہ سے
محموظ ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ کوئی شخص سوائے خدا کے علم غیب نہیں رکھتا جو دل کا
حال جانے پس شریعت نے نظر بر ظاہر اسلام ان کے قتل کا حکم نہیں دیا لیکن موافق اصول
شیعہ کے ائمہ کرام کو علم ماکان و ماکیوں ساعسل ہوتا ہے اور امور پوشیدہ ان پر روشن ہوتے
ہیں اور حالات قلوب بنی آدم ان پر ظاہر ہوتے ہیں پس ان کو منافقوں سے احتراز کرنا اور
ان کو ذلت دینا اور ان سے عداوت رکھنا اور ان سے قرابت نہ کرنا بلکہ اگر وہ کسی دینی کام میں
مدد کرنا چاہیں تو ان سے اعانت نہ لینا اور ان کو کسی دینی کام میں شریک نہ کرنا واجب و لازم
ہے چنانچہ جن منافقوں کا نفاق پیغمبر صاحب کے سامنے کھل گیا تھا یا جن کے نفاق کی
خبر خدائے جلشانہ نے حضرت کو دے دی تھی ان کے ساتھ اسی طرح پر بتاؤ کرنے کے
لئے آیات قرآنی نازل ہوئیں اور ان کے لئے سخت احکام صادر ہوئے بلکہ جس طرح پر جہاد
کرنے کا حکم اور پر کفار کے ہوا اسی طرح پر اور پر منافقوں کے ہوا جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا

من مناقضین کے کہ تو ت اگرچہ در حقیقت بہت برے اور شریعت میں اس کو فساد انگیزی شدید ترین جرم ہے۔

ہو یا یہاں لہجہ کفار و المنافقین و غلط علیہم و ہاواہم جہنم و شمس المصیر کہ اسے پیغمبر جہاد
 اور کافروں کے اور منافقوں کے اور نہایت سختی کر اور پان کے اور جبکہ ان کی جہنم ہے۔ عرض
 کہ جب ان منافقوں کا جن کا اتفاق کا حال معلوم ہو گیا حال مثل کفار کے ہو اور جہاد بھی ان پر
 نکلتے اور شدت بھی مثل کفار کے کرنے کا حکم ہو تو پھر نکاح میں درمیان کفار کے اور ان
 منافقوں کے کیا فرق رہا اب سوائے اس کے کہ یا حضرت شیعہ حضرت عمر کو منافق نہ کہیں اور
 ہر اس کلمہ کفر کے کہنے سے باز آویں یا اس نکاح کو حرام جانیں دوسرا کوئی علاج نہیں ہے۔
 اگرچہ علماء شیعہ نے اس معاملے میں عوام کے فریب دینے کو اور جاہلوں کے سمجھانے کو بہت
 اہم فریب کی تقریر کی ہے اور حضرت عمر کو مظہر اسلام کہہ کر اس نکاح کا جواز ثابت کیا ہے لیکن
 یہ فریب ذرا سی بات میں کھلا جاتا ہے اور یہ سب تو طیہ ان کا ایک ادنیٰ بات میں سیباً منثوراً
 ہو جاتا ہے یعنی ہم ایک استفسار کرتے ہیں اس کا فتویٰ لکھ دیں اور جو بات ہم پوچھتے ہیں اس
 کے جواب میں صرف لایا نعم فرماویں وہ ہودہ رکیا فرماتے ہیں جناب قبلہ و کعبہ ان دو مسئلوں
 میں جن میں سے پہلا یہ ہے کہ ایک منافق جس نے خدا کی کتاب میں تحریف کی جس نے پیغمبر
 کی سنت کو بدلا جس نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کا حق غضب کیا جس نے معصومہ کے جسم
 کو ہر پر ایسا صدمہ جسمانی پہنچا یا کہ اس سے معصوم بچہ شہید ہوا اور جس نے سیدۃ النساء کا حق
 دیا اور ان کو جو ٹھٹھا جانا اور ان کا دعویٰ ارث پدری کا نہ سنا اور جس نے امیر المؤمنین علی علیہ
 السلام کا حق غضب کیا اور جس نے ان پر جبر و ظلم کیا وہ ایک مومنہ عارفہ کے ساتھ نکاح کرنا
 جائز ہے یا نہیں۔

(دوسرا مسئلہ) ایک مومنہ نے جس کو خدا نے ذاتی شجاعت و شرافت میں یکتائے روزگار
 بنا دیا اور جس کے یازد کو قوت اور طاقت قلعہ شکنی کی دی اور جس کو جرأت دس ہزار جنگی سوار
 کے ساتھ لڑنے کی دی ہے اپنی بیٹی مومنہ عارفہ کا نکاح ایک منافق مرتد فاضل خائن کے
 ساتھ صرف اس کی تہدید زبانی پر کر دیا اس کی نسبت کیا حکم شرعی ہے آیا وہ گنہگار ہو یا
 نہیں اور اگر ایسے استفتاء پر فتویٰ دینے میں بھی سچوں و چرا کو جناب قبلہ و کعبہ دخل دیں اور
 صاف جواب نہ دیں تو ان سے ہم ایک صاف مسئلہ پوچھتے ہیں اسی کو لکھ دیں کیا فرماتے
 ہیں علماء مدین اور قضیاتیان شرع متین کہ نکاح مومنہ کا ساتھ سنی ناصبی کے جائز ہے یا نہیں
 میں جو کچھ جواب اس کا لکھ دیں وہی تمام اس بحث کے طے کرنے کے لئے کافی ہے پھر نہ

کیسی توجیہ کی حاجت ہے نہ کسی تاویل کی ضرورت ہے ایک دو جہتی فتوے پر ہمارا اس تمام قے جھگڑے کے فیصلے کا ہے پس اسے حضرت شبیب بنظیر عنایت اس سوال کا جواب لکھ دو اور اس جھگڑے قے کو میٹھو شعر۔

ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا بس ایک نگاہ پٹھرا ہے فیصلہ دل کا

بس اس کے علامہ کشمیری بجواب تحفہ کے فرماتے ہیں الاستبعا ذکر فرج مستور الاسم والسمی بزبان اکابر در کمال استعجاب ست و در واقع تاثر خانیست کہ بیچ خرم نہ نمایہ چہ در کلام الہی کہ چند جا ذکر اس عضو مستور الاسم والسمی جاری شدہ و حضرت عائشہ صدیقہ در مجالس و محافل نام عضو مخصوص حضرت سرور عالم علیہ السلام کہ مستور الاسم ست بزبان می بردند الخ اس تقریب سے مطلب علامہ کشمیری کا یہ ہے کہ شاہ صاحب کا یہ فرمان کہ لفظ فرج کا زبان پر امام کے آنا خلاف شان بزرگی ہے موجب تعجب ہے اس لئے کہ خدا کے کلام میں یہ لفظ مذکور ہوا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عضو مستور الاسم کا نام لیا ہے تو پھر امام نے اگر کیا تو کیا گناہ کیا فقط جواب اس کا یہ ہے کہ یہ نامہمی اور نادانی حضرت علامہ کی ہے اس لئے کہ آیات اور حدیث میں اگر نام اس عضو کا ہے تو مسائل شرعیہ کے بیان میں یا ستائش مومنین کے مقام پر ہے نہ کہ ایسے موقع محل پر جو محل نزاع ہے اور مسائل شرعیہ کے بیان میں ایسے الفاظ کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کے بیان کا ایک سبب خاص ہے ہاں اگر شاہ صاحب ان احادیث و اخبار امامیہ پر طعن کرتے جن میں واسطے بتانے مسئلہ شرعی کے اس عضو کا نام لیا گیا ہے تو یہ حاضر یا قلیل صحیح ہوتا حالانکہ صد ہا احادیث امامیہ میں ائمہ کرام کی زبان سے اس عضو کا نام مذکور ہے اور شاہ صاحب نے کسی پر کچھ اعتراض نہ کیا اور اس محل خاص پر جو اعتراض کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اراذل عوام کو بھی اس قدر عنایت اور جیسا ہوتی ہے کساگر کوئی ان کی جو رویا بیٹی کو لے جاوے تو وہ ایسا لفظ زبان پر دلاتے اور اپنی جو رویا بیٹی کی نسبت خرم گام کے غضب کر لینے کا لفظ زبان پر نہیں لاتے تو کیونکر ممکن ہے کہ جناب امام نے ایسا لفظ زبان سے نکالا ہو بلکہ اگر فی الواقع یہ نکاح بجز واکراہ ہوا تھا اور بوجہ منظم اسلام اور متمسک بہ شرعیہ نے شاہ صاحب کا یہ قول کہ نام کی زبان پر لفظ فرج نامہمید از قیاس ہے اور ہمیں شاہ صاحب کے اس قول پر توجیب نہیں اور یہ بیہودہ کہو اس ہے جسے کوئی گڑھا تک نہیں کہتا واقعہ یہ ہے کہ قرآن میں کوئی جگہ لفظ فرج ذکر آیا ہے اور حضرت عائشہ نے اپنی زبان سے رسول اللہ کے عضو مخصوص کا کوئی مجلسوں اور مغللوں میں مذکور کیا ہے۔

ہونے عمر کے شرعاً ایسا نکاح کر دینا جائز تھا نہ کہ اس عبارت والفاظ کو چھوڑ کر ایسا کر یہ لفظ جس کے ہزار معنی بنائے جاویں مگر سمجھنے والے اور ہی کچھ سمجھتے ہیں زبان پر لائے اور اس تقریر کا جواب خدا کے کلام میں اس لفظ کے ہونے یا حضرت عائشہ کے بنظر ضرورت مسئلہ شرعی کے اس لفظ کو زبان پر لانے سے نہیں ہوتا اس ہذا من ذالک (تیسرا قول) بعض علما شیعہ نے یہ خیال کر کے کہ نکاح کے ہونے سے انکار کرنا اپنی احادیث و اخبار کی کتابوں پر خط نسخ کھینچنا ہے اور روایت - (زاد فرج غضب منہ) کہ جو خاص کلینی نے کافی میں امام صادق علیہ السلام کی حدیث کر کے لکھی ہے غیر صحیح کہنا امام کو جھٹلانا ہے اور اس کو بغیر توجیہ و تاویل کے تسلیم کرنا عقل اور ایمان اور عزت سے ہاتھ اٹھانا ہے اس لئے اس کے معنی بنانے اور الفاظ کو حقیقت سے مجاز کی طرف پھرنے پر آمادہ ہوتے جب اس کو بھی بے سود دیکھا اور اس سے بھی کچھ مطلب حاصل نہ ہوا تب دوسری طرح کی تاویلات دور انداز کار کے جانب توجہ فرمائیں اور صبر اور وصیت اور تقیہ سے پناہ لی چنانچہ ہم ہر ایک تاویل کو بے تفصیل بیان کرتے ہیں۔ پہلی تاویل صبر بعض علما شیعہ نے فرمایا ہے کہ جو معاملہ مناسب امیر کو پیش آیا اکثر انبیاء اور اوصیاء کو ایسے معاملے پیش آئے ہیں اور انہوں نے صبر فرمایا ہے اور اس سے ان کے درجات خدائے بڑھائے ہیں جیسا کہ حضرت لوط پر بھی ایسا ہی واقعہ گزرا ہے چنانچہ حضرت لوط کے پاس جب فرشتے آدمی کی صورت ہو کر آئے اور ان کو کچھ شبہہ ہوا تو انہوں نے اپنی بیٹیاں ان کے سامنے کر دیں اور کہا کہ یا قوم ہولاء بناتی ہیں اظہر لکم کہ یہ میری بیٹیاں حاضر میں تمہارے واسطے اور یہاں چھپی ہیں تمہارے لئے اظہر لکم صاف فرمایا کہ ہولاء بناتی ان کنتم قاعلین کہ یہ میری بیٹیاں موجود ہیں اگر تم کو کچھ کرنا ہے کر دینا پس تعجب ہے کہ جب حضرت لوط پیغمبر خدا نے اپنی بیٹیاں سامنے کر دیں اور ایسا کلمہ لکھ لکھ کر کہا کہ اگر کرنا ہے تو یہ بیٹیاں حاضر میں اور اس کا ثبوت آیات قرآنی سے ہوتا ہے تو پھر نا صبیوں کا یہ اعتراض کہ حضرت امیر نے کیوں اپنی بیٹی عمر کو دے دی تھی اس پر بیجا ہے جو جواب نا صبی حضرت لوط کے معاملے کا دیں گے وہی ہم مومنین کی طرف سے خیال کریں فقط چنانچہ قاضی نور اللہ شوسترسی نے مصائب النواصب میں اور علماء شیعہ نے اپنی کتابوں میں اس کو لکھا ہے اور علاوہ اس کے حضرت ابراہیم اور حضرت اسیہ لک فرعون کی بھی مثالیں دی ہیں چنانچہ ہم ان سب کو لکھ کر اس کا جواب دیں گے۔

بالفعل بہ نسبت صبر جناب امیر کے جو کچھ حضرات نے فرمایا ہے اس کو ہم ایک کتاب میلن
 صدم سے جو بعد ملاحظہ جناب مجتہد صاحب کے ۱۲۶۷ ہجری میں مطبع جعفریہ یعنی مطبع
 اشاعتیہ میں چھپی ہے نقل کرتے ہیں گویا مولف نے اپنے تمام مجتہدین و علما کے اقوال
 کا خلاصہ اس میں لکھا ہے مسلمانوں کو چاہیے کہ اس کو غور سے دیکھیں اور اس بیچارے
 مولف کی اور ان کے مجتہدین و علما کی جیاد و شرم کی دلیلیں اور ان کے حق میں باحسانت
 و آفرین کہیں و ہونڈہ بلقظہ اتواب کالشمس نے وسط النہار ظاہر و موہید ہے کہ ایسی صغیر سن میں
 کا نکاح ایسے شخص مظہر الاسلام اور مظہر اور مقرر کلام مرفورمہ سے قربت و وصلت کا بھی مفید
 نہیں صرف ظہور اجبار شیخ فانی تھا اور اذیت رسائی اور مضطر کرنا اور بظاہر تہتک پہنچانا
 نفس رسول کو اور مظہر تمام حجت اور ثبوت غلبہ غالب کل غالب تھا نفس پر کہ اگر چہ در
 حقیقت قربت معصومہ طاہرہ یعنی وقوع اتصال و مواصلت جو کہ ظاہر میں غایت مناکت
 ہے بوجہ اقرار شیخ فانی اور ہم بسبب صغیرہ ہونے معصومہ کے ممنوع الوجود یعنی تھا اور باقبا
 ظاہر کے بھی اور باعتبار باطن کے از روئے علم باطنی کے بھی حضرت مولیٰ پر ہویدا تھا اور مظہر
 السلام بظاہر مقرر رسالت و شراعی رسول انام سے قطع نظر اس کے بھی مناکت ممنوع نہ تھی
 نہیں تھی لیکن باعتبار ظاہر حال بنظر خواص و عوام البتہ کما انتہاک حرمت ولی خدا ظاہر
 کہ ایک سنگیتہ بیٹی ایسی صغیرہ کا ہا و صف دامادی اور ابن علمی رسول اور ملقب ہونے ساتھ
 نفس رسول کے اور خیر گیر اور غالب کل غالب ہونے کے اور مخاطب بہ لافتا الی لاسین
 الاذوالفقار ہونے کے ایک شیخ فانی سے نکاح کرنا اور ہا وجود در پیشی استقدار اعتدال و
 تکرار کے ایسے سید عرب و مجہد امیر المؤمنین کہ اس لقب کے خود صدیق و فاروق و صدیق
 لواصب تک گواہ ہیں لوگوں کی نظر میں ایک شیخ نو مسلم ظاہری سے مغلوب و کھائی دیا
 اور مجبور کہلا دیا حتیٰ کہ بیٹی حوالہ کر دیں کہ نفس سرکش کسی بشر کا ہرگز با وصف ظہور علی
 اباحت شرعی کے بھی اس ہتک کو نہیں گوارا کر سکتا سوائے انبیاء و اوصیاء کے کہ صبر و رضا
 حضرات علیہم السلام و البرکات پر عطاے حضرت کبریا انھیں پر ختم ہے کہ با وصف عطاے
 قوت و معجزہ صبر و تحمل بھی ایسا ہی ان کو عطا ہے یہاں استقدار اور حوصلہ کسی اور بشر کو نہیں
 حاصل کہ نفس پر اتنا غلبہ ہو سکے کہ انتہائے مرتبہ اور غایت کمال ہے غالب کل غالب
 ہونے کا اے مسلمانوں کہاں ہو کس زمین میں سور ہے ہو ذرا چوکو ہوش میں آؤ اٹھ کر

بیٹھو اس بچہ نادان مؤلف سیف صادم اور اس کے پیران نابالغ یعنی مجتہدین و علما کی عقل
 و حیا پر نوحہ کروان کے ایمان اور انصاف کے جانے پر مرثیہ پڑھو ان کے حال نزلہ پر رحم
 کرو دیکھو کہ کیسی عقل و حیا ان کی جاتی رہی ہے کہ عیب کو نہہر کر کے دکھلاتے ہیں اور پرست
 میں مہبت اہلیت کے ان کی شان میں کیا کچھ کہتے ہیں جس کے سنتے سے بدن پر ریشہ جس پر خیال
 کرنے سے دل کو لرزہ ہوتا ہے خیال کرو کہ بے عزتی کو شجاعت کہتے ہیں بے حیائی کو صبر سے
 تعبیر کرتے ہیں اے یارو یہ کیسے دوست اہل بیت کے ہیں کہ ان حضرات عالی درجات پر جن
 کی شان میں آیہ تطہیر نازل ہوئی جن کی عصمت و عفت پر پاکی نے قسم کھائی ان کی نسبت
 کیا کیا کہتے ہیں اے بھائیو صبر اسی کا نام ہے ایک منافق بیٹی کو عصب کرے اور بجز واکراہ
 نکاح ناجائز گرا لے اور حضرات علیہم السلام بیٹھے بیٹھے دیکھا کریں اور سوائے سکوت کے
 زبان سے بھی کچھ نہ فرمادیں اور باوصف عطاءے قوت معجزہ و کرامات کے صبر و تحمل کو کام ،
 فرمادیں خدا کی قسم ہے کہ میں تعصب کو دخل نہیں دیتا اپنے مذہب پر خیال نہیں کرتا بلکہ صرف
 عقل و حیا سے پوچھتا ہوں کہ جس کا نام حضرات شیعہ نے صبر رکھا ہے اور جس حالت کو صبر
 و تحمل سے تعبیر فرمایا ہے حقیقت میں وہ صبر و تحمل ہی ہے یا اس کی اور کچھ حقیقت ہے میری
 سمجھ میں تو یہی آتا ہے کہ انہوں نے وقاحت اور بے عزتی کا نام صبر و تحمل رکھا ہے اور محبت
 کے حیلے سے اہل بیت اطہار کو ذلیل کیا ہے نعوذ باللہ یہ کیا خرافات ہے جو شیعہ لکھتے ہیں
 ابھی کسی ادنیٰ عامی کے گھر جا کر کوئی شخص گردہ شجاعت میں بے نظیر اور قوت میں لاشانی اور
 مال و دولت میں لاجواب ہے اس کی بیٹی سے بجز واکراہ نکاح کرنے کا قصد کرے پھر تما شد
 دیکھے کہ وہ عامی چپ چاپ رہتا ہے یا اپنی جان و عزت پر قربان کرتا ہے معلوم نہیں کہ حضرات
 شیعہ نے امیر المومنین یعسوب الدین صاحب ذوالفقار جباراً کما ظہار کی سحرمت اور ہمت اور
 شجاعت کو ادنیٰ آدمی کے برابر بھی خیال نہیں کیا اور وقاحت کو بنام صبر و تحمل کے قرار
 دیا ہے اور طرفہ ماجرایہ ہے کھائیں وقاحت کی باتیں ان کی طرف منسوب کرتے جاتے ہیں
 اور ایسے الزام ان کو دیتے جاتے ہیں اور پھر بھی ان کو غالب کل غالب مطلوب کل طالب
 امیر البربرۃ قاتل مکفرہ و الفجرہ سید الابراہیم مطرب بہ لاقنا الاعلیٰ لاسیف اللذوالفقار کہتے ہیں
 جاتے ہیں نہ خدا سے شرماتے ہیں در رسول کا لحاظ کرتے ہیں حقیقت میں دین و ایمان کو
 حضرات شیعہ نے بگاڑا اور شریعت محمدی کو انہوں نے درہم و برہم کیا اور شیطان کا نام

بدنام ہو یا یہ پائیں شیطان کے دادا کو بھی نہ سوجھی ہوں گی جو ان حضرات کو سوجھی ہیں۔ شعور
 کا زلف تفت مشک افشانی اما عاقلانہ مصلحت را حق تعالیٰ برآ ہو چسپ بستہ اند

اب میں قصہ لوط کا بھی مختصر جواب لکھتا ہوں اور آئیہ کریمہ کی تفسیر بیان کرتا ہوں
 بلو شیعہ نہ رہے کہ آئیہ مذکور کے یہ معنی نہیں ہیں جو حضرات شیعہ نے تصور کئے ہیں کہ حضرت
 لوط نے ویسے ہی بلا نکاح اپنی بیٹیاں زنا کرنے کے لئے کسی کے سامنے کر دی ہوں
 بلکہ مراد حضرت لوط کی پیش کرنے سے یہ تھی کہ تم ان سے نکاح کرو اور چونکہ اس وقت نکاح
 کافر کے ساتھ جائز تھا اس لئے اس میں کوئی قباحت شرعی نہ تھی اسی واسطے حضرت لوط
 کی طرف سے خدا نے یہ الفاظ فرمائے ہیں **بن اظہر لکم** کہ حضرت لوط نے یہ فرمایا کہ میری
 بیٹیاں تمہارے واسطے پاک و پاکیزہ ہیں اور طہارت نے نکاح کے نہیں ہوتی۔ اگر کوئی
 شیعہ کہے کہ ہم اس امر کو نہیں مانتے لفظ نکاح کا آئیہ میں نہیں ہے یہ جواب اس کے ہم
 کہیں گے وہ تفسیروں کو ملاحظہ کریں اور سنیوں کی تفسیروں کو نہ دیکھیں اپنی ہی تفسیر
 سے اس کی سند لیں چنانچہ امین الدین طبری مجمع البیان میں جو کہ نہایت معتبر تفسیر شیعہ سے
 ہے اور طہران دارالاسطنت ایران میں چھپی ہے اسی آئیہ کے ذیل میں فرماتے ہیں (قال یا قوم
 ہولاء بناتی بن اظہر لکم وکان یجوز فی شرعہ تزویج المؤمنہ من الکافر) کہ حضرت لوط کی
 شریعت میں نکاح مؤمنہ کا ساتھ کافر کے جائز تھا۔

اگر کوئی دانشمند شیعہ یہ کہے کہ گو اس آئیہ کے ان الفاظ سے مطلب نکاح کا ہو
 لیکن دوسری آئیہ میں تو صاف فعل کرنا مذکور ہے کہ **دہولاء بناتی ان کنتم فاعلین** کہ
 حضرت لوط نے کہا کہ یہ میری بیٹیاں ہیں اگر تم کرنے والے ہو تو کرو اس کے جواب میں بھی
 ہم انہیں کی تفسیروں پر رجوع کرتے ہیں اور جو ان آیات کا مطلب انہوں نے بیان کیا
 اس کو نقل کرتے ہیں چنانچہ تفسیر مجمع البیان مذکور میں علامہ موصوف فرماتا ہے (کہ قول
 ان کنتم فاعلین کنایہ عن النکاح اسی ان کنتم متزوجین) کہ فعل سے مراد نکاح ہے یعنی
 اگر تم نکاح کیا چاہو تو یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں۔ اگر حضرات شیعہ کو ایک تفسیر پر اطمینان
 نہ ہو تو دوسری تفسیر کی عبارت بھی سنیں کہ فاضل کاشانی علماء شیعہ سے خلاصہ المنہج
 میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ **دگفت لوط اسی گروہ من ایں ہاد خستران من اندیشاں**

لے لوط نے ان فرشتوں سے جو آدمیوں کی شکل میں آئے تھے کہا اے لوگو یہ میری بیٹیاں لو اور یہ تمہاری بیٹی

را انخواہید کہ ایٹھن پانچ روزہ اند شمار اور تدریج و خیران بشرط ایمان بودہ یا در شریعت و تدریج
 مومنات بکفار جائز بود، الحاصل قصہ لوط سے اور واقعہ نکاح ام کلثوم سے کیا مناسبت
 ہے دونوں میں بڑا فرق ہے حضرت لوط کی شریعت میں نکاح مومنہ کا ساتھ کافر کے جائز
 تھا اور ان کا کہنا زنا کے لئے نہ تھا بلکہ نکاح کے واسطے تھا اور پیغمبر خدا کی شریعت میں
 اخیر کو نکاح ساتھ کافر کے حرام ہو گیا تھا اور مطابق اصول شیعہ کے دشمنوں سے اہل بیت
 اور ناصبی کے ساتھ بھی نکاح حرام تھا علاوہ ہمیں حضرت لوط کی بیٹیوں کو کوئی منصب
 کر کے لے نہیں گیا نہ ان کی عفت و عصمت میں خلل آیا اور یہاں تو معاملہ برعکس ہے کہ حضرت
 عمر نے نکاح بھی بیکر لیا جو کہ شرعاً جائز نہ تھا اور پھر ام کلثوم کو اپنے گھر لے گئے اور
 چند سال تک رکھا اور ان سے اولاد پیدا ہوئی پس دونوں شخصوں میں زمین و آسمان کا
 فرق ہے۔ اے حضرات شیعہ کہاں تک باتیں بناؤ گے کیا کیا تاویلیں کرو گے جو کچھ کہو
 گے اس میں جھوٹے ٹھہرو گے جو کچھ تاویل کرو گے اسی سے اہل بیت پر الزام دو گے اس
 بحث کو اول سے آخر تک دیکھ لو کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ سچ ہے یا جھوٹ اب لاف محبت
 زمار و اور صاف صاف ان کی دشمنی کا اقرار کرو اور اپنے ہر عقیدہ اور ہر مسئلے پر غور کر
 کے انصاف کرو کہ اس سے محبت اہل بیت کی ظاہر ہوتی یا عداوت اگر محبت اہل
 بیت ہوتی تو کیا ان کے جناب پاک کی نسبت ایسی ایسی وقاحت کی باتیں منسوب کرتے
 انکی شان میں ایسی بے عزتیاں کرتے استغفر اللہ استغفر اللہ۔ شعر

جامی چہ لاف میرنی از پاک دامنی بر خرقہ تو ایں ہمہ داغ شراب حسیت

جو کہ حضرت لوط کے قصے کا بھی جواب بخوبی ہو چکا اب میں حضرت ابراہیم علیہ

السلام کے قصے کا کچھ بیان کرتا ہوں بعض حضرات شیعہ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم
 علیہ السلام کی بی بی سارہ کو بھی ایک بادشاہ نے زبردستی چھین لیا تھا اور اس وقت حضرت
 ابراہیم سے سوائے صبر و دعا کے کچھ نہ ہوا اپنا سچے مولف سیف صائم اس مضمون کو
 اس عبارت سے بیان کرتا ہے وہ ہونڈہ بلطفہ رد علاوہ اس کے تفسیر عزیزی سے ایک اور
 مختصر مضمون مقام حاجت ہم لکھتے ہیں زیادہ تفصیل تفسیر مذکور میں وہ دیکھ سکتے

(بقیہ ساری صفحہ ۲۱۶) لئے اچھی ہیں مطلب یہ کہ لو کیوں کی شادی ان لوگوں سے بشرط ایمان لازم کی گئی ہے کہ

ان زمانہ میں کافروں سے عورتوں کی شادی جائز تھی۔

ہیں کہ ان کے پیر عزیز کی ہے المتصر کہ سارا بی بی حضرت ابراہیمؑ کی کہ بہت خوبصورت تھیں
بسبب ظلم و جور اشقیاء کے اپنے خاوند ابراہیمؑ کے ساتھ بوجہ انکلیں جب مصر میں
پہنچیں تو وہاں کا بادشاہ بہت جبار تھا اس کی عادت تھی کہ جو عورت خوش رو ہوتی تھی اس
کے خاوند کو مار ڈالتا تھا اور بھائی بند ہوتا تو اس سے چھین لیتا تھا عرض ان پر بھی وہی
نوبت پہنچی کہ پیادے ظالم کے حضرت کے پاس آئے اور پوچھا کہ یہ عورت تمہاری کون
ہے حضرت نے کہا کہ بہن ہے یعنی مراد حضرت کے دل میں تھی کہ دینی بہن ہے اور اولاد
آدم منصف فہم اس جگہ سے طریقہ تفسیر اور شعرا انبیاء ایسے مقام عبوری و اضطراری میں
خیال کر سکتا ہے کہ اوصیا کو اسوۃ و اقتدا با انبیاء ہوتی ہے اور مومنین کو اسوۃ ان سے
تو نا صح صاحب کو اگر کچھ بھی قوت منفعلہ ہو تو سوجھیں اور شرم کریں کہ ان کے پیر عزیز خود
کیا لکھتے ہیں عرض پیادگان — شاہ مذکور نے ابراہیمؑ کو تو چھوڑ دیا اور حضرت سارہ
خاتون کو زبردستی لے گئے حضرت ابراہیمؑ نے یہ حال دیکھا تو نماز و دعا میں مشغول ہوئے
اور حضرت سارا جب اس شقی کے پاس پہنچیں وہ شقی عاشق ہو گیا اور چاہا کہ بے ادب کہے
یا لجلہ حضرت سارہ نے دعا کی کہ اس کا حال یہ ہو کہ دونوں ہاتھ خشک ہو گئے بر حال
ہوا انجام کو حضرت سارہ نے دعا کی اچھا ہو گیا پھر بد ذاتی کی پھر وہی حال ہوا عرض
تیسری دفعہ حضرت سارہ کو رخصت کیا اور ہاجرہ حوالہ کریں، ہم اس تحریر پر یہ بھی آفرین
و مر جا گتے ہیں اور اس قصے کے اس موقع پر ذکر کرنے پر شاباش شاباش کہہ کر مؤلف
کا دل بڑھاتے ہیں کہ اس نے ایسے قصے کو چھیڑا جس سے ہمارا مطلب حاصل ہوتا ہے
اور ہم کو ایک حجت ان پر ہوتی ہے لیکن سخت حیرت ان کی عقلی اور سمجھ پر ہے کہ اس میں
انہوں نے اپنا کیا فائدہ تصور کیا ہے یعنی خلاصہ اس قصے کا یہی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی
بی بی سارہ کو اس بادشاہ جابر کے آدمی پکڑ لے گئے اور جب اس شقی نے بے حرمتی کرنا
چاہی حضرت ابراہیمؑ نے خدا سے دعا کی خدا نے اس کا ہاتھ خشک کر دیا اور ان کی بی بی
کی عصمت کو بچا دیا بلکہ ایسا معجزہ دکھایا کہ جس کے سبب سے اس نے ایک نوٹڈی
ہاجرہ ندر کی اب کوئی اس قصے کو حضرت ام کلثوم کے حال سے ملا دے کہ مطابق ہے
یا مخالف اگر حضرات ام کلثوم کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہوتا کہ جنب حضرت عمران
کو اپنے گھر لے گئے تھے تب حضرت علیؑ خدا سے دعا کرتے اور اللہ جل شانہ حضرت ابراہیمؑ

کی طرح ان کی عصمت بچانے کے لئے عمر کا ہاتھ خشک کر دیتا اور ان کو ڈرا دیتا اور وہ معجزہ دیکھ کر صحیح سالم ام کلثوم کو حضرت علی کے گھر بھیج دیتے بلکہ اپنی طرف سے ایک ٹوڈی اور پیشکش کرتے اور تقصیر اپنی معاف کراتے تو بیشک قصدا براہیم و سارہ کا مطابق ان کے حال کے ہوتا حالانکہ برخلاف اس کے حضرت عمر نے زبردستی ام کلثوم کا نکاح کر لیا اور اپنے گھر آٹھ دس برس تک ان کو رکھا اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی بھی ان سے پیدا ہوئی اور ان کے جینے جی حضرت ام کلثوم ان کے گھر رہیں اور بعد ان کی وفات کے حضرت جعفر طیار کے بیٹے کے ساتھ ان کا نکاح ہوا پس تعجب ہے کہ خدا نے حضرت سارہ کی عصمت بچانے کے لئے تو معجزات دکھلائے بادشاہ جابر کا ہاتھ خشک کر دیا اور حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ بنت رسول کے غصب کا جب ایک منافق مرتد نے ارادہ کیا تو نہ حمل کے دریاٹھے غیرت کو جوش ہوا نہ اس کا فہر و جلال ظاہر ہوا نہ اس نے کوئی معجزہ دکھلایا نہ اس کا صوب کا ہاتھ خشک کیا نہ کسی اور طرح پر اپنے رسول کی نواسی کو بچایا پس سوائے اس کے کیا کہا جاوے کہ شیعوں کا خدا بھی عمر سے ڈر گیا اور اس نے بھی خوف کے مارے کچھ دم نہ مارا یا آنکہ اپنے رسول کے ذہنی کی طرح اس نے بھی صبر کیا اور تحمل فرمایا چونکہ ادنی آدمیوں کو ایسے معاملات میں بے صبری ہو جاتی ہے اور وہ جان دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں مگر چونکہ امام اور ذہنی کا رتبہ اور درجہ سب سے بڑا ہوتا ہے اس لئے انہوں نے ایسے معاملے میں بھی صبر کیا (نعوذ باللہ من سقوا تمہم و من سوء عقیدتہم) اس قصے میں ایک شبہ جاہلانہ اور رہا جاتا ہے جس کا رفع کرنا بھی مناسب سے وہ یہ ہے کہ تواریخ و سیر سے ثابت ہے کہ جب حضرت ابراہیم کی بی بی کو اس جابر شقی نے کچھ ڈبایا حضرت ابراہیم نے خدا سے دعا کی اس دعا پر خدا نے معجزہ دکھلایا اور اس کا ہاتھ خشک کیا اور حضرت علی نے بعد جانے ام کلثوم کے دعا نہیں کی کہ خدا اس کو قبول کرتا اور معجزہ دکھلاتا فقط بے شک یہ سچ ہے کہ حضرت علی نے دعا نہیں کی اور یہ بھی درست ہے کہ جب خود حضرت امیر جن کی بیٹی غصب کی گئی تھاموش ہو گئے تو خدا کیا کرتا وہ بغیر دعا و سوال کے کیوں اپنا قہر نازل کرتا لیکن حضرت امیر کو دعا کا مانع کون تھا انہوں نے کیوں سکوت فرمایا اور دعا کے لئے انہوں نے اپنے گھر میں رات کے وقت کیوں دروازہ بند کر کے ہاتھ نہ بٹھرایا اگر مقابلہ کرنے میں خوف جان کا اور لڑنے میں اندیشہ قتل کا تھا تو خیر ایک مجبوری تھی جس کے باعث سے خاموش ہو گئے لیکن گھر

میں رات کے وقت کس کا ڈر تھا جس کے سبب سے دعا تک نہ مانگی شاید خیال حضرت عمر کا ہو گا کہ وہ اکثر رات کو بھی گشت کے لئے نکلا کرتے اور لوگوں کی خبر لیا کرتے تھے اگر کہیں حضرت امیر کو دعا کرتے سن لیتے تو شاید ان کو تکلیف دیتے اور پھر وہی امر پیش آجاتا جس کے لحاظ سے حضرت امیر ساکت ہو گئے تھے یعنی خوف قتل مگر خیال اس وقت کرنا ضرور تھا جب کہ دعا کے لئے چلانا ضرور ہوتا حالانکہ جہر دعا کے لئے ضرور نہیں ہے خدا، دل کی دعا کو بھی ویسا ہی سن لیتا ہے جیسا کہ زبان سے چلانے کو سنتا ہے پس دل ہی سے دعا کرنے اور زبان سے کچھ نہ فرماتے معرض تو مطلب حاصل ہونے سے تمھی پس حضرت امیر کے مقابلہ نہ کرنے کا سبب تو ہم نے مانا کہ خوف جان کا تھا اور آواز سے دعا نہ کرنے کے لئے بھی ہم نے معذور تصور کیا کہ اندیشہ عمر کے سن لینے کا تھا لیکن دل سے دعا نہ کرنے کا کوئی سمجھ میں نہیں آتا کاش کوئی شیعوں کو بتادے اور ہمارا شبہ دور کر دے۔ اگر کوئی دانشمند یہ فرما دے کہ جب نکاح کر دیا تو پھر دعا مانگنے کی کیا ضرورت تھی معاذ اللہ معاذ اللہ عمر زانی اور فاسق نہ تھے جن کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کرنے سے حضرت علی کچھ لحاظ فرماتے تو پس یہی قول ہمارا ہے پھر روایت دا اول فرج غصبت منا کو کیا کریں گے اور ان صد ہا اوراق کو جو اس نکاح کی توجیہ کے لئے ہیں کس آنکھ کے پانی سے دھو دیں گے اگر نفس الامر یہی ہے کہ حضرت علی حضرت عمر سے راضی اور حضرت عمر حضرت علی سے خوش تھے اور دونوں ایمان اور اخلاص میں ایک دوسرے پر بھروسہ رکھتے تھے اس لئے اپنی خوشی سے نکاح کر دیا تو بس جھگڑا طے ہوا لیکن مذہب تشیع کا بطلان کا شمس فی نصف النهار ثابت ہوا اگر حقیقت میں یہ بات جو ہم نے بیان کی، حضرات شیعہ تسلیم کر لیں تو ان کو سوائے اپنے مذہب کے چھوڑنے کے دوسرا چارہ نہیں اور اسی واسطے ان کے علمائے ہزاروں قسم کی تاویلات فرما دیں جن کی ضرورت نہ تھی لیکن اصل حقیقت کے بیان کرنے سے چشم پوشی کی کسی نے غدر خوف جان کا بیان کیا کسی نے اس کو صبر و تحمل پر محمول کیا کسی نے اس کے معارضے میں حضرت لوط کے قصے کو پیش کیا کسی نے حضرت ابراہیم کی بی بی سارہ کے پکڑے سہانے پر بطور نظیر کے بیان کیا کسی نے حضرت ام کلثوم کی شکل پر جنبیہ کی شکل ہونے کا دعویٰ کیا بہر حال سب نظریں اور مثالیں اور حکایتیں بیان کرنا اور اس کے غدرات اور جو بات پیش کرنا بلکہ اس

نکاح کو مثل مردار کے کھانے کے جو ضرور مٹا شر فاحشال ہو جاتا ہے سمجھنا کس لئے ہے اس لئے تاکہ یہ ثابت نہ ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لائق زوجیت حضرت ام کلثوم کے تھے اور حضرت علی نے خوشی سے ان کے ساتھ نکاح کیا پس ایک حضرت عمرؓ کی فضیلت سے انکار کے واسطے کیا کیا تو جیہات کی ہیں اور کیسے کیسے الزام حضرات اہل بیت پر دئے ہیں کہ کچھ ہو خواہ اہل بیت بدنام ہوں خواہ ان کی بنات طیبات مقصودہ ٹمھریں خواہ ان کے اولیا پر وقاحت کا الزام آوے سب کچھ منظور اور قبول ہے لیکن حضرت عمرؓ کی فضیلت کا اقرار نہ کیا کرتے ہیں نہ کریں گے۔

(دوسری تاویل و وصیت) جو کہا اور صبر و تحمل کی تاویل سے جواب دے چکے اب دوسری تاویل کو بیان کر کے اس کا رد کرتے ہیں۔ جب کہ حضرات شیعہ نے خیال کیا کہ صبر کی تاویل درست نہیں ہے اور بغیر کسی وجہ خاص کے ایسے نازک معاملے میں تحمل کا عندر صحیح نہیں اس لئے اس کی تائید دوسری طرح سے کی اور اس کے لئے ایک وجہ خاص پیدا کی یعنی وصیت کہنا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ حضرت سرور کائنات اپنے وصی اور امام اول کو وصیت فرما گئے تھے کہ وہ سونے مبرک کے کچھ نہ کریں اور جو جو ظلم و ستم خلاقا وجود کریں ان سب کی برداشت کریں اور جو جو واقعے پیش آنے والے تھے سب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب امیر سے کہہ چکے تھے اور ہر ایک واقعہ پر صبر و تحمل کی وصیت کر گئے تھے تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ وصی نبی کے حکم کے خلاف کرتے اور صبر کو پھوڑ دیتے چنانچہ اس مضمون کو قاضی نور اللہ شومستری نے اپنے مصائب میں بیان کیا ہے جس کا ترجمہ فارسی از آلہ المغنی میں مذکور ہے کہ اس کو ہم نقل کرتے ہیں وہ ہونڈہ رو بعضا ز جہاں ایساں گفتہ اند کہ چہ گنجائش دارد کہ علی تسلیم نکاح کند ابنہ - نحو لابرین کہ شما وصف کردید و میگویم کہ این سخن جہل است بہ وجود تدبیر و بیان این آنست کہ چون رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ

سے جیسا کہ صاحب زمہد نے لکھا ہے کہ تجویز نزدیک در مقام ضرورت و اضطرار از باب رخصت است چنانچہ تجویز تاول بیشتر حالات محضہ و اضطرار ۱۲ - سے بعض جاہل کہتے ہیں کہ جبکہ اس شخص کے اوصاف کہنے گئے ہیں تو ایسے کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کر دینے کو مان لینا علی کو ناممکن تھا اس کا جواب ہمارے پاس یہ ہے کہ اس قسم کی گفتگو جہالت ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ نے علی کو امور ضروری کی وصیت کی اور اپنی وفات کے وقت سے حضرت علی کو لفظ بہ لفظ وہ سب کچھ بتا دیا۔ جو ان کے بعد ہو گا اس پر علی نے کہا آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟

وسلم وصیت کرد علی را با نچہ محتاج بود در وقت وفات و معلوم او گردانید جمیع آنچه جاری
 خواهد شد از امر مستولین و احدی بعد واحد پس علی گفت مرا بچہ امر می کنی آنحضرت فرمود صبر
 کن تا مردم رجوع کنند بسوی تو از روی طوع پس آن هنگام قتال کن با ناکشین و قاسطین
 و مار قین و با احدی از مثلثه منازعت مکن تا خود را بدست خودت بکنند بخت از سی و مردم از
 نفاق بشقاق بر گردند پس علی علیه السلام حافظ وصیت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 بود بواسطہ حفظ دین تا مردم به جاهلیت برنگردند و چون عذر خواستگاری ام کلثوم نمود علی
 متفکر شد و گفت اگر مانع شوم او قصد قتل من خواهد کرد و اگر قصد قتل من کند و بمانعت
 کنم او را از نفس خود بیرون روم از اطاعت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و مخالف وصیت
 او می کنم و داخل میشود در دین آنچه مذکور می گردانان رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس
 تسلیم انبه درین حال اصلاح بود از قتل او و بیرون رفتن از وصیت رسول خدا پس تفویض
 نمود امر را خطبہ بخدا و دانسته بود که آنچه عمر غضب کرد از اموال مسلمانان و از کتاب کرده از انکار
 حق او و قعود بجای رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و تغیر احکام الهی و تبدیل فرائض خدا
 چنانچه گذشت اعظم است نزد حق تعالی و اقطع و انتنع است از اعتصاب این فرج
 پس تسلیم کرد و وصیر نمود چنانچه رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امر نموده بود خلاصه اس
 کایه ہے کہ حضرت امیر کو پیغمبر خدا نے وصیت کی تھی کہ تم خلفائے ثلاثہ کے عہد میں کچھ نہ

البتہ حاشیہ ص ۲۲۱) ارشاد ہوا، اس وقت تک صبر کرو جب کہ لوگ تمہاری جانب بختیت اطاعت و فرمانبرداری رجوع ہوں
 اور پھر اس وقت معاہدہ شکن ظالموں اور دین سے خارج ہر نہروانی جماعت سے جنگ کرنا اور خلفائے ثلاثہ میں سے کسی سے
 تنازعہ نہ کرنا تا کہ خود ہلاک نہ ہو اور لوگوں کے نفاق و بد بختی سے محفوظ رہو حضرت علی دراصل رسول اللہ کی وصیت کے
 بحفاظت اسلام ایک نگہبان تھے تاکہ لوگ جاهلیت و کفر کو دوبارہ اختیار نہ کریں اور جب لڑنے ام کلثوم کے لئے پیام
 بھیجا تو علی متفکر ہوئے اور کہا اگر میں اس میں مانع و مزاحم ہوں تو مجھے قتل کر دے گا اور اگر خود کو قتل کرانے سے باز نہ آؤں
 تو رسول اللہ کی اطاعت سے خارج ہوا ہوتا ہوں اور ان کی وصیت کے خلاف عمل کرتا ہوں اور یہ سوچ کر قتل اور وصیت
 رسول کے خلاف رزمی نہ کرے اپنی بیٹی دینا مناسب خیال کیا۔ اور یہ کام اللہ کے حواسے کہ دیا وہاں جا ایک
 واقف تھے کہ عمر نے مسلمانوں کا مال غضب کیا حق علی سے انکار کرتے ہوئے رسول اللہ کی جگہ بیٹھنے
 احکام الہی میں تبدیلی و تحریف کی اور ان تمام امور فقہیہ کی موجودگی میں جیسا کہ رسول اللہ نے ارشاد
 فرمایا تھا۔ صبر سے کام لیا اور اپنی بیٹی کلثوم کی شادی کرنے پر بھی صبر کیا۔

کہتا اور نہ کچھ کرنا جو ظلم و ستم وہ چاہیں کریں سر نہ ہلانا جو کچھ چاہیں وہ غضب کر لیں کچھ نہ
بولنا اس واسطے حضرت علیؑ تھے اصل معاملہ امامت و خلافت میں کچھ دم نہ مارا اور سکوت
کامل اختیار فرمایا حالانکہ عمر کے خلیفہ ہونے سے جو کچھ خرابیاں ہوئیں وہ ظاہر میں پس خلافت
کا غضب کرنا اور مسلمانوں کے مال پر متصرف ہونا اور جناب امیر کو انگ کر کے خود پیغمبر خدا
کی جگہ پر بیٹھنا خدا کے نزدیک بہت قبیح اور ضائع تھا بہ نسبت غضب کرنے فرج ام کلثوم کے پس
جب ایسے قبیح اور ضائع معاملہ میں یہی غضب خلافت میں حضرت پیغمبر خدا کی وصیت کے سبب حضرت علیؑ نے صبر
کیا تو پھر ایک بیٹی کی شرمگاہ غضب کرنے پر مجبور فرمایا تو کیا تعجب ہے اور اس تقریر پر لطیف کہنے لکھتے قاضی نور اللہ شوستری
مصائب النواصب میں اپنے جیاد و شرم کے جوہر دکھلاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دعویٰ
کرنا خلافت کا جو عمر نے کیا اور بیٹھنا مسند رسول پر خدا کے نزدیک ہزار فرج کے غضب
کرنے سے بھی زیادہ بُرا تھا چہ جائے فرج واحد کا ذکر تہمت فی الزاۃ الغینہ (و آنچه دعویٰ
کردا برای خود امامت از روی ظلم و جور و تعدی و خلاف بر خدا و رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ
و سلم و بد فرج امامی کہ نصب کردہ او را خدا و رسول خدا و استیلائی او بر امور مسلمانان پس حکم
بر خلاف خدا و رسول اعظم است نزد حق تعالیٰ از انعتصاب ہزار فرج از زنان مومنہ چہ
جائے فرج واحد) اے مومنین با حیا اور اے شیعیان با صفا تم کو اپنی حیا اور صفا کی قسم
ہے کہ قاضی نور اللہ شوستری کی اس تقریر لطیف کی لطافت دیکھو اور اس کے الفاظ اور
منصائب کو سوچو کہ ائمہ اطہار اور نہایت طہیبات کی نسبت کیا کچھ فرمایا ہے اور نکاح ام کلثوم
کو کن لفظوں سے تعبیر کیا ہے سبحان اللہ جناب سیدۃ النساء فاطمہ زہرا کی صحبت کا دعویٰ
بھی کرنا اور ان کی بنات طاہرات پر ایسی تہمت بھی کرنا اور ایسی بے ادبی کے الفاظ ان کی
شان میں زبان سے نکالنا قریب ہے کہ زمین شق ہو دے آسمان سے بجلی قہر کی گہرے گہرے
منہ سے کس کی شان میں کیا کہتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ ام کلثوم اس معصومہ کی بیٹی ہیں جس
کی صورت کسی نے نہیں دیکھی جس کی عصمت کی عصمت نے قسم کھائی جب قیامت کے
دن میدان محشر میں ان کا گزر ہوگا تب منادی ندا کرے گا کہ در غضوا ابصارکم، یعنی سب اپنی
سے سرنے ظلم و ستم کے ذریعے اپنی خلافت و امامت کا دعویٰ کیا۔ اللہ و رسول کے حکم کی لطاف و ذریعہ کی اور اس امام کو
جس نے اللہ اور رسول نے مقرر کیا تھا غضب کر کے مسلمانوں پر قبضہ جمایا یہ تمام امور اللہ کے نزدیک ہزار شرم،
گاہوں کے غضب کرنے کی بہ نسبت ایک (ام کلثوم کی) شرمگاہ حاصل کرنے کے تعلق سے زیادہ برے تھے۔

آنکھیں بند کر لو کہ رسول کی بیٹی عقیقہ معصومہ گزرتی ہے کسی کی اس پر نظر نہ پڑے عرض کہ جس کی ماں کی عصمت کی خدا کے نزدیک یہ قدر و منزلت ہووے اس کے جگر گوشہ کی حضرات امامیہ ایسی فضیلت و رسوائی بیان کریں اور جو باتیں ایک عامی کی نسبت کسی کی زبان سے نہ نکلیں۔ ان کو ایسی جناب کی شان میں بیان کریں رہا وصیت رسول خدا، علیہ التحیۃ والثناء کا یہ ایسا عذر ہے کہ نہ عقلاً لائق تسلیم ہے نہ نقلاً عقلاً اس لئے کہ پیغمبر خدا خدا واسطے ہدایت خلق کے مبعوث ہونے تھے ان کا کام تھا انہو وہ کام کرنا جس میں لوگ گراہی سے بچیں اور اوروں سے خصوصاً اپنے جانشینوں اور وصیوں سے وہ کام کرنا جس میں خلق خدا ضلالت سے محفوظ رہے پس کیونکر عقل قبول کرے کہ پیغمبر خدا نے یہ وصیت حضرت امیر کو کی ہو کہ جو خلفا مثلاً خلافت غصب کریں اور تمہارا حق چھین لیں اور لوگوں کے مال پر تصرف ہووے اور خدا کی کتاب میں تحریف کریں اور میری سنت کو بدل لیں اور تمہاری بیٹیوں کو چھین لے جاویں مگر دم نہ مارنا اور چپ رہنا اور یہ سب جو رو تم اپنے نفس پر گوارا کرنا بھلا کسی کی سمجھ میں یہ بات آوے گی کہ پیغمبر خدا نے ایسا فرمایا ہو تو خدا بائند منہ اس سے پڑھ کر اور کیا تہمت پیغمبر خدا پر ہوگی رہا یہ عذر کہ اس واسطے پیغمبر خدا نے فرمایا تھا کہ لوگ ظاہر اسلام نہ چھوڑیں اور علانیہ کفر و شرک نہ کرنے لگیں تو یہ امر بھی عقل کے خلاف ہے اس لئے کہ اگر وہ لاکھ آدمی جنہوں نے برسوں پیغمبر خدا کی صحبت پائی ہو اور جنہوں نے ابتداء اسلام سے اس کی ترقی کے وقت تک وقتاً فوقتاً ایمان قبول کیا ہو اور جنہوں نے جہاد اور لڑائیوں میں اپنی جان دینے میں دریغ نہ کیا ہو اور جنہوں نے اپنی آنکھ سے ہزار ہا معجزات دیکھے ہوں اور جن کی شان میں خدا نے آیات فضیلت نازل کی ہوں وہ سب کے سب الایمان قلیل منہم ایسے منافق اور ناقص الایمان ہوں کہ وہ صرف حضرت علی کے مقابلہ کرنے سے ساتھ خلفا مثلاً کے ظاہری اسلام کو بھی چھوڑیں اور اپنے کفر اصلی کو ظاہر کر دیں اور علانیہ مشرک ہو جاویں اور باوجودیکہ حضرت امیر حق پر ہوں اور صرف مسلمانوں کی جانوں اور مالوں کو ان کے دست تعدی سے محفوظ رکھنے اور خدا کے دین کو تغیر و تبدل سے بچانے اور لوگوں کے گراہ نہ ہونے کے واسطے وہ ان کا مقابلہ اور ان سے مقابلہ کریں اور پھر بھی کوئی مسلمان ان کا ساتھ نہ دے بلکہ ساتھ دینا کیسا اسی قصور میں حضرت علی کو چھوڑ دیں اور ظاہری اسلام سے ہاتھ اٹھا کر بت پرستی اختیار کر لیں تو ایسی جماعت کے ایمان ہا

اند اسلام سے کیا: ائمہ تمہارا اور بلکہ مسلمان کا مسلمان رہنا اور کافر ہو جانا برابر تھا تو پھر سفیرِ خدا
طیہ النبیۃ والذینا کا وصیت فرمانا اور حضرت علی کو بنیال کافر نہ ہونے ان لوگوں کے سب پر
تاکید کرنا کیا ضرور تھا اس لئے کہ جس امر کا اندیشہ تھا کہ لوگ ایمان و اسلام سے نہ پھیر جائیں
وہ موجود ہی تھا اور وہ سب کے سب ایمان و اسلام سے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے ورنہ خیال
کرنا چاہیے کہ اگر حضرت علی اس بات پر کہ ان کی خلاف ورزی خلیفہ جو رہنے غصب کی اور لوگوں کے
بالوں پر تشریح کیا اور سنت نبوی کو تغیر کر دیا اور رسول کی نواسی کو غضب کر لے گئے ان خلیفہ
سے مقابلہ کرتے اور اصحابِ رسول سے مدد پہنچتے تو وہ بجائے مدد دینے کے کلمہ شہادت سے
بھی منکر ہو جاتے اور خدا کی توحید اور رسول کی رسالت کا بھی انکار کرنے لگتے تو پھر ان کے
اسلام کا لحاظ کیا ضروری تھا اگر ایسے دلی کافر ظاہری مسلمان ظاہریں کا گورہتے تو کیا اور
بت پرست ہو جاتے تو کیا صرف ان کے ظاہری اسلام کے لحاظ سے اس قدر ظلم و ستم اٹھانا
اور خدا کے دین کو غارت ہونے دینا اور بیٹیوں کو چھین لے جانے دنیا کیا معنی اور ایسے
لوگوں کی خاطر وصیت کرنا سفیرِ خدا کا اور صبر و تحمل پر ثابت قدم رہنے کی اپنے دمی کو تاکید
کرنے سے کیا حاصل تھا۔ اسے حضرات یہ معاملہ نکاح ام کلثوم کا اسان نہیں کہ (ادل فرجہ
غصبت نہا، کہہ کر اور، کو مثال دو اور اس کو ایسے) پورچ لچر باتوں میں بہلا اور ذرا انہ... کہو
کہ اگر کسی شخص کا غلام یا خدیو یا ملازم جس نے چند روز اپنے آقا کا نمک کھایا ہو وہ
دیکھے کہ بعد مرنے اس آقا کے کوئی شخص اس کے مال کو غضب کرتا ہے یا اس کے خاندان
کی کسی لڑکی کی عزت لیتا ہے یا کہ غضب کرنا کس کا عزت لینا کیا وہ پہنچے کسایہ۔ ارادہ یہ
رکھتا ہے تو اگر وہ نمک لال ہوگا تو زور دانی بہان دینے پر مستعد ہوگا اور اپنے جیتے ہی اپنے
آقا کی حرمت و عزت میں داغ نمانے دے گا پس کیا چارہ لاکہ اصحابِ رسول میں ایسے بھی
ایسا نہ تھا کہ وہ حضرت علی کا شریک ہوتا اور سفیرِ خدا کے نمائندان کی عصمت و عظمت
پہچانا اصحابِ رسول کو جانے دوران سب کو مرتدا اور منافق سمجھو کیا نہی ہاشم میں بھی کوئی
شخص نہ تھا جو اپنے بیٹیوں کی عزت بچاتا اور دوسرے کسی سے ایک منافق کے ان کو فونڈ
رکھتا شاید اس کا جواب حضرات شیعوں میں کہ سفیرِ خدا نے وصیت ممبر کی، کا تھا، اور فرمایا
تھا کہ کو کوئی شخص کتنا ہی ظلم کرے اور گوتہا کہ، لڑکیوں کو غضب کر لیا و سے اور جو پہا ہے
سو کرے مگر کوئی دم نہ مارنا تب ہم کہیں گے کہ وہ وصیت جنگ شام اور صفین میں کیوں بجا

دی گئی اور کس لئے ہزاروں آدمی کا خون کرایا تب شاید فرمادیں کہ اس وصیت میں یہ بھی تھا کہ خلفاء ثلاثہ کے زمانے میں کچھ نہ کرنا مگر معاویہ سے لڑنا تب ہم کہیں گے کہ وصیت پیغمبر خدا کی کیا ٹھہری مرزا و بیرون میرا میں کا مرثیہ ٹھہرا کہ جو مضمون ان کے ذہن میں آیا اسی وقت ایک روایت اپنی طرف سے جھوٹی سچی بنائی اور اپنی شاعری دکھلا دی آخر اس وصیت کا کچھ سبب کوئی وجہ بھی ہے یا نہیں اگر یہ وجہ ہو کہ نوبت خون ریزی کی نہ پہنچے تو جنگ معاویہ میں وہ وجہ موجود تھی کہ ہزار ہا آدمی کے قتل کی نوبت آئی اور اگر یہ سبب ہو کہ کوئی اصحاب میں سے شریک نہ ہو گا ناسحق علی کی جان جاوے گی تو اس کا حال جنگ معاویہ میں کھل گیا کہ تمام مہاجرین اور انصار اداہل صل و عقدا اور بزرگان دین حضرت علی کے ساتھ تھے اور ہزاروں ان کی اعانت میں شہید ہوئے تو کیا وہ لوگ جنہوں نے حضرت کو پیچھے بدو دی پہلے بدو نہ دیتے اور جس طرح معاویہ کے ساتھ لڑے اس طرح خلفاء کے ساتھ نہ لڑتے پس ممانت ظاہر ہے کہ یہ وصیت کا مضمون صرف بنایا ہوا اور ناسحق تہمت رسول خدا علیہ العزیز والذین آپر ہے اگر شک ہو تو ہم اس کو نقل بھی ثابت کرتے ہیں پوشیدہ نہ رہے کہ قطع نظر دلائل عقلی کے جس سے بطلان اس وصیت کا ثابت ہوتا ہے اگر ہم احادیث و اخبار پر کتب شیعہ کے غور کرتے ہیں تو اس سے بھی غلط ہونا اس کا معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ ماہرین وصیت کا یہ ہے کہ حضرت علی خلفاء ثلاثہ کے زمانے میں صبر و تحمل کریں اور ان کے کسی ظلم و ستم پر کچھ نہ بولیں پس اگر حضرت علی ان کے زمانے میں صابر اور شاکر رہے ہوں اور ان کے ساتھ سختی اور دشمنی کے ساتھ پیش نہ آئے ہوں اور ان کا مقابلہ نہ کیا ہو۔ تو بیشک ہم بھی تسلیم کر سکتے ہیں کہ شاید ایسی وصیت ہوئی ہو لیکن اگر یہ امر ثابت ہو جاوے کہ حضرت علی نے اپنے جلال و قہر کو کام فرمایا اور خلفاء ثلاثہ سے بے سختی پیش آئے اور ان سے مقابلہ کیا اور ان کو ہر طرح پر ڈرایا اور ان کے قتل پر آمادہ ہوئے تو کیونکر ہم قبول کریں کہ پیغمبر خدا نے وصیت کی تھی اس لئے کہ اگر وصیت کرتے تو ضرور حضرت علی اس پر عمل کرتے اور کسی امر میں چرانہ فرماتے لیکن جھوٹی جھوٹی باتوں میں تو حضرت امیر ان کا مقابلہ کریں اور مرنے یا ہنر پر مستعد ہو جاویں اور زمین نبوی کو بھلا دیں اور ایسے بڑے معاملے میں مثل غضب ام کلثوم کے صبر و تحمل کریں اور وصیت پر عمل فرمادیں یہ امر ہمارے ناقص فہم کی سمجھ سے بالاتر ہے اس ذمہ مضمون کو حضرات شیعہ ہی سمجھتے ہوں گے۔ اب ہم چند احادیث دہ

اخبار کتب معتبرہ نشیور کے نقل کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی ذرا فراسی
 بات پر متاثر نہ ہوئے اور ان کے قتل پر مستعد ہوتے تھے (پہلی روایت) کشت الفم
 علی محمد بن خالد سے ایک روایت لکھی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ایک روز حضرت عمر نے
 اثناء خطبے میں لوگوں سے کہا کہ اگر میں چاہوں کہ تم کو معلومات دینیہ اور معتقدات یقینیہ
 اور احکام شرعیہ محمدیہ سے پھیر دوں اور یہ کہوں کہ اس کو چھوڑ کر ان قواعدوں پر چلو جو جاہلیت
 کے زمانے میں تھے تو تم میری اطاعت کرو گے یا نہیں کسی نے کچھ جواب نہ دیا جب تمہیں
 مرتبہ اسی طرح پر حضرت عمر نے پوچھا تو حضرت علی نے فرمایا کہ اگر یہ حالت تمہاری ہم
 دیکھیں اور تم کو خدا کے دین چھرا ہوا پادریں تو دوسرا نائب ہم مطلب کریں اور اگر تم توبہ
 کرو تو تمہاری توبہ قبول کریں اگر توبہ نہ کرو تو ہم تمہاری گردن ماریں حضرت عمر نے یہ سن کر کہا
 کہ الحمد للہ کہ ہمارے دین میں ابھی ایسے آدمی ہیں کہ اگر میں منحرف ہو جاؤں تو وہ مجھے راہ راست
 پر لائے ہیں فقط پس جب حضرت علی حضرت عمر کے پوچھنے پر ایسا جواب دین اور ان کے
 قتل کرنے اور گردن مارنے پر اپنی مستعدی ظاہر کریں تو اگر حقیقت میں حضرت عمر دین سے
 پھر جانے اور احکام شرعیہ محمدیہ کو بدلتے تو حضرت علی اپنے قول کو پورا کرتے اور ضرران
 کو مار ہی ڈالتے پس حضرت علی سے مستعد کیونکر حضرت عمر کو اپنی بیٹی لیجانے دیتے اور
 کچھ چون و چرا کرتے اصل ترجمہ بلفظ اس حدیث کا یہ ہے راجع رعایت سنت از محمد بن
 خالد الضبی کہ روزے عمر بن خطاب در اثناء خطبہ از حاضران سوال کرد کہ اگر من خواہم کہ شما از
 معلومات دینیہ و معتقدات یقینیہ و احکام شرعیہ محمدیہ صرف نماز و گویم کہ از معتقدات برگردید
 نہ محمد بن خالد ضبی کا بیان ہے کہ ایک دن عمر بن خطاب نے اثناء خطبہ میں لوگوں سے پوچھا اگر میں تم کو امر نہ دینی
 اعتقادات یقینی اور احکام شرعیہ محمدیہ سے روگردان کر کے کہوں کہ اپنے اعتقادات اسلامی چھوڑ کر زمانہ جاہلیت
 کے قواعد و رسوم کرو تو بتاؤ تم اس وقت کیا کرو گے؟ میرے کہنے پر چلو گے یا نہیں؟ یہ سن کر سب لوگ خاموش رہے
 اور کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ عمر نے پھر دوبارہ اور سہ بارہ یہی پوچھا اس پر شاہ دہلیت علی نے کہا اگر تمہاری یہ
 حالت دیکھیں جائے اور دین اسلام و محمدی سے روگردان پایا جائے تو دوسرا نائب طلب کریں گے اور اگر تم
 قن کر دو گے تو تمہاری توبہ قبول کریں گے اور اگر توبہ نہ کرو گے تو ہم تمہاری گردن اٹا دیں گے شاہ اولیا کا یہ کلام
 سن کر عمر نے کہا الحمد للہ ہمارے دین میں جو امر موجود ہیں اگر میں دین سے روگردان ہو جاؤں تو لوگ میرے راہ راست
 پر قائم رہنا بت کریں گے۔

درجہ سزا نمائید بقواعد کہ در زبان جاہلیت بود شما با من چه خواہید کرد آیا تابع من در آن خواہید شد یا مخالف من مردمان بہ نمازش شدند و سچکس جواب گفتت عمر دیگر بار ہمیں سخن با اعادہ کرد از سچکس جواب شد: بند پس دیگر بار ہمیں مقالہ اعادہ کرد شاہ ولایت فرمود کہ ہر گاہ از تو این حالت مشاہدہ کرد و در از دین مصطفیٰ منحرف یا ہم ناسب دیگر طلب کنیم و اگر توبہ کنی توبہ ترا قبول کنیم و اگر نکنی ترا گردن ز نیم عمر چوں این سخن از شاہ اولیا شنید گفت کہ در دین ما مردمان ہستند کہ اگر منحرف شویم ما را بطریق مستقیم مقیم و ثابت دارند، اتنے بانظ۔

دوسری روایت (ملا باقر مجلسی نے جواہر القلوب میں ایک حدیث طویل نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عمر فاروق کے دل میں اس قدر خوف اور ہیبت شاہ مروان کی تھی کہ مجبور دیکھنے کے لہزہ آجاتا تھا چنانچہ بعد لکھنے ایک قصہ طویل طویل کے اس مضمون کو ان لفظوں سے ادا کیا ہے (علی بن ابراہیم از ابو ذر ثمالہ روایت کردہ است کہ گفت روزی با عمر بن خطاب ہر اسی می رفتم ناگاہ اضطراب سے در راہ یافتم و صدای از سینہ او شنیدہ نشد مانند کسی کہ از ترس مدہوش شود گفتم یہ می شود ترا اسی عمر گفت گم نہ بینی شیر بیشیم شجاعت را و معدن کرم و قدرت را کشند و ما غیباں و باغیاں خدایتہ را در عمارت ہر جا چوں نظر کردم علی بن ابی طالب را دیدم (الی قولہ) نا ایں ساعت ترس او از دل من بدر نہ رفتہ است و ہر گاہ کہ او را بنیم چنین ہر سال می شوم) فقط پس اب اس حدیث سے زیادہ اور کیا سند چاہیے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر حضرت علی کی صورت دیکھنے سے ڈرتے جاتے تھے اور ان کے بدن پر ہیبت سے لہزہ ہونے لگتا تھا اور ہیبت دیر تک ہوش و حواس ان کے درست نہ ہوتے تھے پس جب کہ حضرت علی کے دیکھنے سے یہ حال حضرت عمر کا ہوتا ہوا در ان کے ہوش و حواس ان کی صورت دیکھنے سے جاتے رہتے ہوں تو کیوں کہ قیاس میں آدے کہ پھر ان کی بیٹی سے بچہ نکاح کر لیا ہوتا ہے حضرت شیبہ یہ فرمادیں کہ اس وقت حضرت علی کا، سبب لال جانا رہا تھا بلکہ معاملہ پر عکس ہو گیا تھا۔

شہ امامین ابراہیم نے ابو ذر کے ذریعہ بیان کیا کہ ایک دن میں عمر بن خطاب کے ساتھ جا رہا تھا ان دنوں میں انکو بتی قرار دیا اور ان کے سینے سے وہی آواز سنی جو خوف سے مدہوش ہو جاتا ہے کہ میں نے کہا اے عمر تمہیں کیا ہوا؟ کیا تم شریعہ شہادت کرم جو انروسی کی کان کرنا اور باغیوں کو کھینچنے والے ربیعہ شہیر صاحب تدبیر کو نہیں دیکھتے اتنے میں حضرت علی بن ابی طالب مجھے دکھائی دیئے تا ختم عبادت ہا وقت سے اب تک ان کا خوف میرے دل سے دور نہیں ہوا اور جب کہیں میں انہیں دیکھتا ہوں حیران و پریشان ہو جاتا ہوں

تیسری روایت جناب مولوی سید ولد علی صاحب قبلہ عمادالاسلام میں لکھتے ہیں کہ کتب
امیر میں لکھا ہوا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم کیا کہ سب کے دروازے مسجد سے بند کریں اور
اپنے اور علی کے دروازے کے بعد چند روز کے حضرت عباس نے عرض کی کہ میرے لئے بھی خدا
سے عرض کیجئے کہ میرا دروازہ کھول دیا جاوے آپ نے کہا ممکن نہیں تب حضرت عباس نے کہا
کہ ایک مینڈا رہی کے لئے دعا کیجئے حضرت خاموش ہوئے اور خدا نے حضرت عباس کی
درخواست ثانی کو منظور کیا پس حضرت خود اٹھے اور سب خواہش حضرت عباس کے سقف
خانہ پر پر نالہ نصب کیا چنانچہ وہ پر نالہ تین برس تک زمانہ خلافت عمر میں قائم تھا ایک روز
اس پر نالے کا پانی بہتا تھا کہ عمر کے کپڑوں پر گرا انہوں نے حکم دیا کہ یہ پر نالہ اکھاڑ دیا جاوے
چنانچہ وہ اکھاڑ دیا گیا اور عمر نے عینظر غضب میں آکر کہا اگر کوئی اس کو پھر لگائے گا تو میں اس
کی گردن ماروں گا حضرت عباس اپنے لڑکوں پر تنکیہ کر کے اسی شدت میں حضرت امیر کے
پاس فریاد کو آئے اور کہا کہ میں در آنکھیں رکھتا تھا ایک تو جاتی رہی یعنی پیغمبر خدا دوسری باقی
ہے یعنی علی بن ابی طالب میں نہ جانتا تھا کہ تمہارے جیتے جی مجھ پر یہ مصیبت ہوگی حضرت
امیر نے فرمایا تم اپنے گھر میں آرام سے بیٹھو دیکھو میں کیا کرتا ہوں رقم نادے یا قبر علی بذی
الفقر قتلہ ثم خرج الی المسجد والناس حولہ فقال یا قبر اصدق ورحم المیراب الی مکانہ فصعد قبر
فردہ الی موضعہ وقال علی وحق صاحب ہذا القبر والمنبر لمن قلعة قلع لا ضرب بن عترة وحق الامر لہ
بذکسہ لا صلیبہا فی الشمس حتی ینفدوا فیلنج ذلک عمر بن الخطاب ننہس و دخل المسجد ونظر الی المیزاب
وہزنی مرندہ فقال لا یغضب احدًا بالحسن و فیما فعلہ و تکفر عنہ عن الیمین فلما کان من الغداة
ضی علی بن ابی طالب باسے عمہ العباس فقال کہ کیف اصبحت یا عم قال بافضل النعم ما درست
لی یا بن اخی فقال کہ یا عم ط ب نفسک و ترعینا فواللہ لو نجا صنی اهل الارض فی المیزاب لخصتمہم
ثم تقسلتہم بچول اللہ وقرتہ ولانینا لک حمیم ولا عم فقام العباس فقبل بین عینیہ وقال یا بن اخی
ما نجا من انت ناصرہ فکان ہذا فعل عمر بالعباس عم رسول اللہ وقد قال فی غیر موطن وصیۃ ،
منہ فی عمہ ان عمی العباس یقیتہ الایاء والاسجد لو فاحفظو نے فیہ کل فی کنفی وانا فی کنف عمی العباس
لمن اتاہ فقداذانی ومن عاواہ فقد عاداتی فسلہ سلے وحر بہ حر بے وقد اتاہ عمر فی ثلاث ،
موطن ظاہرہ غیر خفیۃ منہا قصۃ المیزاب ولولا انہ فرہ من علی علیہ السلام لم تیر کہ علی حالہ اتہی
بلفظ پس حضرت امیر نے قبر کو آواز دی اور کہا کہ ذوالفقار لانا چنانچہ وہ ذوالفقار لایا اور

حضرت علی نے اس کو حائل کیا اور ہمراہ آدمیوں کے مسجد میں آئے اور قبر سے کہا کہ پرنا لے
کو جہاں تھا وہاں لگا دے۔ چنانچہ قبر نے لگایا بعد اس کے حضرت امیر نے فرمایا کہ قسم
ہے مجھ کو صاحب قبر و منبر کی کہ اگر کسی نے اس پر نالے کو اکھیڑا تو میں اس کی گردن ماروں
گایہ خیر عمر کو پہنچی تب وہ مسجد میں آئے اور پرنا لے کر اپنی جگہ دیکھا اور کہا کہ کوئی ابو الحسن یعنی
امیر کو غضب میں نہ لادے وقت صبح کے حضرت امیر نے حضرت عباس سے پوچھا کہ کیسے کیا
ہوا حضرت عباس نے کہا کہ جب تک تم زندہ ہو چین و آرام سے گزرتی ہے حضرت امیر نے
فرمایا کہ قسم ہے خدا کی کہ اگر تمام اہل زمین مجھ سے بخصوصت پیش آویں سب کو قتل کر دوں
فقط اس روایت کو مطاعن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں لکھ کر مجتہد صاحب فرماتے ہیں
کہ اگر عمر کو علی کا خوف نہ ہوتا تو کہیں پرنا لے کر اپنی جگہ پر لگانے نہ دیتے۔ غرضیکہ ایک ضعیف
بات یعنی پرنا لے کے لگانے پر جناب امیر اسقدر غیظ و غضب میں آجادیں اور تہر سے،
ذوالفقار منگیا کہ مسجد میں آویں اور اپنے سامنے کھڑے کھڑے پرنا نصب کر آویں اور باوجود
حضرت عمر کو تین برس گزر چکے تھے اور ان کی خلافت کا زمانہ شباب پر تھا اور پھر بھی ان سے
نہ ڈر میں اور ان کے قتل کرنے پر مستعد ہو جاؤں بلکہ تمام دنیا کے قتل کا بحالت مخالفت
دعویٰ کریں تو کیوں کر قیاس قبول کرے کہ پیغمبر خدا نے ان کو وصیت صبر کی کی ہوگی اگر داغ
حضرت نے وصیت کی، ہوتی تو اس واقعہ میزاب میں جناب امیر کیوں اس کو بھول جاتے اور
کس لئے ذوالفقار لے کر باہر آئے اور اگر حضرت علی سے حضرت عمر ڈرتے نہ ہوتے تو کیوں
وہ چپا ہر جاتے اور کس لئے ان کے لگائے ہوئے میزاب کو اکھیڑا نہ دیتے عجب حال ہے
حضرات شیوخ کا کہ کبھی تو حضرت علی کو تیر و لیر بنا دیتے ہیں کہ ذرا ذرا سی بات پر ان کے قہر و جلال کے
قصے بیان کرتے ہیں اور ضعیف و خفیف معاملات میں ان کا قتل و قتال پر مستعد ہو جانا ثابت
کرتے ہیں اور کبھی ان کو ایسا خائف اور کمزور کر دیتے ہیں کہ بڑے بڑے معاملات میں ان کو صابر
شاہ کر کہتے ہیں کیا حضرات شیوخ کے نزدیک حضرت ام کلثوم کا غضب ہونا حضرت عباس کے متفق
خانہ کے میزاب کے برابر بھی نہ تھا کہ اس پر اسقدر غیظ و غضب ہوئے اور اس پر صبر و سکوت کیا
کیا جاوے۔ کاش جناب امیر میزاب کے معاملے میں سکوت فرماتے اور حضرت ام کلثوم کے
معاملے میں اپنے جلال و قہر کو ظاہر کرتے اور قبر سے ذوالفقار لے کر باہر آتے اور عمر کے قتل
کرنے اور گردن مارنے پر مستعد ہوتے تو یہ قہر و غضب بجائے خود ہوتا۔ معلوم نہیں کہ حضرت

شیعہ اس نکاح کو قبل از واقعہ میزاب کے روایت کرتے ہیں یا بعد اس کے اگر نکاح قبل از واقعہ میزاب تھا تو حضرت عباس کا جناب امیر کے پاس معاملہ میزاب میں فریاد کو آنا بعد از قیاس ہے اس لئے کہ حضرت عباس خوب سماتھے تھے کہ حضرت عمر کے ڈر سے انہوں نے بیٹی کو دیدیا اور کچھ بھی نہ بولے تو کیونکر حضرت عباس پھر اپنے میزاب کے معاملے میں ان کے پاس فریاد کو جانے کیونکہ جب جناب امیر لڑکی کے معاملے میں نہ بولے اور صبر کیا تو پھر ایسے نحیف ، معاملے میں کیا بولتے اور اگر یہ نکاح بعد از واقعہ میزاب ہوا تو جب حضرت عباس حضرت علی کو سمجھانے گئے تھے کہ عمر آمادہ فساد ہے تم نکاح ہونے دو ورنہ وہ تم کو تکلیف دے گا تب اگر حضرت عباس اس قصے کو بھول گئے تھے تو جناب امیر یاد دلاتے کہ چچا تم کو یاد نہیں ہے۔ کہ تمہارے میزاب کے معاملے میں میں نے کیا کیا اور عمر کو کیسا ڈرا دیا پس کیونکر ایسے بڑے معاملے میں اس سے ڈر جاؤں اور اسی وقت قبور سے تلوار منگا کر عمر کے پاس آتے اور ان کو میزاب کے معاملے کی طرح ڈرا دیتے اگر ایسا کرتے تو پھر کیا مجال عمر کی کہ وہ کچھ بولتے غرض کہ اب تو حضرات شیعوں ان روایات کو دیکھیں اور صبر یا وصیت کا نام زبان پر نہ لادیں اس لئے کہ ان روایات سے انکا ابطال ایسا نہیں ہوا ہے کہ کسی کو کچھ کہنے کی گنجائش رہی ہو (تیسری تاویل تفسیر) اگرچہ جو کچھ ہم نے صبر اور وصیت کی تاویل میں بیان کیا اس کا بھی بطلان بخوبی ہو گیا لیکن خاص اس لفظ سے ہم کچھ سمجھتے کرتے ہیں بعض علماء شیعہ نے فرمایا ہے کہ حضرت امیر کو حکم تفسیر کر کے کہاتھا اس لئے وہ معذروء مجبور تھے اور نکاح کر دینے میں وہ بجا آوری فرمایا (ابو) کی کہتے تھے اور، امثال امرا کی مقتضی اجر ہے چنانچہ اسی مضمون کو بایں الفاظ صاحب نزہہ اشنا عشریہ نے بجواب تفسیر کے ادا کیا ہے (قائلین بہ تفسیر میگورید کہ شارح فعلی را کہ بطریق تفسیر واقع شود تمام مامور بہ قرار داد پس در نیجا آوردن آل امثال امرا ہی است و این معنی مقتضی اجر است) اور اسی طرح پر سید مرتضیٰ بقرب علم الہدیٰ اور ابن مطہر حلی نے بھی فرمایا ہے کہ یہ تفسیر اس سے زیادہ نہیں ہے جو کہ در باب امارت کے جناب امیر نے کیا اور صاحب نزہہ کی یہ عبارت بعینہ ترجمہ مصائب النواصب کے اعتراض چہارم کا ہے غرض کہ ان روایات سے یہ امر ثابت ہے کہ جناب امیر نے تفسیر کے سبب نکاح کر دیا اور چونکہ حضرت امیر مامور بہ تفسیر تھے اس لئے اس سے نہ جس لوگ حضرت علی کی بات کہتے ہیں کہ انہوں نے تفسیر کیا اور شارح نے جو کہ مگر بطور تفسیر واقع ہو مقام مامور بہ قرار دیا ہے اور ام کلثوم کی شادی کرنے کے بارے میں اللہ کے احکام بہالائے اور حکم الہی کی تعمیل موجب ثواب ہے۔

نکاح میں مستحق اجر ہوئے لیکن تاویل تفسیر کی بالکل ہے چند وجوہ سے۔

درجہ اول (تفسیر خود بہت حضرات شیعہ کی ہے اہل بیت کرام پر اور کبھی کسی امام نے تفسیر کیا نہ وہ مامور تفسیر تھے کہ اس کو ہم بحث تفسیر میں ثابت کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ (درجہ اول) تفسیر کرنے کے دو سبب خیال میں آتے ہیں یا خوف جان یا خوف عزت تو اس نکاح کے کر دینے سے جاتی ہی رہی پس اس کا خوف تو باقی ہی نہ رہا جس کے لئے حاجت تفسیر کی ہوتی رہی، خوف جان اس کے سبب سے جناب امیر مامور تفسیر نہ تھے اس کو علماء شیعہ نے خود تسلیم کیا ہے جیسا کہ تقلیب المکاند میں علامہ کستوری لکھتے ہیں کہ۔ (شیعیان سے ہرگز نہ می گویند کہ حضرت امیر المومنین بسبب خوف ہلاکت جان خود ترک قتل و قتال ابو بکر کردہ ہو وہ می گویند کہ حضرت امیر المومنین بچپ از فرایض و واجبات راترک نکردہ و تفسیر بہت خوف ہلاکت بہ خود ہو بلکہ بہت خوف ہنگامہ ناموس بود۔ در بر سر امیر تسلیم کریں کہ حضرت علی کو خوف جان کا تھا تو خود مقرر شیعہ اس کو قبول نہ کریں گے اس لئے کہ ان کے مذہبی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آئہ و آئہ نہ نہ ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت امیر کے قتل کا ارادہ کیا تھا لیکن وہ بسبب شجاعت حضرت امیر کے پورا نہ ہوا جیسا کہ ملا باقر مجلسی حق البقیہ میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت علی نے معاملہ فدک میں ابو بکر و عمر کو بہت سخت دست کہا اور ان سے معارضہ کیا تب حضرت ابو بکر نے عمر کو بلایا اور کہا کہ تم نے دیکھا کہ آج علی نے کیا کیا اگر ایک دفعہ اور ایسا ہی وہ کریں گے تو ہمارے سب کام در ہم بر ہم ہو جاویں گے یہ سن کر عمر نے کہا کہ میری صلاح یہ ہے کہ علی قتل کر دیئے جاویں اور اس خدمت پر خالد بن ولید کو متعین کیا اور صبح کی نماز کا وقت ان کے قتل کا مقرر ہوا چنانچہ صبح کی نماز کو حضرت علی مسجد میں آئے اور براہ تفسیر ابو بکر کے پیچھے نماز کو کھڑے ہوئے اور خالد تلوار باندھ کر حضرت علی کے برابر کھڑے ہوئے مگر جبکہ ابو بکر شہید کے لئے بیٹھے تب ان کو ندامت ہوئی اور فتنہ و فساد سے ڈرے اور شدت اور سطوت اور شجاعت حضرت امیر کی انکو معلوم تھی تب ایسا خوف ابو بکر پر غالب ہوا نماز ختم نہ کر سکے بار بار شہد پڑھیں اور خوف کے مارے سلام نہ پھیریں آخر خالد سے کہا کہ جو کچھ تم نے نہیں کہتے کہ جناب امیر نے اپنی جان جانے کے خوف کے پیش نظر ابو بکر سے جنگ جمل ترک کی بلکہ شہید ہو گئے ہیں کہ جناب امیر نے کوئی فرض و واجب ترک نہیں کیا اور آپ کا تفسیر کرنا اپنی جان جانے کے خوف کی وجہ نہ تھا بلکہ اس کا سبب ہنگامہ عزت و ناموس تھا۔ اس مہارت بحث تفسیر میں نقل ہوگی ۲ منہ۔

میں نے تم سے کہا ہے وہ نہ کرنا چنانچہ بعد نماز کے حضرت علی نے خالد سے پوچھا کہ تم سے ابو بکر نے کیا کہا تھا انہوں نے کہا کہ تمہارے قتل کو کہا تھا اور اگر وہ مجھے منع نہ کرتے تو ضرور میں تم کو مار ڈالتا کہ حضرت علی نے غصے میں اگر خالد کو بکرا اور زمین پر دے مارا جب عورت چلانے لگے اور لوگ جمع ہو گئے تب حضرت امیر نے خالد کو تو چھوڑ دیا اور گریبان ٹکر کا پکڑا اور کہا کہ اگر وصیت رسول خدا کی اور تقدیر الہی نہ ہوتی تو تم اس وقت تک بکتے کہ کون ضعیف ہے ہم یا تم اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت امیر نے خالد کو ایک انگلی پراٹھا لیا اور ایسا دبا دیا کہ اس کی جان نکلنے کے قریب ہو گئی اور خالد نے پاخانہ پھیر دیا اور پاڈل میں ریشہ پڑ گیا اور بات زبان سے نہ نکل سکی اور جو کوئی نزدیک جاتا کہ خالد کو چھڑا دے اس کی طرف شیر خدا ایسی غضب کی نگاہ سے دیکھتے کہ وہ ڈر کے مارے لوٹ جاتا کہ آخر حضرت عباس آئے اور انہوں نے قسم دے کر خالد کو چھڑا لیا فقط اسے حضرات شیعہ اس روایت کو دیکھو اور شیر خدا وصی رسول کی شجاعت اور مردانگی پر خیال کرو اور معاملہ نکاح ام کلثوم پر نظر کرو اور سوچو کہ اگر نکاح بجز واکراہ ہوتا اور حضرت امیر کو منظور نہ ہوتا تو عمر کی یا کسی شخص کی مجال تھی کہ وہ جناب امیر کو ڈرا کر انکی بیٹی لے لیتا اور حضرت علی قتل کے خوف سے کچھ نہ کہتے اگر حضرت امیر کو حضرت عمر نے خونت دلایا تھا اور ان کے مارنے کی دھمکی دی تھی تو کیوں حضرت علی خاموش ہو گئے اور کس لئے عمر کو ایک انگلی پراٹھا کر زمین پر نہ دے مانا اور اگر کوئی انکا حامی ہوا تھا تو کیوں اس کی طرف غضب کی نگاہ سے نہ دیکھا ہم اگر اس روایت کو ملاحظہ باقر مجلسی کی قبول کہہیں تو پھر کبھی ہمارے ذہن میں یہ بات نہیں آسکتی کہ حضرت علی ام کلثوم کے نکاح میں ایسے خونت زدہ اور مضطرب ہو جاویں کہ کچھ نہ فرمادیں اور اپنی بیٹی کا غضب ہونا پسند کریں اگر اس روایت پر بھی خاطر جمع نہ ہو تو ہم دوسری سند شجاعت علی رضی اللہ عنہ کی بیان کرتے ہیں کہ ملاحظہ باقر مجلسی حق الیقین میں لکھتے ہیں کہ بعد از غضب فدک حضرت امیر المؤمنین بہ ابو بکر نامہ نوشت در نہایت شدت و حدت و تہدید و وعید بسیار دوران درج نمود چوں ابو بکر نامہ را خواند بسیار ترسید و خواست کہ فدک را و خلافت را بہر دور و کند پس اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی کی ایک خفگی کے خط سے حضرت ابو بکر صدیق ایسا ڈر گئے کہ فدک اور خلافت چھوڑنے پر مستعد ہوئے تو حضرت علی کو کون مانع تھا کہ حضرت ام کلثوم کے معاملے میں بھی حضرت عمر کو ایک نامہ لکھتے اور اپنی شجاعت اور مردانگی کی یاد دلاتے اور جو تہور اور سطوت پہلے حضرت نے ظاہر کی تھی اس کا ذکر کر کے

ڈراتے حالانکہ یہ بھی کسی روایت سے شیعوں کے ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت علی نے کوئی خط لکھا ہو یا حضرت عمر کو ڈرایا ہو اگر اور کچھ نہ ہوتا تو حجت تو تمام ہو جاتی لیکن جناب امیر کے سکوت اور خاموشی کا سبب ایسے نازک معاملے میں ہماری سمجھ میں نہیں آتا اور تفسیر کرنے کی کوئی وجہ ایسے بڑے عظیم امر میں ہم کو معلوم نہیں ہوتی شاید اس معاملے میں کوئی سراسر امانت سے ایسا ہو گا جو ہماری سمجھ میں نہیں آسکتا اسلئے کہ اسرار امانت کو سوائے ملک مقرب اور پیغمبر مسل کے اور مومن کامل کے دوسرا سمجھ ہی نہیں سکتا ہے جیسا کہ ملا باقر مجلسی حق الیقین ہیں لکھتے ہیں کہ غالباً احوال و تخفایا می اسرار ایشاں نہرا خلق نمیداند و کتاب شنیدن آن ہاندارد مگر ملک مقرب یا پیغمبر مسلے یا مومن کاملی کہ حق تعالیٰ دل اور امتحان کردہ باشد بنور ایمان منور گردانیدہ باشد مجھے اس مقام پر ایک حدیث امام محمد باقر علیہ السلام کی یاد آتی ہے جو کہ کلینی نے بسند معتبر لکھی ہے کہ امام کی دس نشانیاں ہیں بمنجملہ ان نشانیوں کے نشانی نہم ہیں وہ لکھتے ہیں کہ جو فضلہ امام سے جدا ہوتا ہے اس سے مشک کی بو آتی ہے اور زمین کو خدا نے موکل کر دیا ہے کہ وہاں فضلے کو نگل جاتی ہے فقط پس نہایت تعجب ہے حضرات شیعوں سے کہ باز جو یکہ امام کے فضلے کی نسبت تو یہ اعتقاد کریں کہ اس کو زمین نگل جاتی ہے اور اس میں بد بو نہیں ہوتی بلکہ مشک کی بو اس سے آتی ہے اور پھر اسی امام کے جگر کے پار سے اور بدن کے ٹکڑوں سے کی نسبت یہ کہیں کہ اس کو ایک غاصب نے غصب کر لیا اسے حضرات شیعہ ذرا تو سوچو کہ فضلہ امام کا کس لئے زمین کو سپرد ہوا اور خدا نے کیوں اس میں مشک کی خوشبو رکھی اس واسطے کہ فضلہ ایک نجس اور ناپاک چیز ہے اگر وہ زمین پر رہے گا کپڑے پڑیں گے بد بو پھیلے گی لوگ دیکھ کر نفرت کریں گے اور چونکہ اس کو ایک تعلق امام سے ہے گو وہ تعلق نہایت تعلقات بعید سے ہے اس لئے خدا نے امام کی فضیلت ظاہر کرنے کے لئے فضلے کو زمین کے سپرد کیا کہ وہ نگل جاوے تو کیا حضرت ام کلثوم جو حضرت سیدۃ النساء کی ایک بہنوئی تھیں اور حضرت علی کے جسم کی ایک ٹکڑی تھیں خدا کے نزدیک ایسی بے قدر تھیں کہ خدا نے ان کی کچھ بھی حفاظت نہ کی اور ان کو ایک غاصب کے پنجے سے نہ بچایا کیا ان کو کچھ بھی نسبت حضرت علی سے نہ تھی اور کیا ان کو کچھ تعلق سیدہ پاک سے نہ تھا اور کیا ان کی ایسی بے عزتی سے کچھ لوٹا

سہ حضرت علی کے غائب حالات اور خلفی اسرار کو مفلوک جانتی ہیں نہیں اور آپ کے پوشیدہ حالات و اسرار سننے کی سکت لوگوں کو نہیں لاجرا سے عرب مقرب فرشتے پیغمبر رسول اور کامل مومن ہی جانتے ہیں کہ ان دونوں کا اللہ نے آسمان لیکر انہیں نور ایمانی سے درخشان و تابناک کر دیا

دامن پاک پر جناب امیر کے نہ آتا تھا اور کیا ان کے غضب سے کوئی داغ اٹھنا اظہار کی شان میں نہ لگتا تھا اسے بجا بیوقوف اور شرماؤ اور انصاف کو دخل دو کہ سوائے اس کے کہ تم اقرار کرو کہ حضرت عمر صلاحیت زوجیت کی رکھتے تھے اور کسی طرح پر یہ الزام رفع ہو سکتا ہے یا نہیں (چوتھا قول) جب کہ حضرات شیعہ نے دیکھا کہ نہ تاویل صبر کی درست ہوتی ہے نہ وصیت اور تقیہ کی توجیہ سے کچھ مطلب حاصل ہوتا ہے اس لئے بعضوں نے ان سب کو چھوڑ کر اور ہی دعویٰ کیا اور صحبت اور ہم بستری سے انکار کیا چنانچہ صاحب سیف صارم فرماتے ہیں (کہ اگرچہ درحقیقت قربت معصومہ طاہرہ یعنی وقوع اتصال و مواصلت جو کہ ظاہر میں غایت مناسکت ہے بموجب اقرار شیخ فانی اور ہم بسبب صغیرہ ہونے معصومہ کے ممتنع الوجود یقینی تھا اور باعتبار ظاہر کے ہیں اور باعتبار باطن کے انہوں نے علم باطنی کے بھی حضرت مولیٰ پر عہد انکھا اور پھر بعد چند اوراق کے مؤلف مذکور لکھتے ہیں کہ مواعظ حسنیہ جناب غفران مآب وغیرہ بالکتب حلقہ میں جو اہل ایمان تبصریح دیکھا چاہیں تو وہاں رجوع کر سکتے ہیں صاف واضح ہو گا کہ وصیت و قربت زن دشواری ہرگز نہ تھیں وقوع میں آئی بلکہ بطریقہ اہل بیت طاہرہ روایات صحیحہ مخبر ہیں اس بات کے کہ ظاہر میں یہ رنج و صعوبت بے شک مولائے مؤمنین نے اپنے سر لیا لیکن حقیقت میں قربت و مواصلت با معصومہ ہرگز وقوع میں نہیں آئی بلکہ ازراہ اعجاز بعبانیت کریم کار ساز ایک بھنیہ مشککہ بیشکل جناب معصومہ جو الہ کی کہیں اور جناب معصومہ تاحیات شیخ فانی نظر سے لوگوں کے غائب کی کہیں ذریعہ التصریح فی المبسوطات) انتہی بلفظہ جو کہ مؤلف سیف صارم نے بعد اس عبارت کے بڑی بڑی کتابوں پر حوالہ دیا ہے اس سے مشتاقین کو اشتیاق ان کے دیکھنے کا بھی پیدا ہوا تاکہ معلوم ہو دے کہ ان کے بڑوں نے کیا نکات اسرارہ لکھے ہیں اسلئے میں انکے علماء اعلام کے نول کو بھی نقل کرتا ہوں اور سامعین کے لئے حالت منتظرہ باقی نہیں رکھتا ہوں واضح ہو کہ قطب الاقطاب راوندی مؤلف خراج جرائح نے یہ دعویٰ کیا ہے اور جناب مولوی دلدار علی صاحب قبلہ نے مواعظ حسنیہ میں اس کو ان لفظوں سے بیان فرمایا ہے گفت عرض نمود

عہ دیروز دی سہ میں سے امام جعفر صادق سے عرض کیا لوگ ہم سے حجت کرتے ہیں کہ کہتے ہیں کہ علی نے اپنی بیٹی کا خلیفہ بنا لیا ہے کیوں شادی کی؟ امام جو تیکہ کے سہارے بیٹے ہوئے تھے یہ کہتے ہو کر بیٹھے اور کہا کیا لوگ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں اور اس شادی کا یقین کرتے ہیں یا کہ ہرگز وراثت پر نہ سیکر گو کیا جناب میر کو قدرت نہ تھی کہ وہ علیؑ نہ تھی اور اپنی بیٹی کے درمیان حائل ہو جاتے۔ کہنے والے سب

بخدمت حضرت صادق علیہ السلام کہ من العین برما حجت می آرند و می گویند کہ چرا علی دختر خود را بخلیفہ ثانی دلو پس حضرت عملوات اللہ علیہ کہ تکیہ کرده نشسته بودند در دست نشسته فرمودند کہ آیا چنین حرفهای گویند بدرستی کہ قومی کہ چنین زخم می کنند لایستندون سواء السبیل سبحان اللہ حضرت امیر را این قدر قدرت نبود کہ سائل شود میان خلیفہ دختر خود رخ می گویند کہ بہر گزہ چنین نبود بدرستی کہ چون خلیفہ ثانی پیغام عقد را بحضرت امیر داد حضرت انکار نمودند پس خلیفہ ثانی بعباس گفت کہ اگر دختر علی را بمن عقد نمیکنی سقایت و زمزم از دست تو می گیرم پس عباس بخدمت حضرت امیر آمدہ تحقیق حال را گفت حضرت انکار نمودند چون عباس باز الحاج نمود حضرت امیر با عمار خود جنبہ را از اہل بخران طلبیدند و او یہودیہ بود پس از بہر حجب امر بصورت تمام کلثوم مثل گمہ دید و حضرت امیر ام کلثوم را با عجاز خود از نظر با مستور گردانیدہ ند پس تا مدت و داد جنبہ پیش او ماند تا این کہ یک روز بعضی از قرائن در بافت نمود کہ زن او ام کلثوم نیست بلکہ بنی آدم ہم نیست گفت ندیدہ ام ساجو ترا ز بنی ہاشم کسی را و چون خواست کہ این امر را اظہار نمایند خود گشتہ شد پس جنبہ بجانہ خود رفت و ام کلثوم ظاہر گردید انتہی (اسے حضرت شیعہ اپنے قطب لقطاب او اپنے قبلہ و کعبہ کے علم و عقل و فہم کی داد و داد شکریان کے احسان کا ادا کر دیا کہ ایک نیکے میں سب مشکلیں حل کر دیں اور سفیوں ناصبیوں کے اعتراض کو ایک لطفی میں دور کر دیا اور معصومہ کی عصمت و عفت بچانے کے لئے ان کی مفارقت

بیتہ حائتہ ص ۵۶) جوڑے اور پانچے میں واقع ہے کہ خلیفہ ثانی نے جناب امیر کو جب شادنا کا پیام بھیجا تو آپ نے انکار کر دیا۔ اس خلیفہ ثانی نے جناب عباس سے کہا اگر علی کی لڑکی سے میری شادی نہ کرؤ گے تو پانی پانچ اور آپ زہرا کا حق تمہارے قبضہ سے لے لوں گا اس پر عباس بن ابیہ کے پاس آئے اور حقیقت حال ظاہر کی۔ جناب امیر نے انکار کر دیا اور پھر جناب عباس کی عاجزی و انہاس پر جناب امیر نے بطور معجزہ ایک دیوی زادی اہل بخران سے طلب فرما لی جو بیرون تھی اور اس دیوی زادی بیرون نے جناب امیر کے حکم کی تعمیل میں ام کلثوم کی صورت اختیار کر لی اور جناب امیر نے اپنے معجزہ کے ذریعہ ام کلثوم کو گویا کانظر سے چھپا دیا اس طرح وہ دیوانہ دی بیرون ایک عرصہ تک خلیفہ ثانی کے پاس رہی۔ ایک دن کسی قرینہ سے خلیفہ ثانی نے معلوم کر کے کہ یہ ان کی بیوی ام کلثوم نہیں اور لطف یہ کہ انسان بھی نہیں ہے کہا میں نے ہر ماہ شہ سے زیادہ کسی اور کو جاؤ گے نہ دیکھا۔ اور خلیفہ ثانی نے جب اس امر کا اظہار کرنا چاہا تو خود مارے گئے اور وہ دیوی زادی بیرون اپنے گھر چلی گئی اور ام کلثوم مظاہر ہو کر رہیں اسے اللہ تو شاہد ہے کہ ان تمام تراجم میں ہمارے اعتقادات حقیقہ کا کوئی دخل نہیں فقط استغفر اللہ ولی من کل زبیب و انوبالیہ۔ (مترجم)۔

یہ مسائنہ حضرت عمر کے انکار کیا اور حضرت امیر کی قدرت اور معجزہ دکھلانے کے واسطے، ایک جینیہ کا بشکل ام کلثوم کے مشکل کر دینے کا دعویٰ کیا تحقیقت میں اس تقریر سے تمام اعتراضات: اصبیوں کے باطل ہو گئے اب نہ کوئی معصومہ کی عنایت پر حزن رکھ سکتا ہے نہ کوئی حضرت امیر کو عاتب کہہ سکتا ہے نہ کوئی خلیفہ دوم کی فضیلت بیان کر سکتا ہے نہ اہل بیت کے ننگ و ناموس پر کوئی انگشت اٹھا سکتا ہے لیکن اس جواب میں یہ امر لائق عرض کرنے کے ہے کہ اگر جینیہ بشکل ام کلثوم کے بنا کر خلیفہ دوم کے پاس بھیج دی گئی تھی تو اولاد بھی اس سے پیدا ہوئی تھی یا کہ وہ ام کلثوم سے اور زید بن عمر جو بالغ ہو کر مرا مان اس کی وہی جینیہ تھی یا ام کلثوم؟ *

تہنیت

یہ کتاب دوسری بار مطبع مصطفائی لکھنؤ میں ۱۳۰۱ھ

چھپی تھی جس کا قطعہ تاریخ مولوی مجیب اللہ مرحوم

نے یہ لکھا تھا

از فیض طبع مہدی دین المعنی عصر مطبوعہ ثلثہ رسالہ بے مثل للجواب

تمام کتاب و نیز سن طبع اے مجیب آیات بیانات رقم ساز با کتاب

۲۲۷

۸۷۵

پھر پاکستان میں تیسری مرتبہ یہ کتاب مجسدا دارالاشاعت کراچی

کے زیر اہتمام شائع ہوئی تھی

اب چونکہ مرتبہ اس کا ایڈیشن بعد تصحیح شائع ہوا

جون ۱۹۷۵ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



THE HAQ CHAR YAAR WEBSITE
IS DEDICATED IN THE NAME OF
THE COMPANIONS [R.A]
OF
PROPHET [PEACE BE UPON HIM].
WE ARE REVEALING THE TRUTH AND
FACTS ABOUT THE ANTI SAHABAH [R.A]
PROPAGANDA OF
THE NON MUSLIM ORGANIZATIONS.

WWW.KR-HCY.COM

آیات بینات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمہید

جو کہ ہم بحث نکاح کو حضرت ام کلثوم کی نہایت تفسیر کے ساتھ لکھ چکے اس لئے اب ہم پھر فضائل صحابہ لکھنا شروع کرتے ہیں لیکن جس قدر فضائل از روئے کتب معتبرہ شیوخ کے اب تک ہم نے لکھے ان سے قدرت خدا کی نظر آتی ہے کہ باوجودیکہ حضرات شیعہ حد سے زیادہ دشمن صحابہ سے رکھتے ہیں اور پھر بھی انہیں کی کتابوں میں اس کثرت سے فضائل صحابہ کی روایتیں موجود ہیں اور جب تک کہ لفظ بہ لفظ اس کی نقل نہ کی جاوے اور کتاب کھول کر نہ دکھلائی جاوے تب تک حضرات امامیہ اسکا اقرار ہی نہیں کرتے اور جہاں تک ہو سکتا ہے انکار ہی کرتے رہتے ہیں چنانچہ جناب سلطان العلماء مولوی سید ولد دار علی صاحب اپنی موارم میں فرماتے ہیں کہ (امام احمدیٹ فضائل صحابہ از طریق امامیہ باوجود کثرت احادیث مختلفہ در ہر امر جزئی از جزئیات اصلیہ و فرعیہ اگر تمام کتب احادیث امامیہ درقاور قابہ نیت تفحص مطالعہ درآرند منظنون آن مست کہ زیادہ از سہ چہار حدیث کہ سر و پا در مست نہ باشد درست بہر نہ ہا ما احادیث مشالب ان ہا پس بلا اغراق این مست کہ متجاوز از ہزار حدیث باشد لیکن اس قول کی تصدیق ہماری اس چھوٹی سی کتاب سے ہوتی ہے کہ بلا مبالغہ سو روایت سے زیادہ فضائل صحابہ میں بہ روایت کتب معتبرہ شیعہ کے پہلے ہی حصہ موجود ہیں چنانچہ کچھ تو اب ہم لکھ چکے اور کچھ اب لکھتے ہیں۔ حضرات شیعہ کو اگر سوتو تک گناہ آتی ہو تو وہ شمار کر لیں کہ سوتو سے زیادہ روایتیں فضیلت میں صحابہ کی موجود ہیں یا نہیں اور سب حالت صحابہ مطہرہ کلکتہ ۱۲۰۷ء پشت ورق ۴۰۰ مطبوعہ فضائل صحابہ کی احادیث بطریق فرقہ امامیہ جو اصل و فردی جزئیات میں مختلف ہیں اگر ایسی تمام کتب احادیث امامیہ بنظر تحقیق ورق و ورق کر کے دیکھی جائیں تو یقین ہے کہ صرف احادیث میں لکھیں گی جن کا سوا ہمیں درست نہ ہوگی اور انکی تفسیر کی احادیث بلا حاک و شبہ ہزار سے زیادہ ہیں

پھر اگر حضرات شیعہ انصاف کریں اپنے علماء کے سولہات پر بھی خیال فرمادیں اور خدا کو حاضر
 و حاضر جان کر عقل کی ترازو میں ہمارا تقریر کو اور ان کے جواب کو ترائیں اور اپنے تیش میں اپنی عدل سمجھ کر حتیٰ فرمادیں
 کس کا پید بھاری ہے اور کس کا ہلکا اور بعض وعناد کا تو کچھ علاج ہی نہیں ہے جو کہ حضرات شیعہ دلی
 ولادت صحابہ سے رکھتے ہیں اسلئے انکی فضیلت کا کسی طرح پر اقرار نہیں کرتے اور کیا خدا کے کلام کو کیا رسول
 اورین کو کیا آئمہ کے اقوال کو جہاں تک ہو سکتا ہے تحریف لفظی و معنوی کر کے چاہتے ہیں کہ انکی زندگی ثابت نہ ہو مگر چونکہ
 آیت و یا الی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون خدا اپنے دوستوں کی بندگیوں کو دشمنوں کی زبان
 سے ظاہر کر دیتا ہے اور بمقتضیٰ (الفضل ما شہدت یہ الاعداء) اس سے انکی فضیلت کو ثابت
 کرتا ہے چنانچہ ہم نے اپنی اس کتاب میں اس کا التزام کیا ہے کہ اپنی کتاب کے اس حصے کو
 صحابہ کے فضائل سے بردایات امامیہ ممبر دیں گے اور شیعوں ہی کی کتابوں سے اتنی سندیں
 ادیں گے کہ آخر کار وہ سنتے سنتے اور دیکھتے دیکھتے تھک جاویں اور کلمہ شہادت میں ہمارے
 شریک ہو جاویں اور پھر اپنے فضلا اور مجتہدین کے انصاف کی فاد دیں کہ باوجود موجود ہونے ایسی
 کتابوں اور حدیثوں کے انہوں نے فضائل صحابہ سے کیسا انکار کیا ہے اور جس مجتہد نے شیوں کی
 کتابوں کے جواب لکھے ہیں اس میں بغض کو کتنا دخل دیا ہے خصوصاً پچھلے مجتہدین نے سوائے
 ایوں کے حقیقت میں کسی بات کا کچھ بھی جواب نہیں دیا اور جاہلوں کی سی باتوں سے اپنی کتابوں
 کو بھر دیا ہے اگر کسی کو شک ہو وہ مولوی دلدار علی صاحب کی تالیفات کو دیکھے کہ وقت تحریر جواب
 کیسے عامی بن گئے ہیں اور خلاف شان علماء کے بات بات پر گالیاں دی ہیں مگر حقیقت میں یہ
 تصور ان کے متبر ہونے اور تقدس کا نہیں ہے بلکہ یہ قصور اس تہذیب کا ہے جو عمر بھر پاک لوگوں کی
 سنگ میں کہا کئے اور رات دن لعنت لعنت کہتے رہے جس نے موافق حدیث کے انہیں پر رجعت
 ل میں نے بہت سی کتابیں اس فن میں شیعوں اور شیوں کی دیکھیں اور میری نظر سے بہت سے رسالے
 کلام کے گزرے اور اکثر لوگوں کے کلام میں شوخی بھی پائی لیکن وہ خوبی جو تالیفات میں جناب قبلہ
 امیر مولوی سید دلدار علی صاحب کے ہے وہ کسی میں نہ دیکھی حضرت کی داب تالیف کیا ہے کہ
 کتاب تو دل بھر کے مولف کو جب کا جواب لکھتے ہیں گالیاں دینا اور پھر اس پر تبرا کرنا بعدہ کچھ تعریف
 پنے تبر اور فضیلت اور تقدس کی فرمانا اور خود ہی اپنی زبان سے اپنی تالیف کی نسبت یہ کہنا
 ہے پارہ ۱۰ سورہ توہرہ کو مع ۵ ترجمہ اور اللہ نہ رہے بن پوری کئے اپنی روشنی اور پڑے بڑا نامیں منکر ۱۲ -

کہ گمان فقیر نہیں ست کہ دریں جزو زمان چشم روزگار نظیر اس کتاب نہ دیدہ باشد و گوش چہرہ
 بریں نشیندہ، جب اس سے فارغ ہوں گے تب خارج از بحث گفتگو کریں گے اور درق کے
 ورتق ان باتوں کے لکھنے سے رنگین کر دیں گے جن کو اس بحث سے کسی طرح کا کچھ بھی تعلق
 نہیں ہے صوفیوں کی برائیاں بیان کرنے لگیں گے اولیاء اللہ کی شان میں جو دل چاہے گا
 فرما دیں گے اور مؤلف کتاب کے کلام کے نقص کی طرف متوجہ ہوں گے تب کسی معتزلی یا کسی
 شیعہ یا کسی گم نام کو فاضل سنی قرار دے کر اس کے اقوال کو معارضہ میں پیش کریں گے جس کسی کو
 شک ہو وہ فردا ذوالفقار اور صوام و خیرہ کو اٹھا کر دیکھے اور غور کرے کہ فقیر کے کلام کی تصدیق ہوتی
 ہے یا نہیں ذوالفقار میں صوفیوں کو گالی دینے کا کیا موقع تھا اور ان لوگوں کی شہرہ اور ثنوی کی
 بیتوں کی نقل کرنے سے جن کو علمائے کلام اپنے مناظرے میں آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے اور اپنے
 کسی اصولی فروعی مسئلے پر ان کو سند نہیں لاتے کیا حاصل تھا بجز اس کے کہ کتاب کو بڑھا لیں اور
 اپنے رسالے کو ایسی پوچ باتوں کے لکھنے سے موٹا کریں اور کیا نتیجہ نکلتا ہے صوام کو دیکھے کہ
 اس کا کیا حال ہے کوئی ورق اور کوئی صفحہ اس کا ایسا نہیں ہے کہ جس میں مغالطات نہ ہوں سطریں
 کی سطریں گالیوں اور لعنت سے سیاہ ہیں اور صفحے کے صفحے پوچ اور بیودہ باتوں سے بھرے
 ہوئے ہیں اور جہاں حضرت سداورد دلیل لائے ہیں وہاں اکثر اپنے استاد اور پیر ابن ابی الحدید
 معتزلی شیعہ کے اقوال مردودہ کو نقل کیا ہے کہ اگر کوئی بیچارہ جاہل سنی اتنا بڑا نام جس میں دس حروف
 سے بھی زیادہ ہیں سنے اور عربی زبان میں بڑی لمبی چوڑی عبارت اس کی دیکھے اور سراسر مخالف
 اپنے مذہب کے اور مطابق حضرات شیعہ کے پاوے تو اس کو حیرت ہو دے اور یہ خیال کرے
 کہ شاید یہ کوئی بڑا عالم اور فاضل سنیوں کا ہے اور اس کا کلام بھی مستند بین العلماء ہے دہو کے
 میں اگر ان مسائل میں شک کرنے لگے حالانکہ جناب قبلہ و کعبہ نے یہ خیال نہ فرمایا کہ جو ادنیٰ درجے
 کے طالب علم ہیں اور مکتب میں شرح عقائد اور شرح مواقف پڑھتے ہیں وہ بھی اس امر سے بخوبی
 واقف ہیں کہ ابن ابی الحدید معتزلی ہے اور اپنے اعتزال کے ساتھ تشیع کو ملائے ہوئے ہے ان
 کے کلام کو اہل سنت کے معارضے میں پیش کرنا بعینہا ایسا ہے جیسا کہ حضرات زرارہ اور ہشام
 ابن حکم کے قولوں کا حوالہ دینا اس لئے کہ سنیوں کے نزدیک دونوں برابر ہیں اور بمقتضائے
 فقیر کا خیال ہے کہ اس عہد میں زمانہ کی آنکھوں نے اس جیسے کتاب دیکھی نہ ہوگی اور چرخ بریں گے کانوں نے اس قسم
 کے مضمون سماعت نہ کئے ہوں گے لہذا عبارت صوام بہر کلکتہ سنہ ۱۳۱۰ھ صدر ۱۱۲۵ھ

الکفر طرہ واحدہ کے پوجہ ترک سنت کے ابن ابی الحدید اور زرارہ ایک دوسرے کے مہمانی میں اور
 باوجودیکہ حضرت کی کتاب صوامم اسی کے اقوال مروودہ سے بھری ہوئی ہے پھر اس کتاب پر آپ
 کو اس قدر ناز ہے کہ اس کی خوبیوں کے بیان کرنے کے لئے الفاظ ہی میں اس کی تعریف لکھتے لکھتے
 کاغذ میں جگہ نہیں رہی اور صرف اپنی کتاب ہی پر ناز نہیں کرتے بلکہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے
 طرف مقابل بننے پر بھی اپنا عار سمجھتے ہیں اور اس پر بھی افسوس ظاہر کرتے جاتے ہیں چنانچہ خطبے
 میں صوامم کے فرماتے ہیں کہ جبید میں نے اماں رازی کی کتاب نہایت العقول کا جواب لکھ لیا تو پھر
 مجھے دوسرے جواب لکھنے کی خواہش نہیں رہی (چونکہ معلوم سنت و پیاد و ظاہر سنت و ہدیہ کہ چون شاہ
 باز طبیعت بقید سمرخ مضامین عالیہ خوگر فتنہ باشند دیگر مخالفین ہمت خود را بہ خون گرس کند یہ
 نیالاید کسیک ابارا افکار را بجبال خود آورده باشند نگاہ التفات بہ طرف عجز و شوبان فرماید لیکن از
 آنجا کہ روزگار ناہمواری گزارد کہ ارباب ہم عالیہ از دست سفلی ناس و بیخبردان حتی ناشناس نجات
 یافتہ دے باسراحت بلکہ رانندہ ابار و شیاطین نمیشود کہ از اضلال بنی آدم دے تفاعل نہایت قبل
 ازین تقریباً پانچ شش سال باب دوز و ہم از کتاب بعضی ذوی الاذباب در نقض مذہب عترت جاتا
 رسالت مآب دریں بلکہ کہ بالفعل محل اقامت فقیرست بر دریافت و شبہات مومسہ و نہیانات
 ملحدہ اور ہائے عوام مومنین را منتقبض ساخت جہاں سنیاں را سر بادج مباحات رسید و آن صحیفہ

ملہ یہ امر ظاہر و عیاں ہے کہ حبیب شبہات طبیعت نے سمرخ مضامین عالیہ کی عادت بنائی ہے تو پھر اپنی ہمت کے
 پنجوں سے گرس کا خون بہانا نہیں چاہتا اور چونادہ یا کرہ انکار کو اپنے عقیدے میں لئے آئے وہ بڑی عورت کی جانب
 التفات نہیں کرتا۔ اس کے باوجود زمانہ ہموار ارباب ہم عالی کو اپنے دست سفلی پر و حتی ناشناس بے عقلوں کو نجات
 دے کر ایک لمحہ کے لئے بھی اسراحت لینے نہیں دیتا۔ اور انسانوں کو بہکانے سے شیطان ایک لمحہ تفاعل نہیں کرتا
 اب سے تقریباً پانچ چھ سال قبل بعض کم مرتبہ لوگوں نے یازہواں باب عترت رسالت مآب کے بارے میں اسی بلکہ
 حیدرآباد کن میں جہاں یہ فقیر مقیم ہے ظاہر کیا ان مومسہ شبہات و نہیانات نے قلب مومنین کو منتقبض کیا کہ
 جس کی وجہ سے جاہل سنیوں کے مرادج مباحات تک پہنچے اور یہ طعن کتاب ان عقل کے اندھوں کے ان کے لئے
 عصائے نایبنا ثابت ہوئی نظر پر آن سنیوں کے امام کو ایک معتول دستاویز کے ساتھ جواب دینے کا خیال دامن
 گیر ہوا کہ ان کی کتاب کو ماسر باطل ثابت کر دوں لیکن اس کتاب میں بے ہودہ کلام ازل سے آخر تک اہل بیت کی
 عادت کے سوا کچھ اور نہ تھا اس لئے میرا دل اس طرف متوجہ ہوا اور میں نے ایسے جاہلوں سے گفتگو پسند نہیں
 کیا اور اس حالت کے اندر میں نے خود سے مخاطب ہو کر کہا ایسے جاہل و غبی سے تم کو جو مجاہدہ و پیش ہے وہ جدید نہیں

عمومہ بلاشبہ عصائی کو ہی این کو رہا طنان گروید و اسحق و ریناب چون بدل خود رجوع می نمود نظر
 پاییکه مثل کتاب نہایت العقول امام سنیان را جواب گفتند و از سر تا پا منتفض و باطل ساخته ہرگز نہ نقض
 کلام تا فرجام ناصب عداوت اہل بیت کہ از اول تا آخر آثار غادات و سخائیت انان پیدا و امارات
 بغض و عداوت حضرت رسول ظاہر و ہویا را منی نیگیر دید و طرف گفتگو شدن با چنین جاہل مدبر عار
 دانستہ ہرگز بر خود نمی پسندید چون حال بریں مسوال مشاہدہ نمودم دل خود را مخاطب ساخته گفتم
 کہ این مجاہدہ و معارضہ کہ ترا با چنین جاہل غبی پیش آمدہ لیس اول قادرہ کسرت فی الاسلام و طرف
 گفتگو شدن تو با مثال چنین نادرستان لیس ما عجب من مجاہدہ الانبیاء و الکریم والاوصیاء انعمام مع
 معاصرہ ہم من الکفرۃ الفجورۃ الیام چو نظر نمی نمائی و نگاہ التفات نمی فرمائی بحال جناب حضرت ابراہیم
 و حضرت موسیٰ و جناب ہارون علیہ السلام کے باں علوم و کمالات بتلا گرویدند بہ مجاہدہ نمودن
 بانرود مرد و فرعون ملعون کہ از کمال جاہل و غادات با وجود ظہور آثار مخلوقیت و بلوغ امارات افتاد
 دعویٰ خدائی می کردند و ہم چنین نگاہ کن بہ طرف جناب سید المرسلین صلعم کہ بالاتفاق افضل و اکمل
 مخلوق است چگونہ بتلا گروید بہ مجاہدہ جاہل مشرکین قوم خود کہ بسبب فرط جاہالت جہاد اتے چند را
 کہ خود می کشیدند عبادت و پرستش می نمودند و ہم چنین اند کے از خواب غفلت بیدار شو و چشم
 بکشاد بہ بین جناب باب مدنیہ علم رسول را کہ بالاتفاق اعلم تاس بود بعد رسول خدا صلعم چہ قسم بتلا
 گروید بہ معارضہ و مجاہدہ چند ناکس منافقین قریش و بہر گاہ حقیقت حال متوال باشد ناچار عنان
 التفات عالی خود را بہ نقض کردن کلام مورد ملام اور متعطف باید ساخت و بر استیصال ہذیانات

البقیہ حاشیہ ص) بلکہ اس قسم کی شیثیاں اسلام میں توڑی جا چکی ہیں۔ اولیے ناکا لوگوں سے مجاہدہ و معارضہ بالکل ویسا
 ہی ہے جیسا کہ انبیاء و کرام اور معزز او میا نے اپنے ہم عصر کافروں فاجروں اور ملعونوں سے کیا ہے اسلئے تم بالکل بھی
 ان کی طرف نظر نہ کرو اور متوجہ نہ ہو خاص حالات میں جناب ابراہیم و موسیٰ و ہارون نے اپنے علوم و کمالات کی
 موجودگی میں مرد و مرد اور ملعون فرعون سے جو دعوائے الوہیت کرتا تھا مجاہدہ کیا۔ اسی طرح افضل و اکمل مخلوق سید
 المرسلین نے اپنی جاہل مشرک قوم سے مجاہدہ کیا جو اپنی جاہالت سے پتھروں کو خود تراش کر ان کی پوجا کرتے تھے اور
 خواب غفلت سے بیدار ہو کر انکے کھول کر باب مدنیہ العلم کو دیکھو جو تمام لوگوں سے زیادہ عالم تھے وہ بھی منافق و ناکا
 قریش سے مجاہدہ کے لئے بتلا گئے اور اگر یہی حالات در پیش ہوئے تو مجبوراً ہم اپنی بلند و بالا توجہ ان سنی علماء کے
 کلام کی تردید و تنقیح میں مستدلف کریں گے اور ان کے بیہودہ کبر و اس کا استیصال کریں گے یہ ہمیں صوارم کے خطبہ
 کے الفاظ جو خلاصہ کے طور پر لکھے گئے ہیں۔

بے ہودہ اور ہمت والا نہت خود را باید گماشت انتہی لفظہ لخصاً، عرض کہ یہ چند سطریں کہہ
 کے تقدس اور تہذیب اور اجتهاد اور دقتار کی نمونہ ہیں باقی کو اسی پر قیاس کرنا چاہیے لیکن
 اس سے بحث نہیں کرتے اور اس کے جواب میں ہم جہاں اور عامی بن کر گالی کا جواب گالی سے
 آیں دیتے ہاں حضرت کی لہجہ انہوں اور خود ستائی پر کبھی کبھی یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر کاش قبلہ
 بعد جواب بھی ایسے ہی دیتے جیسی گالیاں دی ہیں اور شاہ صاحب کے اعتراضات کو بھی اس
 سے رد فرماتے جس خوبی سے اپنی تعریف فرماتے ہیں تو یہ تعریف چاہو دہوتی اور اس تہذیب اور شائستگی پر بھی،
 کچھ چھپ جاتا لیکن افسوس ہے کہ کسی مسئلے کے جواب میں حضرت نے
 اپنے وقار طبیعت کے جوہر نہ دکھلائے اور کسی عقیدے کے اثبات میں اپنے اجتهاد اور تجربہ کو
 بھر نہ فرمایا وہی پرانی باتیں جو ان کے پیشوا لکھتے آئے ہیں لکھ کر سکوت اختیار کیا اور انہیں لکھے،
 انہوں کو جو پشت در پشت سے سنتے آتے تھے نقل کر کے کتاب کو ختم کیا پس ہم کو افسوس اسی بات
 آتا ہے کہ حضرت نے اپنے آپ کو انبیاء الوال عزم کے ساتھ مشابہ بھی بنایا اور حضرت موسیٰ اور
 حضرت سید الانبیاء علیہ التیمہ والثناء کا سہدہ بھی اپنے ذمے لیا اور سید الاوصیاء باب مدینۃ العلم کی
 نیابت کا بھی دعویٰ کیا اور ہدایت خلاق کی اور ایک منافق جہاں کا مثل مولوی شاہ عبدالعزیز
 صاحب کے جن کی کم علمی اور بے بضاعتی اور جہالت سے نہ ہندوستان بلکہ عرب اور عجم کے لوگ
 واقف ہیں طرف مقابل بننا نہایت مجبوری سے گوارا کیا اور ایسے بڑے عار و ننگ کو صرف
 بیان پاک کے دین و ایمان کی خاطر سے اختیار کیا مگر افسوس ہے کچھ کر کے نہ دکھلایا اور جتنا
 بڑی کیا تھا اسے پورا نہ کیا اور اپنے آپ کو ان علماء کے زمرے میں داخل کیا جن کی صفت جتنا
 بر علیہ السلام اپنے ایک خطے میں کرتے ہیں۔ دن ابعض الخلق الی اللہ تعالیٰ رجل قمش علماً
 لدنی اغباش الفتنۃ سماہ اشباہ الناس داراً ذلہم عالمنا ولم یعش فی العلم یوماً سالماً
 عرفنا ستکثر ما قل منہ خیر ما کثر حجتہ اذ ا ارتوی من ماء الجن و اکثر من غیر طائل
 جس للناس مفتیاً لتخلیص ما التبس علی غیرہ فان نزلت بہ احدی المبہمات ہباء لہا
 داراً من حشوا الرائی نہون قطع الشہات فی مثل نسیم العنکبوت لا یدری اخطا ام اصا
 اب جمالات خباط عشوات یعدن روماً لا یعلم فی سلم ولا یعض علی العلم نفوس تا طعم فیفتقر
 کمنہ الذمما و تستحل بقضائہ الفرج الحرام لا علی اللہ ہامدا روماً و رد علیہ و اھلوا اھل
 ما فوض الیہ لوئذ الذین حلت علیہم المثلات و حقت علیہم النیاحات و البلاء ایام الحیوة الدنیا۔

کہ سب خلق سے زیادہ ترقی من خدا کے نزدیک وہ آدمی ہے جو ادھر ادھر سے علم کو جمع کر کے ننتہا
 وفساد کی تاریکی میں جلد جلد دوڑتا ہے اور جس کو ایسے لوگ جو آدمیوں کی صورت رکھتے ہیں اور حقیقت
 میں انسانیت سے بے بہرہ ہوتے ہیں عالم فاضل کہنے لگتے ہیں حالانکہ وہ ایک دن بھی علم سے
 سروکار نہیں رکھتا صبح ہوئی اور اس چیز کے جمع کرنے پر متوجہ ہوا جس کی قلت بہتر ہے اس کی
 کثرت سے یعنی مال یہاں تک کہ جب رٹے نمس پانی سے پیٹ بھر لیا وہ مفتی بن کر بیٹھا اور اپنی
 پوچھ لپچھ رائے سے مشکلات اور شبہات کے حل کرنے پر آمادہ ہوا جس کی رائے ان کے حل کرنے
 میں وہی قوت رکھتی ہے جو کہ مکڑی کے جالے کو ہوتی ہے یہ بھی نہیں جانتا کہ خود اس نے خطا کی
 یا صحت وہ اندھوں کے واقف چنتا ہے اور ہر بات میں بے بصیرت ہوتا ہے اپنی لاعلمی کا غلہ نہیں
 کرتا نا کہ آفت سے بچ جاوے اور علم کو مضبوطی سے نہیں پکڑتا کہ فائدہ پاوے اس کے
 قوت سے ناحق خون بہائے جانتے ہیں جو کہ اسی کو روٹتے ہیں اور اس کے علم سے بہت سی حرام
 فرجین حلال ہو جاتی ہیں نہ وہ اس لائق ہوتا ہے جو اس سے پوچھا جاتا ہے نہ وہ اس کام کی اہلیت
 رکھتا ہے جو اس کے سپرد کیا جاتا ہے پس وہ اس میں ہے جس پر عذاب حلال ہو جاتا ہے اور
 اور جس پر نوحہ و بکا کرنا زندگی بھر واجب ہوتا ہے۔

میں نے جو کچھ کہا اس کا ثبوت خود جناب والا کی تالیفات اور جوابات سے ہوتا ہے چنانچہ
 میں نے اپنی اس کتاب میں انشاء اللہ تعالیٰ ان کی ساری تالیفات سے جو یہ جواب تحفہ کے ہے
 بحث کر دیں گا اور کیا ذوالفقار اور کیا صوارم اور کیا حسام سب ان کی تلواروں کے دارا نہیں
 کے ہاتھ سے انہیں کے منہ پر مار دوں گا اور جو کچھ انہوں نے ان کتابوں میں لکھا ہے اس کو جس بحث
 کے متعلق ہے بالاستیاب نقل کر کے اس کی خوبیاں ان کی پیروی کرنے والوں پر ظاہر کر دوں گا
 تاکہ مخالف بھی شہادت دینے لگیں اور زبان سے نہیں گمروں میں تو ضرور سنیں گے کہ کلمہ پڑھنے،
 لگیں اور دقل جاد الحق و زحق الباطل ان الباطل کان ذھوتا کا شعور آسمان تک پہنچاویں۔

وہا ان اشرع فی بیان ما کتب فی صدوہ

جو کچھ میں نے اب تک لکھا یہ بیان میں فضائل صحابہ کے تھا کہ جس کو میں نے نہایت
 تفصیل کے ساتھ بیان کیا اور خود شیعوں ہی کی کتابوں سے اس کو ثابت کیا اور جو کچھ جواب
 لیا پارہ۔ ۱۱ اور نبی امرا شہل رکوع ۹ ترجمہ اور کہہ دیا سچ اور نکل بجا گا جھوٹ اور بے شک جھوٹ ہے نکل بھاگنے والا ہے

ان کے عالموں نے دیئے ہیں ان کو موقع موقع پر نقل کیا اب میں ان اقوال کو شیعوں کے بیان کرتا ہوں جو تمام آیات اور احادیث و فضائل صحابہ سے دیتے ہیں اور اسی کے ضمن میں بہت کچھ روایتیں ان کے فضائل کی بھی موقع بہ موقع لکھتا جاؤں گا۔

جواب شیعوں کا بہ نسبت آیات فضیلت صحابہ کے

جو آیات قرآن مجید کی شان میں صحابہ کے ہیں اور جن میں سے چند آیتوں کو اوپر میں نے بیان کیا ہے ان کی نسبت شیعوں کی طرف سے عام جواب یہ ہے۔

جو آیتیں مہاجرین کی شان میں اور ان کی بزرگیوں میں خدا نے نازل کی ہیں اور اپنی رضامندی کا اظہار ان کی نسبت فرمایا ہے اس سے حضرات شیعوں یہ جواب دیتے ہیں کہ ہجرت کی صحت میں اور اس پر مستحق ثواب ہونے میں ایمان اور صحت نیت شرط ہے چنانچہ تقلید اپنے بزرگوں کی جناب مولوی و مدار علی صاحب قبلہ بھی ذوالفقار میں اس مقام پر جہاں کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے والسا بقون الاولون من المهاجرین والانیار الذکا ذکر کیا ہے فرمانے میں لیں بیاید دانست کہ باتفاق اہل اسلام در صحت ہجرت و ترتب ثواب بران ایمان شرط است و از نیجا است کہ دلیل پنجم خدا کہ درین ہجرت شریک ابو بکر بودہ مشرک بود چنانچہ در کتاب طبقات و تقدی تصریح آیا واقع مقبول ہجرت نخواہد بود زیرا کہ باتفاق ایمان بشرط صحت عبادت است و ہم چنین باتفاق فریقین بشرط ترتب ثواب بر ہجرت صحت نیت است چنانچہ دلالت میکند بران حدیث متواترہ انما الاعمال بالنیات و لکن امرء ما توی و من

سے پارہ ۱۰ سورہ توبہ کو سطر ۲۴ ترجمہ اور جو لوگ قدیم ہیں پہلے وطن چھوڑنے والے اور مرد کرنے والے ۱۲ موضع لکھ جانا چاہئے کہ ہجرت و ثواب کے پیش نظر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ اس کے لئے ایمان شرط ہے اور یہی خدا کی دلیل یہاں یہ ہے کہ ابو بکر جو ان کے ساتھ شریک ہجرت تھے مشرک تھے جیسا کہ طبقات میں و تقدی نے صراحت کی کہ انکی ہجرت مقبول نہیں کیونکہ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ ہجرت کیلئے ایمان اور صحت عبادت شرط ہے نیز فریقین کے نزدیک یہ امر مسلمہ ہے کہ ہجرت کیلئے صحیح نیت اور حصول ثواب شرط ہے لہذا عبادت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لرحیبانہ سطر ۵۷ سطر ۲۳-۲۴ لکھ جب کہ اس پر حدیث متواتر شاہد ہے کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے الخ اور یہ سب بخاندی وغیرہ میں لکھا ہوا ہے موجب تک ہم کو ابو بکر کی صحت نیت کا ثبوت دے اس وقت تک ان پر آیت سابقون الاولون کا اطلاق نہیں ہوتا اور جب تک فریقین نہ ہوں اس وقت تک انکو بلند رتبہ پر اس آیت کے تحت نہیں لاسکتے۔

کسی کو نہیں ہو سکتا اس لئے کہ سب جانتے ہیں کہ ہجرت نعتم نہیں ہوگی اور پیغمبر صاحب کی قید حیات تک جاری رہے گی اور سب لوگ مثل مہاجرین اولین کے خاص خدا و رسول ہی کے لئے ہجرت نہ کریں گے بلکہ بعض بعض دنیا اور عورتوں کے پیچھے اپنے گھر چھوڑ جاویں گے جیسا کہ آج کے زمانے میں ہم لوگ اپنی آنکھ سے دیکھتے ہیں کہ کوئی عورت کے پیچھے اپنا وطن چھوڑ دیتا ہے کوئی زندگی کی خاطر سے مسلمان ہو جاتا ہے یعنی مسلمانوں کے ساتھ کھانے پینے لگتا ہے تو اس حدیث کا مضمون انہیں لوگوں کے حق میں صادق ہوگا علاوہ اسکے جتنا قبلہ و کعبہ کو چاہئے تھا کہ شان نزول اس حدیث کا اس حدیث کی شرحوں میں دیکھتے اور اس بات کو دریافت فرماتے کہ یہ حدیث کس کے حق میں اور کس کے لئے حضرت نے فرمائی ہے اور مہربانی کر کے اسی میں لکھ دیتے تاکہ ہم بھی ان کی دیانت کی داد دیتے اور ان کو اہل عدل کہتے مگر وہ اسے کیوں لکھتے اس لئے کہ اس سے تو ان کا مطلب ہی ہاتھ سے جاتا ہے چونکہ حضرت نے اس کو نہیں لکھا اس لئے میں شرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے اسے لکھتا ہوں (واقع ہو کہ ایک شخص مدینے میں آیا تھا ایک عورت کی طلب کے لئے جس کا نام ام قیس تھا اس کے حق میں یہ حدیث پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی چنانچہ اس کو مہاجر ام قیس کہتے تھے کہ اس نے ہجرت عورت کے پیچھے کی تھی، اب اے حضرات شیعہ اپنے قبلہ و کعبہ کی تقدس اور دیانت کی داد دو اور جو کچھ انہوں نے سن کر انیاں فرمائی ہیں اس پر غور کرو چنانچہ خود حضرت نے صوامم میں نسبت شاہ صاحب قدس سرہ کے فرماتے ہیں کہ مئی مجید ہر گاہ شعور داشتہ باشد ارادہ تصنیف و تالیف نماید مادامیکہ قابلیت آن بہم نرسد تا بجا بحد با امتحان رسید کہ ناصب عداوت اہل بیت ہر گاہ مسئلہ علیہ کہ اندک وقتی داشتہ باشد در اثالی تحریر آں دست و پاگم می کند از انجملہ است این مقام کہ در آن کمال انتشار و پراگندگی بکار برود لیکن نہ فہمید کہ ہر گاہ آتش قہر الہی مورد مستوقد گردید بہر تہر و خشک او خواهد رسید و بیا در فنا خواهد شد و مگر در آن وقت مفید نخواہد شد جب شعور آیا ہوگا اور قابلیت پیدا ہوئی ہوگی اسوقت لکھا ہوگا اور امتحان و تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ اہل بیت کے دشمنوں کے معمولی مسائل کی تحریر سے بھی ہاتھ پاؤں پھولی جاتے ہیں ان مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ جس پر ان کی سٹیگم ہوگئی اور وہ یہ نہیں سمجھے کہ جس وقت آتش قہر الہی بھڑکے گی تو ان کے خشک ٹکڑے جلا کر باذن فرماں لٹا دے گا اور اسوقت کوئی جیلد و فریب کا آواز نہ لگے گا ۱۷۷ جبارت مصدر مطبوعہ ہند کلکتہ ۱۳۱۵ھ پشت و تنقیہ مطبوعہ ۱۳۱۷ھ

اقدا و انتہی بلفظ ملخصاً) اب کوئی مومن منصف انصاف کرے کہ یہ مضمون خود جناب قبلہ و کعبہ پر اس روایت میں کتنا صادق ہے کہ انہوں نے کلام کو کتنا منتشر کیا ہے اور دھوکہ دینے کے لئے بیچ میں کی حدیث کا ذکر فرمایا ہے مہاجرین کو اس سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے حقیقت میں قبلہ و کعبہ نے سچ فرمایا کہ تم ہی یا یہ انسان ہر گنا شعور داشتہ باشندار وہ تصنیف و تالیف نہ نماید مادامیکہ قابلیت ان بہم نرساند) دوسرے یہ فرمانا حضرت کا کہ دبا اتفاق اہل اسلام در صحت ہجرت و ترتیب ثواب بران ایمان شرط است یہ بیان بھی سچ اور بالکل اور بالکل ٹھیک ہے نہ اس کے لئے کسی آیت کی سند لانے کی حاجت ہے کسی حدیث کے نقل کرنے کی ضرورت ہے لیکن یہ فرمانا کہ (پس مادامیکہ مارا علم بہ صحت نسبت ابی بکر بہ ثبوت نرسد و دخول او در مدلول این آیت متیقن نہی شود) میں ہم کو جرح ہے چند طرح سے اول جناب صاحب تحفہ قدس سرہ نے اس آیت کو صرف شان حضرت صدیق اکبر ہی کے نہیں فرمایا بلکہ سب مہاجرین کے فضائل میں اس کو نقل کیا ہے پس حضرت نے سب کا ذکر تو چھوڑ دیا صرف نام حضرت صدیق اکبر ہی کا لکھا یہ خلاف داب مناظرہ کے ہے اگر شاہ صاحب اس آیت کو خاص نسبت صدیق اکبر کے بیان کرتے تو ان کو بھی جواب میں انہیں کے نام کی قید کرنی مناسب تھی واذلیس فلیس دوسرے اگر بہ خیال اس کے کہ حضرت صدیق اکبر مہاجرین میں بھی اول درجہ رکھتے ہیں اور ان کی نسبت اس قضیہ کی ابطال سے اور ان کے قضیہ کا بطلان خود اسی دلیل سے ہوگا حضرت قبلہ و کعبہ نے ان کا نام لکھا ہے تو خیر ہم اس سے بحث نہیں کرتے اسی کا جواب دیتے ہیں کہ آپ کو صحت نیت کا علم کیونکر ہو دے اور کس طرح آپ اس علم کو حاصل کرنا چاہتے ہیں اگر یہ خیال کر کے کہ ان امر بیت، باطنی) سوائے خدا کے دوسرے نہیں جانتا تو ہم تسلیم کرتے ہیں اور آپ کو خدا کے سپرد کرتے ہیں یقین ہے کہ خدا نے اب آپ کو اس کا حال قبر میں بتلایا ہوگا اور ابو بکر صدیق کی صحت نیت کا اب حال آپ پر کھل گیا ہوگا

۱۲۵ ص ۵۷ سطر ۲۵۵ ایضاً صفحہ ۵۷ سطر ۵۳۷ منہ -

اور اگر آپ نیت کا حال ان کے اعمال سے جو ہجرت کے انہوں نے کئے دریافت کرنا چاہتے ہیں تو اپنے ہی علماء کے اقوال سے دریافت کر لیجئے اور پیغمبر خدا کا ان کے گھر جانا اور اپنے ساتھ لے کر غار کو چلنا اور راہ میں ابو بکر صدیق کا حضرت کو دوش پر چڑھانا اور اپنے گھر سے کھانا پہنچانا ان سب باتوں کا اپنی ہی کتابوں سے ثبوت دیکھ لیجئے کہ اس کو ہم نہایت تفصیل کے ساتھ آیہ غار کی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں جس کو دیکھنا ہو اس کتاب کے چند ورق الٹ کر اس ساری بحث کو جس پر حقیقت میں یہ مضمون صادق ہے (کہ دریں جزو زمان چہ ششم روزگار نظیر اس بحث یعنی فضیلت صدیق اکبر از آیہ غار تدبیرہ باشد و گوش چرخ بریں نشید) تو اس کے لئے اس مقام پر بھی ہم ایک روایت لکھتے ہیں جسے صاحب تحفونے ملا عبد اللہ کی کتاب اظہار الحق سے نقل کیا ہے کہ وہ خود اپنے ہم مذہبوں کے اس انکار کو پوچھ اور یہودہ کہتا ہے کہا قال کہ (جواب گفتن این سخن بہار کتاب آنکہ در سبق ہجرت و نصرت ایمان شرط است و آن شخص یعنی ابو بکر معاذ اللہ ہیچ وقت ایمان نہ داشتہ چہ نہیں فعل از سنوح ناخوشی با امیر المؤمنین از انصاف و درست) مجتہد صاحب قبلہ اپنی ذوالفقار میں اس روایت کی نسبت فرماتے ہیں کہ پس معلوم است کہ یا ملا عبد اللہ از امامیہ نبودہ یا این کہ جامع کلمات این مزخرفات را از پیش خود داخل نمودہ و یا مراد او از ایمان ، دریں مقام اسلام است و معلوم است کہ خلیفہ اول از اول ایمان بہرہ نداشت با اتفاق من علماء الامامیہ، اس جواب میں تین امر مجتہد صاحب نے لکھے ہیں اول انکار کرنا ملا عبد اللہ مشہدی کے امامیہ ہونے سے جس پر ہم ابھی زیادہ بحث نہیں کرتے اگر مجتہد صاحب اپنے سارے علماء کے امامیہ ہونے سے منکر ہو جائیں ہمارا کچھ حرج نہیں ہے اگرچہ سارے علماء سہ اس زمانہ تک کبھی کسی آنکھ نے اس بحث میں ایسی مثال یعنی صدیق اکبر کی فضیلت کو اذیت گزار نہ دیکھی ہوگی اور آپ کی افضلیت آسمان کے کانوں نے کبھی نہ سنی ہوگی لہذا اس امر کے جواب دینے میں کہنا لازم ہے کہ ہجرت و نصرت اسلام میں ایمان لانا شرط ہے اور ابو بکر کسی وقت بھی ایمان نہیں لائے یہ کہا گناہ اور امیر المؤمنین کی ناخوشی کا باعث ہے نیز انصاف سے بھی دن ہے لہذا معلوم ہے کہ ملا عبد اللہ یا توشیور نہ تھے یا پھر ان تمام فتویات کو انہوں نے اپنی طرف سے بڑا دیا ہے یا پھر ایمان سے یہاں اسلام مراد ہوا اور یہ بات معلوم ہے کہ خلیفہ اول با اتفاق علمائے شیعہ ابتدا میں اسلام نہیں لائے ۱۲۔ عہ عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع

نے ملا عبد اللہ کے امامیہ ہونے پر بہت کچھ ثبوت دیا ہے مگر ہم مجتہد صاحب ہی کی بات کو ملتے ہیں اور اس کے امامیہ ہونے کا ثبوت دینا لغو سمجھتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ صرف اس لئے مجتہد صاحب نے اس کے امامیہ ہونے سے انکار کیا ہے کہ وہ صحابہ کے ایمان کا قائل ہے تو اس کا ثبوت ان علمای امامیہ کے اقوال سے بھی ہوتا ہے جو کہ مجتہد صاحب کے پیشوا ہیں اور جن کے قول کو کالوہی المنزل من السماء جانتے ہیں چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری مجالس المؤمنین میں فرماتے ہیں کہ اما آنکہ تکفیر ابو بکر و عمر بہ شیخ نسبت نمود است سنی سنت بے اصل کہ در کتب اصول ایشاں ازاں اثرے نیست و مذہب ایشاں ہمیں سنت کہ مخالفان علی فاسق اند و محاربان او کافر اند اس کا جواب جب مجتہد صاحب نے کچھ نہ دیکھا اور قاضی نور اللہ شوستری کے امامیہ ہونے سے انکار کرنا خلاف ایمان جانا تو دوسری طرح سے اس قول کو باطل کرنا چاہنا چنانچہ اس کے جواب میں ذوالفقار ہیں فرماتے ہیں کہ پوشیدہ نمائند کہ اس کلام پر تقدیر صحت و صدور آن را فاضل قادی مقصود ما و مفید مطلوب اونہی شود زیرا کہ سابق گزشتہ کہ فاسق در مقابلہ مومن اطلاق شدہ اب کوئی اس دھوکہ دینے کو خیال کرے کہ قاضی نور اللہ سا مؤلف اور مجالس المؤمنین سی مشہور کتاب پر بھی جناب علامی نہامی فرماتے ہیں کہ تقدیر صحت و صدور آن از فاضل گویا ان لفظوں میں اس کا بھی انکار کرتے ہیں مگر صاف انکار کرنے سے کچھ تقدیر کا لحاظ فرماتے ہیں اگر حضرت کو دیانت کا دعویٰ تھا تو چاہیے تھا کہ ایسا دھوکہ نہ دیتے اور مجالس المؤمنین کی اصل عبارت کو جس میں کچھ تحریف نہ ہوئی ہوتی نقل کر دیتے چنانچہ بجز اس کے کہ شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ نسبت تکفیر بجناب شیخین کما اہل سنت و جماعت سنہ شیعوں کی طرف بہ نسبت کرنا کہ یہ ابو بکر و عمر کو کافر کہتے ہیں یہ وہ قول ہے جس کا کوئی ثبوت شیعوں کی کتب میں موجود نہیں البتہ شیعوں کا مذہب یہ ہے کہ علی کے مخالف فاسق اور ان سے جنگ کرنے والے کافر ہیں۔ لہذا واضح رہے کہ فاضل شستری کا یہ بیان ہمارے مقصود مقصد پر ضرب اور ان کے مطلب کے لئے مفید نہیں کیونکہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ مومن کا لفظ فاسق کے مقابلہ میں آیا ہے لہذا بر بنا صحت و بیان فاضل شستری لکھ شیخین کو کافر کہنے کی نسبت شیعوں کی جانب اہل سنت جو بتاتے ہیں یہ ایک بے اصل اور لغو بات ہے کیونکہ اس کا ثبوت شیعوں کی کتب اصول میں نہیں ہے۔ عہ عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البوریں لدھیانہ ص ۵۲ سطر ۱۲۰ منہ عہ ایضاً صفحہ ۲۸ سطر ۲۲-۲۳ منہ

بہ شیعوہ نمودہ اند سنی سنت بی اصل کہ در کتب اصول ایشان اتان اثر می نیست، اور بلفظہ عبارت مجالس المؤمنین کی وہ ہے جو اوپر ہم نے نقل کی اگر کسی کو شک ہو وہ مجالس المؤمنین کو دیکھ لے اور مجتہد صاحب کے (بر تقدیر صحت و صدور آن از فاضل) لکھنے پر داد دے اور سب سے زیادہ مجھے یہ حیرت ہے کہ ایسے مجتہد فاضل نے (بر تقدیر صحت) اس عبارت کی نسبت کیونکر فرمایا اس لئے کہ مجالس المؤمنین میں نہایت شد و مد سے ملا نور اللہ شوسترى نے تکفیر حضرات شیعیان سے انکار کیا ہے اور صرف انہیں چند لفظوں سے اپنے انکار کو ثابت نہیں کیا بلکہ بہت لمبی چوڑی تقریر کی ہے چنانچہ مجلس سوم میں فرماتے ہیں۔

(کہ انما یہاں میں مقدمہ دفع تو ہی سنت کہ در اوہام عامہ استقرار یافتہ کہ شیعوہ

امامیہ تکفیر جمیع یا اکثر صحابہ می نمایند و اس معنی را مستبعد یافتہ عوام مذہب خود را بر تقریر آن از مذہب حق متغیر نمودہ اند و چگونہ چنین باشد و حالانکہ افضل المتفقین خواجہ نصیر الدین طوسی در کتاب تجرید فرمودہ کہ محاربا علی کفر و محاربا علی فسقہ و ظاہرست کہ اکثر صحابہ با حضرت محاربا نہ کردہ اند بلکہ بہ قوت کثرت خیل و حشم بے نیت استعمال بیف و علم در مقام مخالفت درآمدہ بہ استتعال غضب منصب عزت رسول متعال نمودہ اند انتہی بلفظہ) غرض کہ اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قاضی نور اللہ شوسترى نے یہ دلیل قطعی تکفیر سے ان صحابہ کے جنہوں نے حضرت علی سے لڑائی نہیں کی بلکہ صرف مخالفت کی ہے انکار کیا ہے اس لئے کہ وہ خود لکھتے ہیں کہ اس مقدمے کے لکھنے سے ہمارے غرض شد بہ باصمت لبان فاضل شوسترى علیہ بنا صحت۔

اس مقدمہ کا مطلب ان ماطن اور ہام کا ردیفہ ہے جو عام لوگوں کے ذہن نشین ہے کہ شیعوہ لوگ تمام صحابہ یا اکثر صحابہ کو کافر کہتے ہیں اور اس دہم کی وجہ عام لوگ مذہب حق سے نفرت کرنے لگے ہیں اور وہاں سے دور ہو گئے ہیں حالانکہ صحابہ کافر نہیں ہو سکتے خواجہ طوسی نے اپنی کتاب تجرید میں لکھا ہے کہ علی سے لڑنے والے کافر اور مخالفت علی کرنے والے ناستق ہیں اور یہ امر واضح ہے کہ صحابہ نے حضرت سے جنگ نہیں کی بلکہ قوت شان و شوکت اور سوار یوں کے ذریعہ آپ کی امداد کی اور مخالفین اسلام کے مقابلہ میں شہید و پرچم اپنے ہاتھ میں لئے اور عزت رسول اللہ قائم رکھنے میں استتعال دکھایا ہے اور حضرت علی سے جنگ نہیں کی بلکہ بغیر لڑائی و جنگ و جدال کے رسول اللہ کے پر عزت منصب خلافت کو غضب کر لیا (بہ تم سے پورے الفاظ)

یہ ہے کہ جو وہم سنیوں کو ہے کہ شیعہ امامیہ سب صحابہ کو کافر کہتے ہیں اور اسی سے خواہم کو زہیب سے کہ وہ شیعہوں کے مذہب کی برائی ان کے دل میں پیدا کر کے امامیہ مذہب سے ان کو نفرت دلاتے ہیں حالانکہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہم امامیہ مذہب کے لوگ سب اصحاب کو کافر کہیں، حالانکہ افضل المتقین خواجہ نصیر الدین نے تجربہ میں صاف لکھا ہے کہ علی کے مخالف فاسق ہیں اور لڑنے والے کافر اور پھر قاضی نور اللہ شوسترسی اسی پر قناعت نہیں کرتے بلکہ اس قول کو لکھ کر آپ اپنے دعوے عدم تکفیر اصحاب کے ثبوت میں یہ لکھتے ہیں کہ یہ ظاہر ہے کہ اکثر اصحاب نے حضرت علی کے ساتھ لڑائی نہیں کی بلکہ بغیر لڑائی کے خلافت کو غصب کر لیا پس باوجود ایسی مدلل تحریر کے جو قاضی نور اللہ شوسترسی نے کی ہے جناب مجتہد صاحب اول تو (بر تقدیر صحت) فرماتے ہیں تاکہ عوام کو شبہ نہ ہو کہ یہ روایت ہی مجالس المؤمنین میں نہ ہوگی اور بر تقدیر صحت فرما کر اس کے یہ معنی لکھتے ہیں کہ (قادر مقصود و مفید مطلوب و دنی شوذیرا کہ سابق گزشتہ کہ فاسق در مقابلہ مومن اطلاق شدہ یعنی اس سے کچھ ہمارے مطلب میں، مدح اور شاہ صاحب کے دعوے کو فائدہ نہیں ہوتا اس لئے کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ فاسق بہ مقابلہ مومن کے آیا ہے جس کے معنی کافر کے ہوتے ہیں سبحان اللہ بے عقل و دانش بباید گریست کیا فہم و ذکا خدا نے حضرت کو دیا تھا کہ اپنے دعوے تکفیر صحابہ کو قاضی نور اللہ شوسترسی کے دعوے عدم تکفیر سے ملاتے ہیں اور پھر کیا شوخی اور بے باکی ہے کہ فرماتے ہیں کہ ہمارا ان کا مطلب ایک ہے در حقیقت وجود و عدم اور اسلام و کفر کو ایک سمجھنا حضرت کی فہم و ذراست سے کچھ بعید نہیں ہے آپ کی سمجھ پر خیال کر کے ہم بھی کہتے ہیں کہ بیشک جو آپ فرماتے ہیں وہی درست و بجا ہے شاہ صاحب جاہل اور نادان تھے جنہوں نے قاضی نور اللہ شوسترسی کی عبارت کو عدم تکفیر صحابہ پر محمول کیا اسے حضرت امامیہ یہ حال ہے تمہارے مجتہدین و علما کے علم و فضل کا مغرض کہ ثابت ہو کہ قاضی نور اللہ شوسترسی اور محقق، نصیر الدین طوسی عدم تکفیر صحابہ کے معتقد ہیں اور سوائے محاربین کے کسی کو کافر نہ جانتے تھے اب سنیوں نے کہ مجتہد صاحب کیا فرماتے ہیں جناب قبلہ و کعبہ اپنی ذوالفقار میں فرماتے ہیں کہ استناد

سہ ہمارے مقصد کی شکست اور خود ان کے مطلب کیلئے مفید نہیں کیونکہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ یہاں فاسق کا لفظ مومن کے مقابلہ میں ہے۔ عبارت ذوالفقار مصدوم مطبع مجمع البحرین لودیانہ ۱۳۵۵ھ ۵۵ سلوہ۔ ۲۵۲ تہذیب کانامہ

پر موقوف ہے کہ جب کہ کتب اصول شیعہ کے لحاظ سے صحابہ اول سے مومن ہیں اور یہ جملہ و کلام مصنوعہ راقی اعلیٰ مطبوعہ

تعمیر مسطورہ موقوفست بریں کہ بنا بر اصول شیعہ باثبات رسائی کما صحاب تو از اول امر مؤمن
اندو این از جمله منتفات و محالات ست چہ علمای ایشا بدلائل بسیار و اخبار بے شمار کفر
و نفاق پیشوایان شمارا در کتب خود باثبات رسانیده اند و ہر گاہ حقیقت حال چنین باشد
پس کلام نواز محل اعتبار ساقط باشد) اب اے حضرات شیعہ تم کو اپنے دین و ایمان کی قسم
ہے اور تم کو اپنے دین و ایمان کی قسم ہے اور تم کو اپنے غمخواران ماب کے تقدس و اجتناد کی
کی قسم ہے کہ قاضی نور اللہ شوستری کی اس عبارت کو کہ آما آن کہ تکفیر ابو بکر و عمر بہ شیعہ نسبت
نمودہ است سخنے ست بے اصل کہ در کتب اصول ایشان از ان اثر سے نیست) جناب قبلہ
و کعبہ کی اس عبارت سے کہ علمای ایشان بدلائل بسیار و اخبار بے شمار کفر و نفاق پیشوا
یان شمارا در کتب خود باثبات رسانیده اند) ملاؤ اور فوراً کلمہ حق زبان پر لاؤ اور اتنا فرما
دو کہ ان میں سے کون صاحب سچے ہیں اور کون صاحب جھوٹے اور ہم بیچارے جاہل سنی
قاضی نور اللہ شوستری کے قول کو مانیں جو کہ نہایت زور شور سے فرماتے ہیں کہ یہ بات ،
ایسی بے اصل ہے کہ ہمارے کتابوں میں اصول کی اس کا اثر و نشان بھی نہیں ہے یا کہ
جناب قبلہ و کعبہ کی بات کو سنیں جو کہ نہایت مضبوطی سے فرماتے ہیں کہ ہمارے علمائے ان
کے کفر کو بدلائل بسیار اور اخبار بے شمار سے ثابت کیا ہے اے حضرات یہ حال ہے تمہارے
علماء کا کہ خود ہی اپنی ایک بات پر قائم نہیں رہتے اور ایک دوسرے کے کلام کو نقص کرتے
ہے اور سبب اس کا یہ ہے کہ جہاں جیسا موقع ہوتا ہے وہاں ویسی ہی بات کہنے لگتے ہیں
اور ہر نکتہ مقامی دار پر عمل کرتے ہیں جہاں دیکھا کہ صحابی کی تکفیر کہنے کا موقع ہے وہاں
ایسی دھوم دھام سے ان پر کفر کا اطلاق کریں گے کہ امام اول سے لے کر امام آخر تک کی زبان
سے ان کا کفر ثابت کریں گے اور جہاں دیکھا کہ اس سے اصول دین کے برہم ہوئے جاتے
ہیں اور اسلام ہی ہاتھ سے جاتا ہے وہاں اس زور و شور سے انکار کریں گے کہ کافروں پر ہاتھ
دھریں گے اس کو سنیوں کی تہمت اور افترا کہیں گے اور تمام اپنے علماء کو نسبت سے

(بقیہ حاشیہ) و محال ہے اس لئے کہ ہمارے علمائے بدلائل بسیار و ثبوت بے شمار صحابہ و پیشوایان مذہب
کو فاسق و کافر کہا ہے مگر حقیقت حال یہ ہے تو تمہاری بات ساقط الاخبار ہے عہ عبارت ذوالنار و سطر
سے ابو بکر و عمر کو شیعوں کی زبانی کافر کہا یا ایسی بے اصل بات ہے جسکا شیعوں کی اصولی کتاب میں کوئی تذکرہ
نہیں ہے نہ ہمارے ملائکہ و دلائل کثیر و ثبوت بسیار سنیوں کے پیشواؤں کو سنا ہے و کافر ہونے کا کچی کتاب سے ثبوت دیا ہے

تکفیر کی برہمی کریں گے عجب جاں ہے ان حضرات کا کہ ان کے اقوال اور روایات اور جوابات کو دیکھ کر عقل حیران ہے اور مجتہد صاحب صرف تکفیر شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر قناعت نہیں فرماتے اور اسی پر کفر کا دامن نہیں چھوڑتے بلکہ یہاں تک کفر کے پیچھے پڑے ہیں کہ ایک مقام پر صاف فرماتے ہیں کہ (قال الصادق علیہ السلام من شد فی کفر اعدائنا فهدوا لنا یعنی ہر کہ در کفر اعدای ما شک کند کافرست) اے حضرات شیوہ اس عبارت پر غور کرو اور اپنے مجتہد صاحب کے اس ارشاد کو سنو اور بے چارہ محقق نصیر الدین، طوسی اور قاضی نور اللہ شوشتری وغیرہ اپنے مذہب کے علمائے اعلام پر شوق ذوق سے تبرا بھیجوا اور ان کو کافر کہو اس لئے کہ ان کو کفر میں مخالفین علی مرتضیٰ کے شک ہے وہ ہر کہ در کفرشان شک کند کافرست۔ افسوس ہے کہ جب مجتہد صاحب نے کتاب تالیف کی تھی اور اپنے اجتہاد کا تقارہ بجایا تھا اور یہ حدیث امام صادق علیہ السلام کی لکھی تھی و دونوں بیچارے محقق اور قاضی مرمت چکے تھے ورنہ ضرور وہ اس ارشاد کو قبلہ و کعبہ کے سن کر انہیں کو کافر کہتے اور ہر کہ ایشاں را کافر گوید کافرست۔ کہہ کے ہم سنیوں کا ساتھ دیتے اس مقام پر میں جناب مجتہد صاحب کی دیانت کو اور بھی ثابت کرتا ہوں اور ان کے تبحر اور تقدس کو ظاہر کرتا ہوں کہ حضرت نے قاضی نور اللہ شوشتری کی تکذیب اس روایت میں نہیں کی ہے بلکہ اور مقامات پر بھی درپردہ تو بہ تو بہ درپردہ کیسا صاف اور صریح احمق بنایا ہے یا اپنی دانش مندی کو ظاہر فرمایا ہے چنانچہ صاحب تحفہ قدس اللہ سرہ اسی باب دوازہم میں ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ قاضی نور اللہ شوشتری در مجالس المؤمنین خود آورده کہ مضمون تشیع آنست کہ خلیفہ بلا فصل بعد از حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرتضیٰ علی سنت و لعن و سب در معتبر نیست مینگنجد کہ نام حضرات خلفائے ثلاثہ بر زبان شیعہ جاری شود و اگر جاہلان

سے یعنی جو شخص ہمارے دشمنوں کے کافر ہونے میں شک کرے وہ کافر ہے کہ اور جو انہیں کافر کہے وہ خود کافر ہے کہ نور اللہ شوشتری نے مجالس المؤمنین میں لکھا ہے شیعوں کا مسلک یہ ہے کہ رسول اللہ کے بعد خلیفہ بلا فصل حضرت علی ہیں۔ اور خلفائے ثلاثہ پر لعنت ملامت کرنا درست نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ اسی سلسلہ میں خلفائے ثلاثہ کا نام شیعوں کی زبان پر آئے ۱۲۷۵ عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع العجمین ۱۲۸۰ صفحہ ۱۲۔ ۱۳ اگر لعن کو جاہل شیوہ واجب جانتے ہیں تو ان کا قول باتی الگ صنف ہے

شیعہ حکم بہ و خوب لعن کردند سخن ایشان معتبر نیست و آنچه خبیث و فحش در بارہ ام المومنین
 عائشہ نسبت بہ شیعہ می کند حاشا ثم حاشا کہ واقع باشد چه نسبت فحش بکافہ آدمیان
 حرام است چه جائے حرم حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم و بعد از ان متصل ہمیں
 کلام گفته است کہ اس ضعیف حدیثی در کتاب حدیث از کتب شیعہ دیدہ بایں مضمون
 کہ عائشہ در خدمت امیر از حرب توبہ کردہ ہر چند قصہ حرب متواتر است و حکایت توبہ
 فروعاً ما بنا بریں طعن کردن در حق و سے جائز نیست) اب ذرا گوش ہوش مجتہد صاحب
 کلام سننے پر متوجہ کیجئے کہ حضرت ذوالفقار میں بہ جواب اس کے کیا ارشاد
 فرماتے ہیں کہ اما آنچه از لیسہ نور اللہ شوشتری نوشتہ پس البتہ در نقل تدلیس و تلبیس
 نودہ بالجملہ سب و تہم البتہ نزدیک امامیہ در حق پیچ کس از کفار و مسلم جائز نیست اما
 بزار و بزاری از اعدائے دین واجب و لازم گونج بحسب اتفاق اگر از زبان نگوید قیاحت
 باشد لیکن اگر گناہ دانستہ نگوید البتہ گنہگار بلکہ بہ نسبت ناکشین و قاسطین و مار قین اگر
 دانستہ نگوید از ایمان بیرون می شود چه او در نیصورت منکر ضروری مذہب امامیہ شیعہ
 اہل انصاف حور فرمایند کہ یہ تلبیس و تلبیس صاحب نوحہ توصاف صاف قاضی نور اللہ شوشتری
 کلام کو بیان کرتے جاتے ہیں اور مجتہد صاحب مجالس المومنین اٹھا کر ملاحظہ نہیں فرماتے
 اور صرف اپنی تدلیس و تلبیس کے ظاہر کرنے پر بلا مقابلہ کتاب کے ان پر تدلیس کی تہمت
 کرتے ہیں اسے حضرات امامیہ اپنے مجتہد صاحب کی تدلیس کے کیا اب بھی قائل نہ ہوں گے

تبر حاشیہ، عزیز مہر ہے اور ام المومنین حضرت عائشہ کے بارے میں فحش کلامی کرنا شیعوں کی جانب منسوب کیا جاتا
 ہے توبہ تو بالکل جانب کوئی برائی نہیں کہی جاسکتی۔ جب کہ دوسرے آدمیوں کو گالیاں دینا حرام ہیں تو حرم محترم رسول اللہ
 کو گالیاں کیسے دی جاسکتی ہیں اس کے فوراً ہی بعد ایک ضعیف حدیث شیعوں کی کتب حدیث کی لکھی ہے کہ عائشہ
 نے جنگ کرنے سے خدمت علی میں توبہ کی اگرچہ جنگ کا واقعہ متواتر ہے لیکن توبہ کرنے کی حکایت خبر واحد ہے لیکن اس بنا پر عائشہ
 میں طعن کرنا جائز نہیں ہے لہذا قاضی نور اللہ شوشتری کے حوالہ سے جو گھٹایا ہے اس کے نقل کرنے میں مکر و فریب
 اور لاپیٹ سے کام لیا گیا ہے اور فرقہ شیعہ کے نزدیک کسی کافر و مسلم کو سب و تہم اور گالیاں دینا جائز نہیں البتہ شیعہ
 سے بیزاری ذہن کرنا واجب و لازم ہے اگر زبان سے تبرا نہ کہا جائے تو کوئی قیاحت نہیں لیکن اگر مجرم کو گنہگار جان کر
 لڑنے کہے تو ایسا شخص خود گنہگار ساقط المعادہ ظالم اور دین سے خارج ہے اور اگر گناہ کو دانستہ نہ کہے تو ایمان سے
 آہد دعوت ہے کیونکہ اس حالت میں وہ ضروریات مذہب امامیہ کا منکر ہے۔ عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین
 البحرین رضی اللہ عنہ ص ۱۸۰

اور ان کے اجتہاد میں اس طرح کی بیانیوں سے بھی کچھ شک نہ کرو گے خیال کرو کہ مجالس المؤمنین ملا عبد اللہ کی اظہار الحق نہیں ہے کہ جو بدلے یا اس کے انکار کرنے سے چھپا چھوٹا جائے یا وہ کتاب ایسی ناہر الوجود نہیں ہے کہ مجتہد صاحب کے پاس نہ ہوتی اور قبلہ و کعبہ کا کتب خانہ اس سے خالی ہوتا تو اگر شاہ صاحب نے اپنی طرف سے ان کی نسبت کچھ تہمت کی تھی اور جو قاضی صاحب نے نہ لکھا تھا اور نہ کہا تھا وہ ان کی طرف منسوب کیا تھا تو کیا مشکل تھا کہ مجالس المؤمنین کو اٹھا لیتے اور اصل عبارت اس کی صاف صاف نقل کر دیتے یہ عجیب قسم کی تدلیس ہے کہ کتاب تو نہیں دیکھتے نا دیدہ و دانستہ اس سے اغماض کرتے ہیں اور صاحب تحفہ کو برا بھلا کہتے ہیں بیشک یہ پیروی ان کی تو ضرور ہے کہ انہوں نے ایسی روایت جو مخالف عقیدہ امامیہ کے ہے ایسے عالم کی کتاب سے نکال دی جو کس اعظم شیعوں کا ہے اور جس نے جان بھی اپنی اس مذہب پر قربان کر دی ہے لیکن اس اجمال پر کفایت کرنے کا یہ سبب ہے کہ اگر صاف لکھیں کیونکہ اصل عبارت کو نقل کریں اگر کچھ فرق ہو یا کچھ اپنی طرف سے شاہ صاحب نے ملا دیا ہو تو اسے لکھیں اور اگر اس کا صاف صاف اقرار کریں تو پھر حجاب میں کیا خاک بلا لکھیں اس لئے شیطان الطاق کے دتیرے پر چلے اور ہم اقرار اور ہم انکار کر کے پہلو بچا گئے مگر افسوس ہے کہ اسی عبارت کے بعد دو لفظ ایسی حضرت کے کلم سے نکل گئی ہیں کہ اس سے تصدیق اس مضمون کی ہوتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ مراد سید نور اللہ ہر جا کہ گفتہ باشد مگر گفتہ باشد ہمہ است عبارت ایشان ہرگز با پنچہ فرغہ مخالفت ندارد اس عبارت کو دیکھ کر بے ساختہ دل چاہتا ہے کہ جناب خیران مآب کی شان میں کچھ لکھوں مگر سوائے اس گل دیگر شکست کے کچھ نہیں لکھتا اور یہی کہہ کے ان کے مقلدین سے پوچھتا ہوں کہ بھائیو شاید میری کجی کی غلطی ہے جو میں دونوں مضمونوں کو مخالف پاتا ہوں کوئی بھی مجھے یہ سمجھا دے کہ قاضی نور اللہ شومستری کی اس عبارت کا کہ (مضمون تشیع آں ست کہ خلیفہ بلا فصل بعد از حضرت مرتضیٰ علی ست و سب و لعن در معتبر نیست) مضمون کیونکہ اس عبارت سے مجتہد صاحب نے سید نور اللہ شومستری نے جہاں کہیں جو کچھ لکھا ہے اسی سے مراد وہی ہے جو ہمارا ہے اور ان کی کوئی عبارت میری عبارت کے مخالف نہیں ہے شیعوں کا مسلک یہ ہے کہ رسول اللہ کے بعد علی مرتضیٰ بغیر کسی نقل کے خلیفہ نہیں اور درمیانی خلفاء پر لعن طعن جائز نہیں ہے۔

کے مطابق ہے کہ امامیہ تبرا و نیز ازی انا دعا می دین واجب، اور نیز قاضی نور اللہ صاحب کے اس فقرہ کو کہ (اگر جاہلان شیعہ حکم بوجوب لعن کردن سخن ایشان معتبر نیست) کس طرح نیک و کعبہ کے اس فقرہ کے مطابق ہے کہ گو کج سبب اتفاق اگر از زبان نہ گویند قباحت نباشد لیکن اگر گناہ دانستہ نگوید البتہ گنہگار بلکہ بہ نسبت ناکشین و قاسطین و مار قین اگر گناہ دانستہ گویند از ایمان بیرون می شود، میں قاضی صاحب کی تقریر کا یہ مطلب سمجھتا ہوں کہ ان کے نزدیک سبب و لعن تشیع کے لئے معتبر اور ضرور نہیں ہے اور حکم بوجوب لعن جاہلوں کی بات اور مجتہد صاحب کے قول سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک سبب و لعن تشیع کے لئے ضرور ہے بلکہ جو تبرا نہ کرے وہ مومن نہیں ہے اور پھر باوجود ایسی مخالفت مضمون کے مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ (عبارات ایشان ہرگز بہانہ فقیر کفایت مخالفت ندارد) اب اس پر کیا کہا جاوے حقیقت میں جو کچھ ناز و افتخار ذوالفقار کی تالیف پر حضرت کو ہوا ہے وہ یہاں ہے اگر حضرت خود اس کی تعریف اپنی زبان سے نہ کرتے اور بقول صاحب شعر

ثنائے خود بخود کردن نمی زبید ترا صاحب چوزن پستان خود مالہ خطوط لعن کا باید
خود ستائی سے اجتناب کرنی تب تھی جبکہ خود کتاب حضرت کی ثنا و صفت کرتی اور
اب تو خدا کے فضل سے حضرت کی ستائش کی تصدیق ہوتی ہے اور جو کچھ خود بد دولت
لے اپنے شیعہ اور اپنی کتاب کی نسبت فرمایا ہے اس کا ثبوت ہونا جانا ہے و لیکھ حضرات
امامیہ وہ کتاب ذوالفقار ہے جس میں حکیمانہ تقریریں بھری ہوئی ہیں اور جس کی نسبت حضرت
نے صوارم میں فرمایا ہے کہ جب باب دولت و ہم سخونہ کا ہم نے ملاحظہ فرمایا تو بہ خیال اس
کے کہ ایک جاہل عامی آدمی کی طرف مقابل بننا موجب عار و ننگ ہے دل جواب لکھنے پر
توجہ نہ ہوا مگر یہ خیال کر کے کہ بڑے بڑے پیغمبر اور اماموں کو زمانہ نے مجبور کر دیا ہے اور
ان کو کافروں اور جاہلوں کا جواب دینا پڑا میں نے اس کا جواب لکھا چنانچہ بجا اللہ

لے لیکن دشمنان دین سے ہیزاری اور ان پر تبرا کرنا دینی وجہات میں سے ہے کہ اگر جاہل شیعہ لعنت ملامت
کو واجب جانتے ہوں تو ان کی بات معتبر نہیں ہے کہ اتفاقاً اگر زبان سے تبرا نہ کریں تو کوئی قیامت نہیں لیکن
میں پر اگر گناہ کو دانستہ تبرا نہ کرے تو ایسا شخص خود گنہگار بلکہ ساقط العابدہ ظالم اور دین سے خارج ہے اور اگر
گناہ کو دانستہ نہ کہے تو ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ حصہ ۱۱۵، صفحہ ۱۲۱، حصہ ۱۱۶، صفحہ ۱۲۱، حصہ ۱۱۷، صفحہ ۱۲۱

۱۱۷۔ کہ ان کی عبارت میری عبارت کے متضاد نہیں ہے چنانچہ بجا اللہ اسی زمانہ میں دس بیس دن کے
ایضاً لکھے منفرہ

تعالیٰ درجہ ان اداں سعادت تو امان در عرصہ وہ نسبت روز بصرہ قلیلیے از اوقات بہ نقض
 آن پروا ختم و بہبودہ گوئی اور ابہ بیان واضح برہ کس و نا کس ظاہر و لائح ساختہ و رسالہ
 مذکورہ اباسم ذوالفقار اختصاص وادہ مع جلد کتاب عماد الاسلام پیش آن ناصب مولف
 کتاب تحفہ اثنا عشریہ سید سل و اشم تا شاید از خواب غفلت بیدار شود و از سرستی جہل مرکب
 ہوشیار کرد و لکن الحجۃ البالغۃ کہ مدت پنج شش سال منقضی گشتہ کہ آن رسالہ در اطراف بلاد
 شائع و منتشر گردیدہ و از نظر بہارے از فضلائے سنیاں گذشتہ نظر متانت و استحکام
 کلام کہ در اثناے نقض شبہات و کشف عیوب موہبات اور بلاد کتاب تکلفات و تعسفات
 مذکورہ ساختہ ام ہیچ کس چہ آن ناصب عداوت اہل بیت منصف کتاب مذکور چہ عزیز او از
 فضلائے مذہب مستور مجال این نیافتہ اند کہ بہ نقض آن پردازند و در جواب آن چیز می بر
 نگاہند و بمقتضائے این کہ الحق یعلو و اولیٰ علیٰ اتہی بلفظہ منحصا، حقیقت میں جو کچھ حضرت
 نے بس ذوالفقار کی نسبت فرمایا وہ سب بجا اور درست ہے عبارت بھی اس کتاب
 کی فصاحت اور متانت سے بھری ہوئی دلائل بھی اس کے سب حکیمانہ دیانت اور
 امانت اس کی سطر سطر سے عیان اور کلف اور تعسف کا تو ذکر ہی نہیں ہے جو کچھ حضرت نے
 لکھا ہے صاف صاف سچ سچ بیان کر دیا ہے اور اپنی فضیلت اور تبحر کو بخوبی ظاہر کر دیا
 ہے مگر قصور اتنا ہو گیا کہ اس کے لکھنے میں جلدی بہت کی تھی اور صرف بیس روز میں
 اس کو ختم کر دیا تھا حالانکہ ایسی کتاب کو سوچ سمجھ کر لکھنا چاہیے تھا اور فضیلت اور رسوائی
 کا خیال بھی کرنا لازم تھا اگر صوارم کی طرح پانچ چھ برس میں اس کو بھی لکھتے اور سی ایوانی
 سے عبارت بھی اس کی درست کہہ لیتے تو شاید عبارت بھی درست ہو جاتی تقریب میں بہبودگی
 بھی کم ہوتی تب البتہ جس طرح صوارم کا جواب ایک بیچارے ملتانی نے لکھ دیا اور حضرت
 اندر تھوڑے سے اوقات میں اس کتاب کی تنقید کرتے ہوئے اس کی بہبودگیاں ظاہر کیں تاکہ بہر ایک پر واضح ہو جا
 کہ ان کی بہبودگیاں کیا ہیں اور ایک رسالہ کی صورت دے کر اس کا نام ذوالفقار رکھا اور وہ کتاب بلاد
 اسلام کے ساتھ بنام مولف کتاب تحفہ اثنا عشریہ ارسال کیا تھا کہ خواب غفلت سے بیدار ہوا اور
 جہاں مرکب کی سرستیوں سے ہوشیار ہو جائے حجۃ البالغۃ ہی کے لئے ہے کہ پانچ چھ سال کی
 مدت میں میرے اس رسالہ کا جواب اس ناصبی سنی وغیرہ کسی نے نہیں دیا کیونکہ حکم الہی حق بلند ہوتا ہے
 اور سزگوں کیسے نہیں ہوتا ختم شد بلور خلاصہ عن عبارت صوارم مطبوعہ بندر کلکتہ ۱۳۰۵ ص ۱۰۸

کی متانت کو سفاہت سے مراد ہونا ثابت کر کے اس جواب کا نام تنبیہ السیفہ رکھ دیا تو مجتہد صاحب کے حق میں کوئی طالب علم اٹھ کر جواب لکھ دیتا اور بندگان والا کی خدمت میں تحفہ بھیج دیتا حضرت نے اس کتاب کی تالیف میں جلدی کو کام فرمایا اور شیخ سعدی کے اس مصرعہ پر جسے لڑکے بھی جانتے ہیں خیال نہ کیا ہے کہ تعجیل کار شیطین پودے میں جب ذوالفقار اور صوارم کو مطالعہ کرتا اور حضرت کی گالیوں اور فحش اور خود ستائی کو دیکھتا تو اپنے دل میں کہتا کہ جناب والا نے جس قدر حصا اپنی اوقات عزیزے کا گالیوں اور فحش میں صرف کیا ہے بہتر ہوتا کہ جوابیت کے سوچنے اور تامل اور غور کر کے لکھنے میں صرف کرتے مگر آخر اس کا جواب تو وہی حضرت کے قول سے جو انہوں نے صوارم میں لکھا ہے میں نے پایا کہ میری سخت گوئی اور طعن و تشنیع پر کوئی اعتراض نہ کرے اس لئے کہ شاہ صاحب اس کے ہاوی ہیں اور پھر ہم تو شیعہ ہیں اگر آئینہ جانب نظر بایکہ شیوہ شیعیان تبرائون سنت انا عدائی دین زیادہ از آنچه نوشته اند بہ عمل آید مستبعد نباشد اب میں پھر شروع کرتا ہوں جناب قبلہ و کعبہ کے جواب کو جو قاضی نور اللہ شوستری کی تقریر کا دیا ہے کہ الاما آنچہ از سید نور اللہ نقل نموده کہ این ضعیف حدیثی در کتاب حدیث از کتب شیعہ دیدہ باین مضمون کہ عائشہ در خدمت امیر علیہ السلام از حرب توبہ کردہ الخ اقول ہر چند این قبیل سخنان ہرگز بہ مسلک جناب سید نور اللہ شوستری نمی زید کہ آنچه ایشان در تصوف حدیث امامیہ بدل جہد نموده اند و جہاد سنان قلم و سیف زبان کہ افضل از جہاد سیف و سنان باشد کہ وہ اندا ظہر من الشمس ست و اگر بہ حسب اتفاق روایتی باین مضمون بہ نظر ایشان رسیدہ باشد ہر گاہ در مذہب اہل اسلام روایات متضمن جسم بودن خدا و مکانی بودن او تعالیٰ شاہ مروم لہ اور نظر بآن کہ تبراکہ ناشیعوں کا شیوہ ہے تو دشمنان دین نے جو کچھ لکھا ہے ویسا عمل بعید نہیں ہے سید نور اللہ شوستری کے حوالہ سے جو نقل کیا گیا ہے کہ یہ ضعیف حدیث شیعوں کی کتب حدیث میں اس طرح ہے کہ عائشہ نے خدمت امیر میں اگر جنگ کرنے سے توبہ کی الخ اس کا جواب میرے پاس یہ ہے کہ اس قسم کی باتیں سید نور اللہ شوستری کو زربا نہیں کیونکہ انہوں نے اس حدیث شیعہ میں دل دھان سے کوشش کی ہے قلم کی بد چھو اور زبان کی تلوار کا جہاد شمشیر و سنان کے جہاد سے افضل ہے جو انہوں نے انجام دیا اور یہ بالکل ظاہر ہے اور حسب اتفاق روایات یہ مضمون ان کی نظر سے گزرا ہو گا کہ عہد عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لہ ص ۱۳۳ صفحہ ۷۷ سطر ۲۳-۲۴ منہ عبارت صوارم مطبوعہ بند لکنتہ ۱۳۳۷ھ سے سطر ۱۲-۱۳ لہ ص ۱۳۳

شدہ باشد لکن چون مخالف ضروری دین سنت محل اعتبار نباشد پس چنین روایت ہم
 یا شیعیان ضرر نخواهد رسانید زیرا کہ اگر روایت توبہ و صحیح می بود جناب ائمہ ساز و تبرائی نمودند
 و معلوم سنت کہ جناب صادق علیه السلام بعد ہر نماز عبادت و استساز و دوازہ غیر او کہ اعدائے
 دین می بودند تبرائی فرمودند اس قول میں بھی حضرت نے دیانت کو کام فرمایا کہ صرف
 اس خیال سے کہ سید نور اللہ بڑے مجاہد تھے اور آخر تشیع کی بدولت شہید بھی ہو گئے وہ کیونکر
 ایسی روایت لکھیں گے اس روایت کو صاف قبول نہ کیا لیکن الحمد للہ کہ اس سے انکار
 بھی نہ فرمایا اور مجالس المؤمنین سے نقل کر کے اس میں کچھ تعریف شاہ صاحب کی ثابت
 نہ کی پس ہم حضرت کے خیال کو صرف و سوسہ شیطانی سمجھتے ہیں اور جو کچھ بہ نسبت منقول
 ہونے روایت جسم اور مکان باری تعالیٰ کے حضرت نے لکھا اس میں بھی مدلیس کو دخل
 دیا یعنی فرماتے ہیں کہ مذہب اہل اسلام میں ایسی روایتیں ہیں تاکہ لوگوں کو دھوکہ ہو کہ شاید
 سنیوں کے یہاں ایسی روایتیں ہیں حالانکہ اس تعجب سے بیچارے سنی محروم ہیں یہ دولت
 صرف حضرات شیعوہ کے قدماء اور علما کے حصے میں ہے اس لئے بجائے اہل اسلام کے اہل
 تشیع لکھنا چاہئے تھا تاکہ لوگ دھوکے میں نہ پڑتے اور سمجھ جاتے کہ جب باری تعالیٰ
 کی جسمیتہ اور مکان کی روایتیں مذہب تشیع میں موجود ہیں اور اس سے باوجود یکہ اس کے
 اعتقاد رکھنے والے اور ان روایتوں کو احادیث ائمہ میں نقل کرنے والے علما شیعوہ تھے
 اور صرف علما نہ تھے بلکہ نائب ائمہ اور نہ فقط نائب ائمہ بلکہ جان اور جگر ائمہ کے کہاں
 کو ہم خاص ایک بحث میں ثابت کریں گے اور پھر ان روایتوں سے متاخرین امامیہ منکر ہوں
 گے تو پھر کیا تعجب ہے کہ حضرت عائشہ کی روایت توبہ کے اگلے مقرر تھے اور اب پچھلے منکر
 ہیں علاوہ بریں اس قول کو مجتہد صاحب کے دیکھنا چاہئے کہ وہ معاذ اللہ حضرت امام جعفر
 صادق کی نسبت تبرائی نے کی تہمت کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ وہ ہر نماز کے بعد عبادت سمجھ
 کہ حضرت عائشہ اور خلفائے پر کبر کرتے تھے حالانکہ قاضی نور اللہ شوشتری اسکے وجوب کو اہل
 رقیعہ حانیہ مذہب اسلام میں اللہ کا جسم ہونا اور اللہ کا کسی مکان و مقام میں ہونا لکھا ہے لیکن چونکہ اس عقیدے
 سے انحراف کرنا دین کے لئے ضروری ہے اس لئے ایسی روایات ناقابل اعتبار ہیں اس لئے اس قسم کی روایات
 شیعوں کے لئے نقصان رساں نہیں اس لئے کہ اگر ان کی توبہ کی روایت ہوتی تو ائمہ ان سے ہزاری نہ کرتے اور ہمار
 معلوم ہے کہ جناب صادق ہر نماز کے بعد بطور عبادت ان سے اور دوسرے دشمنان دین پر تیرا کرتے تھے۔

کی طرف نسبت کرتے ہیں اور اس کو تشیع کے مفہوم میں معتبر نہیں جانتے دیکھو نور اللہ شوستری نے کچھ ایمان کا پاس کیا اور کہا کہ نسبت فحش بہ کافہ آدمیان حرام ست چہ جائے حرم حضرت پیغمبر خدا، اور مجتہد صاحب اسی کو امام کی طرف منسوب کرتے ہیں وحاشا جنابہم عن والک۔

حقیقت میں مجتہد صاحب درپردہ قاضی نور اللہ کو جھلاتے ہیں اور ایسے لفظ لکھنے پر جس سے وجوب تبرا ثابت نہ ہو خفا ہوتے ہیں مگر تقدیر کے لکھے کو امکان نہیں دھرتا جو کچھ وہ لوگ لکھ گئے سو لکھ گئے مسجد القلم بنا ہو کائنات اب بات بنائے اور نوحہ و بیکا کرنے سے کیا ہوتا ہے سچ لکھا ہے منشی سبحان علی خاں صاحب نے مولوی نور الدین کے خط میں کہ (البتہ مشکل ست کہ علمائے ما وقت تحریر کار بہ دورانہ نشی و حفظ از اعتراض، حریف بہ بعض جاہاں کردہ اند) اور ایک خط میں جناب منشی صاحب موصوفی ان افظول سے اپنا افسوس کرتے ہیں (کہ غرض کہ متعصبین جفا پیشہ راستق تعالیٰ ذائقہ عدل خود چشاید کہ ازین تعصبات میدان مناظرہ بسیار تنگ شدہ و تناقض اخبار رگ جان رامی خواشد اور پھر کہتے ہیں کہ تحقیقہ الحال اس کہ بندہ پیشتر با بودید اختلاف مضامین احادیث و قصور فہم امثال ما ہیجہ امان انوار تفسیر اکثر آیات مصحف مجید مروی بطریق فرقہ حقیقتاً نیا بطریق فرقہ حقیقتاً اثنا عشریہ بہ خود می لرزید کہ اگر مخالف دست تثبت بدیل اس مروی می زند تنقضی مشکل خواہد بود ہاں پیش آمد، الحاصل جو کچھ ہم نے لکھا اس سے بخوبی ثابت ہوا کہ قاضی نور اللہ شوستری کے نزدیک مخالفان علی مرتضیٰ کافر نہیں ہیں بلکہ فاسق ہیں اور وہ اپنے اس قول پر محقق نصیر الدین طوسی کے قول کو استدلال کرتے ہیں جو کہ انہوں نے تجربہ میں کہا ہے کہ (مخالفوی فسقہ و ہمار بودہ کفرہ) اب ہم بہ تفصیل اس جواب

سے نصن کبنا نام انسانوں کے لئے حرام ہے چہ جائیکہ حرم محرم رسالتاب کو گلابا دی جائیں البتہ مشکل یہ ہے کہ ہمارے علمائے اپنے تحریرات کے وقت دشمنوں کے اعتراضات سے محفوظ رہنے کے لئے بعض مقامات پر دور اندیشی سے کام نہیں لیا، اسے عرض کہ ظالم ناصب کہنے والوں کو اللہ اپنے عدل و انصاف کا خود مزہ چکھائے گا ان تعصبات کی وجہ سے میدان مناظرہ بہت تنگ ہو گیا ہے اور متضاد اخبار و احادیث کی وجہ جان مشکل میں ہیں ۱۲ - ۱۳ مکاتیب سبحان علیمان میں جو مطبوعہ نثر الطابع دہلی ۱۲۶۰ء ہے صفحہ ۸۲ سطر ۱۵ دیکھو ۱۶ منہ ۱۷ صفحہ ۶۵ سطر ۱۶ میں دیکھو ۱۷ منہ ۱۸ مکاتیب سبحان علی خان کی صفحہ ۱۶ سطر ۱۷ میں دیکھو ۱۷

کو مجتہد صاحب کے بیان کرتے ہیں جو انہوں نے ذوالفقار میں دیا ہے اور جس میں حضرت نے اپنی وفادار طبیعت کے جوہر دکھائے ہیں فرماتے ہیں کہ اگر تقدیر مطلب عبارت محقق طوسی علیہ الرحمہ کہ چیزے باشد کہ بذہن قاصر اور رسید و جہر استحقاق لعن ایسا منحصر و محارہ حضرت امیر المومنین نیست چہ بر تو سابق بریں ظاہر گشتہ و ہم عنقریب واضح خواہد شد کہ ہر کہ منکر کیے انا اصول دین و یا منکر کیے از ضرورتیات دین و یا مذہب باشد ملعون است گو محارہ نباشد و محقق طوسی علیہ الرحمہ تکلفہ کہ کل من لا یؤمن محارہ بالاً کیوں ملعوناً کافر الجوزان کیوں الجہول الخ اس حکیمانہ تقریر کے شروع میں جو لفظ تقدیر کا ہے۔ اس پر غور کرنا چاہیے کہ اس سے پایا جاتا ہے کہ مخالفہ فسقہ و محارہ بوجہ کفرہ کا مطلب، جو شاہ صاحب سمجھے ہیں وہ گویا غلط سمجھتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مخالفان علی قاسق ہیں اور محارہ بان علی کافر چہ معلوم نہیں کہ اس کا مطلب کیا ہے اور ان لفظوں کے اور کیا معنی ہیں۔ اگر شاہ صاحب نے اس کے معنی سمجھتے ہیں غلطی کی اور خطبہ شفتیق کی طرح بغیر قاموس اور صحاح جوہری کے دیکھنے کے اس کا مطلب سوائے مجتہد صاحب کے دوسرا نہیں سمجھ سکتا تو جو کچھ قاضی نور اللہ شوشتری اس کا مطلب سمجھے ہیں اور انہوں نے فارسی میں اس کو بیان کیا ہے وہ بھی تو یہی ہے چنانچہ بلفظ نقل اس کی ہم اوپر لکھ چکے ہیں پس معلوم نہیں کہ باوجود ایسی سلامت الفاظ اور صراحت معنی کے لفظ تقدیر مجتہد صاحب کے قلم سے کیوں نکلنا ہے۔ اب مجتہد صاحب کے معنی سنئے کہ وہ جو کچھ اس کا مطلب سمجھے ہیں اس کو خود ہی بیان کرتے ہیں کہ **اما قوله ان مخالفہ فسقہ بمعناہ انہ لا بد من ان کیوں**، نے محقق طوسی کی عبارت کا مطلب جو تقدیر کے ساتھ شاہ صاحب کے ذہن قاصرہ میں آیا وہ کچھ اور ہے سالانہ ان پر لعنت و ملامت کی وجہ امیر المومنین سے جنگ کرنا نہیں بلکہ وہ ہے جس کا تم سے پہلے اظہار کیا جا چکا ہے اور پھر عنقریب واضح ہو جائیگا کہ جو کوئی اصول دین یا کسی ضرورت دین و مذہب کا انکار کرے تو وہ ملعون ہے اگرچہ اس نے جنگ نہ کی ہو۔ محقق طوسی نے یہ نہیں کہا کہ جو جنگ نہ کرے وہ ملعون و کافر نہیں بلکہ جائز ہے اس پر بھی صادق آئے ۱۲ سے محقق طوسی کا مطلب ظاہر ہے کہ مخالف علی بن ابی طالب جب ضرورت دین کا منکر ہو گا تو وہ لازماً فاسق ہے جیسا کہ تمام دیگر مخالفین یعنی دنیا میں ان پر احکام اسلام جاری ہوں گے اور آخرت میں وہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رہیں گے لہذا عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع البحرین لدھیانہ ۱۳۱۲ھ ص ۲۳۱ سطر ۱۲ منہ ۱۳۱۲ھ ایضاً ص ۲۳۲ سطر ۲۲ منہ ۱۳۱۲ھ۔

فاسقاً لانه لا یكون الا فاسقاً فان من ضروریات مذہبنا ان بعض انواع مخالفہ منجری الی الکفر و مستلزم للفسق، کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ ضرور ہے کہ مخالف علی فاسق ہوں نہ یہ کہ مخالف ان نہ ہو گا مگر فاسق اس لئے کہ ہمارے مذہب کی ضروریات سے ہے کہ بعض اقسام مخالفت علی فاسق کے منجریہ کفر مستلزم فسق ہوتے ہیں اور بعد اس کے فرماتے ہیں کہ (ہم یہ تو اندیشہ کہ مراد محقق اسے باشد کہ مخالف علی ابن ابی طالب علیہ السلام مادامیکہ منکر کیے از ضروریات دین نباشد مسلم فاسق است چنانچہ سائر مخالفین اعنی دردار دنیا احکام اسلام برآ نہا جاری می شود مگر دردار آخرت مخلص بہ نارخواستہ بود) اس معنی پر مثل مضمون المعنی فی بطن الشاعر بلکہ مقولہ توجیہ القول مالایرضی بہ قائلہ کا یاد آتا ہے اب ہم اس سے بحث کرتے ہیں کہ حضرت مجتہد صاحب قبلہ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ اکثر اوقات استعمال فسق در خصوص معنی خروج عن طاعتہ الشیع الایمان می شود و ازین لازم نمی آید کہ ہر جا کہ لفظ فاسق مستعمل شود ہی معنی مراد باشد کیفیت وجہاً حق سبحانہ تعالیٰ میفرماید **وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا**
إِلَّا الْفَاسِقُونَ يَا فَاؤُ لَيْتَكَ هُمْ لَأَسْبِقُونَ۔ وظاہر است کہ او سبحانہ تقدس و تعالیٰ درینجا لفظ فاسق بر مرتداً اطلاق کرده و امثال اس آیات در کلام مجید بسیار است و ازین مبرہن می شود کہ اس متعصب کلام محقق علیہ الرحمہ را درین مقام محض بر سبیل تدلیس و مغالطہ ذکر نموده بر کلام سفاہت نظام خود آن را دلیل شمرده و حالانکہ کلام محقق علیہ الرحمہ در غایت جودت و منانت است اس ساری تقریر کا جس میں حضرت نے بہت بحث کر کے دو چال آستین

نہا کر کے ایضاً صفر و ہطرہ۔ ساتھ ساتھ اکثر اوقات فسق کا استعمال اپنے خاص معنوں یعنی ایمان کے ساتھ ساتھ طاعت سے خارج ہو جانے کے معنی میں استعمال ہوا ہے اس سے یہ لازمی نہیں ہوتا کہ جہاں لفظ فاسق استعمال ہو وہاں یہی معنی کیے لئے جاسکتے ہیں اللہ نے کہا ہے ہم نے واضح آیتیں اتاریں اب ان سے وہی لوگ انکار کریں گے جو فاسق اور بے شکے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہاں فاسق کا لفظ مرتد کے لئے اللہ ہی نے کہا ہے اس قبیل کی آیتیں قرآن کریم میں بکثرت ہیں اور ان سے واضح ہوتا ہے کہ اس متعصب شخص نے محقق طوسی کے کلام کو یہاں بطور مغالطہ بیان کیا ہے اور اپنے بیوردہ کلام کو خود ہی ثبوت میں پیش کیا ہے۔ حالانکہ محقق طوسی کا کلام نہایت خوب دہنیں ہے ۱۲ ص ۱۲۰
 اول سورہ بقرہ رکوع ۱۲۔ ترجمہ ہم نے اتاریں تیری طرف آیتیں واضح اور منکر نہ ہوں گے ان سے مگر وہی جو بے حکم ہیں ۱۲ موضع القرآن ص ۲۰ سورہ آل عمران رکوع ۶۔ ترجمہ تو وہی لوگ ہیں بے حکم ۱۲ موضع القرآن
 دارالافتاء مطبوعہ مجمع البحوث لدھیانہ ص ۲۰۹ سطر ۱۰۔ ۱۱ منہ۔

بھی کسی میں یہی مطلب ہے کہ لفظ فاسق کبھی معنی مرتد اور کافر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے
 سو ہم تسلیم کرتے ہیں لیکن قرینہ اور سیاق عبارت کا ہونا ضرور ہے کہ وہ آیات قرآنی میں موجود اور
 کلام محقق طوسی میں مفقود بلکہ کلام طوسی میں کسی طرح پر لفظ فاسق سے کافر کے معنی لینا درست
 ہی نہیں ہو سکتا بلکہ مطلب ہی اس کا فوت ہوا جاتا ہے اس لئے کہ اگر کبھی موقع و محل پر صرف
 اتنا کہتے کہ مخالفوہ فسقہ اور اس کے مقابل میں محاربوہ کفرہ نہ فرماتے تو گنجائش اس کی ہوتی
 کہ مراد فاسق سے کافر ہے لیکن وہ دو فریق کا حال بیان کرتے ہیں اور دونوں کے احکام کو بھی جدا
 جدا ذکر کرتے ہیں تو بحالت اتحاد معنی محمول کے تو اس مقام پر اتحاد معنی موضوع میں ضرور لازم
 ہے پس جب انہوں نے دو فریق قائم کئے ایک وہ جنہوں نے حضرت علی سے مخالفت کی
 دوسرے وہ جنہوں نے ان سے لڑائی کی اور ان دونوں کی نسبت دو حکم قائم کئے مخالفت کو فاسق
 قرار دیا اور محارب کو کافر تو اگر یہاں فاسق کے معنی کافر کے لئے جاوے تو مطلب ہی فوت ہوتا
 ہے بلکہ یہ جملہ ہی ضبط ہوا جاتا ہے اور محقق طوسی سے علامہ کا کلام وہ بھی تجریدی کتاب کا جو
 باعتبار الفاظ معنی کے نہایت ہی متین ہے مہمل ہوتا ہے اس لئے کہ اگر مراد ان کی فاسق سے
 کافر تھی تو بجائے مخالفوہ فسقہ و محاربوہ کفرہ کے اتنا ہی کہہ دیتے کہ مخالفوہ کفرہ تاکہ محارب
 بھی اس میں آجاتے یا اگر بہت تصریح کرتے تو مخالفوہ و محاربوہ کفرہ فرماتے یا اگر کفر ہی
 پر ان کو قناعت ٹھہرتی اور بغیر لفظ فسق کے ان کو صیر نہ آتا تو یہ کہتے کہ مخالفوہ و محاربوہ کفرہ
 فسقہ ہیں محقق کا ان سب عباراتوں کو چھوڑنا اور پھر جملے کے جداگانہ موضوع کے لئے جدا
 ہی محمول لانا صاف اس پر دلالت کرتا ہے کہ دونوں کے معنی علیحدہ علیحدہ ہیں اور مجتہد
 صاحب جو ان دونوں کے ایک معنی بیان کرتے ہیں یہ صرف خوش فہمی حضرت کی ہے قطع
 نظر اس کے مجتہد صاحب کو قاضی نور اللہ شوستری کے قول پر بھی غور کرنا چاہیے تھا کہ
 وہ صاف تکفیر سے شخصین کی انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ نسبت تکفیر حضرت شیخین کے اہلسنت
 و جماعت بشیوہ نمودہ اندسخنی سنت بی اصل کے در کتب اصول ایشان ازان اثری نیست
 اور اپنے اس قول کے ثبوت میں نصیر الدین طوسی کے اس قول کو مستدبان بیان کرتا ہے کہ
 چنانچہ نصیر الدین طوسی در تجرید آورده مخالفوہ فسقہ و محاربوہ کفرہ تو اگر معنی فاسق کے
 لہ سنہوں کا یہ بیان کہ فیہ جماعت شیخین کو کافر کہتے یہ بات بالکل بعاصل ہے کیونکہ کتب شیوہ میں اسکا کوئی ثبوت
 نہیں ہے کہ جبکہ نصیر الدین طوسی نے اپنی تجرید میں لکھا ہے کہ علی کے مخالف فاسق اور ان سے جنگ کرنے والے کافر ہیں۔

کافر کے لئے جائیں تو ساری تحریر قاضی اللہ شوسترسی کی گوزشتز ہو جاوے اور ترہات، مجاہدین میں داخل سمجھی جاوے اگر اس پر بھی مجتہد صاحب کے ذہن مبارک میں نکایا تھا تو قاضی نور اللہ شوسترسی کی اگلی عبارت کو دیکھتے کہ وہ کہتا ہے۔ (مختصر قاضی حدیث حریم) حربی و سلک سلمی واقع سست و ظاہر سست کہ حضرت شیخین یا امیر المؤمنین علیہما السلام حرب نہ نمودہ اند، کہ اس سے کیسا صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں مراد فاسق ہے کافر نہیں ہے بلکہ خروج عن طاعة اللہ مع الایمان مراد ہے اب گواہی پر بھی معتدین مجتہد صاحب کے ان کے اجتہاد کے زبیر پر خیال کر کے ان کو سفیہ نہ کہیں اور ان کی سمجھ پر افسوس نہ کریں اور ذوالفقار کی متانت اور استحکام کا دعویٰ ہی کرتے جاویں تو بس ان کے حق میں سوائے اس کے کیا کہے کہ شعر

بیخ آداب و ترتیبے مجو ا ہر چہ می خواہد دل تنگت بگو

اور فقط مجتہد صاحب کو لفظ فاسق کے اطلاق سے یہ معنی مراد یا کافر کے جو قرآن مجید میں میں شبہ ہوا ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ کیا جہاں لفظ فاسق بولا جاوے گا مراد اس سے کافر ہوگا اگر یہ ہے تو ہم ان سے استفتاء کرتے ہیں کہ ایک مجتہد نے شراب پی ہے یا زنا کیا ہے یا عمداً نماز نہیں پڑھی ہے وہ کافر ہے یا فاسق اگر جواب دیں گے کہ فاسق ہے تو ہم کہیں گے کہ مجتہد کافر ہو گیا اس لئے کہ خدا نے قرآن مجید میں فرمایا ہے **وَالَّذِينَ يَبِئَاتُ الْفَاسِقُونَ** قسم اس خدا کی جس نے مجھے پیدا کیا ہے کہ میں مبالغہ سے نہیں کہتا ہوں اور مطلق تعصب کو دخل نہیں دیتا کہ جو تحریر مجتہد صاحب نے اس مقولہ طوسی کی کی ہے وہ ایسی پوچھ و لچر اور سفاہت سے بھری ہوئی ہے کہ حضرت تو مجتہد اور علامہ اور غیر العلماء اور سلطان العلماء میں ان کی نسبت کیا کہوں چھوٹا منہ بڑی بات ہے لیکن اگر کسی اور شخص عامی کے قلم سے نکلی ہوئی قومیں دو حرف بھی اس کے جواب میں نہ لکھتا اور اس کی تردید میں ایک لمحہ بھی اپنی عمر عزیز کا ضائع نہ کرتا کیوں کہ یہ تقریر ایسی پوچھ لچر ہے کہ اسکی تردید میں جو کاغذ صرف ہوا اس کی قیمت بھی وصول نہیں ہوتی بار خدا یا یہ کیسے مجتہد تھے اور ان کی فضیلت اور تبحر پر شنیعوں کو کیسا ناز تھا اور کیسے پاک باجیا تھے کہ ایسی تقریریں پر ناز کرتے تھے لہ اور لفظ حدیث کہ تم سے جنگ مجھ سے صلح اور تم سے صلح مجھ سے صلح ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت شیخین نے امیر المؤمنین سے جنگ نہیں کی۔

ایسی ہی سہوہ باتوں کے لکھنے پر جانے سے نکلے جاتے تھے استغفر اللہ استغفر اللہ اب میں اس امر سے بحث کرتا ہوں کہ جو کچھ مجتہد صاحب نے فرمایا ہے کہ سارے ضروریات دین میں سے کسی کا بھی منکر ہو وہ کافر ہے پس اس سے مقولہ محقق طوسی کے کچھ معنی نہ بدل جائیں گے اور جو کچھ اس نے فرمایا ہے اس میں فرق نہ ہوگا اس لئے مجتہد صاحب کو چاہیے تھا کہ بجائے اس کے کہ گڑھ گڑھ کے اس کے کلام کے معنی بتاتے اور اس کے لفظوں سے وہ معنی نکالنے جو اس نے خواب میں بھی نہ خیال کئے ہوں گے اور اگر وہ زندگی میں اپنے کلام کے ایسے معنی سنتا تو معنی بنانے والے کے سر پٹو پکتا صاف یہ کہہ دیتے کہ گو نصیر اللہ بھی طوسی یا قاضی نور اللہ شوستری نے یہ لکھا ہے مگر چونکہ مخالف احادیث ائمہ اور جمہوری علما شیخ امامیہ کے ہے اس لئے ان سے نکلنے ہوئی ہے ہم اسے تسلیم ہی کرتے ہیں بطرح ہم ملا علی اللہ کے کلام انانے سے مجتہد صاحب پر وارڈ گیر نہیں کرتے اس طرح اس کو سب کر چپ ہو جاتے اور حقیقت میں یہ امر سچا نہیں ہے اس لئے کہ یہ ضرور نہیں ہے کہ اہل مذہب کو ہر مجتہد اور ہر عالم کے سب قولوں اور سب باتوں کا ماننا ضرور ہے حضور ﷺ بات جو کہ صرف اپنی رائے سے کسی نے لکھی ہو یا کہی ہو بلکہ قرآن و حدیث کا ماننا ضرور ہے پس اگر مذہب شیعہ کے عالم ہوں یا شیعوں کے ہوں کلام مطہر قرآن و حدیث کے ہوگا اس کلام کو ماننا اس مذہب والے کو ضرور ہے ورنہ کچھ ضرور نہیں چہنا چہ ہم صرف علامہ طوسی کے اسی قول پر تکیہ کر کے نہیں بیٹھے بلکہ جس راہ پر مجتہد صاحب چلے چلنے کو ماننا نہیں اور جس کو چہرہ کا مذہب کہیں اور جس پر اپنے اجتہاد کا مدار رکھیں اسی پر جرح کرنے کو مستعد ہیں شعر -

رشتہ در گمردنم افکنند دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہ دوست

جناب قبلہ و کعبہ شروع کتاب میں فرماتے ہیں کہ دل پوشیدہ و مخفی مانند کہ اس عبارت ناصب کہ اور نجا التزام نمودہ کہ یا نہچہ درین اجزا بر شیعیان احتجاج نماید در عدم استحقاق لعن اصحاب ثلثہ و احتزاب آنها از اصول مقررہ پیش شیعہ باشد و اصلاً قول اہل سنت را نہ واضح رہے کہ ناصب دشمنی نے یہ عبارت اس جگہ اس لئے لکھی ہے کہ ان اجزا کو در پرہ شیعوں سے احتجاج کرے کہ انہما آملتہ اور ان کے ساتھ نہ کر لعنت لامت کرنا تھا اور اصول ہے اور ناصب کو سن کو شامل نہ کرے اور جاننا چاہیے کہ بارہ اماموں کے ماننے والوں شیعوں کا اصول دین میں دین وہ ہے جس میں توحید عمل نبوت امامت اور قیامت داخل ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اصول مذکور میں سے کسی اصول کا جو کوئی ذکر کرے وہ شیعوں کے نزدیک مومن نہیں ہے بلکہ ایسے شخص کو ملعون گردانتے ہیں۔ البتہ ضرور ہے کہ جو کوئی امامت کا انکار کرے اور توحید و نبوت و معاد کا اقرار کرے تو ایسے شخص کو کافر نہیں جانتے یعنی کافروں والے احکام ایسے شخص پر دنیا میں جاری نہیں کرتے۔

وران دخل نہ دہر پس انکا از جملہ اصول مقررہ پیش شیعوہ اثنا عشریہ اصول دین ست کہ عبارت از
 توحید و عدل و نبوت و امامت و معاد باشد پس شکنی نیست کہ امامیہ منکر یکی از اصول مذکورہ را
 مؤمن نمیدانند و اورا از جملہ ملاحظین می انکاؤ آرے منکر امامت را با وجود اقرار او بتوحید و نبوت مسلم
 کافر نمیدانند یعنی احکام کفار را در دنیا بر آں با جاری نمی سازند، اور پھر ایک مقام پر یہ بھی لکھتے ہیں
 از کلام بعضی معلوم می شود کہ کفر واقعی ایشان را اجماعی میدانند، بعد اس کے فرماتے ہیں
 کہ اگر گاہ آیں دانستہ شد پس بنا بریں می گویم کہ فطشای تبر انا صحاب ثلثہ و عائشہ و حفصہ و طلحہ
 زبیر و معاویہ و احزاب آنها مخالفت ہر یکی انا اصول معتبرہ مقررہ نزدیک شیعہ امامیہ است
 پھر باتفاق معلوم است کہ ایشان و تبعہ ایشان با امامت ائمہ اثنا عشریہ قائل نبودند و معتقد
 بنمود یکہ شیعہ قائل اند و اس نیز ثابت است کہ ائمہ ما علیہم السلام ازاں ہا تبر افرمودہ اند و
 رعیت خود را حکم نمودہ اند کہ تبر انا نہا نمایند و حکم بنفاق اینہا بکنند، اور حضرت والا مقدمہ
 چہارم کے جواب میں فرماتے ہیں (باید دانست کہ تنازع عامہ با خلاصا باں ماند کہ زن با مرد
 خاصہ نمایند یا کہ معلوم ست کہ صد و شش نام زن بیک و شش نام مرد و مقاومت نمی تواند کرد
 مصداق این حرف این است تطویات بلا طائل کہ بکار بردہ دیک حرف کے عدم ثبوت ایمان
 اصحاب ثلثہ و نظر اسی ایشان از جہت عدم اعتراف با امامت ائمہ اثنا عشریہ ست کافی ست
 و باز ہرگز احتیاج گفتگو باقی نمی ماند پھر ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ محقق طوسی علیہ الرحمۃ

ملہ بعض کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے کافر جو نیکوہ اجماع طور پر پانتے ہیں وہ عبارت ذوالفقار مطبوعہ مجمع البوریہ
 لجانہ صفحہ ۱۱۷ پر منہ جہدہ معلوم ہو گیا تو میں صاف صاف کہتا ہوں کہ اصحاب ثلثہ عائشہ حفصہ طلحہ زبیر
 سادہ اور ان کے ساتھ بیویوں تبر کننا اسلئے ہے کہ یہ امامیہ شیعوں کے مقررہ معتبرہ اصول کے مخالف تھے اور متفقہ طور
 پر معلوم ہوا ہے کہ یہ عوامان کے پیرو بار اماموں کی امامت کے قائل نہ تھے اور جس طرح شیعوں کہتے ہیں یہ نہیں
 مانتے تھے۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ ہمارے اماموں نے ان سب سے بیزاری کی اور اپنے اپنے والوں کو ان پر تبر کرنے اور
 انکی منافق ہونے کے حکم دیا ہے بلکہ جاننا چاہیے کہ عامہ خاص کا تنازعہ یہ ہے جو اس کے لئے مصداق ہے کہ عورت اپنے
 خاوند سے جھگڑتی ہے اور یہ ظاہر معلوم ہے کہ عورت کی سوگالیاں مرد کی ایک گالی کے مقابلے کی تاب نہیں لاکتی
 اور بے کار و لالہ لگنگو بے سود ہے۔ اصحاب ثلثہ اور ان کے ساتھ بیویوں کے مؤمن نہ ہونے کے لیے یہی حرف کافی ہے کہ
 وہ بارہ اماموں کی امامت کے قائل و مسترف نہ تھے بلکہ محقق طوسی نے رسالہ قواعد العقائد میں لکھا ہے کہ شیعوں کے
 نزدیک اصول ایمان تین ہیں ایک یہ کہ اللہ اپنی صفات و ذات میں واحد ہے دوسرے پیغمبر کے پیغمبری کی دلالت ہے تیسرے

و میر نور اللہ شوستری فسق ایشان مستفاد می گردد و بندہ عرض می کنم کہ مختار صہبہا مامیہ اثنا عشریہ
خواہ از متقدمین یا از متاخرین ہیں سست کہ مخالف جناب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ
السلام اہم من این کیوں محاذ با املا کافر است لیکن اطلاق کافر نہ او نظر الی دار الاخرۃ و سوہ کمال او
سست نہ باعتبار در دار دنیا مثل جواز متناکحت یا مجالست و امثال آن و وجہ این عقیدہ نہ
آن سست کہ ملازماں خیال فرمودہ اندامنی درو و حدیثیکہ مضمونش این سست کہ بعد رحلت حضرت
رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم ہم گین صحابہ مرتد شد بعد بجز چہار کس و جناب بزعم خود این حدیث
لامتافی آیات کثیرہ اسنادیث شہیرہ نمیدہ اند مع ان لامر لیس کذا لک چنانچہ پوجہ و حیدہ این حدیث
بموقع مناسب خواهد آمد بلکہ احسن این کہ امامت بلا فصل علی بن ابی طالب علیہ السلام و ہم
چنین امامت سائر ائمہ نزد امامیہ از اصول دین مثل توحید و نبوت سست و کئی ازار کال ایمان
نہ جزو اسلام سست و این مماثلت باعتبار دار آخرت سست یعنی منکر ہر یکی ازینہا مخلد بہم سست
نہ باعتبار این طرح معترف بہ شہادتین را و در دار دنیا کافر نمی گویند گو مومن نباشد، عرض کران
ساری تقریروں کا خلاصہ یہ ہے کہ اصحاب ثلاثہ اور ان کے تابع امامت ائمہ اثنا عشریہ سے
منکر تھے اس لئے وہ کافر ہیں اور دنیا میں ان پر سب احکام کفر کے جاری نہیں ہیں بسبب
اقرار توحید اور نبوت کے ان پر اسلام کا اطلاق ہے لیکن قیامت میں ان پر سب احکام کافروں
کے جاری ہوں گے اور وہ مخلد فی النار ہوں گے اب ہم چند طرح سے اس کا جواب دیتے
ہیں۔

اول مجتہد صاحب قبلہ نے خلفاء ثلاثہ اور حضرت طلحہ و زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہم کی نسبت فرمایا کہ (ایشان و تبعہ ایشاں با امامت ائمہ اثنا عشریہ قائل نبودند) مگر یہ خیال
نہ فرمایا کہ ان بیچاروں کے زمانہ میں ائمہ اثنا عشریہ کہاں تھے اور سوائے حضرت علی کے اور
بہت آخری زمانہ میں سوائے حسین کے نو امام پیدا نہ ہوئے تھے اور بعد ان سب لوگوں
کے مرنے کے ان کا ظہور ہوا تھا تو اگر وہ ائمہ اثنا عشریہ پر ایمان نہ لائے تو یہ قصور ان کا
ہے یا معاذ اللہ خدا کا کہ کیوں اس نے سب اماموں کو ان کے سامنے پیدا نہ کر دیا۔ سبحان اللہ
کیا عقل و دانش ہے حضرت قبلہ و کعبہ کی کہ لکھنے کے وقت لفظوں کا خیال بھی نہیں فرماتے
ادا اپنے کمال کے نشے میں ایسے مدوش ہو جاتے ہیں کہ پھر نظر ثانی بھی نہیں فرماتے۔ اسے
لے یہ اور ان کے ماننے والے بارہ اماموں کی امامت کے ماننے والے تھے۔

مومنین خدا کے لئے انصاف کر دے اللہ جل شانہ تو فرماتا ہے کہ لا یكلف اللہ نفسا الا وسعہا کہ خدا طاقت بشری سے خارج کسی امر کی کسی کو تکلیف نہیں دیتا اور جناب قبلہ و کعبہ صحابہ رسول کو اس حکم سے مستثنیٰ کرتے ہیں اور ان کو اس وجہ سے کافر بتلاتے ہیں کہ ذالیشان یا امامت ائمہ اثنا عشر قائل نبودند (آفرین ایسی سمجھ پر شاہ باش ایسے فہم پر۔

دوسرے اگر مجتہد صاحب کا یہ مطلب ہو کہ ائمہ اثنا عشر سے مراد صرف ذات علی مرتضیٰ ہے اس لئے کہ ان کی امامت کا اقرار اس وقت میں گویا ائمہ اثنا عشر کی امامت کا اقرار تھا اور اس سے صحابہ منکر تھے خیر ہم اس غدر کو بھی قبول کرتے ہیں اور ایسی پوچھ توجیہ کو بھی مانتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ خدا نے جب مہاجرین اور انصار کی شان میں آیتیں نازل کیں اور جب ان کی ہجرت اور نصرت جہاد پر ان کی ثناء و صفت کی کبھی فرمایا کہ ولسا یقولن الا دلون من المهاجرین والانصار کبھی ارشاد کیا الذین آمنوا و ہاجرنا و جاہدوا فی سبیل اللہ کبھی فرمایا کہ رضی اللہ عنہم و رضی اللہ عنہم کبھی کہا کہ لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبا یعونک تحت الشجرۃ تو اس وقت میں جب یہ آیتیں نازل ہوئیں کیا سوائے توحید اور نبوت کے امامت بھی اصول دین سے تھی اور علی مرتضیٰ کی امامت کا منکر کافر کہلاتا تھا اگر کوئی آیت قرآن مجید میں ہو تو فدا و کھلا دے جب یہ آیتیں نازل ہوئیں اس وقت کچھ ذکر بھی امامت کا نہ تھا۔ اس لئے کہ کہ امامت کہتے ہیں خلافت کو اور خلافت کی بنیاد ہے بعد وفات پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء کے تو ان لوگوں کو جو کہ پیغمبر صاحب کے سامنے ایمان لائے اور ان کے ساتھ ہجرت کی اور ان کے ساتھ جہاد کیا اور ان کی شان میں خدا نے آیتیں نازل کیں قبل شروع ہونے زمانہ خلافت کے اور قبل قائم ہونے ایک نئے اصول امامت کے کافر کہنا حقیقت میں پیش از مرگ فادلا کرنا ہے۔ ہاں موافق اصول شیعہ کے ان لوگوں کے حق میں اطلاق کفر کا ہو سکتا ہے جنہوں نے زمانہ خلافت کا پایہ اور جنہوں نے انکار امامت علی مرتضیٰ کا کیا۔

۱۔ پارہ ۳ سورہ بقرہ رکوع ۲۔ ترجمہ۔ اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی شخص کو مگر جو اس کی گنجائش ہے ۳۔ موضع القرآن ۴۔ بارہ ناموں کی امامت کہ یہ قائل نہ تھے ۵۔ پارہ ۵ سورہ توبہ رکوع ۳۔ ترجمہ اور جو لوگ ہمیں ہیں پہلے وطن چھوڑنے والے اور مدد کریں اے موضع الا ان ۱۳۔ پارہ ۶ سورہ توبہ رکوع ۳۔ ترجمہ۔ جو یقین لائے اور گھر چھوڑ آئے اور اللہ کی راہ میں ۱۲۔ موضع ۵۔ پارہ ۶ سورہ ماثرہ رکوع ۱۶۔ ترجمہ اللہ واضح اسے اور وہ واضح ان سے موضع ۱۲۔ پارہ ۶ سورہ فتح رکوع ۲۔ ترجمہ اللہ خوش بہا ایمان والوں سے جب ہاتھ ملانے لگے تب سے اس درخت کے نیچے ۷۔ موضع القرآن

تیسرے اگر کوئی شیعہ کہے کہ جن لوگوں نے زمانہ خلافت علی مرتضیٰ کا پایا اور جنہوں نے ان کی امامت سے انکار کیا ان میں خلفائے ثلاثہ داخل ہیں اسی واسطے ہم ان کو کافر کہتے ہیں اور ان کو ان آیات کی فضیلت سے مستثنیٰ کرتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا کفر بھی موافق اس اصول شیعہ کے کہ منکر امامت کافر ہے اس زمانہ سے شروع ہوا ہے جبکہ خلافت علی مرتضیٰ سے وہ منکر ہوئے اور خود خلیفہ بن بیٹھے کہ یہ زمانہ بعد پیغمبر صاحب کی وفات کے شروع ہوا ہے اور قرآن مجید بھی پیغمبر صاحب کے سامنے اترا ہے اور ہجرت اور نصرت اور جہاد کو کچھ مہاجرین نے کیا ہے وہ پیغمبر صاحب کے سامنے اور انہیں کاموں اور خدمتوں کو خدانے قبول کر کے ان کی تعریف میں آیتیں نازل کیں ہیں تو جب تک ان بیماریوں نے خلافت کو منصب نہیں کیا اور امامت سے امام اقل کی منکر نہیں ہوئے وہ کس تصور میں ان آیتوں کی فضیلت سے محروم کہے جاتے ہیں اور کس جرم میں یاد جو وہ مہاجرین اور انصار ہونے کے والسا بقون الاولون من الہا ہجرین والانصار کے زمرے سے خارج کہے جاتے ہیں۔

جو تمہے بد خدا یا کوئی قابل اٹھ کر اگر یہ فرماوے کہ پیغمبر صاحب نے اپنے ہی سامنے حضرت علی کو خلیفہ کر دیا تھا اور ان کا خطبہ پڑھ دیا تھا اور من کنت مولاه فعلی مولاه کہہ کر سب سے ان کی امامت کا اقرار لے لیا تھا اور صحابہ پیغمبر صاحب کے سامنے ہی منکر امامت ہو گئے تھے اس لئے وہ کافر ہیں اس کا ہم دو طرح سے جواب دیتے ہیں اول یہ کہ خلافت علی مرتضیٰ کی پیغمبر خدانے کس وقت سے ظاہر کی آیا شروع اسلام کے زمانے سے جب کہ اپنی نبوت کو اظہار کیا اسی وقت حضرت علی کی امامت کو قائم کیا اگر خدانے ایسا کیا ہے تو خدا اس کا نشان دیجئے ہم جہاں تک سمجھتے ہیں ہمارے نزدیک کوئی دانشمندانہ اگرچہ مولوی دلدار علی صاحب قبلہ بھی کیوں نہ ہوں ایسی بات زبان سے نہ نکالے گا اور آخر یہی کہیگا کہ حجۃ الوداع میں خم غدیر پر خطبہ خلافت کا پڑھا اس کا جواب یہ ہے کہ اخیر زمانہ وفات پیغمبر خدا کا ہے اور بعد اس کے بہت ہی کم آیتیں نازل ہوئی ہیں اور الیوم اکملت لکم دینکم موافق قرار شیعہ کے دین کے کامل ہونے پر شاہد ہے اور جو آیتیں فضائل میں صحابہ کے ہیں وہ یا مکی ہیں یا مدنی اور حجۃ الوداع سے برسوں پہلے نازل ہو چکی ہیں تو اس سے بھی ان آیتوں کی مصداق سے صحابہ کبار خارج نہیں ہو سکتے دوسرے پیغمبر

صاحب کے سامنے بقول شیعوں کے کسی نے امامت کا انکار نہیں کیا اور سب نے اس کو ظاہر میں قبول کر لیا تو اس وقت میں بھی انکار صریح زبان سے کسی نے حضرت علی کی فصاحت پر نہیں کیا اور جب تک زبان سے کوئی شخص انکار تو جید اور نبوت سے نہ کرے وہ کافر نہیں ہوتا ظاہر میں تو بعض امامت سے ظاہر میں انکار نہ کرے وہ کیونکر کافر ہو گا بغرض کہ مجتہد صاحب کا یہ قول کہ اصحاب ثلثہ و عائشہ و طلحہ و زبیر و غیرہم با امامت ائمہ اثنا عشر قائل نبودند اور نیز حضرت کا یہ ارشاد کہ (عدم ایمان اصحاب ثلثہ و نظر امی ایساں از جہت عدم اعتراف با امامت ائمہ اثنا عشر ست کافی ست) ایسا پوچھ اور بیہودہ ہے کہ بعد اس تقریر کے جو میں نے کی ہے اس پر کوئی انہیں کے اس مقولہ کو کہ تنازع عامہ با خاصہ ہاں ماند کہ زن بامر و محاصمہ نماید زیرا کہ معلوم ست کہ صد و شنام زن بیک و شنام مرد و متقاد ست نمی تواند کردہا نہیں پورا عادیہ کرے اور یہ کہے کہ تنازعہ خاصہ یعنی حضرات شیعہ با عامہ یعنی سنیاں ہاں ماند کہ زن بامر و محاصمہ نماید زیرا کہ معلوم ست صد و شنام زن بیک و شنام مرد و متقاد ست نمی تواند کردہ۔ تو کیسا ٹھیک اور درست ہے لیکن ہم اپنی زبان سے کچھ نہیں کہتے اور گالی گلوچ نہیں لڑتے۔ اے حضرات شیعہ اپنے مغرآن مآب کے تقدس اور تہذیب اور متانت کو دیکھو کہ حضرت قبلہ و کعبہ مثال بھی دیتے ہیں تو گالی گلوچ ہی کی کاش بجاٹے اس کے دوسری مثال دیتے اور اپنی تہذیب اور متانت کو کام فراتے تو لوگوں کے سامنے شرمندگی نہ ہوتی۔

دیکھو کہ ذوالفقار میں فدق کے ورق اس اصول کی تصدیق میں کہ علمای شیعہ کے نزدیک امامت کا منکر کافر ہے یہاں کہے ہیں اور ناحق کتاب کا حجم بڑھا یا ہے تاکہ لوگ سمجھیں کہ بڑی موٹی کتاب لکھی ہے حالانکہ سب کا مطلب یہی ہے کہ شیعوں کے نزدیک امامت اصول دین سے ہے اور منکر اس کا کافر لیکن اس سے کچھ جواب صاحب تحفہ کے کلام کا نہیں ہوتا اس کے لئے وہ تمام سنیوں کے اچھا ثابت کرنے پر سبقت نہیں

لہ اصحاب ثلثہ، عائشہ، طلحہ اور زبیر و غیرہ ائمہ اثنا عشر کی امامت کے ناگن نہ تھے۔ لہ اصحاب ثلثہ اور ان کے جیسوں کا صاحب ایمان نہ ہونا اس لئے کافی ہے کہ وہ سب بارہ اماموں کی امامت کے معترف نہ تھے لکہ سنیوں اور شیعوں کا جھگڑا بالکل ویسا جیسا کہ عورت اپنے مرد سے جھگڑتی ہے۔ اور یہ اس واضح ہے کہ عورتوں کی سوگالیاں مرد کی ایک گالی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

کرتے کہ جس پر موافق اصول شیعہ کے بسبب انکار امامت ائمہ اثنا عشر کے عدم ایمان یا کفر کا اطلاق ہو بلکہ وہ صرف صحابہ سے بحث کرتے ہیں اور اس امر کا دعویٰ کرتے ہیں کہ اصحاب رسول پر کفر کا اطلاق نہیں ہوتا اور اس کے ثبوت میں آئیں جو شان میں صحابہ کے نازل کرے ہوئی ہیں پیش کرتے ہیں اور ملا نصیر الدین طوسی اور نور اللہ شوشتری وغیرہ کے کلام کو اسکی تائید میں لاتے ہیں اور مجتہد صاحب اس فرق میں کو تو ملاحظہ نہیں کرتے اور صاحب تحفہ کی تحریر کا مطلب تو نہیں سمجھتے دونوں امروں کو خلط ملط کر کے عامیوں کی طرح جواب دیتے ہیں کہ ہمارے اصول سے یہ ہے کہ منکر امامت ائمہ اثنا عشر کافر ہے اسے صاحب آپ کے اصول دین میں منکر امامت ائمہ اثنا عشر کافر کیا اگر آپ کے اصول میں آپ کے تقدیر اجتہاد کا منکر بھی کافر ہو صاحب تحفہ اس سے مجتہد بھی نہیں کرتے پس حقیقت میں جو کچھ مجتہد صاحب نے لکھا اس سے صرف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ منکر امامت کافر ہے اور چونکہ انکا امامت اصحاب نے نہیں کیا مگر بعد وفات پیغمبر خدا کے اس لئے انکا اس اصول سے کافر ہونا حالت حیات نبوت میں ثابت نہ ہوا اور جب انکا کفر ثابت نہ ہوا تو جو آئیں مہاجرین و انصار کی شان میں نازل ہوئی ہیں ان میں بدر جہادنی انکا داخل ہونا واقع ہو اس لئے کہ ایمان اور ہجرت اور جہاد اور نصرت اور بیعت وغیرہ جو باتیں آیتوں میں خدا نے بیان کی ہیں ان صفات کا مہاجرین و انصار خصوصاً خلفاء ثلاثہ میں بدرجہ کامل ہونا ثابت ہے پس کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ اس سے خارج ہوں اور اگر یہی خارج ہوں گے تو پھر سوائے ایک حضرت علی اور دو تین ان کے خاص احباب کے کون رہے گا اور ساری آیتوں کا اطلاق صرف حضرت علی ہی کی شان میں کہنا اور سب مہاجرین و انصار کو اس سے خارج کرنا حقیقت میں صاف قرآن مجید کی تحریف کرنی ہے۔

میں اس موقع پر اس قول کو بھی بغیر باطل کئے چھوڑنا مناسب نہیں سمجھتا جو کہ مجتہد صاحب نے محقق طوسی کا ان کے رسالہ قواعد العقائد سے نقل کیا ہے جس کو اوپر ہم لکھ چکے ہیں اور جس سے انہوں نے اس امر کو ثابت کیا ہے کہ محقق موصوف، امامت کو اصول دین سے سمجھتا ہے سو وہ کیوں کہ کفر کو مخصوص محاربین سے کرے گا۔

جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو محقق کا یہ قول جو انہوں نے رسالہ قواعد العقائد میں لکھا ہے بہت سے علماء شیعہ کے مخالفت ہے اس لئے کہ وہ لکھتے ہیں کہ -

اصول ایمان نزد شیعہ سہ چیزیں تھیں تصدیق بہ واحدانیت خدا و تصدیق بہ پیغمبری و تصدیق
بامامت اور اکثر علماء نے لکھا ہے کہ اصول دین کے پانچ ہیں چنانچہ خود قبلہ و شعبہ نے
اپنی کتاب ذوالفقار میں فرمایا ہے کہ اذہمہ اصول مقررہ پیش شیعہ اثناء عشریہ اصول
دین است کہ عبارت از توحید و عدل و نبوت و امامت و معاد باشد پس محقق صاحب نے
دو اصول یعنی عدل اور معاد کو توڑا ہی دیا اور پانچ کو چھوڑ کر تین کو اختیار کیا تو جب
ان کو تین سے ایسی محبت تھی کہ اصول دین کے بھی تین ہی لکھے تو اگر تینوں خلیفوں
کو انہوں نے مخالفوہ فسقہ کہہ کر کفر سے خارج کر دیا تو کیا عجب ہے۔

علاوہ بریں یہ قول محقق صاحب کا جو انہوں نے رسالہ قواعد العقائد میں لکھا ہے
در حقیقت ان کے اس مقولے کو جو تجرید میں لکھا ہے کچھ باطل نہیں کرتا اس لئے کہ یہ قول
کہ (اصول ایمان نزد شیعہ سہ چیزیں تھیں) یہ عام ہے اور وہ قول کہ (مخالفوہ فسقہ و محاربوہ
کفرہ) خاص ہے۔ (امامین عام الاوقد خص۔ پس گویا وہ صحابہ جنہوں نے مخالفت کی
اس حکم سے مستثنیٰ ہیں اگر کوئی کہے کہ جب تم مجتہد صاحب کی توجیہ کو نہیں مانتے جو انہوں
نے مخالفوہ فسقہ کی نسبت کی ہے تو تم کیوں ایسی توجیہ کرتے ہو اس کا جواب یہ ہے کہ
اس توجیہ کی ہم سند رکھتے ہیں اور ایک دوسرے محقق شیعی کے قول سے اس کی تائید ہوتی ہے
یعنی قاضی نور اللہ شوستری مقولہ محقق طوسی کی تائید میں فرماتے ہیں کہ حضرت شیخین با
امیر المؤمنین علیہ السلام حرب نہ نمودند بلکہ بیرحمت قتال و تکلف استعمال سیف القتال
و کثرت خیال الرجال حق اولیٰ ابطال نمودند و غضب خلافت رسول متعال اند نمودند
پس اگر ان کے نزدیک غضب کرنا خلافت کا موجب کفر خلفا میں نلشہ ہوتا تو وہ کیوں کفر
غضب خلافت کو بے جنگ و جدال کے ثبوت میں عدم کفر مخالفین جناب امیر کے بیان
کرتے ہیں اگر مطلب قاضی نور اللہ شوستری کا اس عبارت سے اور کچھ ہو تو بیان فرمائیے۔

سہ شیعہوں کے نزدیک ایمان کے تین اصول ہیں ایک واحدانیت خدا کی تصدیق دوسرے پیغمبری کی تصدیق اور تیسرے
امامت کی تصدیق۔ کہ بارہ اماموں کے ماننے والے شیعوں کے نزدیک جہاں اصول مقررہ دین یہ ہیں۔ توحید قبلہ و
انصاف۔ نبوت۔ امامت۔ اور آخرت۔ کہ عہدہ ذوالفقار مطبوعہ طبع مجمع البحرین لہذا صیاد مشکوٰۃ سفرہ اسطرہ
۱۲۰۔ لکھ شیعوں کے نزدیک اصول ایمان تین ہیں یہ حضرت شیخین نے امیر المؤمنین سے جنگ نہیں کی
بلکہ بغیر تمسیر ذنی کے لوگوں کو اپنا کر علی کا حق باطل کر دیا اور خلافت رسول کا حق علی سے غصب کر لیا۔

فعلیکم البیان وعلینا دفعہ بالبرہان۔ اگر کوئی کہے کہ جس طرح پر تم اپنی توجیہ کے لئے دوسرے محقق کی سند لائے اسی طرح پر جناب قبلہ و کعبہ بھی سند لائے ہیں بلکہ تم تو دوسرے شخص کی لائے قبلہ و کعبہ تو محقق طوسی ہی کی دوسری کتاب سے سند لائے ہیں اس کا جواب یہ کہ بیشک ہم دونوں اپنی اپنی توجیہ پر سند لائے ہیں مگر دونوں میں فرق ہے ہماری توجیہ مطابق لفظ اور عبارت اور معنی ظاہری محقق کے ہے اور سند سے اس کی تائید بصراحت ہوتی ہے اور قبلہ و کعبہ کی توجیہ مخالف اور عبارت اور ظاہری معنی محقق کے ہے اور سند سے بھی اس کی تائید بصراحت نہیں ہوتی۔ ہم نے جو معنی کہے وہ کھلے ہوئے ہیں اور صاف ظاہر ہیں اور قبلہ و کعبہ کے جو معنی بنائے ہیں وہ ایسے بیچ دار ہیں کہ قواعد صرف و نحو سے اس کی مطابقت نہیں ہوتی۔ اگر شک ہو تو کسی طالب علم عربی خوان کے سامنے دونوں کے معنی رکھو اور طالب العلم بھی وہ ہو جو نہ سنی ہو۔۔۔ نہ کشیدہ اور اس سے پوچھو کہ کون سے معنی صحیح ہیں تو ضرور وہ یہ کہے گا کہ یہی معنی صحیح ہیں جو یہ سنی کہتا ہے اور جو معنی مجتہد صاحب فرماتے ہیں وہ ان نظروں سے نہیں نکلتے ایسے دقیق مضمون کو شاید امام سمجھیں گے اس لئے سر من رائے جا کر امام صاحب سے پوچھو پس جب تک امام ظاہر نہ ہوں اور مجتہد صاحب کی فہم و فراصت اور جودت طبع کی تعریف کر کے ان کے بنائے ہوئے معنی کی تصدیق نہ کریں تب تک کوئی بھی ان کے معنی کو تسلیم نہ کرے گا۔

جو کہ اس بحث کو ہم لکھ چکے اس لئے اب اس قول سے بحث کرتے ہیں کہ اطلاق اسلام کا صحابہ کبار اور خلفائے ابدال پر موافق اصول شیعہ کے ہوتا ہے نہیں چنانچہ مجتہد صاحب اس کا اقرار کرتے ہیں اور فرماتے کہ منکر امامت کافر نہیں ہے یعنی احکام کفر کے دنیا میں اس پر جاری نہیں ہیں چنانچہ اس قول کو اوپر ہم نقل کر چکے اور جواب ایضا لفظانہ المقال سے اس کی تائید کر چکے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ علماء شیعہ کے نزدیک موافق قول مجتہد صاحب کے تین درجہ ہیں ایک ایمان جو پانچوں اصول توحید نبوت امامت عدل معاد کا قائل ہو دوسرے کفر جو ان پانچوں اصول کا یا سوائے امامت کے ایک کا بھی منکر ہو کہ نہ اس پر ایمان کا اطلاق ہو گا نہ اسلام کا۔ تیسرا اسلام جو فقط امامت کا منکر ہو کہ وہ قیامت میں تو مثل کافروں کے ہو گا مگر دنیا میں احکام کفر کے اس پر جاری نہیں ہیں۔

اور عرض ان تینوں درجوں کے قائم کرنے سے یہ ہے کہ صحابہ کو کافر بھی کہنے کا، موقع رہے اور مسلمان کہنے کا بھی یعنی جب ان کو توحید اور نبوت کے اقرار میں سچا اور اعمال حسنہ میں کامل اور دین میں پکا دیکھتے ہیں اور کسی طرح کا نقص ظاہری اعمال میں ان کے نہیں پاتے تو کہتے ہیں کہ وہ مسلمان تھے اور جب ان کو آیات فصیلت کے مصلحت سے خارج کرتے ہیں اور ان کو برا کہتے ہیں تب فرماتے ہیں کہ وہ مومن نہ تھے یعنی اصول دین میں سے ایک اصول یعنی امامت کے منکر نہ تھے اسی واسطے درمیان کفر اور ایمان کا ایک نہیں ہے۔ تیسرا واسطہ قائم کیا اور اس کا نام اسلام رکھا۔

اب آگے سنیے کہ جب یہ خیال کیا کہ جو شخص اس تفرقہ کو سنے گا وہ منہ سے گا اور ایسے اصول قائم کرنے والوں کو اصحق کہے گا اس لئے کہ دین کے پانچ اصول تو قائم کئے اور پانچوں کو برابر درجہ دیا اور پھر چار اصول تو ایسے ہیں کہ اگر ان میں سے چاروں کو لایا ایک کا بھی کوئی انکار کرے وہ اسلام سے خارج ہو جاوے اور کفر کا اس پر اطلاق ہو جائے اور ایک اصول امامت ایسا ہو کہ جس کا منکر نہ کافر ہو نہ مومن بلکہ مسلم رہے اور وہ دائرے اسلام سے خارج نہ ہووے تو یہ اصول امامت حقیقت میں اصول دین سے نہیں ہے فروغ سے ہے یا اگر اصول دین سے ہے تو اس کا منکر بھی کافر ہے تو اس سفاہت کے جتانے کے لئے اس کی وجہ اور علت تحریر کرنے پر بحث کی اور اس کا سبب خاص بیان فرمایا جس سے سوائے اس کے کہ سفاہت پر پردہ پڑے بے ہودگی

اسکی اور دو بالا ہو گئی چنانچہ اب میں اس وجہ کو بیان کرتا ہوں اور اپنے قول کی تائید کرتا ہوں کہ جناب قبلہ و کعبہ ذوالفقار میں فرماتے ہیں کہ (بنا برود و احادیث بسیار

لے بجزت احادیث کے حوالے سے شیعوں محققین نے اپنی کتابوں میں صراحت کی ہے کہ مخالفین علی لہذا آخرت کافر ہیں جو دوزخ سے ہرگز باہر نہ نکل سکیں گے۔ اور اس دنیا میں بھی وہ کفار کے احکام میں شریک ہیں اور خدا کو معلوم تھا کہ نام صاحب الزماں کے ظہور سے پہلے حکومت حق پر باطل کی حکومت غالب آئے گی۔ اور شیعوں کی اپنے مخالفین سے معاملات معاشرتی کرنے پڑیں گے اس لئے باطل حکومت کہنے والوں کو مسلمان کہنے کے احکام جاری کر دیئے تاکہ شیعوں کی جان و مال محفوظ رہے اور ان سنیوں کو پاک کہیں ان کے ذبیحہ کو حلال سمجھیں۔ اسکی روٹیوں سے شادی کریں ان کو میراث دین اور درتہ میں اور دوسرے احکام اسلام ان پر جاری رکھیں تاکہ شیعوں پر سنیوں کی حکومت میں دنیا کا کاروبار لگ نہ رہے اور جب امام صاحب الزماں کا ظہور ہو تو سنیوں پر بت پرستیوں باقی آگئے سنیوں

محققین امامیہ در کتب خود تصریح نموده اند کہ مخالفین در عقبی حکم کفار دارند و ہر گناہ جہنم بیرون نمی آیند و درین دنیا نیز احکام کفار شرک یک اندا ما چون علام الغیوم می دانست کہ در حق پیش از ظہور قائم آل محمد غالب خواهد گردید و شیعیان را معاشرت و مواصلت و معاشرت با مخالفان ضرور نخواہد شد درین دولت ہائے باطل احکام اسلام را برایشان جاری، گردانید کہ جان و مال ایشان محفوظ بودہ باشد و حکم بہ ظہارت ایشان بہ کنند و ذبیحہ ایشان را حلال دانند و دختران ایشان بخواہند و میراث با ایشان بدہند و انان ایشان بگیرند و دیگر احکام اسلام برایشان جاری کنند تا بر شیعیان کار تنگ نہ شود در دولت ایشان و ہر گاہ حضرت صاحب الامر ظاہر شود حکم بت برستان را برایشان جاری کند و در ہمہ احکام مثل سائر کفار باشند و این تفضل خداست بسبب بحال شیعیان زیرا کہ فرق کفار بسیار اند اگر برینیان نیز درین ایام احکام کفار جاری می گردید در امور مسطورہ عشرتے بر شیعیان می شد کہ مزیدی بیاں متصور نیست، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بحیثیت اس کے کہ خدا کو معلوم تھا کہ شیعی بیچارے ذلیل و خوار رہیں گے اور عزت اور دولت سنیوں کو ملے گی پس اگر سنیوں پر حکم کفار کا جاری کیا جائے تو بیچارے شیعی روٹی کہاں سے پادیں گے اور ان کو کھانا کون دے گا اور چونکہ شیعوں کو بجزوری سنیوں کی خدمت گزار می کرنی پڑے گی اور سنیوں کے دست نگر رہیں گے۔ اگر سنیوں پر کفر کے احکام جاری کر دیئے جائیں اور شیعی ان کو کافر کہنے لگیں تو سارے شیعیان پاک بھوکوں کے مارے مرجائیں گے اور سنی ان کا نان نفقہ بند کر دیں گے بلکہ غصے میں آکر کافر کہنے پر ان کو جان ہی سے مار ڈالیں گے۔ اور اگر ایسا ہوا تو دین جعفری جاتا رہے گا۔ اور کوئی خدا اور رسول کا نام لینے والا دنیا میں نہ رہے گا۔ کو یا خدا کی عبارت حضرت شیعوں کے فنا ہوتے ہی دنیا سے موقوف ہو جائے گی اور چونکہ بیچارے شیعوں کی مظلومیت اور غربت پر خدا کو بڑا رحم ہے۔ اور ان کے حال نار سپر اس کو بہت توجہ ہے اس لئے کہ حضرت شیعوں کے طفیل میں خدا نے سنیوں کو دنیا میں کفر سے بچایا اور ان کو مسلمان رکھا مگر یہ اسی وقت تک ہے بنظر عنایت و مہربانی جب البتہ حاشیہ کے احکام جاری کریں اور اس وقت سنیوں پر تمام کافروں کی طرح احکام جاری ہوں۔ شیعوں پر یہ اللہ کا فضل و کرم ہے۔ کیونکہ کافروں کے فرقوں کی اکثریت ہے۔ اگر اس زمانہ میں سنیوں پر کافر ہونے کا حکم لگایا جائے تو شیعوں پر عرصہ حیات دنیاوی استقامت تنگ ہو جائے گا جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

تک کہ امام صاحب الزماں پیدا ہوں جب کہ امام شیعوں کے غار سر میں راسی سے ظہور فرمائیں گے اور بعد چندین ہزار سال سنیوں کے خوف سے نجات پادیں گے اسی وقت پر کیا ہی طر مار شیعوں کا ہے سلطنت اور حکومت ان کی ہے کسی کے ہاتھ میں حضرت عباس کا علم ہوگا کسی کے دوش پر امام کا شدار کھا ہوگا کوئی ذوالفقار جو منے کے لئے دوڑا جاتا ہوگا کوئی صواریں دھما مہما اپنی کھولتا ہوگا کوئی زرارہ کے غول میں بھاگتا ہوگا کوئی ہشام اور شیطان الطاق کو ڈھونڈتا ہوگا پس اس وقت وہ دھوم دھام شیعوں کی ہوگی کہ لوگ محرم کی دسویں کو کھول جاویں گے اور یا امام کا غل آسمان پر پہنچاویں گے تو جب ایسے زور شور کا امام شیعوں کا ہوگا اور کچھ بھی عرض شیعوں کی ان سے نہ رہے گی پس اس وقت امام شیعوں کے پکار کر کہہ دیں گے کہ آج اسلام کا حکم تو موقوف ہوا کفر کے علانیہ اطلاق کرنے کا زمانہ آگیا۔ اب ہمارے شیعوں کو کچھ کام سنیوں سے نہیں رہا اس لئے کوئی آج سے کسی سنی کو مسلمان نہ کہے اور لفظ اسلام کا بھی زبان پر نہ لائے اب ان کو کافر مطلق جانو اور نفس سمجھو اور بت پرستوں کے احکام ان پر جاری کرو ورنہ ان کے ہاتھ کا فرجیہ کھاؤ نہ ان کے ہاتھ کا پانی پیو بلکہ اپنی اپنی ذوالفقار اور حسام نکال کر خوب ان کو قتل کرو بہت دنوں تک انہوں نے ہمارے شیعوں کو دبا یا اور صد ہا برس تک ان سے تقیہ کرایا انہیں کبخت سنیوں کے سبب سے ہمارے شیعوں کو چھوٹھ بولنا پڑا بلکہ شیعہ کیسے خود ہم اماموں کو سچ بولنا مشکل ہو گیا اور بہ مجبوری اذو جہین بنا پڑا بہت کچھ لکھتے ان کبختوں نے ہم کو اور ہمارے شیعوں کو دی ہے اب خوب بدلا لو اور مزے سے چین کرو حکومت کا نقارہ بجاؤ ذوق شوق سے سلطنت کرو اور اپنے ہزار برس کے دلی غبار سنیوں سے نکالو۔

پس اے سنیو خدا کے واسطے شیعوں کا شکریا ادا کرو کہ انھیں کی بدولت تم کفر سے بچے اور انھیں پر رحم کر کے خدا نے تم کو تانا ظہور امام کافر نہ گردانا اور احکام اسلام کے تم پر جاری کئے اگر شیعہ نہ ہوتے تو یہ لطف تمہارے حق میں خدا ہرگز نہ کرتا۔ یہ وجہ جناب جو قبیلہ کعبہ نے عدم اطلاق لفظ کفر کی نسبت سنیوں کے تا ظہور امام بیان فرمائی اس سے بیشک سارے اعتراض دفع ہو گئے سب شیخی سنیوں کی جاتی رہی بھلا کس سنی کی مجال ہے کہ اس پر کچھ اعتراض کرے اور اسی وجہ کو جو دلائل فلسفہ سے بڑھ کر مدلل ہے رد کر کے بے شک ہم بارے اور مجتہد صاحب جلیتے۔

اس تقریر کا جس کی متانت اور استحکام پر اس کے الفاظ و معانی خود شاہد ہیں بہارِ پاس کچھ جواب نہیں ہے اے حضرات امامیہ تم غور سے سنو اور اس وجہ کو دل میں جگہ دو کہ بہت بڑی باریک بات قبلہ و کعبہ نے فرمائی اور نہایت حکمت کی تقریر تم کو سکھائی ہے مجتہد ہوں تو ایسے اور محقق ہوں تو ایسے کہ جن کی تقریر پر بہر شخص کی زبان سے امتدادِ حدیث کے سوا دوسرا کلمہ نہ نکلے اور جن کی بات کو سوائے بجا اور درست کے کوئی رد نہ کر سکے۔ ۷

اذا قالت خدام لصدقوا فان القول ما قالت خدام

جب میں نے صوامم میں مجتہد صاحب کی دیکھا تھا کہ انہوں نے ذوالفقار پر بڑا ناز کیا ہے اور اس کی تقریر و تحریر کو لا جواب تصور فرمایا ہے اور اس کی نسبت یہ بھی ارشاد کیا کہ اب تک کسی نے جواب نہیں لکھا تو مجھے ذوالفقار کے بالاستیعاب دیکھنے کا شوق ہوا تاکہ دریافت ہو کہ وہ حکیمانہ دلیلیں اور فلسفی تقریریں کیا حضرت نے اس کتاب میں بھری ہیں کہ کسی نے اس کا جواب نہ لکھا جب اس کو اول سے آخر تک دیکھا تو خدا آگاہ ہے کہ میں مبلغ سے نہیں کہتا ہوں کہ اس کے برابر کیا باعتبار عبارت کے اور کیا بلحاظ مضمون کے اور کیا بخیاں انتشار مطالب اور کیا بوجہ غلط بحث اور تقریر طائل کے میں نے کسی عالم کی کتاب کو اس سے زیادہ پوچھ لپچ نہیں پایا اور نظر اٹھا کر دیکھنے کے لائق بھی اسے تصور نہ کیا اس واسطے شاید اس وقت تک کسی نے اس کا جواب نہ لکھا ہو گا اگر کسی کو شک ہو تو، جس قدر تقریریں اس کتاب کی میں نقل کر چکا ہوں ان کو بخوبی دیکھے اور میرے کلام کی تصدیق کرے۔

اب میں خاص اس وجہ پر جو عدم اطلاق کفر کی نسبت سنیوں کے مجتہد صاحب نے بیان کی ہے کچھ دو ایک لطیفے لکھتا ہوں اور شیعوں کو سناتا ہوں جو شائق ہوں وہ سنیں کہ میں جو کہتا ہوں وہ بڑے کام کی بات ہے اور بمقتضائے کاتدرین تذلک قابل سننے کے ہے بس ایہا المؤمنین غور سے سنو کہ۔ ۷

۷ خدام ایک عورت تھی عرب میں کہ جب وہ کچھ بات کہتی اس کے عاشق سنا کرتے اور کچھ زبان سے نہ کہتے، اسی عورت کے حال میں کسی شاعر نے یہ شعر کہا ہے کہ جس کے معنی یہ ہیں کہ جب کوئی بات خدام کہے اس کی تصدیق کر دو اور کچھ نہ بولو کیونکہ بات تو وہی ہے جو وہ کہتی ہے اس کی بات کو کون رد کر سکتا ہے۔ ۱۲۔

سخن ماسخیدنی دارد جلوه مغت ست دیدنی دارد

اول یہ کہ خدانے سنیوں پر اطلاق اسلام کے لئے صرف یہی وجہ قرار دی ہے کہ
 کتابیں شیخیاں کا رنگ شہود تو اس خدانے ان کے حال پر خدا زیادہ رحم کیوں نہ کیا اور سارے
 بست پرستوں اور کافروں کو ان کا بھائی کیوں نہ بنا دیا اور ان کی خاطر سے جس طرح ایک
 اصول امامت کے انکار سے باوجود یہ کہ وہ صریح کفر ہے سنیوں پر اطلاق اسلام کا کیا کس لئے
 ان کی خاطر سے پانچوں اصول کے منکر پر لفظ اسلام کا اطلاق نہ فرمایا اس لئے کہ اب اسلام
 کے معنی وہ تو باقی ہی نہیں رہے جو کہ قرآن و حدیث میں مذکور ہیں بلکہ یہ ایک اصطلاح جدید
 مقرر ہوئی ہے۔ ولما ساحتہ فی الاصلح۔ تو پھر جس طرح پر کہ باوجود کفر کے اور مغلذنی اللہ
 ہونے ان کے شیعوں کے اوپر مہربانی کر کے ان کے اوپر اسلام کا لفظ اطلاق کیا اسی طرح
 پر اور کافروں پر بھی اسکی اطلاق کی اجازت دیتا تا شیعوں کا دائرہ کار اور بھی زیادہ وسیع ہو جائے۔
 دوسرے شیعوں کی خاطر سے ناظہور امام محرمات کو حلال کیوں نہ کر دیا تاکہ
 بر شیعیان تنگ نشود جب ان کی خاطر ہی پر کفر اور اسلام کا اطلاق ٹھہرا اور خدانے اپنے
 آپ کو انہیں کے اختیار میں دے دیا تو مناسب تھا کہ ان کے سب حرام چیزوں کو حلال
 کر دیتا کہ وہ خوشی سے شراب ارغوانی کے جام کے جام اڑاتے اور زنانہ پارہ کے ساتھ ہمبستر
 ہو کر خوب ذوق شوق سے حرام کرتے سارے دنیا کے مال و متاع کو ان کے لئے حلال کر دیتا
 کہ جس کے گھر سے جو چاہتے لے جاتے اور خوب لوٹ مار کر کے اپنے معیشت کے دائرے
 کو وسیع کرتے سب جانوروں کو اگرچہ خوک ہی کیوں نہ ہوں ان کے لئے حلال کر دیتا تاکہ
 وہ خوب مزے سے نوش فرماتے اور بیچارے کسی بات کی ذرا بھی تکلیف نہ پاتے نماز کو ان
 پر سے ساقط کر دیتا روزے کو ان پر واجب نہ فرماتا تاکہ بیچارے کسی بات کی ذرا بھی تکلیف
 نہ پاتے اگرچہ میں نے اس کو اپنے نزدیک نہایت ہی عجیب اور عزیز ممکن تصور کر کے ،
 لکھا ہے۔ مگر حقیقت میں بہت سی باتوں کو حضرات شیعوں نے اپنے لئے حلال کر رکھا دیکھو
 پانچ نماز کے بدلے تین ہی وقت پڑھتے ہیں۔ دو وقت کی تکلیف سے محفوظ ہیں نکاح کی
 قید سے آزاد ہی ہو گئے ہیں متعہ کی بدولت خوب چین سے جس کو چاہتے ہیں رات بھر
 لے تاکہ شیعوں پر عرصہ حیات تنگ نہ ہو۔

تاکہ شیعوں کے کامد بار بندہ ہوں۔ اور نہ تکلیف میں مبتلا نہ ہوں۔

کی اجرت دے کر اپنے صرف میں رکھتے ہیں اور خدا کا شکر ادا کرتے ہیں لیکن بہتر ہو کہ وہ تا ظہور امام کے سب قیدیین شریعت کی جو تھوڑی بہت رہ گئی ہیں اڑادیں اور خاصے ملحد بن جائیں اور اگر کوئی اعتراض کرے تو اپنے قبلہ و کعبہ کا قول نقل کر دیں کہ این تفضل خداست نسبت بحال شیعیان)۔

تیسرے۔ اگر حقیقت میں خدا نے صرف شیعوں کے حال پر رحم کر کے سنیوں کو ظاہری کفر سے بچایا تو قید زمانہ ظہور امام کی بجایا ہے بلکہ ظہور مجتہد کی قید کافی تھی اور خدا کو یہ کہ دینا چاہیے تھا کہ جب تک کسی مجتہد کا ظہور نہ ہووے تب تک یہ حکم ہے ورنہ جب کسی خطہ میں زمین کے اس قدر عزت شیعوں کی ہو جاوے کہ مجتہد صاحب مسند اجتہاد پر بیٹھ جاوے اور دو چار ہزار دنیا طلب ان کے گرد حاضر ہوں اور وہ سنیوں کی رو میں کتابیں لکھنا بھی شروع کر دیں تب یہ حکم موقوف کر دیا جائے اس لئے کہ افادات العللۃ فات المعلول۔ پس تعجب ہے کہ لکھنؤ اور ایران میں یہ حکم کیوں اب تک جاری نہ ہوا اور ظہور امام کے لئے وہاں کس کا انتظار رہا جب کہ مجتہد صاحب نے ذوالفقار کو ذوالسلطنت لکھنؤ میں لکھ کر فتنہ کیا اس وقت تو ان کو ایسی بات لکھنی نہ بیان تھی اس لئے کہ جو روز مشور تشیع کا ان کے وقت میں وہاں تھا۔ اس سے زیادہ ہونا تو کبھی ممکن ہی نہیں ہے اس لئے ان کو لکھنؤ میں یہ حکم جاری کر دینا تھا۔ لیکن حقیقت میں انہوں نے جساری کر دیا تھا، گو کتاب میں صاف نہیں لکھا مگر سنیوں کے کفر اور نجاست کا فتویٰ دے دیا تھا یہ حال لکھنؤ میں ہو گیا تھا کہ اگر کوئی سنی کسی شیعہ پاک کے فرش پر جاتا تو وہ اسی وقت اس کو دریا پر دھونے کے لئے بھیج دیتا اور ان کے یہاں کے کھانے پینے کو حرام اہلنا پاک سمجھتا پس حقیقت میں فرمانا حضرت کا کہ حکم بظہارۃ ایناں بکیند و دیگر احکام اسلام بہر ایشاں جاری کنید، فقط کتاب کی زینت دینے کے لئے ہے یہ عمل کرنے کے لئے حقیقت یہ ہے کہ شیعوں کے مجتہد ٹھیک ٹھیک عیسائیوں کے پوپ اور پادریوں کے موافق ہیں جس طرح وہ اپنے آپ کو معلوم جانتے ہیں اور سارے احکام شریعت کے رد و بدل پر اختیار رکھتے ہیں وہی حضرات مجتہدین کا حال ہے کہ احکام نبوی کو اپنے اختیار میں سمجھتے ہیں جو چاہا کفر کا اطلاق کر دیا جب،

سنہ شیعوں کے حال پر یہ اللہ کا فضل و کرم ہے۔ سنہ سنیوں کی طہارت کا حکم لکھنؤ اور ان پر دوسرے،

احکام اسلامی جاری کریں۔

چاہا اسلام کا حکم دیا چونکہ خدائی ان کے اختیار میں ہے اس لئے جو چاہیں سو کر میں اور جو
دل میں آدے وہ فرما دیں قیامت کو اس کا حال معلوم ہوگا ہم ہوں گے اور گمراہی میں مبتلا
صاحب کا۔

چوتھے۔ مجتہد صاحب نے اپنی تقریر میں میراث کے باب میں فرمایا کہ میراث بایضاح بدہند
وازاایشان بگیرند اور نکاح کی نسبت کہا کہ دختر از ایشان بخوارند اور براء دیانت دختر بایشان
بدہند کے کہنے سے شرم فرمائے گویا سنیوں کو لڑکی دینا جائز نہیں ہے کہ حال اس کی شناخت
کا اس شخص کو ظاہر ہو سکتا ہے جو چند ورق ہمارے کتاب کے لوٹ کر بحث نکاح حضرت
ام کلثوم کو دیکھے۔ یہ بحث جو میں نے لکھی ہے اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مجتہد صاحب
ایمان کا اطلاق خلفاء ثلاثہ پر نہیں کرتے بلکہ ان پر اسلام کا اطلاق کرتے ہیں اور اسی کے
ثبوت میں بہت سی سندیں لاتے ہیں مگر حقیقت میں یہ قول بھی ان کا غلط ہے اور انہیں
کے محققین اور محدثین نے اس کو باطل اور غلط قرار دیا ہے پس تعجب ہے حضرت مجتہد
صاحب سے کہ نہ اس کو دیکھا اور نہ اسے نقل کیا اور خلاف اپنے پیشواؤں کے اسلام کا
اطلاق کیا افسوس ہے کہ اپنے تشیع میں بھی کامل نہیں ہیں اور اپنے اصول سے بھی اچھی
طرح واقف نہیں ہیں اور تالیف کرنے پر مستعد ہیں اور ناحق اپنے اہل مذہب کو اپنی
پروردگاریوں سے اور فضیلت سے کہتے ہیں و نسیم باقیل عک
در کفر ہم کامل نذر نماند سوا کمن

اب اس قول کو سنیوں جو علماء و اعلام شیعہ کے اس باب میں لکھا ہے ارادہ نہ وہ علماء
مثل عبداللہ کے ہیں جس سے حضرت مجتہد صاحب انکار کریں نہ وہ ایسے گمنام ہیں کہ جن
کے نام سے واقف نہ ہوں بلکہ اس علامہ اور محقق کی سند پیش کرتا ہوں جس کے علم و اجتہاد
کا انکار گویا امامت کا انکار ہے اور اس کے تقدس کا اقرار گویا چھٹا اصول دین کا ہے وہ کون
ہیں جناب فضیلت مآب سہام مع معقول و منقول حاوی فروع و اصول فاضل محقق شہیر
مدقق جناب ملا باقر مجلسی علیہ الرحمۃ کہ وہ حدیث ابتدایہ و صحابہ کو کافی سے نقل کر کے
فرماتے ہیں کہ (بیان سلوٰۃ علیہ السلام ان یرتدوا عن الاسلام اسی عن ظاہرہ والتکلم

سے ظاہر نہیں کیا ہے جو شخص اسلام سے ظاہری طور پر پھر جائے اور کلمہ شہادتہ کا اقرار ہی ہو تو کون کو چاہئے کہ اسے
عن علیہ الرحمۃ کے وہی معنی ہے جہاں جو علماء شیعہ نے ایمان عادلان کی شرح میں بیان کئے ہیں۔ البقیہ حاشیہ اگلے صفحہ

بالشہادتین الی قولہ لیا تئی ان الناس ازندالاشمشہ لان المراد منها ارتداد و ہم عن المدین و اقتداء
 ہذا محمول علی بقائہم علی صورتہ الاسلام و ظاہرہ وان کا کوئی اکثر الاحکام الواقعیۃ فی حکم الکفار
 و قص ہذا بمن لم یسمع النصح علی امیر المؤمنین علیہ السلام ولم ینفہہ ولم یعادہ فان من قتل
 شیئاً من ذلک فقد ان کر قول البنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و کفر اظاہر ایضاً ولم یبق لہ شیئ
 من احکام الاسلام و وجب قتلہم خلاصہ مطلب اس کا یہ ہے کہ جن اصحاب نے پیغمبر خدا سے
 نص خلافت علی مرتضیٰ کو نہیں سنا اور نہ ان کے ساتھ دشمنی رکھی ان پر تو احکام اسلام کے
 جاری ہیں گو بسبب بیعت نہ خلفا کے اکثر حقیقی احکام میں کفار کے حکم میں داخل ہیں مگر جن نے
 نص کو سنا ہے اور یا حضرت علی سے دشمنی رکھی ہے وہ ظاہر میں کافر ہو گیا اور کوئی حکم احکام
 اسلام سے اس کے حق میں باقی نہ رہا اور اس کا مسلمان کہنا جائز نہیں ہے اور اس کا
 قتل کر دینا واجب ہے۔

اگر کسی کو یہ شک ہو کہ ملا باقر مجلسی نے ایسا فرمایا ہوتا تو کیونکر مجتہد صاحب پھر
 خلاف اس کے خلفا پر اطلاق اسلام کا کرتے اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارا کام اس روایت
 کی تصحیح کر دینا ہے اور تمہارا کام ہے اس کا تصفیہ کرنا کہ مجتہد سے ہیں یا ملا باقر مجلسی
 حق پر ہیں ہم نے جو کچھ لکھا ہے سو اس کی تصدیق ہم سے سنو کہ اگر کسی عرض از نقل اس عباد
 معض اثبات اس معنی مست کہ صاحب بجا زلشہ و اتباع ایشاں را کافر میدانند پس البتہ اس
 معنی بسرد چشم مقبول مست اصلاً جامی استنکاف و انکار نیست اور بجا ملا انوار ترجمہ فارسی
 کی یہ عبارت ہے کہ دایں حکم یعنی بقای ظاہر اسلام مخصوص بکسی مست کہ از رسول خدا اصل

بجز حاشیہ صفحہ ۲۸۲ (۱) اسلام کی جانب لوٹائیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ واقعہ اسلام سے اعتراف کر رہا ہے اور اس صورت میں
 ایسے شخص کو بظاہر مسلمان سمجھیں گے اگرچہ اس کے حقیقی طور سے کافر ہو نیک حکم ہے اور اس پر قیاس کر لو اور اس کا جو
 امیر المؤمنین علی کے احکام نہ تھے ان سے عداوت نہ رکھے اور جو شخص انفعال مند رہ کر نہ ہو تو گویا اس نے رسول کریم
 کے قول کا انکار کیا۔ اور اس کا کافر ہونا ظاہر ہے اور اس کے لئے احکام اسلام باقی نہ رہیں گے بلکہ اس کا قتل واجب ہے۔

لہذا اس عبارت کے نقل کرنے سے غرض ہے کہ اصحاب کثیر اور ان کے متبعین کو صاحب ہمارا کافر جانتا ہے تو بعض
 کرا نکھوں پر مقبول و منظور ہیں اور ان معنوں سے ہرگز کسی قسم کا ننگ و نارادہ انکار نہیں ہے لہذا یہ حکم یعنی ظاہری اسلام
 کا باقی رہنا اس شخص سے جس مخصوص ہے جس نے امیر کی خلافت کا حکم رسول اللہ سے نہ سنا ہو اور علی سے
 بغض و عداوت نہ رکھتا ہو۔ کیونکہ ان امور کا کرنے والا اصل رسول اللہ کے قول کا منکر ہے اور ظاہری طور پر کافر نہیں ہے۔
 (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اللہ علیہ وآلہ وسلم نص بر خلافت امیر علیہا السلام نہ نشیندہ و بغض و عداوت آن حضرت نہ داشتہ
 چہ در تکب این امور منکرہ قول پیغمبر است صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و بحسب ظاہر ہم کافرست
 و بیچک ازا احکام اسلام براسی او ثابت نیست و قتلش واجب است انتہی بلفظ مؤرخندہ اگر
 حضرات شیعہ انصاف کریں اور تعصب و عناد کو دخل ندیں تو جناب قبلہ و کعبہ کے تقدس
 و دیانت پر افسوس کریں کہ حضرت نے سارے اقوال جو مفید اس مقام کے تھے نقل کئے
 اور ان سے یہ نتیجہ نکالا کہ در دار دنیا احکام اسلام براسی ہا جاری می شود و گو در دار آخرت
 مخلد بنا خواهد بود اور اپنے امام علامہ کے قول کو نقل نہ کیا جس سے اسلام ظاہری سے
 اطلاق نہ کرنا بھی خلفا پر نادرست ہے بلکہ کفر ہے عجب حال ہے حضرات شیعہ کا کہ کسی بات
 پر ثابت قدم نہیں رہتے اور ایک کلمہ پر قائم نہیں رہتے کبھی کہتے ہیں کہ اصحاب و خلفا
 مسلمان تھے ظاہر میں ان پر احکام اسلام کے جاری تھے کبھی فرماتے ہیں کہ وہ کافر
 مطلق تھے اور ان کا قتل کرنا واجب تھا خدا اس قوم کو اپنے عدل کا ذائقہ چکھادے کہ اور
 جو کچھ نرانی دین محمدی کی انہوں نے کر رکھی ہے اس کا بدلہ لے ایہا المؤمنین ذرا ذرا الفقار
 کو اٹھا کر دیکھو کہ اس میں اجرانی احکام ظاہری اسلام کا خلفا ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی
 نسبت کس زور شور سے دعویٰ کیا ہے اور پھر بحار الانوار اور استقصار کو دیکھو کہ انہوں نے
 اپنا کفر کس صفائی سے ظاہر کیا ہے اور اپنے اس اختلاف کی خود داد و دفاعتیرا یا ادلی
 البصار والنظر والی ہولاء الکبار لانہم فی کل واحد یہمون دنی کل تیرہ تیرہون تلک آیات اللہ
 تلکوا علیک بالحق نبای حدیث بعد اللہ آیاتہ یومنون ۔

جو کچھ ہم نے اب تک بیان کیا اس سے یہ ثابت ہوا کہ علمای شیعہ کفر و اسلام میں
 صحابہ کے مختلف ہیں یعنی ان پر اسلام کا اطلاق کرتے ہیں اور اکثر ہیں اور جو لوگ اسلام کا اطلاق
 کرتے ہیں وہ بھی صرف منظر ترجم حال شیعہ ان علی کے ادب بیان میں کفر و اسلام کو برابر سمجھتے ہیں
 ہینہ حاشیہ ص ۱۱ اور اس کے معنی کوئی حکم اسلام! آتی نہ رہے گا بلکہ اس کا قتل واجب ہے اسلئے ایسے شخص پر دنیا میں احکام اسلام
 جاری ہوں گے اگر چہ آخرت میں وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

کہ پس غور کر دے صاحبان بنیائے اور دیکھو طرف بڑوں کے تحقیق وہ لوگ بھی ہر جنگل کے گھونٹے دانے ہیں اور بھی
 ہر میدان کے پھرنے دانے ہیں یہ انہیں ہیں اللہ کی ہم سناتے ہیں جھکو پھر ٹھیک پھر کوئی بات کو اللہ اور رسول کی باتیں چھوڑ کر
 انہیں گے ہا مولوی انبام اللہ سلیر رہا۔

اس لئے اب ہم اس سے بحث کرتے ہیں کہ ان پر کفر کا اطلاق کس وجہ سے ہے آیا اس وجہ سے کہ وہ توحید کے منکر تھے خدا کو ایک نہ جانتے تھے لات و عزیٰ کی عبادت کرتے تھے مثل ابولہب اور ابو جہل وغیرہ کے بت پرست تھے یہ انبوت کے منکر تھے پیغمبر صاحب کو سچا نبی نہ جانتے تھے بلکہ اور کافروں کی طرح تکذیب ایمان میں کرتے تھے یا صرف امامت کے منکر تھے اور توحید و نبوت میں کامل تھے پس ہم تینوں صورتوں سے علیحدہ علیحدہ بحث کرتے ہیں بعض علما شیعوہ کے تینوں امور کا دعویٰ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حقیقت میں اول ہی سے خلفائے ثلاثہ ایمان نہیں لائے اور خدا کی توحید اور پیغمبر صاحب کی نبوت کے سچے دل سے معتقد نہیں ہوئے چنانچہ یہ امر شیعوں کے نزدیک مسلمات سے ہے اور اس پر سند لانے کی کچھ حاجت نہیں ہے اور خود مجتہد صاحب ذوالفقار میں جا بجا لفظ اول اسرا ز ایمان بہرہ نداشت کا تحریر فرماتے ہیں۔

اس کے جواب میں جو کچھ ہم کو لکھنا تھا وہ اوپر بحث ایمان شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں لکھ چکے اب انہیں تقریروں کو اعادہ نہیں کرتے لیکن علاوہ ان دلیلوں کے ان کے ایمان کو اور دلائل سے ثابت کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ جو دعویٰ نفاق کا بہ نسبت صحابہ کے حضرت شیعوہ نے کیا ہے وہ باطل ہے۔

اثبات نہ منافق ہونے صحابہ کے بدلائل

دلیل اول: یہ تو ظاہر ہے کہ خلفائے ثلاثہ اور صحابہ کبار ظاہر میں مسلمان تھے اور اور اقرار توحید و نبوت کا کرتے تھے پس ظاہری ایمان سے ان کے تو انکار ہو ہی نہیں سکتا باقی رہا یہ کہ دل میں منکر توحید اور نبوت کے تھے اور اسوجہ سے وہ منافق تھے تو اس کا ثبوت دینا سچا بیٹے ورنہ ہر خارجی اور ناصبی جناب امیر علیہ السلام کی نسبت دساشا جنابہم من ذالک بھی کہہ سکتا ہے پس جس طرح پر تم ان خارجیوں کا جواب دو گے اور جس طرح سے ایمان کو جناب امیر کے ثابت کرو گے وہی ہماری طرف سے حق میں صحابہ کے سمجھو۔

دلیل دوم: اگر صحابہ منافق ہوتے جیسا کہ جا بجا مجتہد صاحب اور ان کے بزرگوں نے دعویٰ کیا ہے تو ضرور ہے کہ پیغمبر خدا علیہ السلام والثناء ان سے بیزار ہی کرتے اور ان کو اپنے مشورے اور صلاح میں شریک نہ کرتے اور خدا بھی ان سے بیزار ہی کا حکم دیتا اور پیغمبر صاحب

کو ان کی صحبت سے منع کر دیتا اور ان کے اوپر جہاد کا امر کرتا۔ اور ان کو بدترین وقت کی حالت پر پہنچاتا اس لئے کہ خدا نے منافقین کے حق میں ایسا ہی فرمایا ہے اور ایسا ہی کیا ہے اور افسوس ہے کہ جناب قبلہ و کعبہ نے ذوالفقار میں بعض ان آیات کو خود ہی نقل کر کے ہماری طرف سے جواب دیا ہے چنانچہ جو آیتیں شاہ صاحب نے تحفہ میں فضائل صحابہ میں لکھی ہیں ان کے معارضے میں وہ آیتیں جو کہ منافقین کی شان میں ہیں جناب قبلہ و کعبہ نے پیش کیں اور یہ نہ خیال کیا کہ انہیں آیتوں سے ان کا دعویٰ غلط ہوتا ہے اور خدا ان کو اپنے کلام سے جھوٹا کرتا ہے چنانچہ منجملہ ان آیتوں کے ایک آیت یہ ہے کہ **مِن اہل المدینۃ مردود علی لئفاق لا تعلمہم نحن نعلمہم و مستعد ہم مرتین ثم یرد ان الی عذاب عظیم** کہ بعض اہل مدینہ سے منافق ہیں جیسا کہ تو نہیں جانتا مگر ہم جانتے ہیں قریب ہے کہ ہم دوسرے ان کو عذاب دیں اور پھر وہ بڑے عذاب کی طرف پھر سے جاویں۔

اب خدا کے لئے آیت میں لفظ من اہل المدینۃ کا خیال کر دو سوچو کہ مضمون اس آیت کا خلفاء ثلاثہ پر جو کہ کے رہنے والے تھے کیونکر صادق ہو گا علاوہ بریں خدا اس آیت میں خبر دیتا ہے کہ وہ دو مرتبہ عذاب دئے جاویں گے اور ظاہر ہے کہ اس سے مراد عذاب دنیاوی ہے تو سوائے منافقین کے جن کا حال کھل گیا اور جو مارے گئے اور ذلیل ہوئے اس آیت کا مضمون صحابہ کبار پر کیوں کر صادق ہو گا اور ماورائے اس کے اس آیت میں خدا فرماتا ہے کہ لا تعلمہم نحن نعلمہم کہ تو ان کو نہیں جانتا بلکہ ہم اوپر حدیث سے بروایت زاوالعقاد نقل کر آئے ہیں اور جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا نے ان کے نفاق کا حال حدیث صحابی سے بھی کہہ دیا تھا۔ ایک دوسری آیت مجتہد صاحب معارضے میں فضائل صحابہ کے اپنی ذوالفقار میں لکھتے ہیں کہ **لولا کتب من اللہ سبق لمستکم فی ما اخذتم عذاب عظیم** اس آیت کی ہم اوپر تشریح کر چکے ہیں مگر اب اور زیادہ تصریح کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ یہ آیت درحقیقت فضیلت میں حضرت عمر فاروقؓ کی ہے اس لئے کہ جب بعد فتح ہونے بعد کی لڑائی کے پیغمبر کا فر قید ہوئے تو پیغمبر خدا نے مشورہ کیا کہ ان قیدیوں کی نسبت کیا کیا جاوے چنانچہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ لوگ سزاوار ہیں۔ بعض مدینہ والے اصرار سے ان کو نہیں جانتا ہم کو معلوم ہیں ان کو کبھی کبھی پھر وہ پھر جینگے بڑے عذاب میں ۱۲ مونسین العزیز کہ ۱۰ سورہ انفال دکر ع ۹۔ ترجمہ مگر یہی ایک بات کہ کچھ چکا ان آگے سے تو کچھ پڑتا اس لئے میں بڑا عذاب ۱۲ موضع القرآن۔

عمر نے اور سعد بن معاذ انصاری نے فرمایا کہ قتل کئے جاویں اور حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ
 ٹھہریا جاوے چنانچہ حضرت نے فدیر لیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اس کی تصدیق سنو و مفسرین
 شبہ کرتے ہیں۔

پہلا ثبوت۔ علامہ طوسی اپنی تفسیر مجمع البیان میں فرماتے ہیں کہ (قال عمر بن الخطاب
 یا رسول اللہ کذ جوک و آخر جوک فقد ہم فاضرب اعناقہم و کن علیا من عقیل فی ضرب عنقہ و کنی من
 فلان اضرب عنقہ فان ہولاء ائمة الکفر و قال ابو بکر اہک و قومک خذ منہم فدیرہم لیکون لنا قوۃ علی
 الکفار قال ابن زید فقال رسول اللہ لو نزل عذاب من السماء ما نجا منکم غیر عمر بن الخطاب و
 سعد بن معاذ) ترجمہ یعنی حضرت عمر نے پیغمبر خدا سے کہا کہ یا رسول اللہ ان کافروں نے آپ کو جھٹلایا
 اور آپ کو مکے سے نکالا ان کی گردنیں مارنا چاہیں عقیل کو علی کے سپرد کر کہ وہ اسے مارے اور
 نلاں شخص کو مجھے سپرد کر کہ میں اسے قتل کر دوں کیوں کہ یہ کفر کے پیشوا ہیں اور ابو بکر نے کہا کہ یہ
 سب تیرے ہی قوم کے آدمی ہیں ان سے فدیر لے کر انکو پھوڑ دینا چاہیے چنانچہ وہ پھوڑ دیتے
 گئے، ابن زید کہتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر عذاب نازل ہوتا تو سوائے
 عمر بن خطاب اور سعد بن معاذ کے کوئی نجات نہ پاتا۔

دوسرا ثبوت۔ کاشانی تفسیر خلاصۃ المنج میں لکھتا ہے کہ (روز بدر پشاد تن امیر
 شدند حضرت در باب ایشان با اصحاب مشورہ کرد ابو بکر کہ از مہاجرین بود گفت یا رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بروا صاغرا میں قوم اقارب و عشائرتو اتاندا کہ ہر یک بقدر طاقت و
 استطاعت فدائی بدنہ باشند کہ رز سے بدولت اسلام برسند ان) اسے مومنین تم کو دل سے اپنے
 مجتہد صاحب کے تبحر اور فضیلت کی داد دینی چاہیے کہ معارضے میں فضائل صحابہ کی وہ
 آیت پیش کی جس سے اور بھی فضیلت خلیفہ شانی کی ثابت ہوگئی سچ ہے الحق یعلو اولیٰ علیٰ بشر
 عدو شود سبب خیر گر خدا خواهد خمیر مایہ دوکان شیشہ گر سنگ ست
 اس آیت کے معارضے میں پیش کرنے سے بھی دل و جان سے شکر اس کا ادا کرتے
 ہیں اور ان کے تقدس اور فضیلت کی داد دیتے ہیں لیکن اگر کسی ان کے مقلد کو صرف ایک

سے جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھ تتر مشرک و کافر قید ہو سے رسول اللہ نے ان کے ہا سے میں اصحاب سے مشورہ کیا ابو بکر
 جو مہاجرین سے تھے انہوں نے کہا یا رسول اللہ میں قوم کے بڑے اور چھوٹے آپ ہی کے رشتہ دار ہیں۔ اگر ان میں سے ہر ایک
 اپنی حیثیت کے موافق غریہ دے کر رہا کر دیا ہو جائے تو امید ہے کہ ایک دن مسلمان ہر جائیں گے۔

تفسیر مجمع البیان کی روایت پر سیری نہ ہووے اور وہ اس کی تائید میں دوسری روایت کا طالب ہو تو بسم اللہ ہم دوسری سند اسی قول کی تائید میں ایک بڑے عالم فاضل صحیحی کی پیش کرتے ہیں۔

تیسرا ثبوت۔ ابن جہور صاحب خوالی اللہ فی جو کا برا مامیہ میں یہ علم و فضل مشہور ہے روایت کرتا ہے کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخذ سبعین اسیراً یوم بدر و فیم العباس و عقیل بن عمہ فاستشار ابا بکر فیم قتال و قومک و اہلک و استبقہم لعل اللہ یتوب علیہم و اخذ الفدیۃ لغومی بہا احبا بک قتال عمر بن ذک و اخر جوک فغذہم و اغضب احبا فیم فانہم ائمتہ الکفر و لا تاخذہم القداء من علیا من عقیل و حمزہ من العباس و منی من فلان و فلان فقتال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ لیس قلوب رجال حتی تکون الین من اللبن و لیس قلوب رجال حتی تکون اشد من الحجارة فمشک یا ابا بکر مثل ابراہیم اذ قال فمن تبعنی فانہ منی و من عصانی فانک مغفور الرحیم لو مشک یا عمر مثل نوح اذ قال رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیار اثم قال ان شئتم قتلتکم وان شئتم فادیم ویستشہد منکم بعد تم قتالوا بل ناخذ الفداء ما استشہد بعد تم فاختدکما قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس علامہ کی تحریر کا جو لفظ نقل کی گئی اصل مطلب تو وہی ہے جو اوپر مجمع البیان سے منقول ہوا مگر اس عالم نے اتنا اور زیادہ کر دیا ہے کہ پیغمبر خدا نے ابو بکر صدیق اور عمر فاروق کی باتوں کو سن کر کہا کہ کیا خدا کی شان ہے کہ بعضوں کے دلوں کو تو مثل پتھر کے سخت کر دیتا ہے اور یہ کہہ کر حضرت نے فرمایا کہ ابو بکر تیری مثال ابراہیم کی سی ہے کہ انہوں نے خدا سے کہا کہ جو میری اطاعت کرتا ہے وہ مجھ سے ہے اور جو نافرمانی کرتا ہے سو تو بخشنے والا مہربان ہے اور اے عمر مثال تیری نوح کی سی ہے کہ انہوں نے خدا سے کہا کہ اسے پروردگار زمین میں کسی کافر کو نہ بچوڑ۔

ہیں اے حضرات مومنین جن کو تمہارے مجتہدین منافق کہتے ہیں وہ ایسے منافق تھے کہ اپنے باپ بھائیوں کو خدا کے پیچھے قتل کرنے پر مستعد تھے اور قتل کرتے تھے اور پیغمبر خدا علیہ التمیہ والثناء کی تمثیل پیغمبروں سے دیتے تھے شان ہے خدا کی کہ ایسے لوگوں کو منافق کہتے ہیں۔ منافق کچھ بھی فرم و حیا کا خیال نہ کریں اور جنہوں نے کفر و نفاق کی جڑ سب سے کھودی انہیں کو کافر اور منافق کہیں۔ کبریت کلمتہ تخریج من افواہ ہم ان لیتولون الا

لذا اگر اس روایت پر بھی سیری نہ ہو وہ اور فارسی خواں شیخی کسی فارسی تفسیر سے اس روایت کی تصدیق چاہیں تو بفضلہ تعالیٰ وہ بھی حاضر ہے۔

پہلو تھانثوت مکینہ العرفان سے شیعوں کے علامہ رازمی نے اپنی تفسیر میں اس مضمون کو ان لفظوں سے نقل کیا ہے۔ در روایت ست کہ در روز بدر ہفتاد تن اسیر گرفتہ بودند و باس و عقیل ہونہ نہ نہ رسالت علی اللہ علیہ وسلم دیاب ایشان با صاحب مشورہ فرمود ابو بکر گفت کما کا بروا صغرا میں قوم اقداب عشا تر تو اند اگر ہر یک بقدر طافت واستطاعت ندائی بدہند باشد کہ روز بہ ہدایت برسد و حالاً عدد و عدد مسلمان زیادہ شود و عمر گفت یا رسول اللہ انہا مکتوب گرفتہ بود و بیرون کردند انہا انکہ کفر اند بہدای فرمائی تا گردن زندہ گیر از ایشان فدیرا عقیل و با علی سپار و عباس و جعفر و فلان را بہن تا گردن ز نیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ حق سبحانہ تعالیٰ دلہامی مردم را آگاہ ست کہ نرم میسازد بہرتبہ کہ نماز شیر ست و دیگر دلہامی باشد کہ سخت تر از سنگ است مثل تو اسے ابو بکر ہماں مثل ابراہیم ست علیہ السلام کہ گفت من تیغی فانه منی و من عصائی فانک غفور رحیم و مثل تو اسے عمر چچو مثل نوح ست و قتیکہ گفت رب سبک لا تذر علی الارض من الکافرین دیار ارم غرضکہ اسے حضرات امامیہ ذرا غفلت کی آنکھ کھولوا اور اپنے قبلہ و کعبہ کے حال پر رحم کر دو کہ جو کچھ انہوں نے لکھا تھا اس سے الٹی فضیلت صحابہ کی ثابت ہوئی اور ساری محنت ان کی خاک میں مل گئی۔ اصل یہ ہے کہ ذوالفقار کی تالیف کی نسبت خود حضرت لکھ چکے ہیں کہ دس بیس روز کے عرصے میں تالیف کی تھی اور مجلت بہت فرمائی

اور روایت ہے کہ جنگ بدر میں ستادہی مسلمانوں کے ہاتھوں اسیر ہوئے جنہیں حضرت عباس و عقیل بھی تھے۔ رسول اکرم نے ان لوگوں کے بارے میں مشورہ کیا جس پر ابو بکر نے کہا۔ یہ قرآن مجید میں ہے۔ آپ نے فرمائی، اگر ہوا۔ اپنی استطاعت کے بموجب فدیرہ دیکر فدائی حاصل کر لیں تو امید ہے کہ ایک دن یہ ہدایت یافتہ ہر بائیں گے اور مسلمان کی اکثریت ہو جائے گی اس پر عرض نہ کیا یا رسول اللہ ان لوگوں نے آپ کو حبس لایا اور آپ کو دھان سے نکالا یہ کافروں کے سردار میں ان سب کی گردن زدن کا حکم صادر فرمایا جائے۔ اور ان سے فدیرہ نہ لیا جائے عقیل کو علی کے حوالے کیجیے عباس کو نضرہ کے حوالے کیجیے اور نطلوں کو میرے سپرد فرمائیے تاکہ ہم ان کی گردن اڑا دیں، اس پر رسول اکرم نے فرمایا اللہ تعالیٰ واقف ہے ہر اپنے بندوں کے دل و دماغ زیادہ نرم کرنا ہے اور اکثر دنوں انہاری طرح پتھر سے زیادہ سخت بنا دیتا ہے۔ اور اسے ابو بکر تمہاری مثال اہل بیت کی طرح ہے جنہوں نے کہا میں نے میری پرہیزگاری اور جس نے میری گناہی تو اسے اللہ تعالیٰ بخشتے والا کہہ میری پرہیزگاری اور اسے تمہاری مثال اہل بیت کی مانند ہے یا کافر انہوں نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ اسے لٹا سنی زمین پر کسی کافر کا آباؤ گھرانہ نہ کہہ دینے سے اسے

تھی اسی سے یہ خرابی ہوئی اگر سوچ سمجھ کر لکھتے اور خود مامل کو دخل دینے تو ایسی غلطی کبھی نہ فرماتے اور فضیلت کی آیت کو معارضے میں پیش نہ کرتے خیر اب تو جو کچھ ہوا اب بجز اس کے کہ حضرات شیعہ افسوس کریں اور دل میں شرمائیں کیا ہوتا ہے۔ اسے حضرات اسی سے ہم نے اوپر کہا ہے، اور پھر کہتے ہیں کہ زلزلہ اور ہشام کے اقوال ہی کی سند لایا کرد لہذا خدا کے واسطے قرآن مجید کی طرف توجہ نہ کرو اور اس کی آیتوں سے سند نہ لاؤ اس لئے کہ تم کو اس کے مطلب سے واقفیت نہیں ہے اور اس کے شان نزول سے آگاہ نہیں ہو اور اس کو قرآن محرف ان سینہ عثمانی جانتے ہو اگر ہمیشہ دیکھا کرو اور اس کے نظم پر غور کرتے رہو تو ایسا دھوکا نہ کھاؤ ورنہ ایسے ہی مغالطے ہوں گے اور جس امر کے اثبات میں کوئی آیت لاؤ گے اسی سے تردید اس کی ہوگی اس قرآن دانی پر شاہ صاحب مؤلف تحفہ کے جواب لکھنے کا قصد کیا بلکہ ان کی طرف مقابل بننے پر اظہار عار و ننگ فرمایا اور استاد کا یہ شعر جس کو صوارم میں خود حضرت نے لکھا ہے بھول گئے کہ شعر۔

مشوہم پنجہ با من گر چہ سحر سامری داری ز بانہ مستغن گفتن یہ بیعت است میگوم
 میں اس بحث کو اپنی ختم نہیں کرتا اور ایک اور شبہ ہے جو اکثر حضرات شیعہ کیا کرتے ہیں بیان کرتا ہوں کہ بعض حضرات کہا کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا کی نسبت جو ناصبی یہ تہمت کرتے ہیں کہ وہ شیخین یا اور صحابہ سے مشورہ لیا کرتے تھے ان کی تہمت ہے یہ امر کیوں کر ممکن ہے کہ پیغمبر خدا صاحب الوحي والاہام کسی سے مشورہ کریں اور اس البہ فرسی کی تقریر کو سن کر جہلا گہرا جاتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ سچ تو ہے کہ رسول مقبول جس پر ہر معاملے کے لئے وحی خدا بھیجے اور جس سے سب باتیں جبرئیل کہہ جا دیں اور جن کی شان و ماہی نطق عن الہوائی ہ ان ہوا لا دھی یوحی ہ ہودہ ابو بکر یا عمر و غیرہ سے صلاح لیں بیشک یہ بات عقل کے خلاف اور قیاس سے باہر ہے اور ایسی تقریروں سے قرطاس و غیرہ کے مطاعن کو خوب رونق دیتے ہیں اس لئے میں ان حضرات سے کہتا ہوں کہ وہ اس آیت پر غور کریں جس کو مجاہد صاحب نے صحابہ کی برائی ظاہر کرنے کے لئے تکریر فرمایا ہے اور پھر ان کی تفسیر دل کو دکھیو اور پھر

بقدر حاشیہ صفحہ ۲۸۹ پارہ ۳۱ مسودہ ابراہیم رکوع ۶ ترجمہ سورج کوئی میری راہ پر پلا سو وہ تو برا ہے اور جس نے برا کہا نہانا سو تو

بختے و لا مردان ہے۔ ۱۰۰ موضع القرآن کے سورہ نوح پارہ ۲۵ رکوع ۱۰۰ ترجمہ ۱۰۰ ہے چھوڑ زمین پر نکلے گا نیک گھر

پارہ ۱۰ سورہ نجم رکوع ۱۰ ترجمہ ۱۰ ہے تو مولا ہے جو پہنچا ہے اس کو ہوا ہے لقا ہے۔

دیکھو کہ اس سے مشورہ کرنا صحابہ سے ثابت ہوتا ہے یا نہیں اور مشورہ دینے والوں میں سب سے اول ابو بکر صدیق کا اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نام ہے یا نہیں دیکھو اور پھر دیکھو اور خوب غور سے دیکھو کہ مشورہ کرنا رسول کا ان سے اور صلاح دینا ان کا حضرت کو تمہارے مفسرین کے قول سے ثابت ہوتا ہے یا کچھ اس میں فرق ہے۔ نازح البصر علیٰ نما من فطور ثم ارجع البصر کثر من یقلب الیک البصر خاسئاً وہو حسیرہ سبحان اللہ سبحان اللہ شیعوں کو ایسے لوگوں کی نسبت منافق کا لفظ کہتے ہوئے کچھ خدا کا خوف رسول کا لحاظ بھی ہوتا ہے یا نہیں اور قیامت کے مواخذے سے بھی ڈرتے ہیں یا نہیں جناب مجتہد صاحب نے ایسے صحابہ کبار کے منافق لکھنے میں یہ بھی خیال نہ کیا کہ آخر ایک روز انتقال کرنا ہے اور خدا کو جواب دینا ہے جو کچھ ہم کتاب میں لکھتے ہیں اس کا خدا کو کیا جواب دیں گے رسول کو کیا منہ دکھائیں گے جو ہم نے ان کے حواریوں اور صحابہ کو جن سے وہ مشورہ لیتے تھے جن کو اپنا مساحب بنائے ہوئے تھے منافق کہتے ہیں اگر یہ فوراً ہوتا اور اس پر یقین رکھتے ہوتے کہ قیامت کے دن جب ہاتھ میں ناصح اعمال دیئے جائیں گے اور ذوالفقار کی کفریات پر طمانکہ غداہ، اقرأ کتابک کفئی بنفک الیوم علیک حییا۔ خدا کی طرف سے کہیں گے اس وقت کیا سال ہوگا زمان کے مقلدین بچا سکیں گے نہ انکا اجتہاد کام آئے گا توبہ توبہ جان بوجہ کر یہ لوگ کفریات بکتے ہیں اور مراتب صحابہ پر لبین رکھ کر اسی سے انکار کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان کہہ کر وہ لغویات منہ سے نکالتے ہیں کہ جن کو سن کر کفار بھی الامان الامان پکارتے ہیں حقیقت میں یہ نہ مبالغہ ہے نہ تعصب ہے اسحق کا اظہار ہے کہ جس طرح پر دین محمدی کو اس فرقے نے اور خوارچہ نے خراب کیا ہے وہ کسی دوسرے نے نہیں کیا وہ باتیں دین میں داخل کی ہیں کہ جن کو خدا کسی مسلمان کے کان تک نہ پہنچائے ان کے کفریات اور بزیلیات اور لغویات پر تشییقان بھی حیران ہو گا اور وہ بھی ۱۱

مسلمان شنو اور کافر میناد

ان کی شان میں کہتا ہو گا اگر کوئی حضرات شیعہ نہایت ہی غور کو دخل دیں اور اس آیت کو قرآن مجید کی مکرر مکرر علیک لگا کر پڑھیں اور درپہار مجتہد جی ان کے مل کر یہ فرما دیں:

آیہ ۱۵ - سورہ بنی اسرائیل رکوع ۶ - ترجمہ: پڑھو لکھا اپنا تو ہی میں ہے آہ کے دن اپنا حساب بیٹے:

۱۱ مؤمن القرآن - سنی مسلمان کو - سنو لے اور کافر کو نہ دکھو - لے ۱۱ سورہ ملک کون:

کہ خاص آیتیں تو ذکر مشورہ کرنے کا نہیں ہے اس لئے ہم اسے نہیں مانتے اور جو تفسیریں تم نے بیان کیں ان کو بھی ہم قبول نہیں کرتے اگر مشورہ لینے کا حکم خدا کا ہوتا تو اس آیت میں اس کا ذکر ہوتا جو اب اس کا یہ ہے کہ قرآن کو ذرا اول سے آخر تک پڑھو اور دیکھو کہ خدا نے مشورہ کو نیکاً حکم کیا ہے یا نہیں چنانچہ اب ہم اسی آیت کو بیان کرتے ہیں۔

دلیل سوم۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے ﴿فَمَارْحُمَةً مِنَ اللَّهِ لَنْتَ لَكُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًا غَلِيظًا الْقَلْبَ لَأَنْفَضْتُم مِّنْ حَرِّكَاتٍ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاذِرْ لَهُمْ فِي الْأَثَرِ﴾ ترجمہ یہ کہ بہ نسبت رحمت خدا کے تو ان پر نرم ہو گیا ہے اگر تو سخت ہوتا تو وہ تیرے پاس سے بھاگ جاتے پس عفو کر ان سے اور استغفار کر ان کے لئے اور مشورہ کر ان سے اور جب کسی کام کرنے پر مستعد ہو جا

تو خدا پر بھروسہ کر کہ خدا پر بھروسہ کرنا نبیوں کو درست رکھتا ہے خیال کرنے کی بات ہے کہ

جناب احدیت کس قدر عنایت سے پیغمبر خدا کو صحابہ پر رحم کرنے کا اور ان کے زلالت اور

قصورات کو معاف کرنے کا اور ان سے مشورہ لینے کا حکم کرتا ہے اور اس سے کیسی کچھ خدا کی

مہربانی صحابہ کی نسبت ظاہر ہوتی ہے پس اس سے زیادہ اصحاب رسول کی فضیلت کے

لئے کون سی دلیل و برہان چاہیے اور آیات خدا سے بڑھ کر کس کی شہادت ہم پیش کریں اب

ہم اس آیت کی تفسیر کو جو علماء شیعہ نے کی ہے بیان کرتے ہیں۔ علامہ طوسی مجمع البیان میں فرماتے

ہیں کہ ﴿فَاعْفُ عَنْهُمْ﴾ یعنی معاف فرما انہیں اور ﴿وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ﴾ یعنی استغفار فرما انہیں اور ﴿وَشَاذِرْ لَهُمْ فِي الْأَثَرِ﴾ یعنی

استغفار ہم من ذالک الذنب رشاد ہم فی الاسرائی استخراج لہم و اعلم ما عندہم و اختلفوا فی فائدہ شاذرہ ایام

مع استغناء ما یوجی عن تحرف صواب الیرای من الجبالی احوال احد ان ذالک علی رجب التلیب لغفر ہم و التالیق

لہم و الرفع من اذہم ہم بقیمین انہم من یثوق باقوالہم و یرجع الی آرائہم عن تناءة و التزیج رابن اسمان و ثناء نیہان

ذالک لتقتدی بامتثالی المشارۃ دلم پردہا نتیضۃ کاہر ابان اسہم شوریہ منہم عن سفیان بن عیینہ و الثہان ذالک

و مرین لاجلال اصحابہ و یقتدی امتثالی ذالک عن الحسن و الضحاک و ابوعبیدان ذالک لیمتہم بالمشارۃ لیتتمیز الناصح

من الان و خامسہ ان ذالک فی امور الدنیار مکائد الحرب و لقاء العدو و فی مثل ذالک بموازن یتبعین بآرائہم عن

ابی سالی الباقی انتہی بافظ۔ یعنی خدا کے اس کہنے کا کہ معاف کر ان سے یہ مطلب ہے کہ جو کچھ تیرے اور ان کے

بیچ میں ہے اور اگر اس میں وہ چوک جاویں یا کچھ تیرا قصور کریں تو تو معاف کر اور استغفار

لے پ ۲۹۲۔ سورہ آل عمران، رکوع ۱۶۔ ترجمہ سو کچھ اللہ کی مہربانی ہے جو تو نرم دل بن کر اور اگر ہوتا سخت گو اور سخت دل

تو منہ سے تیرے گروے سو تو ان کو معاف کر اور ان کے واسطے بخشش فرما اور ان سے مشورہ لینے کا حکم ہے ۱۲۱۔ مجمع البیان

کہ ان کے لئے اس کا یہ مطلب ہے کہ جو معاملے ہمارے اور ان کے بیچ میں ہے اور اس میں وہ چرک جائیں یا گناہ کریں تو تو ان کی معافی کے لئے ہم سے استغفار کرو اور مشورہ کرو ان سے اس کا یہ مطلب ہے کہ ان کی رائے لے اور دیکھ کہ وہ کیا کہتے ہیں اور پھر یہ فقیر بیان کرتا ہے کہ مشورہ لینے کے فائدہ میں اختلاف ہے کہ باوجود مستغنی ہونے سے پھر خدا کے بوجھ و جی کے دریافت رائے صواب سے کسی بندے سے مشورہ لینے کا کیوں حکم ہوا اور اس میں لوگوں نے بہت سے قول کہے ہیں۔

اول قول - یہ کہ یہ حکم اس لئے ہے کہ تاکہ اصحاب رسول کے دل خوش ہوں اور ان کو محبت اور الفت پیدا ہو دے اور ان کا مرتبہ بلند ہو اور قدر ان کی ہو کہ یہ بھی ان لوگوں میں سے ہیں جن کے قول پر اعتماد کیا جاتا ہے اور جن سے رائے لی جاتی ہے یہ قول ہے قتادہ اور ربیع اور ابن اسحاق کا۔

دوسرا قول - یہ ہے کہ تاکہ امت نبوی اس کی اقتدا کریں اور اس کو عیب نہ سمجھیں جیسا کہ صحابہ رسول کی تعریف میں کہا جاتا ہے کہ وہ جو کام کرتے تھے سو صلاح و مشورے سے کرتے تھے یہ قول ہے سفیان بن عیینہ کا۔

تیسرا قول - یہ ہے کہ اس سے دو فائدے منظور تھے ایک صحابہ کی عورت و دوسرے امت کی اقتدا اس باب میں قول ہے حسن اوصحاک کا۔

چوتھا قول - یہ ہے کہ امتحان ہو جاوے کہ دوست کون ہے اور دشمن کون۔
پانچواں قول - یہ ہے کہ یہ مشورہ لینے کا حکم امور دنیا میں اور لڑائی کی باتوں میں ہے اور ایسی باتوں میں ان سے صلاح لینا جائز ہے۔ یہ قول ہے ابی علی حلیائی کا فقط اس تفسیر سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

اول یہ کہ خدا اپنے پیغمبر سے فرماتا ہے کہ اگر یہ لوگ بمقتضائے بشریت تیرا قصور کریں تو تو اسے معاف کر دے اور اگر میرا گناہ ان سے ہو جاوے تو ان کے لئے مجھ سے استغفار کرو بجان اللہ کیا مہربانی ہے خدا کی حال پر صحابہ کے کہ ان کی خطاؤں کو عفو کے لئے اپنے پیغمبر سے ان کی سفارش کرتا ہے اور ان کے گناہوں کے خود معاف کرنے کے لئے اپنے پیغمبر کو ان کے واسطے شفاعت کا حکم دیتا ہے افسوس ہے شیعوں کے حال پر کہ وہ ایسے ہی لوگوں کو کافر اور منافق کہتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ جنگ احد کے فرار کا عنوان سے ثابت ہوتا ہے جس پر بہت کچھ زبان داری حضرات شیعہ کرتے ہیں۔

تیسرے یہ ثابت ہوا کہ صرف ان کے اظہارِ قدر و منزلت کے لئے خدا نے یہ حکم پیغمبر صاحب کو دیا کہ ان سے مشورہ کیا کر۔ اس تفسیر کی نسبت اگر بعض حضرات یہ فرار میں کہ قتادہ وغیرہ سنت تھے جس سے صاحب مجمع البیان نے ان اقوال کو نقل کیا ہے بجا ہے اس کے ہم کہیں گے کہ جو کچھ اقوال مختلفہ کے نقل کرنے سے پہلے مفسر موصوف نے کہا ہے وہ تو کسی سے نقل نہیں کیا اور جن اقوال کو اس نے نقل کیا ہے وہ فوائد اور وجوہ میں مشورہ لینے کے ہیں اگر تم کسی قول کو منجملہ ان اقوال کے نہ مانو تو ذرا بیان فرماؤ کہ خود صاحب مجمع البیان کا کیا قول ہے اور پھر شاید ہم فی الاسر کے کیا معنی ہیں اور اس حکم دینے کے کیا فائدے ہیں۔

دلیل چہارم۔ یہ سب مسلمان جانتے ہیں کہ سب سے پہلے لڑائی بدر کی ہے اور جو لوگ اس میں پیغمبر خدا کے ساتھ تھے انکا بڑا رتبہ ہے اس لئے کہ اللہ جل شانہ نے فرشتوں کو مدد کے لئے بھیجا اور آیات قرآنی نازل کرائے اپنے اسمان کو ظاہر کر دیا اسی واسطے تمام اصحاب نبوی میں وہی لوگ بڑے رتبے کے شمار ہوتے تھے جو کہ اس لڑائی میں شریک تھے۔ اب ہم کو دیکھنا چاہیے کہ وہ اصحاب جن کو حضرات شیعہ کافر اور منافق کہتے ہیں وہ اس لڑائی میں کس طرف تھے پیغمبر صاحب کی طرف یا کفار کی طرف اگر کوئی حضرات شیعہ یہ ثابت کر دے کہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس وقت پیغمبر صاحب کی طرف نہ تھے اور وہ اس لڑائی میں شریک نہ تھے تو ہم ان کے دعویٰ کو تسلیم کرتے ہیں اور اگر ہم ثابت کر دیں کہ عین معرکہ میں موجود تھے بلکہ خاص پیغمبر صاحب کی خدمت میں حاضر تھے تو حضرات شیعہ کو چاہیے کہ وہ تیشع سے فارغ خطی لکھ دیں اس لئے میں لڑائی کے شروع ہونے اور عین لڑائی کے وقت کا حال حمایہ حیدری سے نقل کرتا ہوں کہ ایسا مقصود کیا لکھنا ہے لڑائی شروع ہونے سے پہلے کا حال مولف موصوف اس طرح لکھتا ہے کہ جب پیغمبر خدا نے سنا کہ مشرکین قریش واسطے لڑائی کے آتے ہیں تب اپنے اصحاب سے مشورہ کیا تو اس وقت سب سے اول حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر نے جواب دیا اور جہاد پر آمادہ ہونے پر اپنی رغبت ظاہر کی چنانچہ اشعاع اس کے پہلے

اشعاع

پس انہیں خبر سید المرسلین کی انجمن ساختہ باہل دین

کہ آئی حق پرستان پاکیزہ کیش
 کمر بستہ بر کین و پر خاشش ما
 بیانید خود ہم بر ذریہ دگر،
 کہ دشمن رسید از چہ کارزار
 دناں پس عمر نزیہ قد کر دراست،
 قدم پیش بگذار و مارا بہ بین،
 چہ سان دد پیت جان ندایم کہیم
 بگفت اسی حبیب خدا می عزیز
 بیاریم شمشیر بر دشمنان
 بغزود در حق ایشان دعا
 کہ از راز انصار یا بد نصبر
 چہ گوئید اندر حق دشمنان
 چنین گفت از روی صدق و نیاز
 بدست تو روزیکہ دادیم ہست
 ہماں روز کہ دیم بر تو نثار
 براں صدق و ایمان انصار دین

بغزودانگہ یا صحاب خویش
 بد ایند کہ کعبہ اہل جفا
 رسیدند نزد یک آمد خبر
 شمارا کنوں چسیت تدبیر کار
 پیا سخی ابو بکر از جائے خواست
 بگفتند یا سید المرسلین
 کہ یا دشمن دین چہا می کنیم؟
 و زان پس ز جا خواست مقدار نیز
 بود تا بن جان دود کف توان
 از ان گشتہ خوش دل رسول خدا
 چنین خواست پس بہترین بشر
 دگر بار فرمود کاٹے دوستان
 ز جا خواست این بار سعد معاذ
 کہ یا جان و دل با ہمیں عہد دست
 سرد مال و فرزند و خویش ز تبار
 ہمہ بر پر ایشان نمود آفرین

پس اسے حضرات انامیہ ذرا منافقین کے ایمان اور جان نثاری کو خیال کر دار
 ان کے صدق و اخلاص کو دیکھو سمجھو تو کہ ابو بکر صدیق اور عمر فاروق ایسے منافق تھے کہ سب
 سے پہلے جان بازی پر مستعد ہوئے اور اول سب سے پیغمبر خدا سب کے ساتھ ہوئے اور
 اپنے اخلاص کو اپنے اعمالوں سے سب پر ظاہر کر دیا اور خطاب افضل المہاجرین کا خدا
 کے حضور سے پایا اسے حضرات پیغمبر خدا کو مدینے کے منافقین نے جو بعد شوکت اسلام کے
 ظاہر میں کلمہ گو ہو گئے تھے ایسے ہی اخلاص کے جواب دیشے ہیں اور وقت پر اسی طرح کا
 ساتھ دیا ہے اور رسول مقبول نے ان منافقوں کے حق میں اسی طرح دعا اور آفرین کی ہے۔
 مجتہد صاحب اپنی ذوالفقار میں مجملہ اور آیات کے جو اثبات فضائل صحابہ کے

معارفہ میں پیش کی ہیں ایک یہ آیت لکھتے ہیں :-

إِذَا أَنْزَلْتُ سُورَةً مَحْكَمَةً وَذَكَرْتُ فِيهَا الْقِتَالَ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُنْظَرُونَ
إِيَّاكَ نَظْرًا الْمَفْشِي عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ مَكَرِبًا كَوْنِي سُورَتِ جِهَادٍ كِي نَازِلٌ هُوَ قِي هِي تَوْجِبُ كِي
دل میں بیماری ہے وہ تجھ سے پیغمبر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس آیت کو گو یا و حق میں
خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صلوات سمجھتے ہیں آیت :-
لَعَلَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَآبَاءُ بَنِي

وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَأَعْيُنِهِمْ دَعْوَةَ اللَّهِ : کی نسبت فرماتے
ہیں کہ آپس شک نسبت دین کر از صحابہ کسانیکہ ایمان داشتند و ہجرت و جہاد بہ نیت صحیح
کردند ولایت بر فضیلت آل ہار و لیکن چوں ایمان خاصہ بین حق ولایت و ہجرت اس ہا
بہ نیت درست بہ ثبوت نہ رسیدہ استدلال بدیں آیات بر فضیلت ایشان ہمیں ندا و لایما
نظر باین کہ او سبحانہ تعالیٰ مقارن اس ہر دو صفت جہاد و نیز مذکور نمودہ و کیفیت جہاد
ایشان در جنگ احد و خیبر و حنین و غیر ہا اظہر من الشمس ست پس ایشان را ازین آیت بہرہ نخواہد
بود بلکہ ایشان از مصداق قول او سبحانہ تعالیٰ ذن یولہم یومئذ برہ الہنط وافرہاند پس کوئی
شخص حملہ حیدری کے ان اشعار کو حضرت کی قبر پر پڑھ دے کہ شاید ان کی روح کو خبر ہو
جاوے کہ ان کی ساری تقریر و تحریر انہیں کے ایک شاعر کے قول سے رد و باطل ہوگئی بعد
وفات بڑے قبلہ و کبر کے جب ان کے ولیعہاد و صاحبزادے یعنی دوسرے قبلہ و کعبہ مولوی

۱۰ پارہ ۲۶ سورہ محمد رکوع ۲ ترجمہ جہاد تری ایک سورت جانی ہوتی اھ ذکر ہوا اس میں طاقی کا تو تو دیکھتا ہے جن کدول میں
روگ ہے لکھتے ہیں تیری طرف جیسے گمنا ہے کوئی ہے ہوش ہمارے کے وقت ۱۲ موضع القرآن
۱۰ پارہ ۱۰ سورہ توبہ رکوع ۳ تم جہاد جو بیجا لائے اور گھر چھوڑائے اور لڑے اللہ کی راہ میں اپنے ال اور جان سے
ان کو بڑا درجہ ہے اللہ کے پاس ۱۲ موضع -

۱۰ جہاد تری و الفتنار مطبوعہ مطبعہ البرعہ لہ صیاد ۱۳۱۰ ص ۶۳ - ۲۰ - فقط ۱۲ منہ -
ترجمہ اس میں شک نہیں کہ صحابہ میں سے جو مسلمان تھے اور ہجرت و جہاد صحیح نیت سے کیا ان کی فضیلت کی دلیل ہے
لیکن جب کہ خاصہ بین حق ولایت نے ایمان اور ہجرت کی نسبت کی درستگی کا ثبوت ہمدست نہیں ہوا ہے تو آیات مستذکرہ سے ان
کی فضیلت کا استدلال درست نہیں ہو سکتا۔ خاص طور پر اس امر کے پیش نظر کہ اللہ نے ان دونوں صفات کے ساتھ صفت
جہاد کا بھی تذکرہ کیا ہے اور خاصہ بین حق ولایت کے جہاد کی کیفیت جنگ احد و خیبر و حنین و غیرہ میں رد و روشن ہے اسلئے ان کو ان
آیات سے بہرہ مند نہیں کیا جاسکتا بلکہ یہ لوگ اللہ کے موافق اور جن لوگوں نے آج کے ان کو پھیری کے عقوہ ہیں۔

سید محمد صاحب نے حملہ حیدری کی اصلاح کی تھی اور اس کو تصحیح کر کے نظر ثانی فرمائی تھی تب امید تھی کہ شاید وہ ان اشعار کو دیکھ کر متنبہ ہوں گے اور اپنے والد ماجد کی تحریر پر خط نسخ کھینچ دیں مگر افسوس ہے کہ انہوں نے دیانت کی آنکھ بند کر لی اور ذوالفقار کے اوپر ان اشعار کا حاشیہ نہ لکھ دیا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس جہاد میں جو کہ سب سے اول ہوا کس فریق میں تھے منافقین کے یا مخلصین کے اور انہوں نے رسول مقبول کی خدمت میں سب سے اول لڑائی پر امداد کی ظاہر کی تھی یا اور کسی نے اور لڑائی کے وقت پیغمبر صاحب کی خدمت میں حاضر تھے یا نہیں۔

باقی رہا حال لڑائی اسد اور خبیر وغیرہ کا کہ بار بار مجتہد صاحب کے قلم سے اسد اور فدک اور قرطاس کا لفظ نکلتا ہے اور ہر ورق اور ہر صفحہ میں موقع اور بے موقع اسی کا نام آتا ہے سو حضرات امامیہ ذرا صبر کریں دوسرا حصہ مطامین صحابہ کے جواب کا چھیننے دین تب اس کی بھی حقیقت کھل جائیگی اور جو کچھ حضرت نے لکھا ہے اس کا حال سب کو معلوم ہو جائے گا مگر بالفعل ایک آیت کو لکھ کر اس کا جواب دیتا ہوں کہ جنگ اسد میں جو صحابہ سے لغزش ہو گئی اس کو خدا قرآن مجید میں بیان فرماتا ہے کہ **إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَيْنِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ** پس اس کو خدا نے خود عاف کر دیا بعد اس کے عفو کے اسکا تکذیب کرنا ہے کہ اس کو بھی مجتہد صاحب نے ظاہر کر دیا اور خدا کو جسٹلا دیا ونعوذ باللہ منہ چنانچہ اسے ذوالفقار میں فرماتے ہیں کہ **ذوالفقار صحابہ در روز اسد متیقین و عفو ایشان بحدیثی کہ مطلق ماواہی ایشان در جہنم نباشد مشکوک و الیقین لایزول الالباقین** مثلاً، **آب ذوالفقار سے حضرت کے عفو کو جو ہم نے اور پر مختصر نقل کئے دیکھنا چاہیے کہ خدائے جل شانہ تو صاف فرماتا ہے لقد عفا اللہ عنہم کہ جو میں نے ان کو معاف کر دیا اور حضرت فرماتے ہیں کہ عفو یقینی نہیں ہے۔ اب جو شخص خدا کے قول کو بھی جسٹلا دے اور اللہ جل شانہ کے کلام میں بھی شک کرے اور اس کو یقینی نہ سمجھے گا عجب حال ہے ان حضرات کا کہ صرف اصحاب نبوی کی عداوت سے**

ملہ بار ۴۔ سرہ آل عمران رکوع ۱۶۔ ترجمہ جو لوگ تم میں ہست گئے جس دن ٹھہریں دو نہویں سوا ان کو ڈکا دیا شیطان نے کچھ ان کے ناکہ کی شامت اور انکو بخش چکا اللہ بخشنے والا ہے تحمل رکھتا موضح تکہ جنگ احد میں صحابہ کا فریبہ واقعہ ہے اور انکی بخشش

ایسے جاہل اور خمدانا شناس ہو گئے ہیں کہ ایسی صریح اور صاف آیات الہی میں بھی شک کرتے ہیں۔ خیر اس وقت تو اس بحث کا موقع نہیں ہے مطالعین کے باب میں ہم اس اعتراض کو تفصیل کے ساتھ بیان کر کے حضرات شیعہ کی خدمت میں پیش کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

آب میں پھر جنگ بدر کا حال لکھتا ہوں غرض کہ لڑائی شروع ہونے سے پہلے جو حال مہاجرین و انصار کا تھا وہ تو ظاہر ہو گیا اب میں عین لڑائی کے وقت کا حال اسی کتاب سے نقل کرتا ہوں اسے مومنوں سنو مؤلف موصوف لکھتا ہے کہ جب لڑائی کی صفیں آراستہ ہو گئیں اور لڑائی قریب تھی کہ شروع ہوئے تب پیغمبر خدا نے بحضور کبریاء عاکی اور جو کچھ حضرت نے دعائیں فرمایا اس کا حال ان اشعار سے ظاہر ہوتا ہے۔

اشعار حملہ حیدری کے حال میں جنگ بدر کے

پس آدر در سوی یزدان پاک	بنالید و مالید رورا بہ خاک
بگفت ای نمایندہ عدل و داد	فرستندہ انبیا بر عباد
تو دانی کہ من رہنمائے قریش	یہ حکم تو بودم نہ بردا می خویش
کشیدم برایشان بحکم تو تیغ	مکن نصرت خویش از من دریغ
الہی گویاں چند تن از عباد	کہ کردند حکم ترا انقباد
بحکم تو بیتند ہر کس میان	نہ دیدند پیش و کم دشمنان
بماند از فتح کوتاہ دست ،	بیابند از دست دشمن شکست
بر روی زمین تا قیامت دگر ،	نہ کرد و پرستندہ اسی داوگر
باین زاری و عجز او بھیدہ بود	کہ خواہش بفرمان حق در ر بود
دران دم صفت خشم نزدیک شد	ز بس کرد خورشید تار یک شد
ابو بکر نزد نبی داشت جائے	بگفت اسی بحق غلج رار ہمنائے
در آمد بہ تنگی سپاہ ضلال	چہ فرمائی اکنون برامی قتال

کہاں ہے انصاف کی آنکھ اور ایمان کے کان جو حضرات شیعہ اس مؤلف کے الفاظ کو دیکھیں اور سنیں اور اس کے مطلب کو سوچیں کہ ساری نفاق کی باتیں اور کفر کے کلمے خاک میں مل گئے اور ایمان بھی اور اخلاص بھی اور ہجرت بھی اور نصرت و یاری بھی

سب کا مہاجرین و انصار کی نسبت ثبوت ہو گیا۔ اسے مسلمانوں خدا کے لئے دیکھو کہ اب اس سے زیادہ اصحاب نبوی کی فضیلت کیا ہوگی کہ پیغمبر خلیلان کے حق میں خدا سے عرض کرتے ہیں کہ خدایا ان چند آدمیوں نے صرف تیرے حکم سے جہاد پر مستعدی کی ہے اگر ان کو شکست ہوئی اور یہ مار گئے تو پھر قیامت تک کوئی تیری عبادت نہ کرے گا۔ پس اہل سنت اور کیا کہتے ہیں انہیں، باتوں پر اصحاب نبوی سے محبت رکھتے ہیں اور ایسی ہی فضیلتیں ان کی بیان کرتے ہیں جب پیغمبر خدا ان کے حق میں یہ فرماویں کہ یہی لوگ تیری عبادت پھیلانے اور تیرے نام بلند کرنے کا ذریعہ ہوں گے اگر یہ مارے گئے تو دین کا خاتمہ ہو جائے گا اور قیامت تک کوئی تیرا نام نہ لے گا اور قیامت تک کوئی تیرا نام نہ لے گا تو کیونکر ہم اہل سنت ان کو مومن اور مخلص نہ جانیں اور کس طرح صرف ایک عبداللہ ابن سبا یہودی کے بھکانے سے ایسے پاک لوگوں کو منافق کہہ کر ایمان سے دست بردار ہوں اور خدا کی قدرت کا تماشا کرنا چاہیے کہ اس مقام پر بھی اس مؤلف کے قلم سے خدا نے نام ابو بکر صدیق کا لکھوا دیا اور وہ بھی ایسے موقع پر کہ جس سے قربت نبوی ثابت ہوتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق پیغمبر صاحب کے برابر ہی کھڑے تھے جیسا کہ مؤلف موصوف فرماتا ہے کہ مصرحاً۔

ابو بکر نزدیکی داشت جانش

اسے یاد کیا مؤلف حملہ حیدری کا نا صبی اور سنی ہے جس نے اپنے مذہب کی خاطر سے ابو بکر صدیق کا نام لکھ دیا یا اس کو ابو بکر صدیق سے محبت تھی جس وجہ سے اس نے ان کے حق میں یہ کچھ کہہ دیا آخر کیا سبب ہے خدا کے لئے کچھ سبب تو اس کا بتلاؤ بجز اس کے بھائیوں و دہرائوں کوئی سبب نہیں ہے کہ قربت نبوی حضرت ابو بکر صدیق کو ایسی حاصل تھی کہ اس سے انکار کرنا اور ان کا نام نہ لکھنا درحقیقت آفتاب کو چھپانا تھا بادل بے بدل کو مجتہد صاحب کی سی جرأت نہ ہوتی کہ وہ ایسی کھلی ہوئی بات کو چھپاتا اور جو بات تمام مہاجرین اور انصار میں مشہور تھی اور جس کا شہرہ اس وقت سے اب تک ہے اس سے انکار کرتا۔ اسے مومنین ذرا غور کرو کہ جو وہاں پیغمبر خدا نے اصحاب کی نسبت کی ہے اور جو حال ان کا خدا کے سامنے انہوں نے بیان کیا ہے اس سے بھی ان کا نفاق ثابت ہوتا ہے کیا منافقوں کے حق میں پیغمبر خدا نے ایسا ہی ارشاد کیا ہے کیا منافقوں کے حق میں یہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ اگر فتح نہ ہوگی تو خدا یا تیری

عبادت قیامت تک پھر کوئی نہ کرے گا کیا باوجود ایسی نص صریح ہونیکے کی جس کا ثبوت تمہارے ہی مذہب والوں کے کلام سے ہوتا ہے تم ان کو کافر اور منافق کہتے رہو گے اور کیا ایسی باتوں کو سن کر بھی نفاق سے تو بہ نہ کرو گے اگر باوجود اس کے بھی تم ان کی نسبت نفاق کا اطلاق کرو تو معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری اصطلاح میں اخلاص اور ایمان اور قربت نبوی کے معنی نفاق کے ہیں لامشاحۃ فی الاصطلاح مجتہد صاحب بار بار اپنی کتاب ذوالفقار و مخیرہ میں یہی فرماتے ہیں کہ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے متابعین کی نیت بخیر نہ تھی اور جب تک نیت بخیر ہونے کا حال نہ معلوم ہوا اثبات فضیلت کی مصداق سے ان کو کچھ حصہ نہیں ہے اس لئے میں نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ اگر خوارج لعنہم اللہ ہی سوال یہ نسبت جناب امیر علیہ السلام کے کرین تو اسے حضرات شیعہ تم کیا جواب دو گے اگر قرآن مجید سے ان کا نام نکال دو اور پھر ہم ابو بکر صدیق کا نام نہ نکال دیں تو بیشک تم سچے ہم جھوٹے جب قرآن مجید میں تو کسی کا نام ہی نہیں ہے تو جس طرح تم ابو بکر صدیق کی فضیلت سے باوجود ان کے عالی مراتب سے باوجود ان کے ان فضائل اور درجات کے انکار کرتے ہو اسی طرح پروردہ جناب امیر کے فضائل سے باوجود ان کے عالی مراتب کے انکار کرتے اب ذرا غور کرو کہ جب تم جناب امیر کے فضائل کو ان کے اعمال اور حالات سے ثابت کرو گے اور ان کی صدق نیت کو جو کہ امر ناطق ہے ان کے اعمال سند ظاہری سے ظاہر کر دو گے ہم ابو بکر صدیق کی نسبت ثابت کرتے ہیں ذرا غور سے دیکھو کہ جس طرح پرتم آید اِنَّمَا وَبَيْتُكُمْ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ۗ سے امامت حضرت علی کی ثابت کرتے ہو کیا اس کے برابر یہی ہمارا ثبوت صدق نیت کا ہجرت میں نسبت ابو بکر صدیق کے نہیں ہے آید اِنَّمَا وَبَيْتُكُمْ اللَّهُ هِیْ تُو كُوْنِیْ اِیْسِی تِیْمِزْ خَاصِّ كِی بَاب مِیْن نَهْیْنِ هِیْ جِیْسِی كِی آید غار میں ہے کہ ہاں اِذْ قِیْلَ لَیْضَاحِہ كَاصَاف لَفْظ ہِیْ جِو دَلَالَت كِر تَا ہِیْ كِی مَرَاد اس سے وہی یار ہے جو غار میں تھا اور غار میں ہونا سوامی ابو بکر صدیق کے دوسرے کا کسی کے قول سے بھی ثابت نہیں ہوتا پس غور کرو کہ قرآن مجید سے تمہارا دعویٰ ثابت ہوتا ہے یا ہمارا۔

۱۔ پارہ ۶ - سورہ مائدہ - رکوع ۶ - ترجمہ تبار رفیق و ہما اللہ ہے اور اس کا رسول اور ایمان واسے جو قائم ہیں نماز

پر اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ نوسہ ہیں - **موضح القرآن**

۲۔ پارہ ۱۰ - سورہ توبہ - رکوع ۶ - ترجمہ کہنے لگا اپنے رفیق کو ۱۲ موضح -

خدا اور دونوں کو ملا کر دیکھو اور انصاف کرو کہ کون اپنے دعوے میں غالب ہے اور کون ضعیف

آشانی سے شانے کو ملا دیکھو ^{شعر} قدر میں ہمیں کچھ بلند ہوں گے

قرآن کو جانے دو اس کو بیا حق عثمانی سمجھ کر اس کی سند نہ لو تو اپنے اور اپنے بھائیوں تواریخ کی کتابوں پر نظر کر دو دیکھیں تم تواریخ مغذولوں کی کتاب سے جناب امیر کے کس قدر فضائل ثابت ہو اور پھر ان کو گن کر علیحدہ کرو اور پھر ہم سے شمار کر کے اس سے تمہیں سے زیادہ صحابہ کے فضائل ثابت ہوں گے۔ اس میں اپنی کتابوں کی سند لو آخر جب ایک فرقہ تواریخ کا دشمن اہل بیت ہو گیا اس نے کیا کیا نہیں کیا ہے جو کہ تم صحابہ کی نسبت کرتے ہو وہ بھی جناب امیر کو ساری فضیلتوں کی آیتوں سے ویسا ہی خارج سمجھتے ہیں۔ و نعوذ باللہ من ہذا انہم جیسا کہ تم خلفائے راشدین کو وہ بھی ساری مطاعن کی آیتوں کو ذات پاک سید الاولیاء کی نسبت صادق سمجھتے ہیں جیسا کہ تم صحابہ کبار کی نسبت وہ بھی ساری خوبیوں سے جناب امیر علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی اسی طرح انکار کرتے ہیں جس طرح کہ تم اصحاب نبوی کی خوبیوں سے وہ بھی ہزاروں اہل بیت اور مطاعن جناب امیر کی شان میں قائم کرتے ہیں جیسا کہ تم پیغمبر صاحب کے یاروں کی شان میں وہ بھی اسی برائی سے ان کے پاک نام کو لیتے ہیں جیسا کہ تم صحابہ کے ناموں کو غرض کہ ایک تکرار میں تم اپنے آپ کو اور تواریخ کو توڑوں اور دونوں کا پلہ برابر ہے نہ تم کم ہو نہ وہ زیادہ نہ تم زیادہ ہو نہ وہ کم ہیں۔

پس خدا انصاف کرو کہ جب تم نے دشمنی صحابہ کو اپنے معتقدات اور اصول دین میں قائم کر لیا تو تم ان کی فضیلت کا کیونکر اقرار کرو گے لیکن خدا کی شان ہے کہ اپنے رسول کے یاروں کی فضیلت ظاہر کرنے کے لئے تمہارے ہی مذہب کے عالموں اور محدثوں کی، کی زبان سے بعض کلمے فضیلت کے ظاہر کر دیتے اور کیسی باتیں ان کی قدر و منزلت کی تمہارے مؤرخین کے قلم سے نکال دیں کہ اگر وہ سب جمع کی جاویں تو نام بنام خلفاء راشدین کی شان میں ہزار حدیث و اقوال سے متجاوز ہوں گے اور جس سے ان کے ایمان اور اخلاص اور جہاد اور امامت اور خلافت سب کا ثبوت اچھی طرح پر ہو گا چنانچہ بطور نمونے کے میری اس چھوٹی سی کتاب میں سو حدیث و اقوال داخبا سے زیادہ ہوں گے اور جس میں باقرار تمہارے محدثین کے ائمہ علیہم السلام کی زبان سے ان کی صدیقیت اور امامت اور فضیلت

کا ثبوت ہوتا ہے پس ان سب کو جب تم سنتے ہو تو کیا یہ خیال نہیں ہوتا کہ باوجود اس بغض و عناد کے جب ہمارے محدثین و علماء کے اقوال سے ان کے فضائل ثابت ہوتے ہیں تو حقیقت میں وہ کیسے افضل ہوں گے اگر حقیقت میں تم سوچ کر اور سمجھ کر رہ جاتے ہو اور بمقتضائے الحزب النار علی النار کے ترک مذہب کو گوارا نہیں کرتے تو خیر مجبوری ہے اور اگر نہیں سمجھتے ہو تو پھر ایسی سمجھ کا کیا علاج خدا کی کتاب سے سمجھایا مہاجرین و انصار کی شان میں آیات دینا کو کھول کر دکھایا احادیث نبوی کو جو تمہارے ہی کتابوں میں ہے نقل کر کے ان کی فضیلت کو ثابت کیا اقوال ائمہ کرام سے تمہارے ہی مذہب کے موافق ان کے ایمان اور مراتب کو ظاہر کیا ان کے اعمال حسنہ کو جسی تمہارے مؤرخین و علماء کی شہادت سے ثابت کر دیا اور پھر جب تم کہو تو یہی کہو کہ نیت اصحاب کی بجزیرہ تھی اور وہ منافق تھے تو سوائے خدا کے جس کی شان ہے کہ پشیدی من بشاء و یصل من بشاء ہم تم کو ہدایت نہیں کر سکتے اور ہم کسی نسخہ سے تمہاری بیماری کی دوا نہیں دے سکتے لہذا اعمالنا و لکم اعمالکم شعر۔

ہمارا کام کہہ دینا تھا یا رو اب آگے چاہے تم مانو نہ مانو

موضوع کہ جو آیت لولا کتاب من اللہ کو مجتہد صاحب نے معارضے میں پیش کیا تھا اس نے کس خوبی سے صحابہ کے فضائل کو ثابت کیا خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں باقرار علماء شیعہ پھر خدا نے کیا کچھ فرمایا سبحان اللہ صحابہ کے نقص و عیب ثابت کرنے کے لئے جو سارے قرآن کو ڈھونڈ کر حضرت نے آیتیں نکالیں ان سے بھی ان کی فضیلتیں ثابت ہوئیں پس جو آیتیں خاص ان کی فضیلت میں ہیں انکا حال اسی پر تیس کرنا چاہیے کہ ان سے کیا کچھ فضیلت ثابت ہوئی ہوگی جو کہ میں آیتوں سے بجا ذکر مجتہد صاحب نے کیا تھا بلفضہ نراغت ہوئی اب میں ایک اور پر بھی آیت کو نقل کرتا ہوں جس کو مجتہد صاحب نے اظہار معائب صحابہ کے لئے ذوالفقہار میں نقل کیا ہے۔

قوله تعالى سَمِعَ اَنْ لِيَسْبِي اَنْ يَكُوْنَ لَهُ اَسْرَى حَتَّى يَخْبِنَ فِي الْاَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَصَ
الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيْمٌ هـ اس آیت کے لکھنے سے عرض حضرت کی یہ

لے ترجمہ ہدایت کرے وہی اللہ جسے چاہے اور گمراہ کرے وہی اللہ جسے چاہے مولوی عبدالعزیز سہل

صفحہ پارہ ۲۵ سورہ شوریٰ رکوع ۲ ترجمہ ہم کو لکھنے میں ہمارے کام اور تم کو تمہارے کام ۱۲ موضع القرآن۔ لکھ لولا کتاب

کا ترجمہ صفحہ میں دیکھو ۱۲ منہ ۵ پارہ ۱۰ سورہ انفال رکوع ۹ ترجمہ کیا چاہیے نبی کو کہ اس کے ان قیدی آویں جب تک

نذر کرے ملک میں رہا جتے چھوٹیں دنیا کی اور اللہ چاہتا ہے آخرت اور اللہ زور آور ہے حکمت والا ۱۲ موضع القرآن۔

ہے کہ بعض لوگ پیغمبر خدا علیہ التھیۃ والثناء کی نسبت کچھ اور خیال کرتے تھے اور حضرت کی تقسیم کو پسند نہ کرتے تھے میں اس سے یہ مطلب حضرت کا ثابت نہیں ہوتا کہ وہ کہنے والے جن کے حق میں یہ سورت نازل ہوئی ہے وہ خلفاء راشدین یا صحابہ کبار تھے بلکہ خود مفسرین نبیہ کے اقرار سے اسی آیت سے اہل بدر کی جن کا حال ابھی ہم لکھ رہے ہیں فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ کاشانی خلاصۃ المنہج میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ اگر نہ حکمی و فرمانی می بود از خدا می تعالیٰ کہ پیشی گرفتہ شدہ اثبات آن در لوح محفوظ کہ بے نہی صریح عقوبت نغز پدیریا اصحاب بدر یا عذاب نہ کند، پس اس آیت سے بھی صاف فضیلت اہل بدر کی ثابت ہوتی کہ خدا ان کے حق میں وعدہ کر چکا ہے کہ ان پر عذاب نہ کرے گا تو ایسی آیت کو معرض مناظرہ میں اس وقت مجتہد صاحب کو پیش کرنا چاہیے تھا جب کہ پہلے اس کی تفسیر کو ملاحظہ کر لیا ہوتا آخر اس کی تفسیر سے بھی فضیلت اہل بدر کی ثابت ہوئی اصحاب بدر کی فضیلت اور ان کی مغفرت کا وعدہ خدائے پاک کی طرف سے بہ اقرار مفسرین نبیہ کے ایسا ثابت ہے کہ ان کو اس سے انکار کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے چنانچہ ہم اس کو تفاسیر نبیہ سے بخوبی علاوہ اس روایت کے ثابت کرتے ہیں۔

واضح ہو کہ آیہ ۱۱ اِنَّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لَاتُحْزَنُ وَاَعْدُوْهُنَّ وَعَدُوْهُنَّ اَدْبِيَا
 کی شان نزول میں مفسرین امامیہ کے لکھتے ہیں کہ ایک شخص تھا حاطب بن ابی بلتعہ صحابی اس نے کفار مکہ کو بنظر حفاظت اپنے خویش و اقارب کے یہ لکھ بھیجا کہ پیغمبر خدا تمہارے اوپر حملہ کرنے کا قصد رکھنے میں سو تم بھی مستعد رہنا چنانچہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے اس کا حال معلوم ہوا تب پیغمبر خدا نے پوچھا اس نے جواب دیا کہ میں نے بوجہ اتداء کے یہ نہیں کیا بلکہ اپنے اہل و عیال کی اعانت کی نظر سے پیغمبر خدا نے اس کا عند قبول کیا حضرت فرمے کہ کیا کہ یا رسول اللہ! جازت ہو تو میں اس کو قتل کر دوں کہ یہ منافق ہے رسول مقبول نے فرمایا کہ نہیں یا اہل بدر سے ہے اور خدائے تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے جو جنگ بدر میں شریک تھے وعدہ مغفرت کا کیا ہے اور ان کے حق میں فرمایا ہے کہ اَعْمَلُوا مَا نُنْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ کہ جو چاہو کرو

۱۱ آیت تعالیٰ کا حکم و فرمان ہوا تو ان کو اپنی پیشی میں سے کر لوگ مغفول میں ان کو سزا دینے کا صاف حکم دیتا یا
 مجزاً ۱۱۰۰ بے رخصت دیتا ۱۱ پارہ ۳۸ سورہ متھدہ کوخ اتر جہد ۱ سے ایمان والوں پکڑ میرے اور اپنے

میں نے تم کو بخش دیا پس امید ہے کہ خدا اس کے نامہ سیاہ کو مغفرت کے پانی سے دھو دے
یہ خلاصہ ہے اس تقریر کا جو مفسرین امامیہ نے کی ہے چنانچہ میں بلفظ خلاصۃ التبیح سے جو کہ
معتبر تفسیر شیعہ سے ہے اس کو نقل کرتا ہوں تاکہ کسی شیعوں کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہو دے
کہ شاید کچھ تعریف کر دی ہوگی وہ ہوندرہ دحضت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لڑتا ہے
عنایت مکہ و اشرف سارہ کنیز ابی عمر (راغب)۔

اور مطابق اسی روایت کے منعمون مغفرت اہل بدر کا ہے تفسیر مجمع البیان میں کہ
مفسر موصوف لکھتا ہے کہ (علیؑ) یا عمرؓ لعل اللہ طلع علی اہل بدر و فخر لہم فقال یا علما ما
شتم فقد غفرت لکم اس روایت سے جو بواب علماء شیعہ دیتے ہیں اس کا حال سوال و
جواب سے جو باہم نمشی سبحان علی خان صاحب اردو مولوی نور الدین کے ہوئے ہیں ظاہر
ہوتا ہے۔ نمشی سبحان، علی خان صاحب سوال کرتے ہیں کہ (در تفسیر غرور از ابتدا سورہ ممتحنہ
در مطاوی، بیان حال حاطب بن ابی بلتعہ مسطورست کہ جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم بحق اور فرمودند کہ اور ابجائش یکنارند از اہل بدرست و بدریان را حق تعالی دعدہ
مغفرت فرمودہ امید ہست کہ نامہ عصیان اور آیاب مغفرت بشوید انتہی خلاصہ حال حاضر
نست کہ اصحاب شمشہ ہم از بدریاں ہستند می بیاید کہ ایشان را ہم بجال ایشان گزاشتہ شود
دامن طعن بحق ایشان کردہ نشود) اس کے جواب میں مولوی صاحب نہایت درد دینی
سے لکھتے ہیں کہ (قصہ حاطب برای خلفائے ثلاثہ بر اصول امامیہ قیاس مع الفارقست

سے رسول اکرم نے عینہ طور پر کہ جانے کا ارادہ کیا۔ ابو عمرو کی نوٹس ساریہ آگے بڑھی اتنا (جلد دوم)

کہ اور کیا جانتے ہو تم اسے عمر شریف اللہ آگاہ ہوا اہل بدر پر پس بخشا واسطے ان کے پس کہا کہ تم جو چاہو پس تحقیق
بخشا میں نے واسطے تمہارے ۱۰ مولوی افہام اللہ سلمہ

کہ تفسیر مجمع البیان میں سورہ ممتحنہ کے آغاز میں حاطب بن ابی بلتعہ صحابی کی بابتہ تحریر ہے کہ رسول اللہ نے حاطب
کے بارے میں فرمایا اسے اس کے حال پر چھوڑ دو یہ اصحاب بدر میں سے ہے اور جد والوں کو معاف کرنے اور
بخش دینے کا اللہ نے وعدہ کیا ہے۔ امید ہے کہ ان لوگوں کے گناہوں کو وہ خود آپ مغفرت سے دھو ڈالے گا۔ اس
بنامہ میں عرض کرتا ہوں کہ اصحاب ثلاثہ بھی اہل بدر میں سے ہیں اس لئے ان کو بھی ان کے حال پر رہنے دیا جائے
اور ان پر اس سے خلاصت نہ کی جائے۔ حاطب کا قصہ خلفائے ثلاثہ کے حق میں اصول امامیہ کے پس نظر قیاس مع
الفارق کا نتیجہ لکھنا ہے کیونکہ اصول مجمع کرنے والوں کی روایات اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ تینوں خلفاء

زیرا کہ، آیات جامعین اصول دلالت بران دارد کہ اینہا ہرگز با اعتقاد قلب سوی جناب ختمی مآب مائل نبودند تمامی امور ایشان از صلاح و تقوی ہم در حیات شریف ہم بعد وفات مبنی بر سمد و ریاد اینہا کلہم معتمد کا بنیہن و مجہین بودند بدلالت احادیث بخلافت حاطب کہ مثل اینہا بودالی قولہ پس عفرانہ حاطب مستندم عفرانہ مشائخ سنیاں نیست علاوہ گناہ حاطب را ملاحظہ فرمائید کہ فقط افشائے امر سیت بی آنکہ فرمودہ باشند کہ اس را زرا ہرگز فاش نہاید کرد و ہر گاہ دختران اول و ثانی بعد منع نہ حضرت را فاش کردند و توبہ بہ شان مقبول افتاد چنانچہ از مجمع و عیزہ ظاہرست پس عفرانہ حاطب بطریق ادلی و اں ہم برای آنکہ کفار قریش سر پرستی اہل و عیالہش نمایند بخلاف حال کسانیکہ جناب ختمی مآب را بزہر کشند و چند معصوم را شہید کردند و ہزاران نسخ قرآن مجید را با آتش نہادند و آنچه باقی گزاشتند و را نہم داد و تحریف دادند خلاصہ اس کا یہ ہے کہ چونکہ خلفاء ثلاثہ کا کوئی کام مکر و فریب اور نفاق سے خالی نہ تھا اس لئے بسبب عدم ایمان ان کے وہ اس فضیلت سے محروم ہیں جو کہ اہل بد کو ہے اور یہ کہنا حقیقت میں مثل اس کہنے کے ہے کہ حضرات شیخین بدر میں شریک ہی نہ تھے یا بدر کی لڑائی فی نفسہ ہوئی نہ تھی یا شینین دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوئے یا پیغمبر صاحب لے دعویٰ پیغمبری ہی کا نہیں کیا کہ ایسے منکرین کا کسی کے پاس سوائے خدا کے کچھ جواب نہیں ہے۔ اس عبارت اعلیٰ ماشتم نقد حضرت لکم کی نسبت بعض حضرات شیعہ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ یہ امر بجز انہ قیاس ہے کہ خدا کسی سے وعدہ کرے کہ جو چاہو کہ وہم نے تم کو بخش دیا ہے اور ان کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۵، نیک نیتی کے ساتھ رسول اکرم کی جانب مائل ہوتے تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور آپ کی رحلت کے بعد ان تینوں کے صلاح و تقوی کے کام مرز و کناہے اور دنیا کاری پر منحصر ہے اور یہ سب دواصل کاہنوں اور غریبوں کے معتقد تھے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے اور حاطب کی کیفیت ان سے جانتھی حاطب کو معاف کر دینے سے سنیوں کے مرداروں کو معاف کر دینا لازم نہیں آتا حاطب کا جرم فقط یہ تھا اس نے راز فاش کیا باوجودیکہ منافقت کر دی تھی کہ راز کو ہرگز فاش نہ کرنا اور جب کہ اس کی دونوں روکیوں نے رسول اللہ کا راز فاش کیا تو ان کی توبہ قبول ہو گئی جیسا کہ مجتہدین نے لکھا ہے اس لئے حاطب کو معاف نہ کر دینا بطریق اولیٰ درست تھا۔ اس وجہ سے بھی کہ کفار قریش اس کے اہل و عیال کی سرپرستی و خبر گیری کر رہے تھے اس کے خلاف وہ لوگ جنہوں نے رسول اکرم کو زہر دیکر ہلاک کیا اور کئی معصوموں کو شہید کیا اور قرآن کریم کے ہزاروں نسخے نذر آتش کئے اور ہزاروں کچھ بچے تھے ان میں تحریف و تبویہ کی۔ دوسرے مکتبہت سبحان علی خان ص ۱۱۱

واسطے معجزات کو حلال کر دے اس کا جواب تحقیقی یہ ہے کہ اللہ اَعْلَمُ بِئِنَّتَ تَجْعَلُ رِسَالَتَهُ
 کہ خدا کو خوب خبر ہر شخص کی ہے وہ موافق اپنے علم اور تقدیر کے ہر کام کرتا ہے جب اس کو
 اہل بدد پر اطمینان تھا تب اس نے یہ ارشاد فرمایا اور جواب الزامی یہ ہے کہ ذرا اپنے یہاں
 کی ان ردائیوں کو دیکھیں جو مغفرت میں شیعوں کی ہیں کہ جن میں صاف لکھا ہے کہ ہیں نَدَّتْ
 علی کی کافی ہے کسی گناہ کی بمقابلہ اس کے پرستش نہیں ہے کہ اس کو ہم اس کے مقام پر
 صد ہا اقوال سے ثابت کر میں گے پس اسی طرح پر خدا اصحاب بدر کے حال پر رحم کر دے کہ اگر
 خدا نے بایں خیال کہ انہوں نے اپنے گمروں کو چھوڑا اپنے وطن سے ہجرت کی اپنے عزیز
 قریبوں سے علائقہ قطع کیا اپنے مال و دولت کو لٹایا اپنی جان اور مال کو خدا کی راہ میں نثار
 کیا اور پھر اپنے بھائی بندوں کے قتل پر مستعد ہوئے اور ان کے مارنے میں بمقابلہ محبت
 خدا کے کچھ بھی خوف نہ کیا اور جن کے مرتبہ بڑھانے کو خدا نے ملائکہ کو ان کی مدد کے واسطے بھیجا
 اور سب سے پہلے لڑائی اسلام کی ان کے ہاتھوں سے فتح ہوئی اور ادل معر کے میں ان کی شہادت
 قدمی اور جان نثاری خدا نے سب پر نازل کر دی اور علیہ اسلام کا ان کے ہاتھ پر کیا اور آئینہ کو
 دروازہ فتوحات اور اجراء اسلام کا ان کی تاواروں سے کھول دیا اور یہ سب کچھ ان خدا کے مانگوں
 رسول کے یاروں نے اس پاک ذات کی حضوری میں کیا جو خدا کا محبوب تھا اور جو سارے
 پیغمبروں کا سردار تھا جس کی شفاعت سے بڑے بڑے کبیرہ گناہوں کو خدا بخش دے گا۔
 اور جس کی سفارش سے ان لوگوں کو جنہوں نے سوائے اقرار توحید و سبوت کے کوئی بھی نیک
 کام نہ کیا ہو گا اور جس کی ساری عمر محرمات کے ارتکاب میں گزری گئی بخش دیگا پس جب ایسے سردار
 اور دین و دنیا کے بادشاہ کے ساتھ ہو کر جو سپاہی اول لڑائی میں لڑے ہوں اور ایسے خدا کے
 محبوب اور ممتاز کے قدموں پر اپنی جانوں کے نثار کرنے پر سب سے اول آمادہ ہوئے ہوں اور
 اور نہ صرف منافقانہ مستعدی اور ظاہری آمادگی دکھلائی ہو بلکہ جو کہا ہے وہ کر دکھلایا ہو اور
 جن کے لڑنے پر پیغمبر خدا انہایت عجز و منت سے خدا سے دعا کرتے ہوں کہ ابھی ان بیچارے
 چند غریبوں محتاجوں نے صرف تیری ہی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنی جانوں کو قربان
 کرنے کا ارادہ کیا ہے ان کو فتح دینا ہی لوگ تیرا نام بلند کرنے کے ذریعے اور تیرا دین پھیلانے
 کے وسیلے ہے اگر ان کو فتح نہ ہوئی تو پھر قیامت تک تیری عبادت کوئی نہ کرے گا اور کچھ

انہوں نے ان کے ہاتھ پر فتح بھی دی اور انہوں نے باوجود بہت قلیل ہونے کے ایک فوج کی فوج کو کفار کی مٹا دیا اور بڑے بڑے نامی قریشی کافروں کو مثل ابو جہل و بنیہ کے تہ تیغ کیا اور ان دشمنوں کو جنہوں نے نہایت ایذا اور مصیبت سے پیغمبر خدا کو کے سے نکالا اور جن مردوں نے کمال دکھا اور تکلیف سے خدا کے سہیب سے اس کا گھر تھرا پایا تاکہ نہ لہت پر اٹایا اور ان کے گوشت پورسنت کو طعمہ زراغ و زعن کا کر دیا اور جن کے اس غلبے سے کافروں کے کلیجے دہل گئے اور کفار قریش کے بدن کا پھنے لگے اور بڑے بڑے سلاطین میں ان کے ایمان اور شوکت کا شہرہ ہو گیا تو پھر اگر ایسی مہمتوں اور کوششوں اور ایمان اور اخلاص کے صلے میں خدا نے جو نکتہ نواز اور جو اپنے رحم و کرم سے ایک عمل کے بدلے میں ستر اور سات سو حصہ زیادہ ثواب دیتا ہے اور جو صرف اپنے فضل سے براہ بندہ نوازی صرف زبان و دل سے بغیر کسی عمل کرنے کے توبہ قبول کر لیتا اور جو جب آیہ کہ یہ یَسْتَدِلُّ اللّٰهَ نَسِيًا تَبَهُ حَسَنَاتٍ کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے ان پاک لوگوں سے وعدہ فرماتا کہ اگر لیا اور ان کی شان میں اعمال و امانتیں تم فقہ مغفرت کم فرمادیا کو کیا تمنا تعجب اور حیرت کا ہے کیا اسے سنو کہ امامیہ تم خدا کو رحیم نہیں جانتے کیا تم اللہ جل شانہ کو نکتہ نواز نہیں سمجھتے کیا وہ اپنے بندوں پر منتقل نہیں کرتا کیا وہ ان کے اعمال سے ہزارہ حصہ زیادہ ثواب نہیں دیتا تو حجب تمام آدمیوں کے ساتھ بلکہ گنہگاروں کے ساتھ بلکہ کافروں کے ساتھ اس کے رحم و کرم کا یہ حال ہو کہ اگر گنہگار سالہ اور مشرک ہفتاد سالہ جس نے اپنی ساری زندگی بت پرستی اور کفر میں ضائع کر دی ہو ایک دفعہ صدق دل سے کلمہ شہادت پڑھ لے اور توحید و نبوت کا مقصد سو جاوے تو خدا اس کے ایک لمحہ کے ایمان پر اس کے سربس کے کفر اور شرک کو بخش دیتا ہے تو پیغمبر خدا کے یا رسول اللہ اور رسول مقبول کے اوپر جان نثاروں کے حق میں بغیر دیکھے ان کے ایمان اور انحصار اور ہجرت اور جہاد اور نصرت کے وعدہ مغفرت کا کیا تو تم کیا بعید از قیاس سمجھتے ہو کیا تم نہیں جانتے کہ اکثر اعمال بوجود خاص زیادہ عزت اور عمدہ صلہ کے مستحق ہو جاتے ہیں مثلاً دنیا کے حال پر نیپال کر و کہ اگر کوئی سپاہی کسی جمعدار کے ساتھ کسی چھوٹی لڑائی پر جادے اور فتح کر لے تو اس کی کیا عزت ہوگی اور وہی سپاہی خاص بادشاہ کے ساتھ کسی بیماری لڑائی میں جادے اور فتح ہووے تو اس کی کیا عزت ہوگی اور اس کو جمعدار کے ساتھ لڑنے میں کیا انعام ملے گا اور

بادشاہ کے رہنمائی ہو کر لڑنے اور فتح ہونے پر کیا تمغہ ملے گا اگر تم دونوں میں کچھ فرق نہیں کرتے اور دونوں حالتوں کو برابر سمجھنے ہو تو حقیقت میں تم لائق خطاب نہیں ہو اور اگر دونوں کے تہذیب میں تمیز کرنے ہو تو پھر اس وعدے کو خدائی تمغہ جو صلہ میں ایسی بڑی بھاری لڑائی کے جو سید الانبیاء و سید الاصفیاء محبوب کبریا شاہ ہر در سر کی معیت میں ہو کیوں نہیں سمجھتے دیکھو حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن اگر گنہگار ایسے دوزخ میں تپے رہ جاوے گا جس کے جہنم کے گناہوں کی کثرت اور شدت سے انبیاء و بھی بلکہ سید الانبیاء و بھی شفاعت نہ کریں گے تو خدا ان کے حال پر خود رحم کرے گا اور ان کو دوزخ سے نکال کر جنت میں بھیج دے گا اور ان کی نور کی گہریوں میں نور کی شمع پر نور سے لکھ دے گا کہ ہذا غنقاؤ الرحمن من النیران کہ یہ آنا دکھے ہوئے ہیں خدا کے دوزخ سے جن کا نہ کوئی شفع تھا اور نہ جن کا کوئی سفارشی پس اگر خدا نے ان کو ان کو توبہ کہ خاص اس کے بندے تھے اور تہذیبوں نے اپنے قصور کو ظاہر بھی کر دیا اور ان کے نیک کاموں کا نتیجہ بھی ظاہر ہو گیا اپنے نفسوں سے دنیا میں نور کا تمغہ کہ اعمال و امانتتم قطعاً فرماتے لکم ویدیا تو سوائے کفار اور ناستقین کے کون اس پر تعجب کر سکتا ہے اور کس کو خدا کی نجات سے اس گنجشش پر تعجب ہو سکتا ہے ذرا ان روایتوں کو چند صفحے لوٹ کر دیکھو کہ پیغمبر خدا نے جب امامی جہاد پر ظاہر کی اور مہاجرین و انصار سے پوچھا تو انہوں نے کیا جواب دیا اور پھر ان میں بھی سب سے اول بولا سوائے ابو بکر صدیقؓ کے اور کون پہلے اٹھا اور کس نے پیغمبر خدا کے نام چوم کر یہ کہا کہ یا حضرت ہم تو اول ہی جان وال اپنا آپ پر قمر ہوا کہ چکے اور اپنے گھر بار کو آپ پر لٹا چکے جہاں بندوں کو چھوڑا یا درنتوں کو چھوڑا اب ایک جان باقی ہے وہ بھی آپ پر نثار ہے اور ایک جان کیا ہزار جانیں ایسی آپ پر قربان ہیں یا رسول اللہ

قطعہ

می خواہم از خدا بد عاصد ہزار جان تاصد ہزار بار بھیرم برائے تو

من کینتم کہ بہر تو جان را فدا کنم ای صد ہزار جان مقدس ذرائے تو

حضرت ابو بکر صدیقؓ کہنے نہ پائے تھے کہ حضرت عمر اور سعد بن معاذ اٹھے انہوں نے

بھی اپنی جان نثار ہی کا شوق ایسا ہی بیان کیا دیکھو تمہارے ہی نمبر سب کا مؤرخ ان

اصحاب کبار کے دلوں کے اور شوق اور عشق اور امامی کو کن لفظوں سے لکھتا ہے - وہ کہتا ہے

کہ جب پیغمبر خدا نے سوال کیا تب۔ اشعار

وزاں پس عمر نیز موکر در است
قدم پیش بگذار و مارا بہ بین
چہ سان در پیتہ جان فدائی کنیم
بیار عم شمشیر بہ دشمنان
چنیں گفت از روی صدق نیاز
بدست تو روزیکہ طریم ہست

پہا سخی ابو بکر از جامی خاست
بگفتند یا سید المرسلین
کہ بادشمن دین چہا مے کنیم
بو دمایہ تن جان و در کف تو ان
زجا خاست این بار سعد معاف
کہ با جان و دل با ہمیں عہد دست

سر و مال و فرزند و خویش و تبار

ہماں روز کردیم بر تو نثار

پس جب ان اہل بدر کے شوق اور محبت اور ایمان اور اخلاص کا یہ حال ہو تو تم ہر
ایک اکٹھا و اما شتم پر تعجب کرتے ہو اور ان وعدوں کو جو خدا نے ان کے واسطے جا بجا قرآن
مجید میں کئے ہیں کچھ خیال نہیں کرتے اس سے تو صرف مغفرت ثابت ہوتی ہے ذرا قرآن
مجید کھول کر دیکھو کہ مہاجرین و انصار کی شان میں خدا نے کیا کیا فرمایا ہے دیکھو رضی اللہ
عنہم در ضوا عنہ ان کی شان میں فرمایا ہے یا نہیں اللہ ہم جنت تجری تحتہا الانہار ان کے
حق میں کہا ہے یا نہیں ذلک الفوز العظیم ان کی نسبت قرآن میں آیا ہے یا نہیں پس جو
جو وعدے خدا نے ان سے کئے ہیں اس سے تو سارا قرآن بھرا ہوا ہے تم ایک ہی وعدے
پر تعجب کرتے ہو اور ان کی ساری خوبیوں سے چشم پوشی کر کے ان کے معائب تلاش کرتے
ہو اسے یار و خدا انصاف کرو اور خدا کے لئے اپنے یہاں کی حدیث اور سیر کی کتابوں کو دیکھو
کہ شیعہ ان کو فی نے حضرت علی کے ساتھ کیا کیا اور ان کی کیسی قدر کی اور کوفہ کے فضائل
میں تمہارے یہاں کے محدثین کیا لکھتے ہیں وہی شیعہ ان کو فی تھے جنہوں نے امام حسن
کا ساتھ نہ دیا جنہوں نے ان کے قدموں سے مصلے تک نکال لیا وہی کوفی تھے جنہوں
نے اول حضرت مسلم کے ساتھ بیعت کی اور پھر وقت پر سب کے سب چھپت ہو گئے

صفحہ پارہ ۱۱ - سورہ توبہ رکوع ۳۴ ترجمہ اللہ را ضی ان سے اور در ماضی اس سے ۲ موضح القرآن

صفحہ پارہ ۱۱ - سورہ توبہ رکوع ۳۴ ترجمہ رکھے ہیں واسطے ان کے باغیچے بہتی نہریں ۲ موضح القرآن

صفحہ پارہ ۱۱ - سورہ توبہ رکوع ۳۴ ترجمہ یہی ہے بڑی مراد یعنی ہا موضح القرآن -

اور آخر بیچارے مسلم تنہا مع دو معصوم بچوں کے شہید ہو گئے وہی کوئی تھے جنہوں نے امام حسینؑ کو بلایا اور بڑے شوق و ذوق کے خط لکھے چنانچہ بارہ ہزار خط شیعہوں نے امام کو بھیجے اور عین کے سرنامہ پر یہی تھا کہ یہ خط علی اور تمہارے شیعہوں کی طرف سے ہے اور پھر ان خطوں میں کیسا اپنا شوق بیان کیا کہ کچھ بیان نہیں ہوتا پس جب اس تمنا سے بلا دیں اور نہایت ہی اپنی آرزو ظاہر کریں کہ یا ابن رسول اللہ آپ جلد تشریف لائیے اور اور اس خط کو رونق دیجیے زمین کو فہ کی ہمتیں چشم انتظار ہو رہی ہے درود دیوار سے آواز خیر مقدم کی آرہی ہے ہر شخص کی زبان پر لبیک لبیک کی صدا ہے ہر آدمی جمال باکمال کے انتظار میں محو حور ہے ذرا جلد تشریف لائیے ہم سب جاں نثاری کو حاضر نہیں پھر دیکھئے ہم کیا کرتے ہیں۔ اشعار

سپاہی چو آشفته پیدان مست	ہمہ نیزہ دگر زو بخمر بدست
ز تو را بیت فتح افسراختن	ز مالش کر بے کران ساختن
چو با تیغ آہنگ خون آوردند	ز سنگ آب و آتش بردن آوردند
چو تبر از کمان در کین آوردند	سر آسمان بر زمین آوردند

اور جب حضرت امام جوادؑ کو ایک بھی ساتھ نہ دے اور غدر و فریب کر کے یکے و تنہا امام کو شہید اور تین دن کا بھوکا پیاسا قتل کریں جس کے حال پر آسمان و زمین کو قیامت تک رقت ہے اور باوجود اس کے کوفہ کی وہ عزت بیان کی جاوے کہ یکے مدینے کو بھی وہ عزت نہیں ہے چنانچہ ملا باقر مجلسی تحفۃ الزائرین لکھتے ہیں کہ (در حدیث معتبرہ دیگر از حضرت امام جعفر صادقؑ منقول است کہ حق تعالیٰ عرض کرد ولایت ما را بر اہل ہر شہر پس قبول نہ کردند مگر اہل کوفہ انتہی بلقلم کہ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ خدا نے ہماری دوستی کو سارے شہروں پر عرض کیا مگر کسی شہر کے رہنے والوں نے ہماری محبت کو قبول نہ کیا سوائے کوفہ کے رہنے والوں کے اس سے صاف ثابت ہوا ہے کہ جوڑ تہہ خدا نے کوفہ کو دیا ہے اور اس کے رہنے والوں کو وہ نہ یکے کو ہے نہ مدینے کو بلکہ ایک حدیث میں امام زین العابدینؑ کی طرف سے ملا باقر مجلسی نے صاف لکھ دیا ہے کہ امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ (بقدر

ستہ ایک دوسری معتبر حدیث امام جعفر صادقؑ کی زبانی یہ ہے کہ تمام شہروں پر اللہ نے ہم دوستی کرنے کو کہا مگر اسے صرف

کوفہ پر لیا گیا بلکہ مدینہ میں گھر رکھنے کی بنسبت کوفہ میں صرف ایک پاؤں رکھنے کی جگہ میرے نزدیک زیادہ اچھی ہے۔

سیاسی پادرو کو فہرزدن بہترست از خانہ کہ ۱۰ رتبہ دانستہ باشم) کہ ایک قدم اکھٹے کی جگہ
 کوفے کی میرے نزدیک اس گھر سے بہتر ہے جو دینے میں ہو اور یہ کوئی شبہ نہ کرے کہ کوفے
 کے رہنے والے شیونہ تھے اس لئے کہ یہ مقتضای الحدیث بعضا یفسر بعضا خود ملاحظا باقر
 مجلس مجالس المؤمنین میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں ذرا اس کو
 سنیے عبد اللہ بن ولید سے روایت ہے کہ (گفت در زمان نبی مرداں بخندوست امام جعفر صادق
 علیہ السلام رفتم آنحضرت از من در فیتان من پرسیدند کہ شما چه کسانید گفتیم از اہل کوفہ ایم آل
 حضرت فرمودند و سچ یک از بلاد ایتقدرد دوست نداریم کہ در کوفہ بعد از ان فرمودند کہ اینہا
 العصابہ ان اللہ ہدانا لہم لاسر جملہ الناس وحبیبونا وایمنونا وخالقنا الناس
 دوافقہمونا وکذبنا الناس وصدقتہمونا فاجیبناکم اللہ محیانا واما حکم مما تئنا) اور اس حدیث کو کہیں
 کہیں ملاحظا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ بالجملہ تشیع اہل کوفہ حاجت بہ اقامت دلیل مدار فاس حدیث
 کا مطلب یہ ہے کہ عبد اللہ بن ولید روایت کرتا ہے کہ میں ایک روز مروانیوں کی سلطنت
 کے زمانہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا امام نے پوچھا کہ تم کہاں
 رہتے ہو میں نے جواب دیا کہ کوفہ میں حضرت نے فرمایا کہ کسی شہر میں ہمارے اتنے دوست
 نہیں ہیں جتنے کہ کوفہ میں اور پھر فرمایا کہ خدا نے تم کو فیوں کو اس بات کی ہدایت کی ہے
 جس سے اور سارے لوگ جاہل رہے تم کو فیوں نے ہم سے محبت کی اور سب نے ہمارے
 ساتھ دشمنی رکھی تم کو فیوں نے ہماری بیعت کی اور سب نے مخالفت تم کو فیوں نے ہمارا ساتھ
 دیا اور سب سے ہم کو جھٹلایا تم کو فیوں نے ہماری تصدیق کی ہے خدا تم کو ہماری زندگی پر چلتا
 رکھے اور ہماری سی موت پر تمہاری بھی موت ہو۔ پس اے مؤمنین اب دبیر اور امیس کے مرثیے
 جلاؤ اور کتاب خوانی موقوف کرو اس لئے کہ جن کو فیوں کی تم شکایت کرتے ہو اور جنہوں نے
 امام حسین کو شہید کیا وہ خاص اس کوفہ کے تھے جہاں کے رہنے والے امام کی جان و جگر

سے مروانیوں کے دور میں ایک مرتبہ میں امام جعفر صادق کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے میری اور میرے دوستوں کی
 بات کو دریافت کیا کہ تم کہاں کے ہو۔ میں نے عرض کی ہم کوفی ہیں۔ فرمایا تمام شہروں کی پرفیت ہم کوفہ کو زیادہ دوست رکھتے
 ہیں۔ اس کے بعد فرمایا اے لوگو اللہ نے تم کو اس کا لگی ہدایت کی جسے اور لوگوں نے جھٹلایا تم نے ہمیں درست دکھا اور
 اور دوسروں نے ہم سے بغض رکھا تم نے ہماری بیعت کی دوسروں نے مخالفت کی تم نے ہماری موافقت کی اور دوسروں نے
 ہمیں جھٹلایا تم نے تصدیق کی اللہ تمہیں ہماری سے زندگی و موت دے۔

تھے اور حسین کا رتبہ مکے مدینے سے بھی زیادہ امام کے نزدیک تھا اور جس کے رہنے والوں کی موت اور زندگی امام کی سی تھی پس وہ کوفہ جس کو ایسی عزت ہو اور وہ کوفی جن کی یہ قدر و منزلت ہو مذمت کے لائق نہیں ہیں ان کی شان میں قصیدے مدح کے کہو اور ان پر رحمت بھیجو اس لئے کہ کوفہ معیار تشیع ہے کوفی ہونا دلیل شیعوہ ہونے کی ہے چنانچہ ملا باقر مجلسی تمہاری مجالس المؤمنین میں فرماتے ہیں کہ کوفی بودن شخصی دلیل تشیع است اگرچہ ابوحنیفہ کوفی باشند پس اسے حضرات شیعوہ جن کوفیوں کے حالات آج کل تمہارے چھوٹے چھوٹے ایسے بھی جانتے ہیں اور جاہل لڑکے بھی ان کے حق میں الکوئی لایونی پڑھتے ہیں اور جن کے حالات مکروہ و عذراور بیوفائی کے محرم میں علی رؤس الانبا تمہارے چھوٹے بڑے سب بیان کرتے ہیں اور جن کا امام کو تشنہ کام شہید کرنا ہر آدمی پر ظاہر ہے اور مسلمانوں اس شعر کا کہ شعر از آب ہم مضائقہ کردند کوفیاں خوش داشتند حرمت مہمان کر بلا

سب پر روشن ہے ان کی شان میں ائمہ کرام کی ایسی ایسی تعریفیں تمہارے محدثین نقل کریں اور اس کو امام کی طرف نسبت دیں اور امام کی زبان سے ان کے حق میں یہ کلمہ کہ تم کو تھا ہماری سی زندگی اور ہماری سی موت دے نقل کریں اور کوفہ کی ایک مشرت خاک کو مدینہ منورہ کی زمین سے بھی زیادہ امام کے نزدیک محبوب ہونا بیان کریں اور کوفیوں کو محبوب اور دوست ائمہ کا کہیں اور سبب دوستی ائمہ کے ان کو جنتی اور بہشتی جانیں اور پھر ان لغویات اور بیانات کو سن کر تمہارے ایمان کی رگ کو ذرا بھی جھنسن نہ ہو اور تمہارے پاک دلوں کو کچھ بھی وسوسہ پیدا نہ ہو بلکہ ان کوفیوں کی حرکتوں کی ہر سال خود نقلیں کر کے ماہرہ التماثل المتی انتم لها عکسوں کا مضمون ادا کرو اور ان قصص و حکایات باطل کو بیان کر کے کبھی تشیع سے نفرت نہ کرو اور اپنے مجتہدین اور محدثین کی نسبت ان روایات کا ذہب اور اتوال مہملہ کے نقل کرنے پر کچھ غیرت ایمانی کا جوش نہ دکھاؤ بلکہ سب کو غلط ہو یا صحیح چھوٹے ہو یا سچے آئنا و مدقنا کہہ کر تصدیق کرو اور جب رسول کے یاروں اور پیغمبر کے حواریوں کا نام آدے اور بڑیوں کی نسبت وعدہ مغفرت کا کسی بیچارے سنی کی زبان سے سنو تو بس سنتے ہی سارے بدن کا خون جوش کرنے لگے اور تمام جسم تعصب کی آگ سے

لے کسی کا کوفی ہونا ہی اسی ضیعوہ ہونے کا ثبوت ہے۔ اگرچہ ابوحنیفہ ہی کوفی ہوں۔

صفحہ پارہ ۲۷ سورہ انبیاء کو ۵۵ ترجمہ یہ کی مرتبہ ہیں جن پر تم لگے بیٹھے ہو ۱۲ موضع۔

پھٹنے لگے اشیع کا وہ جوش ہو گا رگ رگ مار سے غصے کے پھول بہاؤ سے عداوت کا وہ غلیان ہو
 کہ سو دا صغرا سب ایک ہو جاوے اس وقت سارے دسو سے شیطانی دل میں پیدا ہو
 جاویں لفظ لفظ پر گرفت بات بات پر شبہ کرتے لگو سبجان اللہ اپنے کو فیوں کے برابر بھی
 بدریوں کا زبہ نہیں سمجھتے اور ان کے حق میں جن باتوں اور جن قولوں کو صادق سمجھتے تھے ان
 کو پیغمبر کے یاروں کے حق میں غیر صادق کہتے ہو یہ کون ایمان ہے کہ نام تو لور رسول کا اور
 کلمہ پڑھو عید اللہ بن سبا کا ایمان تو تم کو نصیب ہو بظنیں خلفا کے جہاد کے اور شکر ادا
 کر داس یہودی ملعون کا اور پھر پاک صاف بن کر سنیوں کے سامنے ہو کر مباحثہ کا قصد
 کر داور خدا کی آیتوں اور رسول کی حدیثوں اور ائمہ کے قولوں کو چند مفتر سی مکاروں کے
 مقابلے میں جھٹلاؤ سمجھاؤ یہ کیسا دین اور ایمان ہے یا تو مسلمانی کو چھوڑو پاک صاف
 یہودی بن جاؤ یا اگر مسلمان ہو تو مسلمانوں کے سے عقیدے رکھو اس خرافات و اہیات
 مذہب پر جس کی بنا سراسر جھوٹ اور فریب پر ہے تیرا بھیجو اس کے بانوں پر لعنت کر دو نہ
 ایسے دو لفظ ہیں چھوٹا جھوٹا کاذب چھوٹے جھوٹے منہ سے ایسا بڑا دعویٰ ایمان کا اچھا
 نہیں معلوم دیتا مسلمان ہو اور پھر رسول خدا کے یاروں کو پامال سمجھنا عیب ایمان ہے کہ جو لفظ ہی لفظ ہے جس کے
 پر معنی نہیں اور پوست ہی پوست ہے جس پر کچھ مغز نہیں سچ کہا ہے جس نے کہا ہے۔ شعر

و جد و منع بادہ اسے زاهد سپہ کافر نعمتی است
 دشمنی می بودن دہم رنگ مستان ز لیسین

غرض کہ جو فضیلت خدا نے اہل بدر کو دی اور جس کا ثبوت قرآن مجید سے ہوتا ہے
 اور جس کا اقرار مفسرین شیعہ بھی کرتے ہیں اور جن کے اعمال بھی اس پر دلالت کرتے ہیں وہ
 کسی قدر ہم لکھ چکے اب بمقابل اس کے ایک قول مجتہد صاحب ثانی کا جو مقالہ ثالثہ میں
 اپنی کتاب کے لکھا ہے اور جس کا جواب ازالۃ الغین ہے نقل کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ
 حضرت شیعہ کے نزدیک ان کا درجہ کیسا ہے مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ (دعویٰ نفاق
 ایشان و غدر اہل بدر و رضوان علی مدعی ماست ماہم لہ یجذعون اللہ والذین آمنوا
 و ما یجذعون الانفسہم و ما یشعرون ہ سبحان اللہ کیا دین و ایمان ہے کہ
 کوئی تو اہل و فاقہوں اور اصحاب بدر اہل غدر ہوں خدا اس قوم سے سمجھے اور ان کے کفریات

سہ یا نہ سورہ بقرہ کو ح ۲ ترجمہ۔ و غابری کرتے ہیں اللہ سے اور ایمان والوں سے اور کفر کو دغا نہیں دیتے مگر اچھا نہیں پوچھتے ۱۰

کابلہ دے سو و بادئ من مغوا انہم۔ مجتہد صاحب قبلہ ذوالفقار میں آیات فضیلت صحابہ کے معارضے میں ایک اور آیت لکھتے ہیں یعنی اذرا ایتہم تعجبک اجسامہم وان یقولوا تسمع لقلوبہم کانتہم خشب مسندۃ یسبون کل صیحة علیہم ہما العدا و فاحذر قتلتہم اللہ انی یوفکون ہ مگر اس میں بھی مجتہد صاحب نے مفاطلہ دیا اور تحریف کو کام فرمایا اور اخیر کی آیتوں کو چھوڑ کر بیچ میں سے ایک دو آیتیں لکھ دیں اب میں ان کو لکھ کر اس کی تفسیر بیان کرتا ہوں۔ واضح ہو کہ یہ آیت جو مجتہد صاحب نے معارضہ میں فضیلت کے پیش کی ہے یہ سورۃ منافقوں کی ہے جو کہ منافقین کی شان میں نمدا نے نازل کی ہے اور شروع اس کا یہ ہے اذ جاءک المنافقون قالوا نشہد انک لرسول اللہ

واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشہد ان المنافقین لکذبون ہ اتخذوا ایمانہم حینۃ فصدوا من سبیل اللہ فانہم ساء ما کانوا یعملون ہ ذالک بانہم امتواکم کفر فظہم علی قلوبہم فہم لا یفقہون ہ واذ ارا ایتہم تعجبک اجسامہم وان یقولوا تسمع لقلوبہم کانتہم خشب مسندۃ یسبون کل صیحة علیہم ہما العدا و فاحذر قتلتہم اللہ انی یوفکون ہ واذ اذیل لہم تعالوا یتغفر لکم رسول اللہ لو واروہم ورا ایتہم لیسدن وھم

سے پارہ ۲۸ سورہ منافقوں رکوع ۱۔ ترجمہ جب تو دیکھے ان کو خوش گیس خیمہ کو ان کے ذیل اصاب گرات کہیں سے تو ان کی بات کہیے ہیں جیسے کڑی نگادی دیوار سے جو کوئی پچھے جائیں ہم ہی پر بلا آئی ہے یا کلمہ دشمن ان سے بچتا گردن مارے انکو اللہ کہاں سے پھرے جانے میں۔ ۱۲ موضع القرآن سے پارہ ۲۸ سورہ منافقوں رکوع ۱۔ ترجمہ۔ جب آویں تیرے پاس منافق کہیں ہم قائل ہیں تو رسول ہے اللہ کا اور اللہ جانتا ہے کہ تو رسول ہے اس کا اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں رکھی ہیں اپنی قسمیں ڈھال بنا کر پھر دو کہ ہیں اللہ کی راہ سے یہ لوگ بڑے کام ہیں جو بڑے ہیں یہ اس پر کرت وہ ایمان لائے پھر منکر ہو گئے پھر مہر ہو گئی ان کے دلہر اب وہ نہیں بوجھتے اور رہتا تو دیکھے انکو خوش گیس خیمہ جو انکے ذیل اور گویا کہیں سے تو انکی بات کہیے ہیں جیسے کڑی نگادی دیوار سے جو کوئی پچھے جائیں ہم ہی پر بلا آئی رہی میں دشمن ان سے بچتا گردن مارے انکو اللہ کہاں سے پھرے جاتے ہیں اور جیسا کہنے انکو آ و معاف کر دے تم کو رسول اللہ کا شکا تے ہیں سزا تو دیکھے دیکھے ہیں اور غرور کرتے ہیں اور باہر ہے ان پر تو مساقی چاہے انکی یاد چاہے ہرگز نہ معاف کریگا انکو مقرر اللہ وہ نہیں دیتا یہ حکم لوگوں کو رہی میں جو کہتے ہیں۔ مت فرح کہ ان پر جو پاس رہتے ہیں رسول اللہ کے جہانک کہ کھنڈ جاویں اور اللہ کے ہیں خزانے آسمانوں کے اور زمین کے لیکن منافق نہیں سمجھتے کہتے ہیں البتہ اگر ہم پھر گئے مدینہ کو تو نکال دے گا جس کا اندر ہے یہ قدر لوگوں کو اور زور اللہ کا ہے اور

اس کے رسول کا اذایات والوں کا لیکن منافق نہیں سمجھتے ۱۲ موضع القرآن

مستکبرون • سوا منہم استغفرت لهم ام لم تستغفر لهم من یغفر الله لهم لن یغفر الله لهم ان الله
 لا یهدی القوم الضالین • هم الذین یقرون لا تمفقوا علی من عند رسول الله حتی ینفذوا و الله جبار
 السوط والارض ولكن المنفقین لا یففقون • یقولون لن رجعنا الی المدینة لیخرجن الاعز
 منها الاذل و الله العزیز و لرسولہ و للمؤمنین و لكن المنفقین لا یعلمون •

ساری ان آیتوں کی نقل ہی کر دینے پر جواب مجتہد صاحب کا ہو گیا اور جو مغالطہ اور دھوکا حضرت
 نے دیا تھا وہ کھل گیا اور معلوم ہوا کہ یہ آیتیں منافقوں کی نسبت ہیں مگر حضرات شیعوں سے
 کب امید ہے کہ وہ صرف الفاظ قرآن مجید اور اس کے معنی پر قناعت کریں ضرور ہے کہ وہ
 اس پر بھی ساکت نہ ہوں گے اس لئے ہم انہیں کی تفسیر سے شان نزول اسکے بیان کرتے۔
 ہیں۔ واضح ہو کہ تفسیر علی بن ابراہیم قمی میں جو کہ استاد ابو جعفر کلینی کے تھے سورہ منافقوں
 کے نزول کا سبب اس طور پر لکھا ہے کہ ششم ہجری میں جبکہ غزوہ بنی المصطلق پر پیغمبر خدا
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے جب وہاں سے لوٹے تو راہ میں ایک کنوئیں پر حضرت
 عمر بن خطاب کے اجوزہ دار فی جبکا نام جہاں تھا انس بن سیار کو جو کہ انصار کا منہ بولا
 بھائی تھا مارا عبد اللہ بن ابی کو جو کہ مدنیہ کا رہنے والا تھا یہ خبر ہوئی اس کو ناگوار ہوا اور
 اپنے لوگوں یعنی مدنیہ والوں سے کہا کہ اسی لئے میں قریشیوں کا آنا نہیں چاہتا تھا یہ سب
 تمہارے کام ہیں کہ تم نے ان کے رہنے والوں کو اپنے گھروں میں اتارا اور اپنے مالوں کو ان
 پر خرچ کیا اور اپنی جانوں کو ان کے پیچھے تلف کیا اور اپنی جو روروں کو بیوہ اپنے بچوں
 کو قسیم ان کی خاطر سے کیا تب یہ ذلت ہوئی اگر تم ان کو نکال دیتے تو وہ دوسروں
 کے اوپر جا پڑتے اور یہ کہہ کر یہ کہا کہ لن رجعنا الی المدینة لیخرجن الاعز منها
 الاذل اس قوم میں ایک لڑکا موجود تھا جس کا نام تھا زید بن ارقم اس نے پیغمبر خدا صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ خبر کہہ دی حضرت کو اس بات کے سننے سے بڑا رنج ہوا اور
 انہوں نے کوچ کی تیاری کی کہ سعد بن عبادہ دڑ سے آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ یہ تو
 وقت آپ کے کوچ کرنے کا نہیں ہے آنحضرت نے فرمایا کہ تم نے اپنے صاحب کی
 باتیں سنیں انہوں نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ ہمارا صاحب تو سوائے آپ کے دوسرا
 کوئی نہیں ہے تب حضرت نے فرمایا کہ عبد اللہ بن ابی گمان کرتا ہے کہ اگر مدنیہ کو لوٹے

تو عزت والے ذلیلوں کو نکال دیں گے تب سعد بن عبادہ نے جواب دیا کہ یا حضرت آپ اللہ کے اصحاب عزت والے ہیں اور عبداللہ بن ابی ادراس کے اصحاب اہل ذلت ہیں غرض کہ یہ سن کر خزرج جو ایک قبیلہ مدینہ والوں کا ہے عبداللہ بن ابی پر لعنت ملامت کرنے لگے اس نے حلف کیا کہ میں نے تو کچھ نہیں کہا تو لوگوں نے کہا کہ اچھا چل کر پیغمبر صاحب کے سامنے غلطی کر اس نے اپنی گردن جھکائی تب دوسرے دن صبح کو وہ پیغمبر صاحب کے سامنے آیا حلف کیا کہ زید نے میرے اوپر جھوٹی نہمت کی تھی پھر لوگ زید پر ملامت کرنے لگے آخر خدا نے یہ سورۃ منافقون نازل کی اور پیغمبر خدا نے وہ سورۃ اصحاب کو جمع کر کے سنائی فقط۔

غرض کہ یہ قول ایک بڑے مفسر سے ثابت ہوا کہ یہ سورۃ شان میں عبداللہ بن ابی بن سلول منافق کے نازل ہوئی اور جناب قبلہ و کعبہ نے نہ معنی سمجھے نشان نزول پر خیال فرمایا نہ اپنی تفسیروں کو دیکھا نادیدہ دانستہ کچھ آیتیں اوپر کی اڑا دیں اور کچھ نیچے کی بھیجیں کی دو آیتیں لکھ کر اصحاب کی فضیلت کے معارضے میں پیش کیں اگر ایسا ہی معارضہ کرنا تھا تو جو آیتیں قرآن مجید میں بنی اسرائیل اور فرعون اور نمرود و شاد کی شان میں ہیں ان سب کو آیات فضیلت صحابہ کے معارضے میں لکھ دیتے تاکہ کتاب کا حجم بھی بڑھ جاتا اور حضرت کی قرآن دانی کا بھی لوگ اقرار کرنے لگتے غرض کہ جناب قبلہ و کعبہ ان آیات کو لکھ کر فرماتے ہیں کہ وہ امثال ایں دیگر آیات سنت ہیں لادب سنت کہ در جمع بین الایات گفتہ شود کہ مورد آیات مناقب غیر مورد آیات ذم است پس بعضی صحابہ ان حضرت عموما ممدوح باشند و بعضی مذموم دایں عین مطلوب شیعیاں است پس یہ وہم جناب قبلہ و کعبہ کو قرآن مجید کی آیات کے معنی نہ سمجھنے سے پیدا ہوا ہے اس وہم کا علاج تفسیر اور شان نزول کا مطالعہ تھا اگر حضرت شان نزول دیکھتے اور اپنی ہی تفسیروں کو ملاحظہ فرماتے اور اگلی پھیلی آیتوں کو ملا کر غور کرتے تو حضرت یہ ضابطہ اور کلیہ جمع بین الایات کا ارشاد نہ فرماتے اس لئے کہ جو آیتیں کافروں اور منافقوں کی شان میں ہیں ان سے مہاجرین و انصار و اصحاب نبوی کو کچھ تعلق ہی نہیں ہے۔ اور یہ آیتیں جس میں

سہ مندرجہ بالا آیات کی مانند بھی آیات ہیں اور ضروری ہے کہ جمع آیات کے بارے میں وضاحت کی جائے کہ آیات مناقب اور آیات مذمت جن کے بارے میں نازل ہوئیں یہ لوگ الگ الگ ہیں یعنی رسول اللہ کے بعض صحابہ قابل تعریف اور بعض قابل مذمت ہیں اور شیعوں کا کہنا بھی یہی ہے ۸۰ عبارت ذوالفقار مطبوعہ ملحق مجمع البحرین

کفر و نفاق اور نفاق اور دین میں سستی وغیرہ کا ذکر ہے وہ شان میں منافقوں کی ہیں جو اصحاب نبوی میں داخل نہیں ہیں اصحاب نبوی اور منافقوں میں نسبت تناقص کی ہے نہ توافق کی اس لئے ان آیتوں کا جو کہ اصحاب کی فضیلت میں ہیں ان آیتوں سے ملازا ہو کہ منافقین کی مذمت میں ہیں درحقیقت جمع بین الآیات نہیں ہے بلکہ حضور صبح بین النقیضین ہے جو کہ ہمارے نزدیک ممتنع اور آپ کے نزدیک ممکن ہے پس اپنے لئے آپ گھر بیٹھے ایسی آیتوں کو جمع کیا کیجئے اور اپنے دل میں قاعدے بنایا کیجئے اور انہیں موضوع اور غلط اصول پر کسی کو خارج کسی کو داخل کیجئے یہاں تو خدا کی ہدایت و ضلالت کے ہم کو اس جمع سے فدا کر دیا جن کو چاہا مہاجرین و انصار میں داخل کیا جن کو چاہا منافقین میں شامل کیا۔

پانچویں دلیل صحابہ کے منافق نہ ہونے کی

جو شخص قرآن مجید پر ایمان رکھتا ہو گا وہ مہاجرین و انصار کی نسبت منافق کی لفظ کو ہرگز اطلاق نہ کرے گا اس لئے کہ قرآن مجید میں بہت سی آیتیں ہیں جس میں صاف حکم ہے کہ منافقوں سے نہ ملوان سے راضی نہ ہو اور ان کو اپنے ساتھ جہاد میں نہ رکھو ان کا کچھ عذر نہ سنو پس اگر مہاجرین و انصار خصوصاً غلامناٹے مثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم منافق ہوتے تو کیوں پیغمبر صاحب ان کو دلیل نہ کرتے اور کیوں ان کو اپنی صحبت میں رکھتے اور کیوں ان سے سلاح و مشورہ لیتے اور کیوں ان کو اپنے ساتھ جہاد میں رکھتے چنانچہ خود دعویٰ میں نے کیا ہے اس کے ثبوت میں دو تین آیتوں کو لکھتا ہوں۔

پہلی آیت۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے یعتذرون الیکم اذ ارجعنہم الیہم اقل لا تعذرنا
 لن لو من لکم قد نبأنا اللہ من اخبارکم و رسولہ ثم ترفدون الی مالہ الغیب
 والشہادۃ فینبئکم بما کنتم تعدون ہ سچلفون باللہ لکم اذ انقلبتم الیہم تعرضوا عنہم و فاعرضوا
 عنہم انہم رجس و ما دہم جنہم جزاؤہم کما کافرو یکسبون سچلفون لکم لترضوا عنہم
 فان ترضوا عنہم فان اللہ لا یرضی عن القوم الفاسقین و

شع پارہ ۱۱۔ سون توہرہ رکوع ۳۳ ترجمہ یہاں ہے لادیں گے تمہارے اس سبب پھر کہ جاؤ گے ان کی طرف تو کہہ یہاں سے مت
 بناؤ ہم نہ انہیں گے تمہاری بات ہم کو ہوتا چکا ہے اللہ تمہارے احوال اور ابس دیکھے گا اللہ تمہارے کام اور اس کا رسول
 پھر جاؤ گے طرف اس جاننے والے چھپے اور کھلے کے سروہ بنا دیا تم کو جو کہ رہے تھے اور تمہیں کفار میں زلیخہ اعلیٰ منورہ

ان آیتوں سے چند باتیں ثابت ہوئیں اول غدر کرنا منافقوں کا اور اس پر یقین نہ کرنا پیغمبر صاحب کا دوسری نگاہ ہونا پیغمبر خدا کا ان کے حال سے۔ تیسری جلد سزا پانا ان کا اپنے اعمال کے بدلے یہ جو تھکی پیغمبر صاحب کو ان سے روگردانی کرنے کا حکم ہونا اور ان سے لٹنے کی ممانعت۔ پانچویں کتنا ہی وہ حلف دیں کہ راضی ہوں ان سے راضی ہونے کی امتناع چھٹی ان کا ذات چاہنا مسلمانوں کا اور ہمیشہ اسی فکر میں رہنا اور پھر خود ہی ان کا ذلیل ہونا۔ آٹھ ان باتوں میں سے صرف ایک ہی بات کو مہاجرین و انصار خصوصاً خلفائے ثلاثہ سے مطابق کر دیجئے یا پیغمبر صاحب کو باوجود ایسے احکام الہی کے اور نفاق خلفائے ثلاثہ کے ان سے روگردانی نہ کر لے پر پیغمبر صاحب کی شان میں جو چاہیے سو کیجئے ہماری زبان سے تو کچھ بے ادبی کا کلمہ نہیں نکالتا اور عدول حکمی یا تقیہ کا ایسے پاک ممانعت کی نسبت اطلاق نہیں ہو سکتا۔

دوسری آیت۔ **یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین** کہ اسے پیغمبر جہاد کرو کافروں اور منافقوں پر تو اگر مہاجرین و انصار منافق تھے تو اتنا ارشاد کر دیجئے کہ کب اور کس کے ساتھ پیغمبر خدا نے ان پر جہاد کیا یا باوجود منافق ہونے ان کے پیغمبر صاحب نے خدا کے حکم کی تعمیل نہ کی۔

تیسری آیت۔ **فان رجعت الی طائفتہ منہم فاستاذونک للخروج فقل ان تجرحوا معی ابداً و لست نقاتلو معی عدواً** اس آیت کے مطالعے بعد یہ فرما دیجئے کہ پیغمبر صاحب اپنے ساتھ جہاد پر ان لوگوں کو نہیں تم منافق کہتے ہو لے گئے یا نہیں اگر نہیں معلوم نہ ہو تو چند ورق اللٹ کر حملہ حمیدی کے اشعار جنگ بدر کے دیکھ لو۔

چوتھی آیت۔ **یحذر المنافقون ان تنزل علیہم سورۃ یتنبہم جدائی قلوبہم**

(بقیہ صفحہ ۳۱۷) اشک تمہارے پاس جب پھر کراؤ گے ال کی طرف تان سے دگر دگر و سورہ نوزوران سے وہ لوگ ناپاک ہیں اور انکا ٹوکنا اور نہ جہلان کی کمائی کا تمہیں کھارین گئے تمہارے پاس کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ سو اگر تم راضی ہو گے ان سے تو اللہ راضی نہیں ہے حکم لوگوں سے ۱۲ سورج لے پارہ ۱۰ سورہ توبہ کو ۱۰ ترجمہ انہیں قرآن کہ کافروں سے اور منافقوں سے ۱۲ سورج القرآن لے پارہ ۱۰ سورہ توبہ کو ۱۰ ترجمہ ہاں ہے تہ کو اللہ کی طرف ان میں سے پھرت رخصت چاہیں بخشنے نکلے تو کہہ ہرگز نہ نکلے میرے ساتھ کسی اور نہ لڑو گے میرے ساتھ کسی دشمن سے ۱۲ سورج القرآن لے پارہ ۱۰ سورہ توبہ کو ۱۰ ترجمہ ڈرا کر تمہیں منافق کہنا نہ ہواں پر کوئی سورہ کہ خدا سے ان کو جو ان کے دل میں ہے تو کہہ ٹھنٹے کر نہ ہوا اللہ کہہ لے والا ہے جہاد کا تم کو ڈر ہے ۱۱ سورج۔

قل استنذوا ان الله مخرج ما تظنون اس آیت کو پڑھ کر دنیا یہ فرما دو بیٹے کہ پیغمبر خدا نے ان لوگوں کے نفاق کو جنہیں تم منافق کہتے ہو کبھی ظاہر کیا اور لوگوں پر ان کا نفاق کھول دیا یا نہیں اور سوائے حدیث کے جس سے دروازہ بند کر کے تہابیت آہستہ زبان دبا کر نفاق ظاہر کرنے کا عمل آپ لوگ بیان کرتے ہیں کسی مجمع میں بھی ان کے نفاق کا حال حضرت نے ظاہر کیا۔

غرضکہ مثل اس کے اور بہت سی آیتیں ہیں منافقوں کے حال میں جن کا لکھنا ضرور نہیں ہے پس مسلمان کو اتنا سوچ لینا چاہیے کہ اگر مہاجرین و انصار منافق ہوتے تو پیغمبر صاحب ان کے نفاق کو کیوں ظاہر نہ کرتے اور کیوں وہ ذلیل نہ ہوتے اور ان کے مارے جانے اور قتل ہونے اور ذلیل و رسوا ہونے کا جو وعدہ خدا نے کیا تھا وہ کیوں پورا نہ ہوتا بلکہ برخلاف اس کے اور عزت ان کو ہوتی اور مردم دشام اور ایران و مصر پر ان کو غلبہ ہوتا استغفر اللہ عجیب عقیدہ ہے شیعوں کا کہ نہ آیت سے مطابق نہ حدیث سے۔ اب باقی رہے چند اعتراض جو خلفائے ثلاثہ اور مہاجرین اور انصار کی نسبت حضرات شیعہ کرتے ہیں اور اس سے ان کے نفاق پر دلیل لاتے ہیں۔ معاملہ احد اور حنین کی لڑائی کا۔ پوچھنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے نفاق کا حال حدیث سے شک کرنا حضرت عمر کا صلح حدیبیہ میں ارادہ کرنا قتل پیغمبر خدا کا ایلیہ الدبہ کو غصب کرنا فدک کا نہ دنیا قرطاس کا پیغمبر صاحب کو غصب کرنا خلافت کا علی مرتضیٰ سے عداوت رکھنا آل رسول سے اور مثل اس کے اور اعتراضات جن کے نام ہرورق اور ہر صفحہ میں مجتہد صاحب کے قلم سے ذوالفقار و غیرہ میں نکلے ہیں اور جن کا جواب شافی دینا ہم کو منظور ہے نہ مثل مجتہد صاحب کے خلط مبعوث کرنا اور گول گول بات کہہ کر آگے بڑھ جانا ایسے انشاء اللہ تعالیٰ بہت ملاعن سما ہوا اور نہ نمانت میں اس میں تفصیل کی جاتی ہے سب بیان کئے جاویں گے کہ جس کو دیکھ کر حضرات شیعہ بے اختیار کہنے لگیں تہی جاتوق ذہن الباطل ان الباطل ان رسوؤا۔

غرضکہ اس مقام پر میں نے آیات فضیلت صحابہ کو بیان کر کے عام سب شیعوں کی طرف سے یہ بیان کیا تھا کہ وہ کہتے ہیں کہ جو آیتیں فضیلت میں مہاجرین و انصار کے ہیں یہ ان لوگوں سے متعلق ہیں جو کہ ایمان دار تھے اور اکثر اصحاب خصوصاً خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایمان نہ رکھنے کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ منکر خدا و رسول کے تھے کہ ایسے شخص کو منافق کہتے ہیں چنانچہ جو آیتیں اس کے معارضہ میں مجتہد صاحب نے لکھی ہیں

ہیں اس کا جواب ہو گیا اور بخوبی ثابت ہو گیا کہ وہ منافق نہ تھے۔ دوسرے یہ کہ وہ اصول موضوعہ شیعہ میں سے ایک اصول امامت کے منکر تھے کما س وجہ سے وہ کافر تھے اس کا بھی جواب اجمالی دے چکا کہ جب آیتیں نازل ہوئیں اور جس وقت خدای جل شانہ نے ان کی تعریف کی اس وقت امامت اصول دین سے نہ تھی اگر اس وقت امامت کا اصول دین سے ہونا ثابت کہ سکو تو کر و فعلیکم البیان وعلینا وفقہ بالبرہان۔

پس باقی رہ گئیں دو باتیں اول یہ کہ بعد وفات پیغمبر خدا کے وہ منکر امامت ہو گئے اور حق علی مرتضیٰ کا پھین لیا دوسرے اہل بیت سے عداوت رکھی اور ان کے حقوق غصب کئے کہ یہ امور بھی کفر ہیں۔ چنانچہ اس کا میں بحث امامت اور مطاعن میں جواب دوں گا اور ہر بات کو اس تفصیل سے لکھوں گا کہ نہ کسی شیعہ کی کوئی دلیل رہ جاوے نہ کسی سنی عالم کا جواب باقی رہے یعنی وہ سوال و جواب جن کے سننے کے بغیر حالت منظرہ باقی رہے نہ یہ کہ جتنے دنیا میں شیعہ سنی ہوئے ہیں ان سب کی باتیں کہ یہ مجال اور نیز فضول ہیں گمانشاء اللہ تعالیٰ اس صراحت سے لکھوں گا کہ صرف دیکھنے والے کو انصاف اور فیصلہ کرنا رہ جاوے اور اکثر روایات کے دیکھنے کی ضرورت نہ رہے لیکن اس مقام پر وہ جو آیات جو عام آیات فضیلت صحابہ سے شیعہ دیتے ہیں اور جس میں سے کچھ اوپر مذکور ہوئے اور کچھ رہ گئے ہیں ان باقی ماندہ جوابوں کو بیان کر کے قرآن و حدیث ہی سے اس کا جواب دینا شروع کرتا ہوں۔ فاستمعوا لعلکم ترحموا۔

جواب دوسرے شیعوں کا آیات فضیلت صحابہ سے

جو کچھ اوپر ہم نے بیان کیا اس میں صرف یہی جواب شیعوں کا ہم نے لکھا ہے کہ مہاجرین میں سے ابو بکر صدیقؓ کی نیت بخیر تھی اب بیٹے کہ ملازمہ اسکے اور کیا جواب دیتے ہیں شاہ صاحب قدس سرہ رحمہ میں دو عہد اللہ کی تقریر کو نقل کرتے ہیں کہ ملازمہ اللہ نے یہ جواب دیا کہ اللہ جل شانہ نے جو رضا مندی اپنی آیت - والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار میں مہاجرین و انصار کی نسبت بیان کی ہے یہ صرف سبقت ہجرت و نصرت کی نسبت ہے اور خاص

۱۰ پارہ ۹ سورہ اعراف رکوع ۲۴ ترجمہ قرآن اس طرف کان رکھو اور چپ چاپ رہو شاہ رحمہ پیرہم ۱۲۰۲ و نیز جان القرآن ۱۰ اس کا حوالہ در ترجمہ صفحہ میں دیکھو ۱۲۔

از فعل سے وہ راضی ہوا مگر اس سے جنتی ہونا ان کا لازم نہیں ہوتا اس لئے کہ اس کے واسطے اس رضا کا آخر تک باقی رہنا ضرور ہے اور آخر تک رضا باقی رہنے کا حال خانے پر ہے اور تقریر کو لکھ کر شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ تقریر قواعد اصول کی رو سے درست نہیں ہے اس لئے خدائے جل شانہ نے مہاجرین و انصار کی ذات کی تعریف کی ہے اور چونکہ وصف عنوانی میں سبقت ہجرت و نصرت کا ذکر کیا اس لئے یہ صفت غلبہ تعلق رضا کی ہوگی نہ کہ یہی صفت تعلق رضا کے اس کے جواب میں جناب مجتہد صاحب ذوالفقار میں فرماتے ہیں کہ (پہنوز باثبات نرسیدہ کہ مراد از سبقت در نیجا سبقت فی الہجرت است پس غایت مافی الباب علت رضا سبقت الی الاسلام یا سبقت الی الموت یا سبقت الی الہجرۃ لا علی الیقین نحو اہل بود و اس علت مبہمہ برائے تو پہنچ و جہ مفید نمی تواند شد) یعنی یہ سب تقریریں تو اس وقت کی جاویں جب یہ ثابت ہو جاوے کہ مراد والسابقون الاولون من المہاجرین و الانصار ہجرت میں سابق ہونا ہے حالانکہ یہی بات ہمارے نزدیک ابھی صاف نہیں ہے کہ السابقون سے کیا مراد ہے آیا ہجرت کی سبقت یا اسلام کی سبقت یا موت کی سبقت پس جبکہ علت مبہم ہے تو وہ کچھ مفید مطلب نہیں بغرض کہ حضرت نے سارا قصہ ہی طے کر دیا کوئی جھگڑے کی بات ہی نہ رکھی یعنی یہ سب فضیلتیں تو جب ثابت ہوں کہ والسابقون کے معنی کیا ہیں آیا ہجرت میں سبقت کرنے والے مراد ہیں یا کہ اسلام میں سبقت کرنے والے مقصود ہیں یا کہ موت پر سبقت کرنے والے یعنی مردے مراد ہیں پس جب اسی میں شبہ ہے تو ایسی مبہم بات کی سند کچھ مفید بغرض کہ بسبب مبہم ہونے علت رضا کے اس آیت سے کچھ کسی کی فضیلت ہی ثابت نہیں ہوتی اور یہ معنی جو حضرت نے فرمائے ہیں یہ بڑے غور و تامل کے بعد فرمائے ہیں چنانچہ خود اس سے پیشتر فرمایا چکے ہیں کہ (ایضاً) ^۱چند بعد تامل و نظر دقیق ظاہری کر دو صفحہ ۵۵ ذوالفقار تا قولہ اذا جاء الا احتمال لطل الاستلال)۔

۱۔ السابقون کی باتہ اب تک ثبوت نہیں ملا ہے کہ سبقت کس چیز میں ہے؟ کیا ہجرت میں سبقت کرنا مراد ہے؟ یا اسلام آوردی میں؟ یا موت میں؟ اور ہجرت میں سبقت کرنا بالکل غیر یقینی ہے اور یہ مبہم وغیر واضح علت و سبب تمہارے لئے مفید نہیں ہو سکتی۔ ۲۔ عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مع البیروتیہ لرحیضانہ ۱۲۵۸ صفحہ ۵۸ سطر ۲-۱۲۰ منہ ۳۔ نیز غور و فکر اور تامل کے بعد ظاہر کرتا تھا صفحہ (۵۷) از ذوالفقار اور حجب شک و شبہ پیدا ہو جائے تو استلال باطل ہو جاتا۔ ۴۔ عبارت ذوالفقار صفحہ ۵۶ سطر ۱-۱۲۰ منہ

آبِ قُبْلہ و کعبہ اس تقریر کو اپنی مثال کرتے ہیں اور منطقی دلائل سے اس امر کو ثابت فرماتے ہیں کہ مرادِ والسابقون سے موت کی طرف سبقت کرنے والے ہیں یعنی مردے جو مر چکے مراد میں کہا بقولِ ذرنا نیا اس کی علت رضای مہاجرین و انصار از حق تعالیٰ مجرد ہجرت و نصرت ہی تو اندیشہ بلکہ نظر دقیق حکم می کند کہ رضای ان ہا از حق تعالیٰ و تسلیم ادا مرادِ انوا ہی اذ علت ہجرت و نصرت شدہ و این تفسیر یہ دیگر سنت پرانیکہ مراد از سابقین سابقین الی الموت اند یعنی خدا کی رضا مندی کا مہاجرین و انصار سے سبب یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ فقط ہجرت کرنے سے ساتھ پذیر خدا کے یا مدد دینے سے رسولِ قبول کو وہ راضی ہو جاوے بلکہ نظر دقیق حکم کرتی ہے کہ ان کا خدا سے راضی ہونا اور اس کے احکام و نواہی کا بجالانا ان کی ہجرت و نصرت کی علت ہے پس یہ دوسرا قرینہ ہے کہ مرادِ والسابقون سے سابقین الی الموت ہیں یعنی جو کہ مرنے میں سبقت اور پیش قدمی کر گئے اور پہلے سب سے مر گئے فقط بیان اللہ کیا نظر دقیق ہے جناب قبلہ و کعبہ کی کہ کیا خوب معنی نکالے ہیں حقیقت میں بیچکے شاہ صاحب ایسی دقیق نظر کہاں سے لاتے ہوں باریک نکتوں کو سمجھتے کہ مرادِ والسابقون سے مردے ہیں شیعہ نہایت شکر ادا کرتے ہیں مجتہد صاحب کا کہ مردے مہاجرین و انصار تو اس میں داخل رکھے اگر وہ والسابقون کے معنی یہی کہتے ہیں کہ حضرت آدم مراد ہیں کہ انہوں نے سب سے پہلے جنت سے ہجرت کی تھی یا حضرت موسیٰ مراد ہیں جنہوں نے مدین کو ہجرت کی تھی تو ہم کیا کرتے یا فرمادیتے کہ مرادِ والسابقون سے جبرئیل و میکائیل ہیں جو سب سے پہلے پیدا ہوئے ہیں تو ہمارا کیا پس چلتا ہر حال سبب معنی ہی بنانا پڑے اور نظم قرآنی کا کچھ لحاظ نہ رہا تو پھر بیسرو و پاپات کہہ دینے والے سے کیا زور چل سکتا ہے جو کچھ وہ رعایت کرے وہی احسان ہے۔

کوئی یہ خیال نہ کرے کہ قبلہ و کعبہ نے یہ بے دلیل دعویٰ کیا ہے اس لئے کہ بے دلیل بات کہنا جاہلوں کا کام ہے اور یہ حصہ شاہ صاحب کا ہے حضرت کوئی بات

دوسری دلیل یہ کہ انصار و مہاجرین کا اللہ تعالیٰ کی رضا مندی و امداد حاصل کرنے کا سبب ہجرت کرنا نہیں ہے بلکہ نظر تعمق بتاتی ہے کہ ان لوگوں کا اللہ سے ماضی ہونا اور اس کے احکام و نواہی کی تعمیل کرنا ان کی ہجرت کا سبب ہے اور اس دوسرے قرینہ سے بھی یہ ثابت ہے کہ سابقون سے مراد ہے کہ انہوں نے مرنے میں پیش قدمی اور سبقت کی تھی عبارتِ ذوالفقار صفحہ ۵۹ سطر ۳۔

بے دلیل برہان کے زبان پر نہیں لانے چنانچہ اس دعوے کی دلیل میں فرماتے ہیں (اور میں تمہیں
 دیکھتا ہوں کہ مراد از سابقین سابقین الی الموت اندر چہ موت اہل جنت و مشاہدہ درجات
 و اذلیہ تمام اور رضای انہا از حق تعالیٰ است کہ واسا بقون کی لفظ سے وہ لوگ جو موت کی
 طرف سبقت کر گئے مراد لینے کا یہ دو کسر قرینہ ہے اس لئے کہ جنت میں پہنچ جانا اور اپنے مراتب
 اور درجات کا دیکھنا اور آرام سے بہشت میں چین کرنا ان سب باتوں کو بڑا دخل ہے کہ وہ لوگ
 خدا سے ماضی ہوئے فقط پیشک درست ہے جو لوگ زندہ ہیں وہ سبب اس کے کہ نہ معام خدا
 جنت دے گا یا نہیں اور اگر دینے کا یقین بھی ہو تو بسبب دنیاوی تکالیف کے وہ خدا سے
 پورے پورے راضی نہیں ہو سکتے۔ جب مر گئے اور خدا بنے ان کو بہشت نصیب کر دی اور
 آزادی سے بہتوں کے لطف اٹھانے لگے تو وہ بخوبی خدا سے راضی ہو جا دیں گے اور نصرت
 اور ہجرت کا سبب اور پر آپ کا کھ ہی چکے ہیں کہ یہ ہے کہ وہ خدا سے راضی تھے تو اب کیا شک
 رہا کہ مراد واسا بقون سے وہی لوگ ہیں جو اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے مر چکے تھے بے
 شک جیسا دعویٰ تھا اس سے بہت بڑھ کر دلیل ہے مجتہدون اور مقدس لوگوں کے ایسے ہی
 دعوے اور ایسی ہی دلیلیں ہوتی ہیں نہ ہی نصیب اس فرقے کے جس کے ایسے عاقل اور ذکی
 اور ذہین مجتہد ہوں جو کہ جناب قبلہ و کعبہ نے اپنی کتاب کو نہایت ہی مدلل اور مبہین لکھا
 ہے اس لئے صرف ایک دو دلیل ہی اپنے دعوے پر نہیں بیان فرمائیں بلکہ ہر ایک دعوے
 کو اپنے دلیلوں سے ثابت کیا ہے کہ کسی سنی کو جرأت اس کے رد کرنے کی نہیں ہے چنانچہ اس
 آیت کی نسبت جو تیسرا جواب دیا ہے اُسے بھی میں لکھتا ہوں حضرت فرماتے ہیں کہ (مثلاً
 این کہ غایت مافی الباب آنکہ از آبی علت بودن ہجرت و نصرت در باب رضای حق تعالیٰ از

سنہ ۱۱۱۱ ہجری میں مراد ہے کہ انہوں نے مرنے میں پیش قدمی کی جنت میں پہنچنا اور اپنے درجات دیکھنا ان امور
 کو اس میں بڑا دخل ہے کہ یہ لوگ اللہ سے خوش ہوئے سبب ہجرت و نصرت و طہرہ مطہرہ مجمع البہرین لکھیانہ .

صفحہ ۱۱۱۱ سطر ۱۱۱۱

کہ سرم خلاصہ یہ کہ اس آیت سے ان کی ہجرت و اعداد کی علت و دلیل اللہ سے خوش ہونا اور ان سے اللہ کی رضامندی
 ہو سکتی ہے اور یہ علت و سبب عام ہے کہ تمام ہو یا ناقص . اور سبب و علت ناقص کا اسہ سال کلام الہی و احادیث
 نبوی میں عمومی طور پر پایا جاتا ہے اور اگر تم ہے انتہا کند ذہن ہونے کے باوجود ذرا سا مامل و غور کرو اور قرآن کریم کو
 اول سے آخر تک بغور پڑھو جزا و سزا کی آیات پر غور کرو۔ تو ہماری بات کی صداقت واضح ہو جائے

آنها و رضای آنها از و تعالی شانہ می تولد شد و علت اعم است از سبب نامہ باشد یا ناقصہ و استعمال
 علت ناقصہ در کلام حق تعالی و احادیث نبوی شیاع تمام دارد و اگر بسبب عبادت ذہن
 کہ داری در نیاب تامل داشته باشی پس قرآن مجید را از اول جیز بنظر بصیرت تلاوت کن در
 آیات و عدہ و وعید تامل نما تا صدق این مقال واضح گردد (۱) اس سے پائیا گیا کہ گویا اللہ جل
 شانہ ان کی ہجرت و نصرت سے تو راضی ہوا مگر یہ علت ناقص ہے اس لئے ان کے سب کاموں
 سے راضی ہونا ثابت نہ ہوا افسوس ہے کہ مجتہد صاحب ذرا نظر قرآنی کو ملاحظہ نہیں فرماتے
 اور ترجمہ لفظی کو بھی نہیں دیکھتے اور تحریف معنوی خدا کے کلام میں کرتے ہیں بار خدا یا تیرا
 کلام چیتان ہے یا یہ آیت پہلی ہے یا کوئی معنی ہے جس کے لئے ایسے بار یک بار یک خیالات
 کو حضرت قبلہ و کعبہ کام فرماتے ہیں چار لفظ اس آیت کے ہیں ذرا اس کا ترجمہ کریں اور سمجھ
 لیں اسے مومنین ذرا سنو کہ اس آیت کا ترجمہ لفظی بھی ہے جو میں بیان کرتا ہوں یا اور کچھ اول
 الفاظ آیت کے سنو کہ یہ نہیں ہے۔ سابقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوہم
 باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ واعد لہم جنات تجري تحتها الانهار خالدين فیہا
 ابد اذ ان لا یغور العظیم :- اور اب ترجمہ اس کا سنو کہ یہ ہے۔ ترجمہ اور
 آگے بڑھ جانے والے پہلے ہجرت کرنے والوں سے اور وہ لوگ کہ پیروی کرتے ہیں ان
 کی ساتھ نیکی کے راضی ہوا اللہ ان سے اور راضی ہوئے وہ اس سے اور تیار کریں واسطے
 ان کے بہشتیں چلتی ہیں نیچے ان کے نہریں رہنے والے بیچ اس کے ہمیشہ یہ ہے مراد پانابڑ
 اب نیال کرو کہ جو علتیں تامہ اور ناقصہ مجتہد صاحب ان صاف لفظوں میں پیدا
 کرتے ہیں یہ تحریف ہے یا نہیں اور اگر ایسی ہی علتوں کو خدا کے کلام میں دخل دیا جاوے تو
 سارا قرآن باز سچہ لفظوں ہو جاوے اور کسی آیت اور کسی حکم پر عمل کرنا جائز اور تصدیق کرنا
 ممکن نہ ہو۔ اللہ جل شانہ تو صاف صاف فرماتا ہے رضی اللہ عنہم ورضو عنہ کہ میں ان سے
 وہ مجھ سے راضی حضرت فرماتے ہیں کہ یہی علت رضامندی کی ناقص ہے وہ سب باتوں

شہ عبارت ذوالفقار مضمومہ مطبع مجمع البحرین لرحیانہ صفحہ ۵۹ سطر ۶-۱۲

کہ پان ۱۱ سورہ توبہ رکوع ۱۳- مریدان جو لوگ قدیم ہیں پہلے وطن چھوڑنے والے اور مرد کرنے والے اور
 جوان کے پیچھے آئے نیکی سے اللہ راضی ان سے اور وہ راضی اس سے اور رکھے ہیں واسطے ان کے بانٹا نیچے بہتی
 نہریں رہا کر رہا رہا ہمیشہ یہی ہے چھی مراد لفظی ۱۲ موضع۔

سے راضی نہیں ہے بلکہ صرف ہجرت اور نصرت۔ کہ سب سے راضی ہے اور گو حضرت نے سنا نہیں فرمایا مگر مطلب یہی ہے کہ غضب خلافت اور عداوت اہل بیت کے سبب سے ناراض ہے اس لئے اسے میرے بند اور اس رضا مندی کو تمام یعنی پوری نہ سمجھنا اور اس سے مہاجرین و انصار کو اچھا نہ جاننا افسوس ہے کہ قبلہ و کعبہ نے یہ نافرمانی کیا کہ قرآن میں یہ بھی تھا کہ اگر کسی کو شک ہو اور میری آیتوں سے یہ مطلب کوئی نہ سمجھے تو مجتہد سے پوچھ لینا کہ وہ علت تامہ اور ناقصہ کا بیان کر کے اچھی طرح سمجھا دیں گے اور یہ جو مجتہد صاحب نے فرمایا کہ والسابقون سے مراد ضرور مردے ہیں اس لئے کہ خدا ان کے حال سے خبر دیتا ہے کہ وہ خدا سے راضی ہوئے اور یہ امر معلوم ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو یہ مناسب تھا کہ خدا فرماتا رہنمون یعنی بصیغہ مضارع کے کہ وہ راضی ہوں گے خدا سے چنانچہ الفاظ حضرت کے یہ ہیں کہ اگر یہ کہ جناب حق سبحانہ و تعالیٰ از حال ایشاں خبر می دہد کہ ایشاں از خدا سی خود راضی شدند و معلوم سنت کہ اگر این بازندہ می بودند مناسب این بود کہ حق تعالیٰ بصیغہ مضارع کہ رضون باشند این مطلب را دانمایند نہ بصیغہ ماضی

پس اول تو یہ فرمانا حضرت کا کہ (معلوم سنت کہ اگر این بازندہ می بودند) ہم کہ معلوم نہیں یہ جناب ہی کو معلوم ہو گا اور دنیا میں بندوں کا خدا سے راضی ہونا آپ ہی کے نزدیک بعید از قیاس ہو گا ورنہ ہم کو یہ معلوم کیا بلکہ یقین ہے کہ جتنے خاص بندے اللہ جل شانہ کے ہیں وہ اس سے دنیا میں بھی راضی ہیں اور کیسے ہی کچھ درد اور دکھ پادیں وہ راضی رہتے ہیں تو زندگی کی نسبت رضوانہ کا مضمون آپ کو باعث تعجب ہو گا کیونکہ آپ حالت زندگی میں خدا سے راضی نہیں رہے ورنہ ہم تو اسے یقینی جانتے ہیں۔

دوسرے یہ سب علتیں تامہ اور ناقصہ اور بصیغہ ماضی مضارع کے احتمالات اور استدلال صرف بیچارے مہاجرین اور انصار ہی کی نسبت ہیں یا کہ اہل بیت علیہم السلام کی نسبت بھی پس جو تشریحیں آپ صحابہ کی نسبت کرتے ہیں اور جس طرح آیات قرآنی میں آپ مہاجرین و انصار کی فضیلت باطل کرنے کے لئے تخریفات اور احتمالات کرتے ہیں

اس لئے کہ اللہ ان کے حالات کی اطلاع دہدا ہے کہ وہ اپنے خدا سے راضی ہونے اور راضی ہے کہ اگر یہ لوگ زندہ رہتے تو ضرور ہی تھا کہ اللہ ماضی کے صیغہ کے بجائے مضارع کا بیذلتا یعنی راضی ہوں گے اور اس سے مطلب واضح ہو جاتا ہے کہ عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ سنہ ۱۲۸۶ صفحہ ۵ سطر ۱۶-۱۲ منہ

اگر خوارج و نو اصحاب اہل بیت علیہم السلام کی نسبت کہہ میں تو آپ کیا جواب دیں گے جو آپ ان کو جواب دیں وہی ہماری طرف سے تصور فرمادیں۔

تیسرے مجتہدین اس بار نے احتمالات کہہ کے ان آیتوں کے معنی بدلنے میں ایک بڑی خطا کی اور بوجہ اس کے کہ اس کتاب کے لکھنے میں بہت عجلت کا تقویٰ ایک ہیبت بڑی بات بھول گئے کہ اساتذہ الاولون میں جناب امیر علیہ السلام بھی داخل ہیں اور ان کی فضیلت پر بھی یہی آیتیں سند لائی جاتی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ وہ سب سے اول اور سابق ہیں اسلام میں اور ہجرت میں پس جب کہ اساتذہ الاولون سے مراد مردے لئے گئے اور کوئی زندہ اس میں داخل نہ رہا تو پھر جناب امیر بھی اس سے خارج ہو گئے بار نہ آیا تب شاید کہیں کہ زندوں میں صرف وہی اس آیت کے مستداق ہیں اور باقی سب مردے مراد ہیں اور اگر کوئی اس تخصیص کی وجہ پوچھے تو پھر وہی شیوہ اپنا اختیار کریں اور اپنی تشیع پر آجاویں یعنی گالیاں دینا شروع کریں اور معنی اور کو دن اور احمق فرما کر اس کی بات نہ سنیں جیسا کہ اس مقام پر علت نامہ و ناقصہ کے نہ سمجھنے پر شاہ صاحب کی نسبت فرماتے ہیں کہ اگر بسبب عبادت ذہن کہ فارسی، عربی و ہندیاب تامل و اشدہ ہاشمی پس قرآن مجید و از اول جز بنظر بصیرت تلاوت کن و در آیات و عدہ و عید تامل نما تا صدق اس مقال واضح گردد۔

چوتھے جناب قبلہ و کعبہ کا ماضی مضارع کے صیغوں سے بحث کرنا درحقیقت دائرہ تشیع کو تنگ کرنا ہے اس لئے کہ پھر بہت سی آیتیں فضیلت اہل بیت کی انہیں صیغوں کی بحث سے نکل جاویں گی اور ایسے اعتراض کرنے والوں کا جواب دینا مشکل ہو گا اس سے قواعد خود صرف کا نام ہی زبان پر نہ لائیے ورنہ اگر کوئی پوچھے بیٹھے کہ طیعون الطحا آیت بہرہ مکینا و قیاد اسیرا یعنی منذر کے ہیں اور اس پر کیلئے جاتے ہیں اس لئے کہ بعد دنا کرنے منذر کے اور بعد کھانے کھانیکے مکینوں اور قیاد اسیروں کو یہ آیات نشان میں جناب فاطمہ اور سنین علیہم السلام کے نازل ہوئیں تو کیا آپ جواب دیں گے اور اگر کہیں کہ نہ تو ہم اللہ شہداءک الیرم و تقیم نصر و زور و اد جزا ہم ہا صبر و حیرت و دریا۔

لے اگر اپنی کندہ ہونے کے باوجود ہمدردی سے غور و فکر کرتے تو مناسب تھا قرآن کریم کو انزل سے آخر تک بہ غور پڑھنا آیات جہاد و جہاد میں فکر کرنا کہ ہماری بات کی صداقت واضح ہو جائے خدا عبادت و وفات و فقر و بطور مطیع مبع البرین لودعیان اللہ صفر

۲۹ سطر ۱۰ منہ کہ پارہ ۲۹ سورہ دھر کو حارجہ کھلاتے ہیں کہ ان اس کی محبت پر متاج کو اور بن باپ کے لڑکے اور قیدی کو ہا مونی قرآن لکھ پارہ ۲۹ سورہ دھر کو حارجہ پھر بچا یا ان کو اللہ نے برائی سے اس دن کی اور جلائی ان کو تارک

بصیغہ ماضی کے ہیں اور معنی منسارح کے مراد لے جاتے ہیں تو آپ کیا فرمائیں گے۔ پس اگر فرض بھی کیا جاوے اور آپ کا قول تسلیم بھی کیا جاوے کہ مناسب اس میں ہو کہ حق تعالیٰ بصیغہ منسارح کہ یہ ضون باشد اس میں مطلب را ادا نماید بصیغہ ماضی، تو اس کا جواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ امر سے را کہ یقینی و قطعی است بصیغہ ماضی ادا نہیں کیا چنانچہ در فضائل اہل بیت امری را کہ بعد از قیام قیامت ظہور خواهد یافت بصیغہ ماضی ادا کر دہ حیث قال تبارک و تعالیٰ تو تمم اللہ شرذمک الیوم و لغنم نصرۃ و سرور الیوم چنانچہ رضاسی سابقین اذین از مہاجرین و انصار زیرا کہ در آخرت علوم مرتبہ خود را دیدہ و ماضی خواہند شد بصیغہ ماضی ادا کر دہ براسی اس حکم فرمودہ کہ رضوا عنہ، اور اگر آپ کو ماضی منسارح کے صیغوں میں شک ہو اور ایک سے دوسرے معنی مراد لینا آپ کے نزدیک خلاف فصاحت و بلاغت ہوں تو ذرا میزان الصرف اٹھا کر دیکھئے اور بدان اسعدک اللہ تعالیٰ کے معنی سوچئے کہ معنی اس کے نیک نجات کند ہیں یا نیک کر دہیں اور پھر غور کیجئے کہ صیغہ تو ماضی کا ہے اور معنی حال کے لئے جاتے ہیں تو اس کا دور کرنے کے لئے اس کا حاشیہ دیکھ لیجئے تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ کیوں، ماضی کے صیغے سے حال کے معنی لئے جاتے ہیں اور بعد اس کے اگر انصاف ہے تو تصور کا اقرار کیجئے در نیک روز تو اقرار کرنا ہی پڑے گا جس کا ذکر خدا نے بصیغہ ماضی کے کیا ہے حالانکہ ہنوز وہ روز نہیں آیا لکن قال سبحانہ تعالیٰ و قالوا لولا نسمع او نقل ما لکنانی اصحاب السعیرۃ ذاعتر فوا بذبہم فسحقا لاصحاب السعیرین حضرات شیعہ کے تعصب و عناد باکہ جہالت و نادانی کو دیکھنا چاہیے کہ صرف اصحاب نبوی کی عداوت سے آیات قرآن مجید کے ایسے معنی بناتے ہیں کہ حضرت علی بھی اس سے خارج ہوئے جاتے ہیں اور ان پر بھی اطلاق اس فضیلت کا نہیں ہو سکتا پس جبکہ شیعوں

بقیہ صفحہ ۳۲۷ اور خوش وقتی اور بدل دیا ان کو سپر کر دہ ٹھہرے ہے ان میں اور پوشاک و پیش ۱۲ مونس۔

لے مناسب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو ماضی کے صیغہ کے بجائے راضی ہوں گے منسارح کا صیغہ سے مطلب واضح کر دیا ہے۔ لکن عبارت ذوالفقار صفحہ ۱۰۱-۱۰۲ منہ۔

لکن جرات تعلق یقینی ہے اسے اللہ بصیغہ ماضی فرماتا ہے۔ جیسا کہ فضائل اہل بیت کو جو قیامت میں ظاہر ہو گئے انہیں بصیغہ ماضی ادا کرتے ہوئے حکم دیا ہے رضوا عنہ یعنی وہ لوگ اللہ سے راضی ہوئے

لکن پارہ ۲۹ سورہ ملک رکوع آخر جہاں اور سورہ آل عمران ہوتے سنتے یا بوجہتے نہ ہونے وندخ والوں میں سو قائل ہونے اپنے گناہ کے اہل دلت ہو وندخ والے ۱۲ مونس القرآن۔

نے اپنے ہی پہلے امام کو اس آیت کے مصداق سے خارج کر دیا تو اگر ہمارے ہمیں خلیفوں کو بھی نکال دیا تو جاہی شکایت نہیں ہے اس مقام پر یہ امر بھی لکھنا خالی فائدہ سے نہیں ہے کہ جناب شاد صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں فرمایا ہے کہ اگر مہاجرین و انصار کی نسبت ان آیتوں کے یہ معنی مراد لئے جاویں کہ رضامندی خدا کی ان کی ذات سے متعلق نہیں ہے بلکہ ان کی صفت ہجرت و نصرت سے اور کامل رضامندی موقوف ہے حسن خاتمہ پر تو آیہ موالات جس سے ثبوت خلافت حضرت علی کا کیا جاتا ہے ان میں بھی تو یہی جرح ہو سکتی ہے کہ کہا جاوے کہ (ولایت شما باین وصف متعلق است یعنی اقامت صلوة و ایتماء زکوٰۃ در حالت رکوع و بقا عین وصف مشروط است بہ حسن خاتمہ و کذا و کذا) بجواب اس کے مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ (۱) انچہ درین مقام در باب آیہ ولایت بہ ترانہ ثبوت ہودہ مترجم کہ دیدہ پس از تمیل قیاسی است مع الضاررتی چہ امثال چہ نہیں تعقیدات درواز کار و آیہ ولایت خلاف اجماع اہل اسلام است پس از معرض اعتبار ساقط باشد) سوای ان لفظوں کے حضرت نے اور کچھ نہیں لکھا اور انصاف اور گالی دے کر سکوت اختیار کیا اور یہ فرمانا کہ آیہ موالات میں ایسے احتمالات بعیدہ کرنا خلاف اجماع اہل اسلام ہے باعث صد ہزار حیرت ہے اس لئے کہ اگر اہل اسلام سے مراد صرف حضرات شیعہ ہیں تو یہ فرمانا مسلم لیکن اگر اور سب فرقے اسلام کے مزدوم ہیں تو ان کے اجماع کا دعویٰ محض غلط ہے ہا تو ابراہان کم ان کفتم صادقین۔ اے حضرات امامیہ خدا اپنے مجتہدین کی توجیہات اور احتمالات پر خیال کر دو کہ وہی احتمال مہاجرین و انصار کے حق میں تو جائزہ بلکہ واجب سمجھا جاوے اور وہی احتمال جناب امیر کے حق میں متمنع اور محال ہو اگر کہا جاوے کہ یہ مقتضای محبت و عداوت ہے تو ہم قبول کریں گے لیکن یہ بھی اس کے ساتھ عرض کریں گے کہ یہ مقتضای ایمان اور انصاف نہیں

سنے آپ کا، ولایت کی صفت یہ ہے کہ نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں حالت رکوع میں اور یہ وصف حسن خاتمہ کے ساتھ مشروط ہے و غیرہ وغیرہ۔

یہ بیان آیت ولایت کی تفصیل میں جن بے ہودگیوں کے گیت گائے ہیں یہ صرف قیاس مخالف ہے کیونکہ اس آیت کے درواز کار فیود دراصل آیت دلالت میں عائد کرنا اجماع اہل اسلام کے خلاف ہے اور اس لئے یہ تاویل اعتبار ہے ۱۰ پارہ ۲ سورہ نمل رکوع ۵ ترجمہ لا واپنی سند لکھتے ہیں ۱۲ موضح القرآن حدیث عبانہ و النصار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین درعیانہ ۱۳۰ صفحہ ۵۰ سطر ۱۰

اس جواب پر مجھے ایک حکایت بہرام گورد کی یاد آئی حکایت کہ اس نے ایک مرتبہ گورد کا
 شکار تیر سے کیا اتفاق سے تیر اس کے منہ پر ایسا لگا کہ منہ سی گیا ایک لونڈی سے بہرام گورد
 نے اپنی تعریف کی اس کی زبان سے نکل گیا کہ مشق اور تعلیم کے متعلق ہے بہرام گورد نے شفا
 ہو کر نکال دیا اس نے یہ مشق شروع کی کہ گائے کے بچے گورد میں لے کر ہر روز دو وقت بالاناخانہ
 پر پڑھ جاوے یہاں تک کہ جب وہ بچہ بڑا ہوا تب بھی بسبب مشق کے وہ بالاناخانہ لے جایا
 کرتی یہ خبر بادشاہ نے سنی وہ بھی گیا دیکھ کر کیا کہتا ہے کہ مشق و تعلیم سے متعلق ہے تب لونڈی
 نے دست بستہ ہو کر عرض کی کہ جہاں پناہ آپ جب گورد تیر سے شکار کریں تو وہ مشق سے
 تعلق نہ ہو اور جب میں اس سے بہت زیادہ حیرت انگیز کام کروں وہ مشق کے متعلق
 سمجھا جاوے یہ کون انصاف ہے کما قال قائل شعر

گفت شراند امتی ست عظیم
 گاد تسلیم گورد بے تسلیم

وہی حال ہے بعینہ مجتہد صاحب کا کہ ایسی صریح اور صاف آیت میں جیسی کہ
 والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار ہے احتمالات علت تمامہ اور ناقصہ کے کریں
 اور ان کے علما علت رضای الہی کو مخصوص فعل خاص کا کہیں اور جب کوئی آیہ سوالات
 سے معارضہ کرے جس میں صرف یہ ہے کہ یوتون الزکوٰۃ دہم بالکون کہ دیتے ہیں زکوٰۃ کو دران
 حالیکہ وہ رکوع میں ہوتے ہیں اور اس کے لفظوں سے کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ وہ لوگ
 کون ہیں صیغہ جمع کا ہے اور معنی واحد کے لئے جاتے ہیں اور زکوٰۃ کے معنی خیرات کے کہے
 جاتے ہیں اس لئے کہ یہ ظاہر ہے کہ حضرت علی اتنا مال نہ رکھتے تھے کہ زکوٰۃ ان پر واجب
 ہو اور پھر رکوع و سجود میں کسی دوسرے کی بات سننا گوردہ مسائل اور محتاج ہی ہو خلاف
 غلو ص نماز کے بھی ہے پس یاد توردان سب باتوں کے جب کوئی کہے کہ وہ احتمالاً
 جو مهاجرین و انصار کی فضیلت کے آیات میں آپ کرتے ہیں وہ اس آیت میں ہو سکتے ہیں
 بلکہ اس سے بھی بہت کچھ زیادہ تب فرمادیں کہ یہ بیوردہ تمہا ہے اور خلاف اجماع ہے
 حقیقت یہ ہے کہ حسب انسان انصاف اور ایمان اور حیا کا پابند نہ رہے تب مختار ہے جو

۱۲ منہ میں دیکھو ۱۲ منہ

۶ پارہ ۶ سورہ مائدہ رکوع ۸ ترجمہ دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ تو ہے ۱۲ موضع القرآن

چاہے سو کہے ولنعم ما قبل اذالقیبت جلیباب الیاء نقل ماشکت فان من لایالیہ الا ایمان لہ
اب پوتھے معنی والسابقون کے نیچے جو مجتہد صاحب بیان فرماتے ہیں حضرت
ذوالفقار میں لکھتے ہیں کہ اذوالقیبت بعضی از علماء دلالت می کند کہ مراد از سبقت فی الہجرت
مہاجر بنی ہاشم است از مکہ یعنی بعضی علماء کا قول ہے کہ مراد سبقت ہجرت سے بنی ہاشم
کی ہجرت ہے جو انہوں نے مکہ میں کی تھی لوگ حیران ہوں گے کہ کتے سے کتے میں کون سی
ہجرت ہے اس لئے میں اس کی تصریح کرتا ہوں کہ جب کفار نے حضرت کو بہت ستایا تب
شعب ابوطالب میں حضرت نے قیام فرمایا اور کئی برس تک وہاں رہے پس اس کا نام حضرت
نے ہجرت رکھا ہے یعنی ایک گھر سے دوسرے گھر میں جانا شاید یہ معنی اس کو پسند ہوئے ہوں
تاکہ اپنے اور اپنے شیعوں کی نسبت بھی ہجرت کا اطلاق کر سکیں اس لئے کہ حضرت یقیناً ایک
دن میں سو جگہ بدلتے ہوں گے اور جب کہ جگہ بدلنے ہی کے معنی ہجرت کے ہوئے تو پس
حضرت اور حضرت کے شیعوں دن بھر میں سو سو دفعہ ہجرت کے ثواب کے مستحق ہوں گے اور
بعض علماء سے جن کا قول حضرت نے بیان کیا ایک جناب قاضی نور اللہ شوشتری شہید ثالث
ہیں کہ وہ مصائب النواصب میں بجواب لواقص الردانقض لکھتے ہیں کہ رد فاطمہ صاحب
النواقص تبعاً لجمهور من ان ابا بکر و عمر کانما من المهاجرین السابقین الاولین انما ہو تحریریں
و رد بل السابقون الاولون ہم للذین ہاجر وا ہجرة الاولی وہی ہجرة رسول صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم فی حصارہ بکلمتین ہاجر قریش بن ہاشم مع رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم فی شعب عبدالمطلب
لہ جس وقت گرا دیا تو نے چادر جیا کو پہن کہہ کر گپہ چاہے تو پس وہ تحقیق شخص کہ نہیں ہے واسطے اس کے یا
نہیں ہے ایمان واسطے اس کے ۱۲ مولوی انہام اللہ سید

۱۲ بعض علماء کے اقوال سے ثابت ہے کہ سبقت سے مراد بنو ہاشم کا کہ سے ہجرت کرتا ہے

۱۳ عبادت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع العجمین لدھیانہ ۱۳۰۰ھ

۱۴ ترجمہ ہیں طعن کی صاحب لواقص نے باتباع جمهور اس بات سے کہ تحقیق ابو بکر اور عمر تھے مهاجرین سابقین
اولین سے جزا میں ہیست کہ وہ حرص دلانا اور کہہ ہے بلکہ سابقین اولین وہ لوگ ہیں کہ ہجرت کی انہوں نے ہجرت پہلی
اور وہ ہجرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے حصار مکہ میں جبکہ ہجرت کی قریشی بنی ہاشم نے ساتھ رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شعب عبدالمطلب میں جاریز اور امت اجماع کرنے والی ہے اس بات پر کہ ابو بکر
اور عمر نہیں تھے ساتھ ان کے اس جگہ میں ۱۲ مولوی انہام اللہ۔

اربع سنین ولامنہ مجمعة علی ان ایاجرہ و عمر لم یجزنا معہم اذ ذالک الموطن) یہ معنی ہجرت کے کہ مکے سے مکے ہی میں ہجرت کرنا ایسی بے معنی اور ناشی اصطلاح ہے کہ سننے کے لئے اس سے زیادہ کوئی لطیفہ نہ ملے گا میرے نزدیک مجتہد صاحب نے غلطی کی کہ مہاجرین و انصار سے آدمی مراد لٹے اور ناحق معنی بنانے کی تکلیف اٹھائی مناسب تھا کہ سابقین مہاجرین سے مراد حضرت جبرئیل کو لیتے کہ وہ سب سے اول سدرۃ المنتہی سے ہجرت کر کے مکے میں آئے اور انصار سابقین سے مراد حضرت عزرائیل لیتے جنہوں نے بڑے بڑے دشمنوں کو پیغمبر صاحب کی مدد کر کے ہلاک کیا اور ان کی روحیں قبض کیں پس حقیقت میں کامل اور صحیح ہجرت جبرئیل کی اور یکی اور پوری نصرت حضرت عزرائیل کی ہے اور حدائی جلثانہ کے کلام سے تصدیق بھی اس مضمون کی بخوبی ہوتی خصوصاً رضی اللہ عنہم در خصوصہ کا مضمون تو ان پر ایسا ٹھیک صادق آتا کہ کسی سنی جاہل کو کچھ جا سے اعتراض نہ رہتی اس لئے کہ سچی رضامندی خدا کی فرشتوں سے ہے اور فرشتوں کی خدا سے جن کی شان ہے کہ ذرہ برابر خلاف مرضی خدا ہی جلثانہ کے کچھ نہیں کرتے اور فرشتوں میں سب سے سابق اور اول حضرت جبرائیل اور میکائیل ہیں تو کیا باعتبار لفظوں کے اور کیا بلحاظ معنی کے یہ مضمون ایسا چسپاں ہوتا کہ فرشتے بھی داد دیتے۔

پانچویں معنی والسا بقون کے لٹا یا ہجرت بطرف حبشہ کہ ہر اتب پیشتر از ہجرت مدنیہ بود پس دریں سورت ابی بکر اشرف سبقت ہجرت صوری ہم نخواہد بود مجتہد صاحب نے تو فقط اس دعوے ہی پر قناعت فرمائی اور اتنا کہہ کر سکوت کیا لیکن صاحب تقلیب الکلید نے جو اب کید نو دو حکم کے اس دعوے کو اپنے نزدیک مدلل بھی کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اصحاب ثلاثہ از مہاجرین اولین بود چنانچہ در صحیح بخاری مذکور است عن ابی موسیٰ قال بلغنا مخرج النبی و نحن بالہین فخرجنا مہاجرین الیہ الخ مولف موصوف نے ایک بہت بڑی حدیث نقل کرنے سے یہ فائدہ تصور کیا ہو گا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ خود اہل سنت کی صحیح بخاری لٹا یا ہجرت کی جانب ہجرت کو مراد ہے جو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے کئی مرتبہ کی گئی اور اس صورت میں بھی ابو بکر کو سورتا ہجرت میں سبقت کرنے کی بزرگی حاصل نہیں لٹا عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبعہ المبعوثین مدینہ صفر ۱۲۷۱ھ ص ۱۲۷۱ھ اصحاب ثلاثہ پہلے ہجرت کرنے والے نہ تھے۔ چنانکہ بخاری میں ہے۔

سے ثابت ہوتا ہے کہ خلفائے ثلاثہ مہاجرین اولین سے نہ تھے لیکن یہ مفض خلی حضرت کی ہے اس حدیث سے جس قدر ثابت ہو سکتا ہے وہ یہی ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسے اصحاب سفینہ تمہارے لئے دو ہجرتیں ہیں اور یہ حضرت کے نہیں فرمایا کہ تمہیں والسا بقون الاولون میں ہو اور اس سے کوئی سنی انکار نہیں کرتا کہ جن لوگوں نے حبشہ کو ہجرت کی وہ مہاجر نہیں اور ان کے درجات اور مراتب میں کچھ جاسی سخن ہے بلکہ وہ زمانہ تو پیغمبر صاحب کا تھا اس وقت کافروں کے خوف سے کسی ملک کو پہلا جانا کیونکر ہجرت میں داخل نہ ہوگا جب کہ قیامت تک ہجرت کا حکم اور ثواب باقی ہے اگر کلام ہے تو اس میں ہے کہ یہ آیت جس کا ذکر ہے یعنی والسا بقون الاولون من المہاجرین والانصار اس سے کون ہجرت کرنے والے مراد ہیں آیا وہ جو کہ حبشہ کو ہجرت کر کے گئے یا وہ جو کہ مکے سے مدینے کو آئے پس اس بڑی لمبی چوڑی حدیث میں اگر ایک لفظ بھی ایسا ہو کہ مراد والسا بقون الاولون سے مہاجرین حبشہ ہیں تو بے شک ہم تسلیم کریں علاوہ یوں ہم حضرات شیعہ سے کہتے ہیں کہ جس طرح پر حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم حبشہ کو ہجرت کر کے نہیں گئے اسی طرح پر جناب امیر بھی حبشہ کو نہیں گئے ہیں جس دلیل سے اور جس وجہ سے خلفائے ثلاثہ مہاجرین اولین سے خارج کئے جاتے ہیں وہی وجہ حضرت امیر کی نسبت بھی ہے پس کیا وہ بھی خارج کر دیئے جاویں گے اور ان کی نسبت بھی مہاجرین اولین کی فضیلت کا اطلاق ذکر دگے نعوذ باللہ منہا میں جس طرح پر حضرت مجتہد صاحب نے فرمایا کہ مراد از ہجرت بطرنا حبشہ کہ براتب پیشتر از ہجرت مدینہ بودہ پس دریں صورت ابی بکر اشرف سبقت ہجرت صورتی ہم نخواہد بود کوئی تہارجی ایسی تقریر کو جناب امیر علیہ السلام کی نسبت معارف میں پیش کرے تو معلوم نہیں کہ اس وقت کے لئے کیا جواب مجتہد صاحب نے سوچا ہے جو کہ ہم سارے تار پرورد کو مجتہد صاحب کے درہم برہم کر چکے اس لئے اب اس آیت کے اصلی معنی لکھتے ہیں جو کہ مفسرین شیعہ نے اپنی تفسیروں میں بیان کئے ہیں تاکہ اس سے معلوم ہو جاوے کہ یہ تقریریں جو مجتہدان شیعہ نے کی ہیں نعوذ باللہ منہا میں یا کچھ اصلیت رکھتی ہیں علامہ طلوسی مجمع البیان میں لکھتے ہیں کہ لما تقدم ذکر المناقبين والكفار عقبه سبحانه ذكر السابقتين من ہجرت سے مراد حبشہ کی جانب روانگی ہے جو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے کئی مرتبہ قبل درگاہ پذیر ہوئی۔ اور اس میں بھی ابو بکر مہاجرین میں سبقت حاصل نہیں ہوئی۔ - بعد ذکر مناقبتین و کنا ما شہ بہا نہ نہ کہہ کیا ساتیہ فی ایمان کا، - رشاد قرآنیہ اور اولیٰ صفیہ سبقت کرنے والے طرف اور ملاحتوں کے اور نہیں مدح فرمائی ان کی اللہ نے مگر اس واسطے

الی الایمان تعلق والسا بقون الاولون اسے السابقون الی الایمان والی الطاعات وانما هم
 بالسبق الان السابق الی الشیء یشو وغیرہ فیکیون تمبوعا وغیرہ تابع له فهو امام فیہ وداع فیہ الی
 الخیر سبقت الیہ وكذلك من سبق الی شمر کیون اسو حالاً ہیذہ العلة من المهاجرین الذین ہاجرُوا
 من کثانی المدینة والی الحبشة والانصار امی ومن الانصار الذین سبقوا نظر انہم من اہل المدینة
 الی الاسلام ومن قرأ الانصار بالرفع لم یجعلوا من السابقین وجعل السابق لملہما ہجرین خاصتہ ،
 والذین اتبعوہم باحسان امی افعال الخیر الدخول فی الاسلام بعدہم وسلوک مناہجہم ویدخل فی
 ذالک من کسب بعدہم الی یوم القیمة رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ انہم سبوا نہ انہ رضی عنہم ورضوا عن اللہ
 کما لہما اجزل لہم من الثواب علی طاعتہم وایمانہم بہ وبقیہم واعدلہم جنات تجری تحتہا الانہار
 خالد بن قہبا۔

بقیہ عالمیہ ۱۳۱۲ء کہ جو سبقت کرنا وہاں طرف کسی شے کے اس کی تابعداری کرتے ہیں اور لوگ ہیں وہ پیشوا ہوتا ہے اور مدبری
 ہر دور نکالنے والے اس کے ہیں (۱۱۱) ہے اس کام میں اور لائیو اس کام میں نیکی کی طرف اور ایسا ہی جو شخص ابتدا کرتا ہے
 برے کام کی بد حال ہوتا ہے وہ شخص اس واسطے کہ وہ اوروں کا خواب کرنے والا ہے ہنسنا ہجرین مهاجرین وہ لوگ ہیں جنہوں
 نے ہجرت کی کہ سے طرف مدینہ اور حبشہ کے والانصار یعنی انصار سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے سبقت کی اپنے برابر دونوں اہل
 مدینہ سے اسلام کی طرف جس شخص نے الانصار کو پیش پڑھا اس نے انصار کو سابقین سے نہیں کہا اور اہلیت سابقیہ
 کو مهاجرین کے واسطے خاص کر دیا والدیہ اتبعوہم باحسان یعنی وہ لوگ جنہوں نے تابعداری کی مهاجرین وانصار کی نیکی
 کام میں اور اسلام لانے میں اور چلے ان کی راہوں پر اور داخل ہے اس حکم میں جو شخص ایسا قیامت تک ان کے بعد ہر گاہ
 رضی اللہ عنہم ورضوا عنہم خیر وہی اللہ سبحانہ نے بے شک اثر بہت ماضی ہوا ان سے اور وہ ماضی ہوئے اللہ سے ماضی ہونا
 اللہ کا سبب لہذا عزوں اور ایمان اور یقین ان کے ساتھ اللہ کے اور ماضی ہونا ان کا اس سبب سے کہ بڑا رکھا گیا واسطے ان
 کے ثواب واعدلہم جنات تجری تحتہا الانہار خالد بن قہبا یعنی مقرر کی گئی واسطے ان کے جنت کہ سببی ہیں اور نیچے اسکے
 نہرین ہمیشہ رہنے والے ہیں اس کے پڑی جیہگی ودام پیر فرمایا اللہ سبحانہ نے ذلک الفوز العظیم یعنی یہ اتنی بڑی فوج
 ہے کہ چھوٹی معلوم ہوتی ہیں پہنچیں اس کی کل نہیں۔

لہذا بر السابقین کے اور بہتری پہن لوگوں کے اوروں سے اس سبب سے کہ لائی ہوتی ان کو بڑی دین
 کی مدد کرنے میں منہل ان کے مفارقت تہیلوں کی اور عزیزوں کی اور چھوڑنا ان باتوں کا جسے وہ دوست رکھتے تھے وہاں
 دین سے اس سبب ایذا ساقی کفار کے اور وہ اسلام کی آمد تھی ان کی اور کثرت دشمنوں کی اور پہلے لانا ایمان کا اور جو کافرین
 ایمان کے ہے یا مولوی انعام اللہ رحمتہ اللہ علیہ۔

ایہا یقیناً بتقار اللہ تعالیٰ ذاکم الفوز العظیم ای الفلاح العظیم الذی یبصر من جنبہ کل نعیم و فی
 عنہ الآیۃ دلالت علی فضل السابقین و مزیتہم علی غیرہم لما لحقہم من انواع المشقۃ فی نصرة الذین
 فسہا مقارنۃ الشعائر والاقرین و منہا بانیۃ المألوف من الدین و منہا نصرة الاسلام و قلمۃ العلو
 کثرة العلو و منہا السابق الی اللہ ان والدار الیہ) علاوہ اس کے دوسری تفسیریں بھی کہ صاحب
 خلاصۃ المنہج لکھتا ہے۔ (السابقون الاولون یعنی پیشی گذریدگان پیشینیاں ای آنها کہ سبقت
 گرفتہ پر عامہ دو تان در ایمان من المهاجرین از مهاجرین سے آنا کہ از مکہ ہجرت کرند و ہمہ
 آمدند الی ان سیر سے جو معنی مهاجرین کے معلوم ہوئے اور جو فضائل ان کے ثابت ہوئے
 اس کے لئے اس کا ترجمہ ہی کافی ہے زیادہ لکھنا کچھ ضرور نہیں اگر اس پر بھی سیری نہ ہوئے
 تو میں دوسری آیت کی تفسیر سنا ہوں جس میں ہجرت کا ذکر ہے یعنی اللہ جل شانہ فرماتا ہے
 کہ الذین آمنوا و ہاجرنا جادہ فی سبیل اللہ ہجروا کے اخیر میں مفسر طوسی مجمع البیان میں لکھتے
 ہیں کہ (الہاجر من دیار ہم و اوطانہم یعنی من مکة الی المدینة) پس ان سب تفسیروں کو طاق
 لسیان پر رکھ دینا اور ان ساری فضیلتوں کو جسے خود علما امامیہ نے ان آیتوں کی تفسیر
 میں بیان کیا ہے نہ دیکھنا اور سابقوں کی لفظ سے سبقت الی الموت مراد لینا اور ہجرت
 کے معنی شعب ابی طالب میں نقل مکان کرنا کہنا نتیجہ تقدس اور تکرہ اجتہاد ہے و گراہج۔

تیسرا جواب شیعوں کا آیات فضیلت صحابہ سے

بعض دانشمندیں نے یہ جواب دیا ہے کہ جو ذکر رضا مندی کا اللہ جل شانہ نے
 مهاجرین و انصار کی نسبت قرآن مجید میں کیا ہے اُس سے سب مهاجرین و انصار مراد نہیں
 ہیں بلکہ خاص خاص گونا گوں ہیں کچھ تخصیص نہیں کی چنانچہ قاضی نور اللہ شوشتری اپنی کتاب
 میں فرماتے ہیں کہ اہل ہم یقولون اذ شہدۃ تعالیٰ لہم بالرضاء و من اتبعہم باحسان یکون ان
 لہ قولہ یقولون انہ مراد اس فقرہ سے ہمیشگی اور دوام ہوتا ہے اور اس مقام میں واسطے تاکید کے ہے ۱۱ مولوی انہام اللہ
 لہ سابقون الاولون یعنی جن مهاجرین نے عام مسلمانوں کی بنسبت ایمان لانے میں سبقت کی اس کا مطلب یہ ہے کہ
 سے مدینہ آنے میں سبقت کی تھ پارہ ۱۰ سورۃ انفال رکوع ۱۰ ترجمہ اور جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑے اور لڑے
 اللہ کی راہ میں ۱۲ موضع لکھ ہجرت کی ان لوگوں نے اپنے ملکوں اور وطنوں سے یعنی مکہ سے مدینہ کو ۱۳ مولوی انہام اللہ
 لہ بلکہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ شہادت اس اللہ تعالیٰ کی واسطے ان کی رضا کے اور واسطے اس شخص کے کہ انہوں کی

کیونکہ خصوصاً من قول اللہ تعالیٰ وان کان یخرج الکلام للعموم وینذانی کتاب اللہ موجود من خطاب المخصوص و هو عموم و من خطاب العموم و هو مخصوص لمن استقام منهم دون من لم یستقم والنظر بدلتنا علی ان اللہ عز و جل انما رضی عن استقام فی طاعة وان النجاة وعدا لمن سارع الی مرضیة و تجنب عن معاصیه و من خرب عن نذره الحلال کان محالاً ان یتحقق الرضا من اللہ تعالیٰ فما لهم ایضاً فی نذره الحلال حجتاً قاضی صاحب مؤلف نواقض الروافضی سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ جو تم نے کہا کہ شیعوں کا تو اقوال ہے نہ یہ بشارتیں صحابہ کے لیے مثل غضب ہونے تکلیف کے ہیں، سو یہ تمہارا فرقہ ہے شیعوں کا یہ قول نہیں ہے بلکہ صحابہ کی فضیلت کی آیتوں سے شیعہ یہ جواب دیتے ہیں کہ خدا کا اپنی رضا پر بہ نسبت ان کے شہادت دینا گوئی بظاہر کلام الہی میں عام واقع ہو سکتا ہے مگر مراد اس سے خاص خاص لوگ ہیں اور قرآن مجید میں ایسا بہت جگہ واقع ہے کہ کلام عام ہے اور مراد اُس سے خاص ہیں یا کلام خاص ہے اور مراد اس سے عام ہیں اور غور کرنے سے یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ خدا نہیں راضی ہوا مگر اُس سے جو کہ اس کی طاعت میں ثابت قدم ہوا اور جنت میں تیار کی گئی مگر اس کے لئے جو کہ اُس کی مرضی پر چلا اور اُس کے گناہوں سے بچا اور جو اس سے بدلہ نہ بہت قدم نہیں رہا اور اس سے نکل گیا مراد ہے کہ وہ خدا کی رضا کا مستحق ہو پس سنیوں کے پاس حجت کیا ہے فقط اس تقریر کے اخیر پر انہی صاحب فرماتے ہیں کہ الحمد للہ یعنی ہم نے خوب مدلل تقریر کی اور سنیوں کے قول کو خوب رد کیا مگر حقیقت میں یہ قول بھی کسرا ب بقبیعة یحسب اللعنان ما معنی دھوکہ ہے، چنانچہ اس کی مدلی میں چند وجوہ سے ثابت کرتا ہوں۔ اولاً وہ قاضی صاحب نے اس امر سے انکار کیا کہ شیعوں کا یہ قول نہیں ہے کہ بعد غضب خلافت کے مہاجرین و انصار اس فضیلت سے مستثنیٰ ہو گئے لیکن

(بقیہ سابقہ) اُس نے ان کی احسان میں ممکن ہے یہ کہ جو خصوصاً قول اللہ تعالیٰ سے اگرچہ ہاتھ کیا گیا ہے کلام واسطے عموم ہے اور یہ کتاب اللہ میں موجود ہے خطاب خصوصاً سے اور وہ عام ہے اور خطاب عموم سے اور وہ خاص ہے بتلاقی ہے ہم کو یہ بتا کر واسطے اس شخص کے کہ مستقیم ہوا اُن سے سوا اس شخص کے کہ نہ استقامت کی اور دلیل اللہ عز و جل جزیسیت کہ راضی ہوا اس شخص سے کہ مستقیم ہوا بیچ اطاعت اس اللہ تعالیٰ کے اور تحقیق وعدہ کیا ہے اس اللہ تعالیٰ نے جنت کلا واسطے اس شخص کے کہ بلدی کی اُس نے طرف خوشی اس اللہ کے اور بچا اس کے گناہوں سے اور جو شخص غارچ ہوا اس حال سے حال ہے یہ کہ مستقیم ہو رہا اکا اللہ تعالیٰ سے پس کیا چیز ہے واسطے اُن کے اس حال میں حجت ۱۲ مولوی انبیا اللہ صلوٰۃ

بعد اس کے وہ تقریب کی جس سے ثابت ہوا کہ حضرت بھی جی کہتے ہیں اس لئے کہ خدای جل شانہ
 تو رضامندی اپنی بیان کرتا ہے۔ ہجرت اور نصرت اور بیعت رضوان سے اور یہ سب امور
 واقع ہو چکے تھے اور بعد وقوع ان کے یہ آیتیں انہیں افعال کی مقبولیت میں نازل ہوئیں
 تو اب دو باتیں ثابت کرنی چاہئیں یا یہ کہ خلفای ثلاثہ اور دیگر مہاجرین و انصار نے یہ کام نہیں
 کئے نہ انہوں نے ہجرت کی نہ انہوں نے نصرت اور بیعت کی تاکہ وہ لوگ اس رضائے مستثنیٰ
 ہو جاویں یا یہ ثابت کیجئے کہ بعد اس فعل کے ان سے ایسے افعال ہوئے جن کے سبب سے وہ
 مستحق اس رضامندی کے نہ رہے اور وہ فعل سولے غضب خلافت اور عداوت اہل بیت کے
 دوسرا کوئی نہیں ہے تو اس سے وہی بات ثابت ہوتی جس کا انکار کیا تھا لیکن بغیر ان دو امور
 سے کسی ایک امر کے اقرار کرنے کے یہ بات کہ مہاجرین کی ہجرت کو بھی قبول کرنا انصار کی نصرت
 کا بھی اقرار کرنا اور بیعت رضوان کی شرکت کو صحیح ماننا اور ان آیتوں کو انہیں کاموں کے
 سلسلہ میں نازل سمجھنا اور پھر مہاجرین و انصار کو اس کموم سے خارج کرنا نہ عقلاً درست ہے۔
 نہ نقلاً۔ عقلاً اس لئے کہ جب خدای جل شانہ ہے کہ رضی اللہ عنہم و رضو عنہ کہ میں مہاجرین
 و انصار سے راضی ہوا اور وہ مجھ سے راضی ہوئے اور اگر کوئی شک کرے کہ ہجرت و نصرت
 کے لئے ایمان شرط ہے اور مہاجرین و انصار ایمان نہ رکھتے تھے ان کے گمان و وہم کے باطل
 ہونے پر خدا دوسری آیت میں فرماتا ہے کہ والذین آمنوا و باجروا وانی سبیل اللہ والذین
 ادوا و نصروا اولئک ہم المؤمنون حقا کہ جن لوگوں نے خدا و رسول کی تصدیق کی اور جو
 اپنے گھر تک چھوڑ کر مدینہ میں ہجرت کر آئے اور جنہوں نے اعلا دین خدا کے لئے جہاد کیا اور
 جنہوں نے ان لوگوں کو اپنے یہاں پناہ دی اور پیغمبر خدا کی مدد کی وہی لوگ سچے ایمان والے
 ہیں پس ایسی ساری آیتوں سے مہاجرین و انصار کو خارج کرنا نصوص قطعیه سے انکار کرنا
 ہے اسلئے کہ اس آیت میں خدائے تبارک و تعالیٰ یہ نہیں بیان کرتا ہے کہ جو لوگ ایمان
 لا دیں گے اور نیک کام کریں گے ان کو میں جنت دوں گا کہ یہاں بقایا حکم اور خصوصاً
 عموم سے بحث کی جائے بلکہ یہاں تو ایک امر گذشتہ اور ایک گروہ خاص کے ایمان سے خبر
 دیتا ہے اور ان کے مومن ہونے کو تصدیق کرتا ہے اسی لئے کہ کوئی شبہ نہ کرے اور اس
 لئے پاره ۱۰ سورہ انفال رکوع ۱۰ ترجمہ - اور جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑے اور لڑے اللہ کی راہ میں اور
 جن لوگوں نے جنگ دی اور مدد کی وہی میں تحقیق مسلمان ۱۲ مخرج الترمذی۔

طائفہ کی نسبت عمومی مخصوص کی قید نہ لگا کر اور اسی لئے اولیٰ کثرت ہم المؤمنون حقا کو فرمایا کہ وہی لوگ جنہوں نے نصرت کی یعنی مہاجرین و انصار وہی سچے مومن ہیں پس یہ جملہ خبریہ ہے نہ انشائیہ اور از قبیل اخبار ہے نہ از قبیل امر و نہی ہیں کسی طرح نسخ کا بھی شبہ اس میں نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اخبار میں نسخ واقع نہیں ہوتا اور نہ جو قصے حضرت آدمؑ اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت یوسفؑ وغیرہ انبیاء کی اکرام علیہم السلام کے خدا نے قرآن مجید میں فرمائے ہیں سب سے یقین جاتا رہے اور انجام اور خاتمے کے معلوم نہ ہونے کا احتمال کر کے یقین ان پر نہ رکھا جاوے اور عموم اور خصوص کی قید لگا کر سارے قرآن شریف میں تحریف کر دی جاوے پس باوجود ایسے نص صریح کے مہاجرین و انصار کو مومن نہ کہنا حقیقت میں ایسا ہے جس طرح پر انبیاء کی نبوت اور اصحاب کہف کی منفیت اور اخبار ماضیہ مذکورہ قرآن کی صحت سے انکار کرنا کیونکہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ ہم اصحاب کہف کے ایمان کے قائل نہیں ہیں اس لئے کہ معلوم نہیں کہ وہ قیامت میں نیکوں میں ہوں گے یا معاذ اللہ دوسرے گروہ میں اور یہ بھی ہم کو معلوم نہیں کہ ان کی نیت بخیر تھی یا نہیں اس لئے کہ نیت امری ست باطنی اور یہ بھی ممکن ہے کہ سب اصحاب کہف با ایمان نہ ہوں اس لئے کہ خدا کے کلام میں اکثر عموم و خصوص ہے کہ کلام عام ہوتا ہے اور مراد اُس سے خاص ہوتی ہے پس ایسے الحق مسمد کے جواب میں سوائے اس کے کیا کہو گے کہ خدای جل شانہ صاف اُن کے حال کی خبر دیتا ہے کہ انہم فیتہ آمنوا، برہم و زونا ہم ہدیٰ اور خدا اُن کے ایمان اور ہدایت کی صاف بہ جملہ خبریہ خبر دیتا ہے تو ایسے نص قطعی میں احتمالات کرنا اور اُن میں عموم خصوص کے شکوک پیدا کرنا خدا کے کلام سے انکار کرنا ہے پس اسی طرح پر بڑے مہربانی مہاجرین و انصار کے ایمان پر خیال کر دے خدا کے پاک اُن کے حق میں بھی صاف فرماتا ہے کہ والذین آمنوا و ہجروا و جاہدوا فی سبیل اللہ اولئک ہم المؤمنون حقا۔ اور یہ جملہ خبریہ ان کے ایمان کو بیان کرتا ہے پس جب ایسی نص صریح سے کوئی انکار کرے اور پھر بھی مہاجرین و انصار کو مومن نہ کہے وہ ایسا ہی ہے جیسا منکر ایمان اصحاب کہف کا یا نہیں اور ایسے نصوص صریح کا منکر ملحد اور مرتد ہے یا نہیں

۱۔ حوالہ اس کا اور ترجمہ صفحہ میں اس کتاب کے دیکھو

۲۔ پارہ ۱۵ سورہ کہف رکوع ۲ ترجمہ ہے یہ قدرتوں سے اللہ کی جس کو راہ دے اللہ وہی آدم سے رو پر آئے۔

۳۔ پچھلے پھر تو نہ پاوے اس کا کوئی رفیق زاد پر لے والا ۱۲ موضع۔

من آیات اللہ من ید اللہ فہو المہتد ومن یضلل فلن تجد لہ ولیا مرشدًا

دلیل نقلی اگر اس تفسیر سے بھی آپ کا اطمینان نہ ہو تو اپنے ہی مفسرین سے تصدیق

کہ تم عاد و بنی نضیر و ذکریا و مہاجرین و الانصار و مدحہم و الثناء علیہم فقال والذین آمنوا و ہاجرنا و ہاجرنا فی سبیل اللہ اسی صدقوا اللہ و رسولہ و ہاجرنا و ہاجرنا من ديارہم و اطاعنا ہم یعنی من مکہ الی المدینہ و ہاجرنا مع ذلک فی اعلام دین اللہ والذین آو و نصر و اسی ضموم الیہم و نصر و النبی اولئک ہم المؤمنون حقا اسی اولئک الذین حققوا ایمانہم بالہجرہ و النصرۃ بخلاف من قام بدار الشکر (انتہی بلنظ یعنی پھر خدا شروع کرتا ہے مہاجرین و انصار کے ذکر کو اور ان کی مدح کرتا ہے اور ان کی شان و تحریر فرماتا ہے کہ آمنوا یعنی ایمان لائے ایمان سے کیا مراد ہے کہ تصدیق کی خدا کی اور اس کے رسول کی اور ہاجرنا من ديارہم یعنی اپنے گھروں سے ہجرت کی یعنی مکہ سے ہجرت کی اور دینے کو آئے و ہاجرنا یعنی اتنی ہی تکلیف پر قناعت نہ کی بلکہ خدا کا دین بڑھانے کے لئے سبھا و بھی کیا والذین آو و نصر و اسی سے کیا مراد ہے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے ان گھر چھوڑنے والوں کو اپنے یہاں جگہ دی اور پیغمبر خدا کی مدد کی پھر خدا فرماتا ہے کہ اولئک ہم المؤمنون حقا یعنی یہی لوگ جو کہ مہاجرین و انصار ہیں سچے مومن ہیں اور خدا نے فقط مومنوں نہ کہا بلکہ آگے قید حقا کی اور بڑھا دی اس کا کیا فائدہ ہے اس حقا سے یہ مراد ہے کہ انہوں نے اپنے ایمان کو ثابت کر دیا ہے ہجرت اور نصرت کے بخلاف ان لوگوں کے جو کہ رہ گئے دار الشکر میں فقط پس اب کیا ایسی تصریح کے بعد بھی کسی کی زبان پر یہ لفظ آسکتا ہے کہ مہاجرین و انصار مومن نہ تھے اور پھر کسی کوئی شخص جرات رکھ سکتا ہے کہ یہ کہے کہ ہجرت سے مراد شعب ابو طالب کی ہجرت ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرنے والے ہیں یا اور کسی کو یہ لفظ ہوگی کہ اس کے سننے کے بعد عموم و خصوص کا نام کسی کی منہ سے نکلے گا نہ کہ یہ کہنا شیعوں کا کہ رضامندی کے لئے حسن خاتمہ کا حال معلوم ہونا ضرور ہے صرف دھوکہ ہے اس لئے کہ یہ رضامندی ہی حسن خاتمہ کی شاہد ہے اس لئے کہ اگر خدا جانتا کہ اس گروہ کا خاتمہ نیک نہ ہوگا اور یہ فرقہ پیچھے مرتد ہو جاوے گا اور بہ سبب غصب کرنے خلافت علی کے اور بوجہ چھین لینے فدک کے کافر ہو جاوے گا تو خدائے پاک کے علم غیب سے بعید ہے کہ وہ پھر اپنی رضامندی بیان کرتا اور ان کے ایمان کے یہ لفظ کہہ کر کہ اولئک ہم المؤمنون حقا کہ

یہی لوگ جو مہاجرین و انصار ہیں سچے مومن ہیں تصدیق کرتا جو شخص خدا کی نسبت ایسا خیال کرے وہ کافر ہے نہ مسلمان۔

خیال کرنے کی بات ہے کہ خدا نے کبھی کسی منافق کی بھی تعریف کی کسی مرتد کی بھی ثنا و صفت کی کسی کافر کے کسی نیک کام کی ثنا و صفت کی آخر بہت سے کافر گزرے ہیں، کہ جو سخی تھے انصاف بھی کرتے تھے مگر صرف اس وجہ سے کہ کافر تھے اور کفر کی وجہ سے مستحق جہنم کے خدا نے ایک لفظ بھی ان کی تعریف میں نہ کہا اور اپنی رضامندی کو ان کے کسی فعل سے منسوب نہ کیا اس لئے کہ جب وہ باننا تھا کہ یہ لوگ کافر ہیں اور آخر کار دوزخ میں بھیجنا ہوگا۔ تو رضامندی کا اظہار کرنا گویا تدلیس کرتا ہے اور دھوکا دینا ہے نعوذ باللہ من ہذہ پس اگر صحابہ کے صرف ہجرت یا نصرت یا بیعت سے راضی ہوتا اور باقی ان کے سارے کاموں سے یا اکثر کاموں سے ناخوش یا ان کے کفر و نفاق کے سبب سے ان کو دوزخی کرنا ہو تو پھر یہ لمبی چوڑی تعریفیں ان کی اور ایسی اعلیٰ درجے کی ثنا و صفت ان کی کرنا کس نظر سے تھا کیا خدا نے بھی تقیہ کیا تھا یا معاذ اللہ ظاہر ہیں دل خوش کرنے کے لئے اور اپنا کام نکالنے کے لئے ان سے تدلیس فرماتا تھا۔ یا اُس سے غلطی ہو گئی تھی کہ بے انجام سوچے ایسے فرقے کے جو آخر کو سب کے سب مرتد ہو گئے یا جیتے جی سب کے سب منافق تھے ان کی ثنا و صفت کی بیش ازین نیست کہ اگر خدا کو صاف کہنا منظور نہ ہوتا تو یہ فرمادیتا کہ جن لوگوں نے ہجرت کی ہے اور جنہوں نے نصرت کی ہے یہ سب کے سب مومن اور اچھے نہیں ہیں اور سب سے میں راضی نہیں ہوں جو حقیقت میں مرتے دم تک ثابت قدم رہے گا اور جو نلافات علی اور فدک فاطمہ کو نہ چھینے گا یا جو کہ ان واقعات دردناک کے وقوع سے پہلے سبقت الی الموت کر بادے گا انہیں کی نسبت میری رضامندی ہے تاکہ کسی کو کچھ دھوکہ نہ رہتا نہ کہ بجائے اس کے اس سارے فرقے اور کل گروہ کی ہجرت اور نصرت ہی کی تعریف کرے اور ان کی ہجرت اور نصرت ہی کو ان کے ایمان کی حجت کی دلیل لاف سے پس اے مومنین ذرا آیات قرآنی پر غور کرو اور مالہ و ما علیہ اس کا سوچو اور تدلیس اور تقیہ اور بدلہ کو خدا کے پاک کی جناب میں نسبت نہ کرو معلوم نہیں کہ تم نے اپنے ذہنوں میں کس کو امام تصور کیا ہے کس کو پیغمبر مانتا ہے کس کو خدا سمجھتا ہے کہ کسی کی نسبت سچائی اور صفائی کا اعتماد نہیں کرتے سب کی باتوں میں دھغل فصل بیان کرتے ہو جس طرح پر تم اپنے فریسی اماموں کی نسبت تقیہ کی تہمت کرتے ہو۔

بعینہ ویسے ہی اپنے خدا کی شان میں تدلیس اور ہلکے کو منسوب کرتے ہو ورنہ ہمارے اہاموں نے بھی ہمیشہ صاف صاف معاملہ رکھا ہے ہمارے سچے اور ایک خدا کی بات بھی ہمیشہ ایک ہی ہے جس کو اس نے مومن بنانا پیغمبر خدا سے کہہ دیا کہ یہ مومن ہیں ان کو اپنے ساتھ رکھو ان کو اپنا مصاحب بنا ان سے مدد لے ان کے گھروں میں آرام کر جن کو منافق بنانا ان کی نسبت صاف اپنے رسول سے کہہ دیا کہ ان کو نہ بٹھلا چنانچہ خاص پیغمبر خدا علیہ التحمیتہ والذنا کے برتاؤ سے سب پر کھل گیا کہ کون منافق تھے اور کون مخلص تھے صحبت نبوی حقیقت میں ایمان کی کسوٹی تھی مگر ہمارے نزدیک وہ سچے ہیں اور تمہارے نزدیک جھوٹے ہیں دو حال سے خالی نہیں یا آنکہ پیغمبر خدا نے ان مہاجرین و انصار کے نفاق کو جاننا اور یا آنحضرت پر نفاق ان کا نہ کھلا اگر ان کا نہ کھلا اگر ان کا نفاق کھل گیا تو ان کی صحبت میں رکھا یا نہیں اگر کہو کہ رکھا تو منافق کو اپنی صحبت میں رکھنا کیا معنی اور اگر نہیں رکھا تو ساری حدیث اور تفسیر اور سیر اور تاریخ کی کتابوں کو گنگا جمن میں ڈال کر میلاد نبوی ہی سے انکار کرنے لگو اور سارے متواترات کے منکر ہو جاؤ اور اگر ان کا نفاق نہیں کھلا تو اول ان منافقین پر آفرین کرو کہ کیسے ہوشیار اور پالاک تھے کہ ابتدائے طلوع نیز نبوت سے غروب کے زمانے تک اپنے نفاق میں ایسے ہوشیار رہے کہ کبھی پیغمبر خدا پر ان کا حال نہ کھلا اور آنحضرت کو ان کے نفاق پر اطلاع نہ ہوئی نہ جبریل ان کی خبر لائے نہ خدا نے ان پر وحی کی نعوذ باللہ من ذالک بعد اس کے یہ خیال کرو کہ وہ منافقین کتنے تھے دو چار تھے یا ہزار دو ہزار ہیں اگر ارتدادت الصحاب کلمہ الاثنی عشرہ پر نظر گئی تو یہی ارشاد ہو گا کہ سوائے تین چار کے باقی سب کے سب منافق یا کافر تھے یا مرتد ہو گئے اور اگر یہ صحابہ کرام فی دین اللہ افواجاً پر خیال کیا تو کہو گے کہ اگرچہ منافق بھی بہت کم تھے مگر سچے اور سچے مومن بھی بارہ ہزار سے کم نہ تھے بلکہ منجملہ بارہ ہزار کے سو آدمیوں کے نام بھی بتلا دو گے مگر اس وقت یہ سوچو کہ یہ بارہ ہزار منافقوں پر غالب تھے یا منافق ان پر غالب تھے اگر یہ کہو کہ منافقوں پر غالب تھے تو تعجب ہے کہ باوجود غلبے کے پھر منافقوں کو پیغمبر صاحب نے جیتے جی نکال نہ دیا اور ان کو ذلیل و خوار نہ فرمایا اور پھر بعد پیغمبر خدا کے ان منافقوں کا کسی نے مقابلہ نہ کیا اور وحی برحق امام مطلق کا دو تین کے سوا کسی نے ساتھ نہ دیا باکہ خاص بعد رسول - یدة النساء تین چار راست برابر گھر گھر پیادہ پا دوڑیں اور سارے مہاجرین

والنصار سے مدد چاہی عمامہ رسول بھی دکھلا یا جامہ نبوی کو بھی پیش کیا حسین سے معصوم بچوں کے سال پر بھی ترحم کی خواہش کی اور خود بھی ایک دشمن کی لات کے صدمہ سے مجروح ہوئیں اور ایک معصوم بچہ شکم مبارک ہی میں شہید ہوا اور داماد رسول کو بھی منافق گھلے میں رسی ڈال کر کھینچتے لے چلے اور اُدھر وہ خدا و رسول کا واسطہ دلاتے رہے اور ادھر سید پاک درواتے سے اس حال زار کو دیکھ دیکھ کر وہاں ابناہ و امجدہ چلاتی رہیں اور داد بید و کاغل مارا نگہ نے سنا اس ہنگامہ قیامت کے دیکھنے کو سدرۃ المنتہیٰ سے فرشتے دوڑے اور ان منافقوں نے کیا جو کچھ کیا اور ان معصوموں پر گدرا جو کچھ گدرا اور پھر ایسی حالت میں کہ غیروں کو رحم آجاتا ہے دشمنوں کے دل بھی نرم ہو جاتے ہیں جس سے کچھ علاقہ نہیں ہوتا وہ بھی مدد پر ہو جاتا ہے مظلوموں کو ظالم سے بچاتا ہے مگر ایسی مہیبت اور تکلیف کی حالت میں بھی باوجودیکہ بارہ ہزار سچے پکے مؤمن موجود تھے جس میں سے نہ کوئی جبری نفعانہ قدری نہ کوئی دشمن علی تھا اور علاوہ ان کے تمام بنی ہاشم بھی جن کی شجاعت و مردانگی کا رعب سارے عرب پر غالب تھا مسلح بہتھیار بند موجود تھے اور پھر باتیں قوت و شوکت اور بایں شجاعت و صولت کوئی بھی ان بارہ ہزار میں سے نہ بنی ہاشم میں سے ایک بھی حمایت کو اٹھا اور نہ کسی نے وصی رسول کی مدد کی اور نہ کسی نے بضعہ نبوی کی اعانت کی سب کے سب بیٹھے بیٹھے تماشا دیکھا کئے اور ان منافقوں کو جن کے نہ دل میں ایمان تھا نہ بدن میں قوت تھی نہ جن کی قریش میں کچھ عزت تھی نہ جن کو کسی قسم کی فضیلت تھی ہمیشہ پیغمبر خدا سے نفاق کرتے رہے آنحضرت کے مارنے کی تدبیریں سوچتے رہے نہ کسی لڑائی میں کبھی تلوار نکالی بلکہ اپنی عمر بھر میں ایک پشے کا خون بھی نہیں بہایا، مارنا کیسا ساری لڑائیوں میں سے وقت پر فرار ہی اختیار کیا پس ایسے لوگوں سے ان بارہ ہزار آدمیوں کا ڈرنا اور بنی ہاشم کا بھی چون و چرا نہ کرنا و حال سے غالی نہیں یا آنکہ وہ بھی منافق تھے اور دشمن اہل بیت گو خود غاصب اور ظالم نہ ہوں لیکن غاصبوں اور ظالموں کے معین ہونے میں تو کچھ کلام ہی نہیں اور جب وہ بھی منافق ٹھہرے تو پھر ایمان والے تین کے تین ہی رہ گئے اور یا آنکہ جتنی باتیں ہم نے تمہاری طرف سے نقل کیں اس میں کوئی ثابت نہیں ہوئی نہ کسی نے کسی کا حق غصب کیا نہ کسی نے کسی پر ظلم کیا بلکہ حق بحق دار دیکھ کر کسی نے مخالفت کسی کی نہ کی اور سب کے سب ہاجرین و انصار مؤمن اور مخلص تھے۔

پس اے حضرت شیعہ سوائے ان صورتوں کے اور کوئی دوسری صورت ہی نہیں تھی جس

سے حفاظت ہو سکے یا تو سب مہاجرین و انصار کو کافر کہہ متناقض جانتا اور یا سب کو مومنین اور مخلص کہہ و انی اہم ذلک مگر کبھی یہ کہنا کہ سب متناقض تھے اور کبھی یہ فرماتا کہ بارہ ہزار یا ایمان اصحابی تھے اور کبھی یہ ارشاد کرتا کہ پیغمبر خدا کے مرتے ہی سب مرتد ہو گئے اور کبھی یہ کہنا کہ بعد خلیفہ سوم کے پھر لوگ تائب ہو گئے تھے اور پھر رجوع ایمان کی طرف لے آئے تھے اور مثل اسکے ہر موقع اور ہر مقام پر رنگ بدلنا اور بات بات میں دوڑ گئی کرتا عقل کے بھی خلاف ہے اور ایمان کے بھی اور جیہا کے بھی مخالف ہے اور انصاف کے بھی کیا وہ لوگ جنہوں نے ساری عمر کو پیغمبر خدا کی صحبت پائی اور تمام زندگی میں اپنی حضرت کی نصیحت سنی اور غاروں میں حضرت کے شریک رہے اور جہادوں میں مارنے مرنے پر مستعد رہے وہ سب سب پیغمبر خدا کے وفات فرماتے ہی مرتد ہو جاویں اور اگر کچھ لوگ رہ جاویں تو وہ خاندان نبوی پر ایسا ظلم صریح ہوتا ہوا دیکھ کر تذبذب کو منہ سے نہ ہاتھ کو آستین سے نکالیں اور پھر باوجود ایسی ارتداد صریح اور واجب القتل ہونیکے بعد پچیس برس کے جب علی خلیفہ ہوں تب پھر توبہ کریں اور حضرت علی کے شریک ہو جاویں اور تم ان کی توبہ کو قبول کرو اور انکو باایمان کہو اور ان کو جنتی جانو کیا خوب عقیدے میں آپ کے اور کیا اچھی باتیں ہیں آپ کی جو آپ ہی کو نریبا ہیں: شعر۔

ای دہانت ز لب لب ز وہان شیرین تر خندہ شیرین و سخن گفتن از ازاں شیرین تر
یہ جو کچھ میں نے لکھا اسکی لفظ لفظ کی شرح باب امامت میں ہوگی اور اس اجمال کی تفصیل ایسی کی جاوے گی کہ کسی شعی کی زبان سے بجز بجا و درست کے کچھ اور نہ نکلے مگر اس مقام پر دو چار فقرے لکھتا ہوں تاکہ اس کا حال لوگوں کو معلوم ہو جاوے۔

اعلمو یا ایہا النحلائق ہذا کم اللہ تعالیٰ کہ شیعوں نے اول یہ دعویٰ کیا کہ خلافت حق جناب امیر کا تھا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی حیات میں اپنا خلیفہ کر دیا تھا مگر خلفاً ثلاثہ نے انکا حق چھین لیا اور یکے بعد دیگرے خود خلیفہ بن بیٹھے اور خلافت کو اصول دین میں داخل کیا کہ اس کا منکر گویا توحید اور نبوت کا منکر ہے پس اس اصول سے یہ نتیجہ نکالا کہ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کافر ہو گئے و تعوذ باللہ منہ اور چونکہ ایک لاکھ آدمی سے زیادہ مسلمان بعد پیغمبر خدا کے تھے اور جس میں سے ہزاروں مہاجرین و انصار اور بیعت الرضوان والے تھے سبھوں نے خلیفہ اول کی بیعت کی تو ان کی نسبت بھی ارتداد کا حکم قائم کیا اور سب کو معاذ اللہ مرتد ٹھہرایا اور چونکہ اس کے لئے کسی امام کا قول چاہیئے اس لئے اماموں کی طرف منسوب کیا کہ ائمہ کرام نے

فرمایا ہے کہ بعد وفات پیغمبر خدا کے سب اصحاب مرتد ہو گئے مگر تین اور حضرت علیؑ ایسے مجبور ہو گئے کہ وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر چالیس آدمی جاننا نہ میرے شریک ہوتے تو میں مقابلہ کرتا، جب سب اصحاب کے ارتداد کا دعویٰ کیا اس وقت آیات کلام اللہ پر نظر کی تو دیکھا کہ وہ تو تمام مہاجرین و انصار کی مدح و ثنا سے بھرا ہوا ہے اس لئے اس میں تاویلات تقیدہ کرنا شروع کیں مہاجرین کے یہ معنی بنائے کہ مراد اس سے شعب ابوطالب کی ہجرت کرنے والے ہیں یا حبشہ کے ہجرت کرنے والے انصار سے یہ معنی لئے کہ وہی سائٹھ یا ستر آدمی مراد ہیں جو کہ اول اول مکہ معظمہ میں پیغمبر صاحب کے حضور میں حاضر ہوئے تھے اور سابقوں کے یہ معنی بنائے کہ مراد ان سے وہ لوگ ہیں جو پیغمبر خدا کے سامنے ہی مرچکے تھے جب یہ خیال کیا کہ آخر یہ سب تعریفیں اصحاب کی جو خطبہ کی کتاب میں ہیں انکا مصداق کسی کو کرنا چاہیے تو جہاں تک نہ ہو سکا ان آیتوں کو صرف شان میں علی مرتضیٰ کے قلم دیا اور جو کچھ خلافت کا وعدہ خدا نے اصحاب سے کیا تھا اس کو امام مہدی آخر الزمان کے ہمد پڑنا اور جو شوکت و نصرت اور غلبہ اسلام کا خدا نے قرآن مجید میں بیان کیا تھا اور جس کا ظہور خلفائے ثلاثہ کے ہاتھ سے ہوا تھا اس کو امام صاحب کے ظہور پر ملتوسی کیا باقی وہ آیتیں رہ گئیں ہیں جن کا مصداق سوائے اصحاب نبوی کے اور کوئی نہ ہو سکا تب یہ اقرار کیا کہ مراد اس سے وہ اصحاب ہیں جو ایمان پر ثابت قدم تھے اور جن کے اعمال بھی اچھے تھے اور بہت سی آیتوں کو جس میں کثرت اصحاب اور غلبہ اہل اسلام کا ذکر ہے دیکھ کر کوئی چارہ سوائے اس کے نہ پایا کہ تین کو چھوڑیے اور دو چار ہزار اصحاب کی خوبیوں کا اقرار کیجئے پناچہ یہ سمجھ کر اول اہل سنت کی دار و گیر سے تنگ ہو کر اور کچھ خدا سے شکر اکر آخر شیخ صدوق محمد بن بابویہ قمی نے کتاب خصائل میں یہ اقرار کیا کہ پیغمبر خدا کے بارہ ہزار اصحاب تھے جس میں سے آٹھ ہزار مدینے کے اور دو ہزار خیر مدینے کے اور دو ہزار اور آزاداں ہائے ہوئے جس میں نہ کوئی قدری تھا کہ جبر کا قائل ہو نہ کوئی معتزلی تھا نہ کوئی صاحب الہامی تھا بلکہ سب کے سب نہایت نیک اور پاک تھے رات دن خدا کے خوف میں رویا کرتے اور خدا سے دعا کرتے کہا لہی قبل اس کے کہ ہم رذیٰ میدے کی کھاویں ہماری روح قبض کر لینا لیکن اس میں بھی کیا ہوشیاری کی کہ بوجہ خلفائے ثلاثہ کے کے والوں کا کچھ ذکر نہ کیا کہ وہاں کے بھی کچھ لوگ مسلمان تھے یا نہیں گویا باوجود اس کثرت کے بھی ان بیچاروں کو شمار حج ہی رکھا خیر بہر حال جب کسی سنی نے اعتراض کیا کہ سب مذہب ہے تمہارا انکا اصحاب نبوی کو جن کی تعریف سے قرآن بھرا ہوا ہے کافر اور مرتد کہتے ہو تو جواب میں وہی روایت پیش کر دی کہ

ہم بارہ ہزار اصحاب کو بایمان جانتے ہیں اور ساری آیتوں اور احادیث اور اقوال کے مصداق کے لئے ان بارہ ہزار کے ایمان کا اقرار کیا اور بعضوں نے یہ خیال کر کے کہ اگر کوئی نام ان کے پوچھے بیٹھے تو کیا جواب دیں گے ایک فہرست بھی تیار کی جس میں سوا اصحاب کے نام لکھے مگر خدا کے فضل سے وہ فہرست بھی ایسی ہے کہ جس کے دیکھنے سے ہنسی آتی ہے بعضے تو وہ لوگ ہیں جو قبل ہجرت کے مرچکے تھے اور بعضے وہ لوگ ہیں جو ہجرت کے وقت کافر تھے اور بعضے وہ لوگ ہیں جو جنگ بدر میں کافر ہونے کے سبب سے پکڑے آئے تھے اور ان سے فدیہ لے کر ان کو رچھوڑا تھا اور بعضے ایسے ہیں جو پیغمبر صاحب کی وفات کے وقت شاید نابالغ ہوں گے اور بعضے وہ ہیں جن کو حضرت علی نے ذلیل و خوار فرمایا تھا یا مائتین اور بددیانت کہا ہے خیر بہر حال دیکھا کے واسطے تو نام کی فہرست تیار کی الابیہوں کی نسبت کہا کہ شیخ اعظم محمد بن علی بن حسن بن بابویہ قس نے اسما اللہ رجال کی کتابیں تیار کیں ہیں اس میں بہت اصحاب کے نام ہیں مگر ان میں سے کہ ناصبیوں نے جلا دیں اور اب ان کا پتہ نہیں چلتا۔

سزا کا اب دو دعویٰ جو ایک دوسرے سے مخالف تھے حضرات نے کئے کہ ایک دعویٰ تو یہ کیا کہ سب اصحاب مترد ہو گئے اور دوسرا دعویٰ یہ کیا کہ بارہ ہزار اصحاب نہایت نیک اور پاک تھے اور دونوں متناقض روایتوں پر جب اہل سنت نے اعتراض کیا تو اب حدیث از مدت الصحابہ کلام اللہ اللہ کے معنی بنائے کہ یہ جو امام نے فرمایا ہے کہ سب اصحاب سوائے تین کے مترد ہو گئے اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ سب کافر ہو گئے بلکہ تین فریق ہو گئے تھے ایک فریق تو صاف مترد ہو گئے یعنی دین سے پھر گئے اور بعضی ضروریات اسلام کے منکر ہوئے ان کے ارتداد کا نام ارتداد دینی رکھا گیا اور دوسرا فریق اخلاق حمیدہ اور صفات پسندیدہ کا تارک ہوا یعنی جو افعال حسنہ اور اعمال صالحہ اور خصوصاً محبت ساتھ اہل بیت کے پیغمبر صاحب کے زمانے میں رکھتے تھے اسے چھوڑ دیا اور نصرت ادا نہایت ذریت حضرت سید المرسلین کی ننگ اور اس کے ترک میں عداوت کی اس ارتداد کا نام ارتداد خلقی رکھا گیا اور تیسرا فریق وہ قرار دیا گیا جس نے حقوق اہلبیت کو منسوب کیا اور علی مرتضیٰ کا اور فاطمہ زہرا کا حق چھین لیا اور اعتراف نبوی کو ستا یا اس کا نام ارتداد ایمانی رکھا یعنی ایمان کو چھوڑ دیا گو ظاہر میں اسلام کا نام ان پر باقی رہا پس اس حکیمانہ تقریر سے دونوں مختلف حدیثوں یا روایتوں کو تطبیق دیا کہ جس حدیث میں ارتداد کل صحابہ کا ذکر ہے اس سے ارتداد دینی اور ارتداد ایمانی مراد ہے اور جس روایت میں بارہ ہزار اصحاب کا ذکر ہے

قصاص، مقابلہ کیوں نہ کیا پس معلوم ہوا کہ مخالفین ان خلفائے نبوی کے بہت ہی کم تھے اس لئے بعض روایات میں آیا ہے کہ علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ بعد پیغمبر خدا کے سبھوں نے وصیت نبوی کو بھلا دیا اور ایمان کو چھوڑ دیا کوئی بھی مجھے ایسا نظر نہ آیا جس کے بھروسے پر میں مخالفین کا مقابلہ کرتا تو اس صورت میں وہ دعویٰ کہ بارہ ہزار اصحاب ایسے تھے جو رات دن رونے سے باطل ہوا اس لئے کہ اگر دو چار ہزار بھی ان میں سے اس وقت تک زندہ ہوتے تو وہ کچھ مدد کرنے یا نہ کرنے شاید ان کو رونے سے فرصت نہ ملی ہوگی اور گوشہ عبادت سے نکلنا مناسب نہ تصور کیا ہوگا مگر وہ وقت جب کہ فاطمہ زہرا روتی پھرتی تھیں اور گھر گھر علی مرتضیٰ کے ساتھ مدد مانگتی پھرتی تھیں وہ وقت رونے کا اور گوشہ نشینی کا تھا یا کہ تلوار ہاتھ میں لے کر غاصبین کے مارنے کا اور ذریت نبوی کو ظلم و ستم سے بچانے کا اور اگر کہا جائے کہ انہوں نے پیچھے توبہ کر لی اور علی مرتضیٰ کا ساتھ دیا کہ آخر انہیں میں سے ہزاروں آدمی جنگ صفین میں مارے گئے اور ہزاروں آدمی معاویہ امیر شام کے مقابلہ میں علی مرتضیٰ کی طرف سے قتل ہوئے تو ان کی توبہ پر کیا بھروسہ ہو سکتا ہے اس لئے کہ جب اصل وقت پر انہوں نے دغا دہی اور بضعہ نبوی کو ظلم و ستم سے نہ بچایا اور پچیس برس تک خلفائے نبوی کی بیعت کرتے رہے تو ان کے ایمان پر کیا اطمینان ہو سکتا ہے اور سوائے اس کے کہ یا ان کو ارتداد کی حالت پر رہنے دیا جائے یا ان کے ارتداد کا نام ہی نہ لیا جائے ان کی نسبت اول ایمان کی نسبت کرنا پھر بیچ میں مرتد بنانا پھر توبہ کر کے ایمان کا ان پر اطلاق کرنا اور طلاق رجعی کی طرح نکال دینا اور داخل کر لینا دین کو باز سببہ طفلان بنانا ہے۔

۶۔ عند اصحاب نبوی تو اس حین میں پڑ گئے اور اب تک پڑے ہوئے ہیں، کوئی سب کو کافر بناتا ہے دو تین کو پکا ایمان والا کہتا ہے کوئی بارہ ہزار کو بایمان کہہ کر اپنی دین داری ظاہر کرتا ہے مگر ہر چند باتیں بناتے ہیں، کوئی بات نہیں بنتی خیر اصحاب نبوی کو چھوڑو اب خاص علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی طرف خیال کرو کہ جناب امیر کی نسبت کیا فرماتے ہیں، قبلہ ان کا بھی وہی حال ہے کہ جب انہوں نے بیعت خلفائے ثلاثہ کی کر لی تو ان کی بیعت سے ثبوت خلافت کا ہو گیا اور جب ثبوت خلافت ہو گیا تو مذہب تابع باطل ہوا اس لئے یہ مضمون تراشا گیا کہ حضرت علی نے خوشی سے بیعت نہیں کی بلکہ جب یہ کیفیت ہوئی کہ:

ابیات بدست عمر بود یک ریسمان و گرد کعب خالد پہلوان

تنگند ندید گردن شیر نر کشیدند اور ابر بو بکر

اور کشاں کشاں ابو بکرؓ کے پاس لائے اور باوجودیکہ راہ میں بہت سے معجزات دکھائے گئے اور پیغمبر خدا علیہ السلام والٹھانے قبر مبارک سے ہاتھ بھی نکال دیا اور ہاتھ غیبی نے مرثیہ بھی پڑھا اور کسی نے کچھ نہ سنا تب بمجہوری حضرت علی نے بیعت کی جب مجہوری کی لفظ کو شان میں علی مرتضیٰ کے نقص اور عیب خیال کیا کہ باوجودیکہ وہ خدا کے شیر تھے اور شجاعت اور مرادگی میں نظیر نہ رکھتے تھے ان کا مجبور ہونا کیسا تب دوسرا مضمون تراشا گیا کہ پیغمبر خدا ان کو وصیت کر گئے تھے کہ تم خلفائے ثلاثہ سے مقابلہ اور مقابلہ نہ کرنا اس لئے حضرت نے مقابلہ نہ کیا ورنہ اگر پیغمبر خدا کی وصیت نہ ہوتی تو پھر لوگ تماشا دیکھتے اور ذوالفقار علی کے جوہر نکلتے مجہوری تھی کہ پیغمبر خدا نے ایسی وصیت کیوں کی تھی جس کے اوپر عمل کرنے سے دین ہی عمارت ہو اور خاندان نبویؐ وہ بالا ہو گیا اور کفار منصب خلافت کے غاصب ہو گئے تو اس کے لئے ایک حدیث بنا لی کہ جس کا یہ مضمون ہے کہ اللہ جل شانہ نے خاص جبرئیل کی معرفت اپنا نامہ علی مرتضیٰ کے لئے بھیجا اور حضرت جبرئیل نے سب کو ہٹا کر رسول اور وصی کو وہ نامہ دیا اور قبل دینے کے بہت سے عہد لئے اور قسمیں لیں جب کہ حضرت جبرئیل کو اطمینان ہو گیا کہ ضرور اس پر عمل ہوگا تب چپکے سے وہ نامہ خدا کا دیا اس میں لکھا تھا کہ تم خلفائے ثلاثہ کے مقابلہ میں تلوار نہ لینا اس لئے حضرت علی نے مقابلہ نہ کیا اور جب یہ خیال ہوا کہ حضرت علی نے امیر شام کے مقابلے میں کیوں تلوار لی اور ہزاروں آدمیوں کو قتل کیا تب اس نامہ میں یہ مضمون اور بڑھا دیا کہ امیر شام اور خوارج کے مقابلے میں تلوار لینا اور خوب گردنیں ان کی اڑانا۔ سبحان اللہ کیا نامہ تھا اور کیا مضمون تھا کہ ایک فریق سے مقابلے کا حکم دوسرے سے سکوت و خاموشی کی وصیت اختیار تھا کہ جو چاہے وہ اس نامہ میں اور بڑھا دیتے شعر۔

ایں سخن را چوں تو مبدأ بودہ گر بفرزاید تو آں افسزودہ

بہر حال جب کسی نے یہ سوچا کہ خدا نے ایسی وصیت جس کا مضمون مختلف ہے کیوں کی اس کا یہ جواب دیا کہ خدا کی حکمت خدا ہی جانے بندے کی کیا قدرت ہے جو اس کے اسرار اور حکمتوں سے واقف ہو ایمان والوں کا کام ہے بے چون و چرا اس کی باتیں مان لینا کہ اس کی حقیقت اور سبب کا پوچھنا اور اس کے واسطے ہزاروں آیات اور لاکھوں احادیث کی سند موجود ہے۔

خیر بہر حال اس نامے کی بدولت شجاعت بھی حضرت امیر کی قائم رہی اور بیعت کا عقد بھی معقول ہو گیا اور خلافت بھی خلفائے ثلاثہ کی حق نہ ہونے پائی اور جب کسی سنی نے اعتراض کیا کہ علی مرتضیٰ نے بیعت کیوں اختیار کی تمہارے نزدیک تو خلفائے ثلاثہ معاذ اللہ مرتد تھے اور بیعت تو فاسق کی بھی حرام ہے اُردو کے مرثیہ پڑھنے والے بھی جانتے ہیں کہ اسی واسطے حضرت امام حسین نے یزید کی بیعت نہ کی اور جب اُس نے بیعت کرنے کے لئے لکھا تب آپ نے انکار کیا اور فرمایا : شعور

سب جانتے ہیں بیعت فاسق حرام ہے اس کا نہیں پیام اہل کا پیام ہے
 تو باوجودیکہ خود امام شہید ہوئے اور سارا خاندان بھوکا پیاسا شہید ہوا مگر چونکہ
 یزید فاسق تھا حضرت نے اس کی بیعت نہ کی تو اگر خلفائے ثلاثہ بھی فاسق ہوتے چہ جائے
 مرتد ہونے اور کافر ہونے کے تو اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کس طرح بیعت کرتے تو
 اس سے کہہ دیا کہ تم جاہل ہو نہیں جانتے حضرت علی کے لئے خاص ایک نامہ خدا کا آیا تھا،
 اس میں نہایت تاکید کے ساتھ صبر کی اور عدم مقابلے کی وصیت تھی اور جب کسی نے کہا کہ
 امام حسین نے کیوں اُس پر عمل نہ کیا تب کہہ دیا کہ ان کے لئے دوسرا صحیفہ تھا اُن کو یہی
 حکم تھا کہ تم بیعت نہ کرنا شہید ہو جانا۔ تم سنی خارجی دشمن اہل بیت ہو تم ائمہ کے حال
 سے کیا واقف ہو یہ راز کی باتیں ہیں ایماً اور ملائکہ تو اس کے متحمل ہی نہیں ہوئے یہ
 خاص حصہ شیعوں اور کوفیوں کا ہے ہر امام کے لئے خدا نے جدا صحیفہ بھیجا تھا اور سب باتیں
 جو اُن کو کرنی چاہئیں وہ اس میں لکھی ہوتی ہیں ہر امام کا اُس پر عمل تھا، ہمارے کیا
 امام تمہارے سے خلیفہ تھے کہ جن کو سوائے خدا کے دوسرے سے کچھ پوچھنے کی حاجت ہوتی
 سب علم ہا کان و ما یكون اُن کو حاصل تھا بلا واسطہ حیرت کے خدا سے وہ باتیں کیا کرتے تھے
 اور سارے کام اور تمام افعال اُن کے خدا کی اجازت سے اُس کی مرضی کے موافق ہوتے
 تھے پس جس طرح حضرت آدم سے لے کر خاتم النبیین تک سب اولو العزم پیغمبروں کے جدا
 جدا صحیفے اور علیحدہ علیحدہ کتابیں خدا نے بھیجیں اسی طرح ہر سب ائمہ کو جدا جدا صحیفے بھیجے
 اسی واسطے اُن کا عمل ایک دوسرے کے موافق نہ تھا اگر ائمہ کے اختلاف عمل پر تم کو شبہ ہو تو
 جو اختلاف پیغمبروں کی شریعتوں میں ہو اُس پر بھی شبہ کرو بہر حال اس امر میں حضرات شیعہ
 بڑے موحد اور سابر اور متوکل علی اللہ بن گئے بے چون و چرا سارے افعال ائمہ کو محمول ان

کے صحائف آسمانی پر کر دیا اور اپنی دوستی پر ساتھ اہل بیت کے اسی کو شاہد کیا۔ یہ حال تو ائمہ کا ہوا اب باقی کیفیت خلفاء اور اصحاب کی سنیے کہ بعضوں نے تو ان کے اعمال حسنہ سے بھی انکار کیا اور کہا کہ کوئی نیک عمل کبھی ان سے صادر ہی نہ ہوا اور بعضوں نے جب اس امر کو متواترات کا انکار خیال کیا تو اقرار کیا کہ بیشک وہ ظاہری اعمال کے بڑے پابند تھے اور روزہ نماز وغیرہ کے کامل مقید تھے اور چال چلن ان کے ظاہر میں بہت ہی اچھے تھے مگر تاکہ اس سے ان کی فضیلت ثابت نہ ہو اور مستحق ثواب نہ ٹھہریں، مسئلہ طینت کا اربہاد کیا یعنی ائمہ کی طرف منسوب کر دیا کہ حدیث میں آیا ہے کہ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ سبحانہ نے ایک پاک زمین پر سات دن تک شہریں پانی جاری کیا پھر ہمارے خمیر کو اُس سے جدا کیا اور اُس کی تلچھٹ سے شیعوں کی مٹی بنائی اور پھر ایک دوسری ملعون زمین میں شور پانی اُسی طرح جاری کیا اور اس سے ہمارے دشمنوں کا خمیر بنایا پس اگر وہ سب الگ رہتے تو کبھی کسی شیعہ سے گناہ نہ ہوتا اور صب شیعہ ہماری ہی طرح معصوم ہوتے اور کسی سستی ناصبی ہمارے مخالف سے کوئی نیک کام نہ ہوتا، سب ظاہری کافر رہتے مگر خدا نے دونوں مٹیوں کو خلط ملا کر دیا اور کچھ پاک مٹی ناپاک مٹی میں مل گئی اس لئے جو شیعہ گناہ کرتے ہیں وہ اثر سنیوں اور ناصبیوں کی ناپاک مٹی کا ہے اور جو ناصبی اعمال سالحہ کرتے ہیں وہ اثر اُس پاک مٹی کا ہے مگر جب قیامت کا دن ہوگا اور خدا اپنا عدل ظاہر کرے گا تو جس کی مٹی سے جو عمل ہوا ہے وہ اُس کو فیسے گا شیعوں کے گناہ ناصبیوں کے سر پڑیں گے کیونکہ انہیں کم سختوں کی مٹی کے اثر سے ہوئے تھے اور ناصبیوں کے نیک کام سب شیعوں کو مل جاویں گے اس لئے کہ انہیں کی پاک مٹی کی تاثیر سے ہوئے تھے، راوی کہتا ہے کہ جب میں نے امام سے یہ سنا تو کہا میں قبول ہوں آپ کے یا حضرت سنیوں کے نیک کام سب ہم کو مل جاویں گے اور ہمارے گناہ سب ان کے سر پڑیں گے امام نے فرمایا خدا کی قسم ہے ضرور بالفرضو را ایسا ہے، ہوگا اور کہا ہے کہ میں نے امام سے پوچھا کہ یا حضرت قرآن مجید میں بھی کچھ اس کا ذکر ہے امام نے فرمایا واہ وہ بھی کوئی بات ہے جو قرآن میں نہ ہو دیکھو اس آیت کو کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے **وَلَا تَلْمِزُوا لِلَّهِ نِيَابَهُمْ حَسَنَاتٌ** کہ خدا بدل دے گا ان کے گناہوں کو نیکیوں سے اُس کا یہی مطلب ہے غرض کہ اس مسئلہ طینت کی بدولت اصحاب نبوی اور تمام سنیوں

کے جو قیامت تک ہوں گے سارے اعمال حسدہ شیعیان علی کے حصے میں آگئے اور ان کی ہجرت اور نصرت اور جہاد وغیرہ جس کی جا بجا خدا نے قرآن مجید میں تعریف کی ہے وہ گھر بیٹھے شیعہوں کو مل گئے اور وہ بیچارے باوجود ان محنتوں اور کوششوں کے محروم اور نصیب رہے نعوذ باللہ من ہذا تمہم۔ پس جو اہل سنت اصحاب نبوی کے اعمال پر بہت تازہ کرتے تھے اور ان کی ہجرت و نصرت کو بار بار ان کی فضیلت میں بیان کرتے تھے ان کا تو منہ مسئلہ طینت سے بند کیا گیا اب باقی رہی ایک اور بات کہ خدا نے جا بجا قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ جو منافق ہیں وہ ذلیل و خوار ہوں گے اور قتل کئے جائیں گے اور مارے جاویں گے اور اصحاب نبوی باوجودیکہ منافق تھے و نعوذ باللہ من ذالک غلیفہ ہوئے اور ان کی عزت و شوکت زیادہ ہوئی تو یہ وعدہ خدا کا پورا نہ ہوا پس یا خدا کو جھوٹا کہنا لازم آتا تھا یا اصحاب کے نفاق سے انکار کرنا پڑتا تھا اس لئے بقضائے : مصوغ

ہم لعل بدست آید وہم یار نہ رنجد

خدا کا کلام بھی سچا ہوا اور اصحاب نبوی کا نفاق بھی قائم رہے مسئلہ رجعت کا بنا یا گیا مسئلہ رجعت کا یہ ہے کہ جب امام مدعی ظاہر ہوں گے تب پیغمبر صاحب زندہ ہوں گے اور سارے اچھے اور پاک نیک لوگ زندہ ہوں گے اور حضرت خاتونِ جنت زندہ ہوں گی، حضرت علی زندہ ہوں گے اُس وقت خلفائے ثلاثہ قبروں سے نکلے جاویں گے اور ان پر مقدمہ دائر ہوگا ایک طرف سے حضرت علی اپنا دعویٰ پیش کریں گے کہ میری خلافت غضب کی دوسری جانب سے حضرت فاطمہؑ مدعی ہوں گی کہ مجھے مجروح کیا محسن کو شہید کیا، باغ فدک کو چھینا غرضکہ بعد ثبوت کامل یہ حکم ہوگا کہ یہ لوگ درخت سے نکلے جاویں اور ان کو پچھانسی دی جاوے اور کیا کہا جاوے ایسی خرافات و اہیات باتیں ان مروودوں نے لکھی ہیں کہ جن کے دیکھنے سے مسلمان کے بدن پر لرزہ ہوتا ہے غرضکہ ان کے نزدیک اُس وقت خدا کا وعدہ پورا ہوگا اور تب ان کی ذلت کامل ہو کر لوگوں پر ان کے نفاق کا حال کھلے گا اور پھر اس مسئلہ رجعت کا نسبت سمجھتے ہیں کہ یہ فرقہ حقہ اثنا عشریہ کے عقاید خاص سے ہے اور سب فرقے اس پاک اور نیک عقیدے سے بے نصیب ہیں۔

علاوہ ان سب باتوں کے ایک بہت بڑی مصیبت اس مذہب پر یہ تھی کہ جناب امیر سے لے کر گیارہویں امام تک سب کے سب ظاہر میں اسی روش پر تھے اور رہے جو کہ

صحابہ کرام کی تھی اور ہمیشہ اُن کے محامد و اوصاف بیان کیا کئے اور جب کسی نے پوچھا تب اُن کی تعریفوں میں نہایت ہی مبالغہ کیا بلکہ خود جینا ب امیر برابر نمازوں میں اُن کے شریک رہے اور لڑائیوں اور جہادوں میں اُن کو مشورہ دیتے رہے نہ اسی زمانہ میں جب کہ خلفائے ثلاثہ مسند خلافت پر تھے بلکہ اُن کے پیچھے بھی اُن کے شان خواں رہے اور اپنے عہد خلافت میں ایسی بات پیدا کرنی چاہیے کہ باوجود اس موافقت ظاہری کے ائمہ کرام کی مخالفت صحابہ سے قائم رہے اور مذہب تشیع کی جڑ مضبوط کی جاوے تب ایک نہایت ہی سچا اور منصف اور عمدہ دلچسپ اصول قائم کیا یعنی ظاہر کا باطن سے مخالف ہونا اور جھوٹ بولنا، مگر چونکہ یہ لفظ نہایت ثقیل اور مکروہ تھا اور اگر اسی کو عقیدے میں داخل کرتے تو جو سناوہ اس لفظ کے سنتے ہی نفرت کرتا اس لئے اُس کی حقیقت کو ایک خوبصورت اور خوش نام لفظ کے پردے میں ظاہر کیا اور جھوٹ بولنے اور ظاہر سے باطن سے مخالف ہونے کا نام تقیہ رکھا اور اسی کو سارے سوالوں کا جواب اور کل شبہات و شکوک کا ملال ٹھہرایا مگر افسوس ہے کہ یہ نہ خیال کیا کہ صورت اصلی لباس سے نہیں بدل سکتی اور حقیقت کسی شے کے الفاظ کی تبدیل کرنے سے اور کی اور نہیں ہو سکتی جھوٹ کا کچھ ہی نام کیوں نہ رکھو جب اس کے معنی کہو گے اُس کی بُرائی ظاہر ہو جاوے گی خواہ نام اُس کا تقیہ رکھو خواہ اُسے اصول دین میں داخل کرو یا نہ

بہر رنگے کہ خواہی جا مہ می پوشش کہ من آن جلوہ قدے شنا سم کے
اب غرض کہ تقیہ کو اصول دین میں سے قائم کرنے کے لئے سند کسی امام کی چاہئے
اس لئے کہ حضرات امامیہ اہل سنت تو نہیں کہ جو قیاس و استحسان کو دین میں دخل دیں
خدا کے فضل سے اُن کے سارے عقیدے اور کل اصول ائمہ کرام کے فرمائے ہوئے ہیں اور
ان کی احادیث کی کتابیں تا صلبیوں کی طرح بے اعتبار تو نہیں ہیں کہ جو جس زید و عمرو
نہر یا با اسادیت نبوی کی تصحیح کر دی اور اُن کا نام صحیح اور سنن رکھ لیا بلکہ حضرت
امامیہ کے محدثین نے جو کتاب حدیث کی لکھی اس کو لفظ بلفظ ائمہ کو سنا دیا اور جب اُن
کے حضور سے اُس کی صحت ہو گئی بلکہ جب ائمہ کرام سے دستخط مہر کرا لی تب اُس کو جاری
کیا تاکہ عمل لوگوں کا ٹھیک ٹھیک اماموں کا سا ہو پس اس واسطے تقیہ کی تعریف میں اماموں
کی طرف سے حدیثیں بنا کر شروع کیں اور نہ صرف اُس کے جواز پر قناعت کی بلکہ اس کی

و حجب اور اس کی فضیلت میں ایسی حدیثیں قائم کیں کہ روزہ نماز کے ثواب بھی تقیے کے ثواب کے مقابلہ میں نیست و نابود ہو گئے حقیقت میں تقیہ کو ایک عمدہ اصول دین کا ٹھہرایا اور (التقیہ دینی و دین آباتی) کی حدیث ائمہ کی زبان سے نقل کر کے تقیے کے منکر کو کافر بنا یا یہاں تک کہ صاحب نواقض الروافض نے غلطی سے لکھا کہ شیعی کہتے ہیں کہ ابو بکر صدیق تقیے کے سبب سے اسلام لائے تھے تو قاضی نور اللہ شومسری مصائب النواصب میں نہایت خفا ہو کر کہتے ہیں کہ یہ ناصبی جھوٹا ہے کوئی شیعہ یہ بات نہیں کہہ سکتا اس لئے کہ تقیہ اہل راہ اور پاک لوگوں کا دین ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ابو بکر صدیق تقیہ کرتے اور پاک اور ابراہیم میں داخل ہوتے غرض کہ تقیہ ابراہیم اور اماموں کا دین ٹھہرایا گیا اور تقیے کے صدقے میں سنیوں کی دارو گیر سے کامل طرح نجات پائی سارے اعتراضات ناصبیوں کے اوکل دلیلیں ان کی خاک میں مل گئیں بڑی بڑی فضیلت کی حدیثیں اماموں کی زبان سے شیعوں کی کتابوں سے سنیوں نے نکالیں اور اپنے خلفاء کی بزرگی اور فضیلت پر سند لائے اور اپنے نزدیک شیعوں کو لاجواب کرنا چاہا مگر ایک ایک ادنیٰ طالب علم بلکہ جاہل شیعہ نے جواب دیدیا کہ یہ حدیث تقیے کے سبب سے امام نے فرمائی ہے اور بڑے بڑے متکلمین اور فقہا کو سنیوں کے ایسی دلیل سے ایک ایک لڑکے نے چُپ کر دیا حقیقت میں جو فائدہ مذہب تشیع کو تقیے کے سبب سے ہوا ہے اور جو حفاظت ان کی اس روش سے ہوئی ہے وہ کسی دوسرے عقیدے سے نہیں ہوئی۔

کسی جاہل نے خوب لطیفہ کہا ہے کہ تقیے کو تشیع سے وہ نسبت ہے جو تار برقی کو آہنی سڑک سے ہے کہ اگر تار برقی نہ ہو ریل کا چلنا بند ہو جاوے اور ایک گاڑی دوسری سے ٹکڑ کھا کر ٹوٹ جاوے درحقیقت تار برقی ہی سے گاڑیوں کی حفاظت ہے اسی طرح پر تقیے کا حال ہے کہ اگر تقیے کا اصول مذہب تشیع میں نہ ہوتا تو مذہب ہی خاک میں مل جاتا اور ایک قول کی دوسرے قول سے اور ایک فعل کی دوسرے فعل سے اور ایک حدیث کی دوسری حدیث سے بسبب مخالف اور تناقض کے مطابقت نہ ہو سکتی اور سب کا جھوٹ اور غلط ہونا کھل جاتا پس نہایت ہی ذکی اور ذہین تھا وہ شخص جس نے مذہب تشیع کو ایجاد کیا کہ جھوٹ کو جھوٹ سے بچا یا تقیے کی وہ گرم بازاری ہوئی اور اس عقیدہ باطل کو ایسی رونق دی گئی کہ امام اول سے لے کر امام آخر الزماں تک سب کی زبان سے اُس کی فضیلت میں اس حدیث

نقل کی گئیں اور اتمیہ کرنے والوں کے بڑے درجے مقرر کئے گئے شیعوں کو تقیہ کی بدولت
 خدا نے اپنے شیعوں پر بڑا فضل کیا کہ شیعوں کے ساتھ گوشت پلاؤ کھاویں اور جب تک
 اُن کے دسترخوان پر کاسہ لمسی کریں تب تک خوب چکنی چپڑھی باتیں زبان سے کہیں اور
 ان کی خوب لمبی چوڑی ثنا و صفت کریں اور تلقاً تلقاً اور اصحاب کبار کی نہایت مبالغے
 سے تعظیم و عزت بجالاویں اور اِذَا اتَّقُوا الدِّينَ اٰمَنُوْا لَوْ اٰمَنُوْا لَمَا كَانَ مِنْكُمْ اٰمِنٌ
 جب گھر آویں اور غاس یاروں کا مجمع ہو اور دروازہ بند کر کے دیکھ لیں کہ کوئی منہم تو نہیں
 ہے اُس وقت بفرماتے اِذَا اتَّقُوا لِيْ شَيْءًا لَّيْنِيْهُمْ تَالُوْا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْفٰوْنَ دُنْ مَكَّةَ شَوْبِ
 قَبِيْجَةَ اُرْوِيں اور اپنی دھوکہ دہی اور نفاق کی خود ہی تعریف کریں اور پھر تبراً کنا شروع
 کریں ایک اپنے اوپر لعنت کرے دوسرا بیش باد کے اور بموجب احادیث اور اقوال ائمہ
 کے دونوں حالتوں میں اپنے آپ کو مورد ثواب ہائیں سنی کے سامنے جو جھوٹ اور نفاق کی
 باتیں کہیں اس پر تو یہ سبب تقیے کے اور گھبرا کر جو تبراً کہا اُس پر یہ سبب لعنت کے ایک
 ایسے ثواب کے مستحق ہونے کہ ہر ہزار سال روزہ میں نہ پاتے ادا کرنا چاہتے
 کوئی گناہ ہو گیا تو پھر اس کا بھی کچھ علم نہیں اس لئے کہ یہ مسئلہ
 طینت کا موجود ہے۔ شیعوں کا روزہ نماز کیا ہو گا اس کا ثواب انہیں تو مل سکتا
 نہیں سکتا اور من غلِّ مَا لَمْ يَلْتَمِسْهُ تُوْعِدْ لِيْ فَرَمَا یا یہی نہیں ہے وہ بھی آخر شیعوں ہی
 کے واسطے ہے پس ایسے عقیدوں پر اپنے مذہب کی بنا قائم کی اور اس الحاد و وند قہ کا ہم
 تشیع رکھا اور اپنے آپ کو مصداق فِی تَلُوْا بِهٖمْ مَرَضٌ فَرَادَهُمُ اللّٰهُ مَرْضًا وَ ذٰلِكَ عَذَابٌ
 اَلِيْمٌ کا بنایا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان اصول و عقاید کو دیکھ کر آدمی کی عقل دنگ ہو جاتی
 ہے حیرت کی ٹہر سمجھ کے منہ پر لگ جاتی ہے دیکھنے والا حیران و ششدر رہ جاتا ہے کہ الہی
 تشیع دین ہے یا الحاد یہ معاملہ کیا ہے کہ ایسے اصول جن کی سفاہت کسی پردے میں چھپا

لے پارہ اول سورہ بقرہ کو ص ۱۲ ترجمہ جب ملاقات کریں مسلمانوں سے کہیں ہم مسلمان ہوئے ۱۲ موضع القرآن

تے ایسا ترجمہ جب آئیے ۲۴ دین اپنے شیطانوں کے پاس کہیں ہم ساتھ ہیں تمہا سے ہم تو منہسی کرتے ہیں ۱۳- ۱۴

تے پارہ ۲ سورہ عم جہہ کو ص ۲ ترجمہ جن نے کی بھلائی سوا اپنے واسطے ۱۲ موضع القرآن

لگے پارہ اول سورہ بقرہ کو ص ۲ ترجمہ اُن کے دل میں آزار ہے پھر زیادہ دیا اللہ نے ان کو آزار اور

ان کو دکھ کی مار ہے ۱۲ موضع القرآن

سے چھپ نہیں سکتی اور ایسے عقیدے جن کی بیہودگی خود اسی سے ظاہر ہوتی ہے جس کے بطلان پر نہ کسی دلیل کی حاجت نہ کسی برہان کی ضرورت کیونکہ ایک ایسے فرقے نے قائم کئے ہیں جس کو خدا نے آدمی بنایا ہے اور جس کو اوروں کی طرح عقل بھی دی ہے اور پھر طرہ یہ ہے کہ ان اصولوں پر خوشش ہیں ان عقیدوں پر نازاں ہیں اور اپنے آپ کو ائمہ کرام کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اپنا بوجھ ذریعہ نبوتی کے سر پر رکھتے ہیں و ما شا جانا ہم عن فلک حقیقت میں ان کے اصول و عقائد دیکھ کر خدا کا یہ کلام یاد آتا ہے کہ **لَا يَفْقَهُونَ بِهَا ذَوْلَهُمْ اَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَكَلِمَاتٍ اَذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا** اولئک کالانعام بل هم اضل و علاوہ تقیے کے ایک تقیے کی دم بھی شیعوں کے اگلے بزرگوں نے قائم کی تھی جسے اب حضرات شیعہ نے بسبب نہ ضرورت رہنے کے کاٹ ڈالا ہے اور تقیے کو دم بریدہ کر دیا و دم کیا تھی بد ۱۳ اس کا حال یہ ہے کہ جب حضرات امامیہ کے پیشوا اور اس مذہب کے سرپرست ائمہ کرام کی خدمت میں جاتے اور بیٹھتے اور پھر باہر آتے تو اپنے اور یاروں سے کہتے کہ آج امام نے فرمایا ہے کہ اب بہت جلد سلطنت شیعوں کو ملتی ہے اور چند روز کے بعد ان کی حکومت ہوتی ہے اور جب وہ میعاد ہو جاتی کچھ ظہور کسی وعدے کا نہ ہوتا اور لوگ کچھ شہہ کرتے تو وہ حضرت کہتے کہ امام نے فرمایا ہے کہ خدا کو بدار ہوا ہے یعنی اب اُس نے وقت بدل دیا اور اپنی پہلی تجویز کو بدل دیا اور جب کوئی امام کے سامنے ان پیشواؤں کے حالات بیان کرتا تو امام اس سے بیزار ہی ظاہر کرتے اور لعنت کرتے اور قائم اللہ و خذ لہ اللہ فرماتے اور پھر کوئی شخص اُن لوگوں سے بیان کرتا تو بہت ہلکتے اور قہقہہ مارتے اور کہتے کہ امام نے خیرات نورہ کا تمہارے ساتھ گمل کیا ہے سننے والا حیران رہتا کہ بھائی خیرات نورہ کیا ہے تب کہتے کہ تقیہ۔

غرض کہ جب کسی کو شبہ ہوتا کہ ائمہ اُن کو بُرا کہتے ہیں اُن پر لعنت کرتے ہیں اُن کو شیطان بتاتے ہیں تب اُس کے شبہ کو تقیہ سے دور کرتے کہ حضرت نے تقیہ کیا ہے تم نہیں جانتے ہو تقیہ۔

ابراہیم اور اماموں کا دین ہے خدا کے پاس جگہ قیامت میں صرف تقیے کی بدولت

۱۔ پارہ ۹ سورہ اعراف رکوع ۲۲ قوجہ جن کو دل میں اُن سے سمجھنے نہیں اور آنکھیں ہیں اُن سے

دیکھتے نہیں اور ہاں میں اُن سے سنتے نہیں وہ جیسے چروپائے بلکہ اُن سے زیادہ ہوا۔ ۱۲ موضع

ملے گی اور جب وہی حضرات کسی سے امام کی طرف سے کچھ وعدہ کرتے اور وہ وعدہ پورا نہ ہوتا تو کہہ دیتے کہ خدا کو بدار ہوا یعنی اپنی رائے بدل دی اور جب کوئی کچھ شک کرتا تو کہتے کہ تم نہیں جانتے ہو اس میں مصلحت تھی اور خدا کی مصلحت کو سوائے خدایا امام کے کوئی نہیں جانتا اور کیا تعجب کرتے ہو بدار پر وہ ایک قسم نسخ کی ہے دیکھو شریعتوں میں احکام خدا نے بدل دیئے اور ایک کو دوسرے حکم سے منسوخ کر دیا یا نہیں پس چپ رہو خدا کی باتوں میں چون و چرا نہ کرو۔

جب بعض شخصوں کو بہت ہی شبہ ہوتے لگا کہ وہ خدا کیسا ہے جو آج کچھ کہتا ہے اور جب وقت آتا ہے تب پورا نہیں کرتا اور بدار کو نسخ سے کیا علاقہ نسخ تو یہ ہے کہ ایک حکم کسی وقت دیا اور کسی چیز کو کسی قوم یا کسی وقت کی ضرورت سے حلال کیا اور پھر اس حکم کو کسی وقت ضرورت کے سبب بدل دیا اور حلال کو حرام کر دیا مگر یہ خدا نے نہیں کیا کہ پیغمبر صاحب سے کوئی خبر کہی ہو یا کسی فتح کا وعدہ کیا ہو اور پھر اس کو پورا نہ کیا ہو تو اگر امام نے یہ بات خدا کی طرف سے کہی ہوتی یا خدا نے ان سے یہ وعدہ کیا ہوتا اس لئے اس شبہ کے دور کرنے کے لئے ان بزرگواروں نے دو لوحیں قائم کیں ایک لوح محفوظ دوسری لوح محو و اثبات اور یہ کہا کہ خدا نے دو لوحیں رکھی ہیں۔ اور سب کچھ اس میں لکھ دیا ہے جو کچھ ٹھیک ٹھیک ہونے والا ہے وہ تو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اس میں کچھ تغیر و تبدل نہیں ہوتا دوسری لوح محو و اثبات کہ اس میں جو کچھ لکھا ہوا ہے، خدا بدلتا رہتا ہے پس وہ فرق جو امام کے قول میں ہوا وہ بسبب لوح محو و اثبات کے ہوا کہ اس میں خدا نے پہلے کچھ لکھ دیا پھر اس کو محو کر کے دوسری بات لکھ دی اور امام نے پہلی بات سے خبر دی ان کو کیا معلوم تھا کہ خدا اس کو بدل دے گا اور جب کسی نے یہ کہا کہ یہ بات سمجھ کے خلاف ہے اور دوسری لوح کے مقرر کرنے سے کیا فائدہ ہے تب وہ جواب دیا جو مجتہد صاحب نے صواری میں دیا ہے کہ ”ذو الزنا نجلد آنکہ ہر گاہ انبیاء و اوصیاء خبر دہند از کتاب محو و اثبات و بعد از ان خبر دہند بخلاف آن بندگان را واجب باشد اذعان نمودن

لہذا اس کے منجملہ واقعہ یہ ہے کہ جب ”لوح محو و اثبات“ دیکھ کر انبیاء اور وہی کسی بات کی اطلاع دیتے ہیں اور پھر اس کے خلاف کوئی بات کہتے ہیں تو لگوں کو لازم آتا ہے کہ اسکے موافق تسلیم فرم کریں اور چونکہ اس خبر کا حکم پر یقین کرنا بہت دشوار ہے اسی لئے اس کا ثواب زیاد ہے لے جب صواری مطبوعہ بدار کلکتہ سنہ ۱۲۹۷ سنہ ۱۲۹۷ سنہ ۱۲۹۷

رب العالمین انتہی حقیقت یہ ہے کہ جیسا کلمہ حق اور سخن راست جناب قبلہ و کعبہ اور ملا باقر مہلسی نے یہ فرمایا ہے اپنی ساری عمر میں دوسرا کلمہ ایسا سچ زبان سے ارشاد نہ کیا ہوگا جو کچھ ان بزرگواروں نے فرمایا اُس پر دل سے اُن کا شکر کرنا چاہیے کہ صاف صاف کہہ دیا کہ اگر امام شیعوں سے جھوٹے وعدے نہ کیا کرتے اور اُن کو وعدوں پر نہ ٹالنا کرتے تو اکثر شیعہ دین سے پھر جاتے اور مذہب پر ثابت قدم رہتے ہیں ایسی دوزخی باتوں کے کہنے سے یہ غرض تھی کہ لوگ شیعہ بنے رہیں ورنہ اگر ایک ہی دفعہ امام کہہ دیتے کہ ہزار دو ہزار برس تک شیعوں کو غلبہ نہ ہوگا تو بس ناامیدی سے شیعوں کی جان ہی نکل جاتی اور مایوس ہو کر گھر بیٹھ رہتے اور خاک پاک کا کفتھا اور عقیق کی انگوٹھی اور سجدہ گاہ امام کے دروازے پر رکھ کر سب کے سب چنپت ہو جاتے ہاں جو خاص خاص باایمان شیعہ تھے مثل حضرت زرارہ اور ہشام اور شیطان الطاق وغیرہ کے وہ بیکہ و تنہا بے یار یا ور رہ جاتے پس اُس جماعت کو جو صرف جھوٹے وعدوں پر دنیا ملنے کے دامن میں زرارہ وغیرہ کے چپس گئے تھے ایسے ہی جھوٹے وعدوں سے حضرت زرارہ وغیرہ نے درہم برہم نہ ہونے دیا اور اپنی ہوشیاری سے ضرورت وقت کے مناسب فوزا ہی ایک عقیدہ نیا اور ایک اصول جدید بنا لیا اور امام علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا اور نہ کوئی مسلمان ایسا عقیدہ رکھے گا اور بداء کو خدا کی طرف منسوب کرے گا قیامت تو یہ ہے کہ فقط منسوب کرنے ہی پر کفایت نہ کی بلکہ موافق اپنی عادت کے کہ جس بات کو شروع کیا اُس کو انجام تک پہنچا دیا اس مسئلہ بداء کی وہ فضیلت بیان کی کہ آخر امام کی طرف منسوب کر دیا امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ (فا عتبد الیہ میل البداء) کہ جیسی بداء کے سبب سے خدا کی عبادت ہوتی ہے ایسی کسی دوسرے سبب سے نہیں ہوتی سبب اس کا ظاہر ہے کہ جب شیعوں سے کہہ دیا

کہ جب جلد تم کو سلطنت ملتی ہے اُن بیچاروں نے دنیا کی طمع میں حضرت زرارہ وغیرہ کے حضور میں حاضر باشی شروع کی خاک پاک کی سمروں اور چٹائی کی جانمازوں اور مٹی کو بڑھ گاہوں کو لے لیا اور خوب رگڑ رگڑ کر پیشانیوں کو داغ اور مضمون فَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ کا ادا کیا سب وعدہ پورا نہ ہوا اور دن گذر گئے اور کچھ ظہور نہ ہوا تب مایوس ہو کر زرارہ وغیرہ سے پوچھا کہ یہ ہوا اُس نے ادھر ادھر جا کر دوپہار روز کے بعد کہہ دیا کہ امام فرماتے ہیں کہ خدا کو بداء ہوا اُس نے وقت بدل دیا مگر تم پھر عبادت کرو اور خوب تہنہ کہو اور اپنے اوپر

لعنت بھیجو دیکھو بہت جلد خدا ترقی دیتا ہے غرض کہ اسی طرح پر چند احمقوں بیوقوفوں کو اپنے دام تزدیر میں رکھا کبھی تفتی سے بہکا یا کبھی بدار کہہ کر دم میں رکھا کبھی طینت کا مسئلہ ملا کر اُن کو خوش کر دیا یہ کرتے کرتے آخر دین محمدی میں رخنہ ڈال ہی دیا اور ایک فرقہ کو اپنا ساتھی کر لیا پس ہوا جو کچھ کرنے والا تھا اور بگڑ گیا دین جیسا کہ اُس نے سمجھا تھا فقد استحوذ علیہم الشیطان واستغوا ہم الطغیان۔

وکل احد منہم بعاہل حنظہ مشغوفاً فصاری المعلوم منکر او المنکر معروفاً
 غرض کہ اے حضرات شیعہ تم اپنے مذہب کے اصول و عقائد پر غور کرو اور اس کے حسن و
 قبح کو دیکھو اور اگر پھر بھی نہ سمجھو تو خیر اختیار ہے تفتیہ کو رجعت کی امید پر بیٹھے رہو بدار
 کا الزام ذات باری پر لگاتے ہو طینت کا مسئلہ یاد کر کے خوب شوق و ذوق سے گناہوں میں
 مصروف رہو سو اس لئے کہ جتنے سنی لگے پھیلے گزرے ہیں اور جتنی عبادتیں انہوں نے کی
 ہیں وہ تو آخر تمہیں کو ملیں گی اور آخر تمہارے گناہوں کا بار تو ہم کو اٹھانا ہی پڑے
 گا پس پھر عبادت کی محنت اٹھانی اب تم کو فضول ہے۔ - حصہ ۶

تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

تفریط و لیدیر چکیدہ خامہ ناظم رنگین خیال ناشر عدیم المثال سبح

بکر زخار نکتہ دانی گلچین بوستان زار بیان بدائع و معانی بزمرہ

شعائے ہم عصر فاتح محمد مرتضی بیگ عرف مرزا مچھو بیگ عاشق حرسہ اللہ تعالیٰ

بہان اللہ پاک ہے وہ بے نیاز جس نے اپنے حبیب کے خادم جان نثاروں کی شان میں حضور
 اللہ عنہم و رضو عنہ ارشاد فرمایا کہ اُن کا مرتبہ ظاہر کیا اور ہر مخالفین کے حق میں ختم اللہ علی قلوبہم
 کے اشارے سے اچھے بُرے کو علیحدہ کر دیا سچا ہے وہ نبی جس نے افضل اتاس بعد النبی کی حدیث
 سے ترتیب خلافت و افضلیت بیان کر دی ہٹ دھرمی کا ذکر نہیں حق شناسوں کے لئے کوئی
 شک ہے کسی نہ باقی رہی سب سے بڑھ کے تو یہ کام لیا کہ اپنے سچے دین کی حفاظت کا پورا پورا
 وعدہ خدا سے لے لیا اس وقت کسی بزرگ کا یہ قول و زبان ہے باقی داستان سے
 الہی ویا حکم الحاکمین الہی ویا اکرم الاکرام

فصل علی سید المرسلین وصل علی شافع المذنبین
فصل علی آلہ الطاہرین وصل علی سجدہ الصالحین

بعد حمد خدا و نعت پھر انبیاء

بندہ سزا پا خطا محمد نفسی عاشق آل نبی خادم اصحاب محمدی حق شناسوں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ کیوں حضرات انصاف کیجئے دین محمدی کی بھی کیا مضبوط بنائے کہ ابتدا سے تا ایدم بلکہ بقائے عالم دشمنان خدا نے کیا کیا چا پا اور چاہتے ہیں کہ اس چمکے ہوئے چراغ کو پھونک پھونک کے بجھائیں۔ حق تا حق آتش افزوی کر کے شعلہ قسا و بھڑکائیں لیکن وہ قدرتی نور بساں برق طور اور سوا تجلی دکھاتا ہے، ذرا دال نہیں گلتی اسی کو کے سے خود انہیں کا دل جل کے سدا حوصلہ پست و ضو شکست ہو جاتا ہے مہال کیا ہے، کہ زبان ہلائیں اور منہ کی نہ کھائیں۔ ادھر ذرا گردن اٹھائی ادھر سر کو بی ہوتی قدرتی سکندری کھائی جہاں چار قدم دوڑ کے چلے کہ چوہٹ گرے۔ دون کی لیتے ہی چمکے چھوٹے ہیں رنج و الم سے ماتم کے بہانے سینہ کوٹتے ہیں یوں تو صد با برس سے کیسی کیسی قلعی کھلی ساری شیخی کر کر رہی ہوئی، لیکن اس ہنگام میں کہ اخیر زمانہ دنیا کی فکر دوزخ کے دھندے سے نجات ہی نہیں عاقبت کا خیال کیا قیمت کا قرب چودھویں صدی ابھی سے نفسی نفسی کا ترجمہ اپنی پڑھی ہے، وہ بیات کا علم پھر اس میں کمال بالکل خواب و خیال ہے، جو بیات ممکن ہی نہیں ممال ہے لیکن فقط ہماری خام خیالی ہے مروان نگر سے اب بھی کب دنیا خالی ہے۔ چنانچہ تفسیر اس اجمال کی معاینہ کتاب لاجواب جزو دوم آیات بیات تصنیف عالم علم معقول و منقول حامی، دین خدا و رسول سرآمد مشکائین۔ سلطان المناظرین واقف اسرار مطنی درجلی عالی جناب والا خطاب محسن العالک مولوی سید محمد ہمدانی علی شاہ صاحب بہادر منیر نواز جنگ معتمد پولیٹیکل فنانس سرکار اصفی سے ہوتی ہے۔ اللہ اللہ کس متانت کی تقریر کس زور شور کی تحریر ایک دریا ہے کہ موجیں مارتا ہے۔ نمونہ قدرت خدا یہ تا یہ شبہ نہیں تو کیا ہے ایسی کثرت کا ردیفی اوقات میں جو بیات ہے شرع و بسط کے ساتھ حتی الوسع کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا مخالف ہی کے قول سے منکرین کے زعم باطل کو توڑتا ہے سبابت کی پاکیزگی پر زور پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ مناظرے میں باوجود سخت کلامی مدعی اپنی تہذیب اچھے سے نہ جانے دی ادب سے کام لیا ہے سحر بیانی اس کا نام ہے کہ شیرین زبان کی بیٹھی چھری سے دشمن کا کام تمام ہے ماشار اللہ زور و قہر کی ادنیٰ اسی یا ایک بات ہے جس وادی میں قدم

رکھا میدان اپنے ہاتھ ہے۔ لطف تو یہ کہ جو دعوے ہے با دلیل۔ با این ہمہ مطالب کثیر و سہارت کا جو بات ہے لاجواب ہے، جو فقرہ ہے انتخاب۔ بلاغت ایسی کہ ذرا سا لکتہ ایک دفتر فصاحت کا۔ طاقت بیان سے باہر۔ خدا شاہد یہ طرز تحریر بہت مشکل ہے معقولیت کے یہ معنی گر دشمن اپنے ہوئے سے قائل ہے۔ حافظ وہ کہ سارا علم مناظرہ از بر۔ نگاہ اتنی وسیع کہ دشمن کا کتب خانہ پیش نظر۔ فقط کرامت صحابہ کرام ہے۔ نہیں یہ اعجاز رقی انسان کا کام ہے۔ جیسا دل چاہتا ہے ویسی پو تعریف اس مختصر میں کہی ہو سکتی ہے۔ ساتھی اس شخص کی محنت و ہانہ نشانی کی تعریف کرنی چاہے جس نے اس کے پوچھنے اور شائع کرنے میں کوشش کی ہے، خاص فائدہ عام و عقبی کا نیک سمجھ کے نہ کسی طمع و لالچی سے وہ کون یعنی جو ان صالح فخر خاندان حافظ قرآن جیسی و شفیع علی عبدالواحد خان خلیف المصدق برگزیدہ خدا پابند شریعت مصطفیٰ اور ویش صفت و فرشتہ خاص و حید الزمان جناب محمد عبدالواحد خان صاحب مالک و مہتمم مطبع مصطفائی باشندین جنت مکہ محمد مصطفیٰ خان سکندر اللہ فی فرودس الجنان۔ پہلی جلد باجارت حضرت مصنف ۱۳۰۷ھ میں ۱۰۰ چھپوا کے شائع کی جو حضرت شایعین علم دین کی نظر سے گذری ہوگی۔ دوسری جلد یعنی جز دوم کے لیے کیا کیا اہتمام کیا زمین و آسمان ایک کر دیا لیکن کسی طرح وہ نسخہ دستیاب ہوتا تھا بارے جناب مندومی و کرمی منشی سید محمد ممتاز علی صاحب پیش کار کلکٹری بنارس رئیس سندلیہ ملک اودھ نے بہرہ کو شش و جہد جناب منشی سید برکت علی صاحب سرشتہ دار کلکٹری پنشن یافتہ سرکار سے جن کے پاس ایک مسودہ کٹا کٹا دستی حضرت مصنف کا تھا حاصل کیا اور اصل دونوں نسخے حافظ صاحب موصوف کے نام روانہ کئے اب اس محنت کو دیکھنا چاہیے حافظ صاحب موصوف نے بعد نظر ثانی و اجازت مصنف بصحت کمال صفائی و پاکیزگی سے طبع و حقیقت جیسی محنت حضرت مصنف نے اس کی تصنیف میں کی ہے، اس سے کسی قدر کم صاحب موصوف کو بھی مشقت کرنی پڑی، شکر ہے خدا کا جس نے اس محنت کی راحت دو دوسری جلد بھی چھپ گئی۔ اب خدا سے دعا ہے کہ اس کے مصنف اور جن سے یہ نسخہ دستیاب وہ اور جن نے بہرہ کوشش اسے چھپا پا اور شائع کیا ہے ان سب کے لئے۔

عسر و اقبال و آبرو ہو زیاد بحمد و آلہ الامجاد

آپ کا بیٹا

تردید شیعہ میں وہ مشہور اور عظیم کتاب حسن کا صحیح جواب آج تک علمائے شیعہ نہ
دے سکے جن میں خود شیعہ مذہب کی کتب اور ان کے علماء کے اقوال و صحابہ کے فضائل
اور اختلاف رائدہ کو ثابت کیا ہے ورنہ کلام اہل کلمہ و بیانِ فدک پر حاصل بحث کی گئی ہے

تالیف محسن الملک

سید محمد ہدی علی حسان

جلد اول

دارالاشاعت

مولوی مسافر خان صاحب کراچی